مناظرہ فدک

شیعہ مناظر :- قسور عباس حیدری

وہابی مناظر :- ارمان علی

مورخہ 18 جولائی 2016

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
حمد ہے اس اللہ کی جس نے تمام کائنات کو خلق کیا اور اپنے محبوب نبی ص اور انکی ذریت میں علیؑ سے مہدیؑ تک تمام آئمہ معصومین کو کائنات میں مصطفی بنایا اور انہیں ہادی قرار دیا۔
بندہ احقر کو مخالفین نے چیلنج کیا چار موضوعات پر لیکن ہم نے فدک کے موضوع کا انتخاب کیا۔مخالفین کی شرط تھی کہ مناظرہ تحریری شکل میں ہوگا سو ہم نے قبول کیا اور اپنا دعوی تحریری شکل میں لکھ دیا مخالفین کا جواب اسکی سند پر آیا لیکن مخالفین کو مولا کے فضل سے ایسے دلائل دئیے گئے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔اس مناظرہ میں ہماری جانب سے کافی نادر دلائل دئے گئے ہیں جنکا مطالعہ مومنین کے لئے ضروری ہے تاکہ کوئی بھی مخالف بھی مومنین کو فدک جیسے اہم موضوع پر تنگ نہ کرے اور جو بھی اسکو پڑھے اور اس سے استفادہ کرے ایک بار بندہ ناچیز کے حق میں دعا ضرور کرے۔

خاکپائے اہل بیت و سادات۔
قسور عباس حیدری

شیعہ مناظر کا دعویٰ

رسول اللہﷺ نے نے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہ کو فدک عطا فرمایا تھا
خلیفہء اول نے فدک اپنی خلاف میں غصب کر لیا تھا
فدک کے مطالبہ پرحضرت ابوبکر نے واپس نہ کیا جس سے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہ حضرت ابوبکر سے ناراض ھو گئیں
لہذٰ خلیفہ اول اھلبیت و جبر گوشہء رسول اللہﷺ کی ناراضگی اور حق غصب کرنے کی وجہ سے عذاب کے مستحق ھوئے

وہابی مناظر ارمان علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیماسلام و علیکم شیعہ مناظر قسور عباس نے ہماری تحریری پیشکش قبول کی اور مناظرہ کے لئے رضامندی ظاہر کی اور اپنا دعویٰ فدک بیان کیا.ہم اپنا جواب دعویٰ لکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ قسور عباس نے اپنے دعویٰ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول تسلیم کیا اور انہیں خلیفہ اول بول کر اپنے عقیدہ "علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل" ہونے کی نفی کر دی . اور حق بات کوتسلیم کیا .ہم اپنے جواب دعویٰ کی طرگ آتے ہیں ہمارا جواب دعویٰ ہے کہ" حضور علیہ الصلاۃ وسلام نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو فدک عطا نہیں کیا تھا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو فدک عطا ہی نہیں کیا لہٰذا خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فدک کو غصب کرنے کا دعویٰ ہی غلط ہے. ""

قسور عباس آپ اپنے دعویٰ کے ضمن میں تمام نکات لکھ دیں کہ آپ نے کیا کیا ثابت کرنا ہے تو بحث میں آسانی رہے گی.. شکریہ

July 18 at 7:23pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

م اللہ الرحمن الرحیم۔
الحمد للہ رب العالمین الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا ابی القاسم محمد۔ وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المظلومین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔

جناب آپ نے کہا کہ نبی پاک ص نے بی بی س کو فدک عطا ہی نہیں کیا۔ استغفراللہ۔ اتنا بڑا جھوٹ؟
یہ تو آگے جا کے آپکے جھوٹ کا پردہ فاش ہوگا لیکن یہ دلائل لیں کہ نبی پاک ص نے فدک بی بی کو عطا کیا تھا۔

أبو يعلى الموصلي - مسند أبي يعلى - ومن مسند أبي سعيد الخدري
((مسند أبي يعلى الموصلي (3/ 81،
1037 - قرأت على الحسين بن يزيد الطحان هذا الحديث فقال : هو ما قرأت على سعيد بن خثيم ، عن فضيل ، عن عطية ، عن أبي سعيد قال : « لما نزلت هذه الآية (وآت ذا القربى حقه (1)) دعا النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة وأعطاها فدك »

اور دوسری اسناد شواہد التنزیل سے لیں۔

467 - حدثنا : الحاكم الوالد أبو محمد ، قال : حدثنا : عمر بن أحمد بن عثمان ببغداد شفاها ، قال : أخبرني : عمر بن الحسن بن علي بن مالك ، قال : حدثنا : جعفر بن محمد الأحمسي ، قال : حدثنا : حسن بن حسين ، قال : حدثنا : أبو معمر سعيد بن خثيم ، وعلي بن القاسم الكندي ويحيى بن يعلى ، وعلي بن مسهر ، عن فضيل بن مرزوق ، عن عطية ، عن أبي سعيد ، قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، أعطى رسول الله (ص) فاطمة فدكا.

July 18 at 7:30pm

(الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل لقواعد التفضيل - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (439

468 - أخبرنا : أبو بكر ابن أبي سعيد الحيري ، قال : حدثنا : أبو عمرو الحيري ، قال : أخبرنا : أبي يعلى الموصلي ، قال : قرأت على الحسين بن يزيد الطحان ، عن سعيد بن خثيم ، عن فضيل ، عن عطية ، عن أبي سعيد ، قال : لما نزلت هذه الآية : وآت ذا القربى حقه ، دعا النبي (ص) فاطمة وأعطاها فدكا.

469 - أخبرنا : أبو يحيى الخوري ، وأبو علي القاضي ، قالا : أخبرنا : محمد بن نعيم ، قال : أخبرنا : أبو حامد أحمد بن إبراهيم الفقيه ، قال : أخبرنا : صالح بن أبي رميح الترمذي سنة خمس وعشرين وثلاث مائة ، قال : حدثني : عبد الله بن أبي بكر بن أبي خيثمة ، قال : حدثنا : عباد بن يعقوب ، قال : حدثني : علي بن هاشم ، عن داود الطائي ، عن فضيل بن مرزوق ، عن عطية ، عن أبي سعيد ، قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله (ص) فاطمة فأعطاها فدكا.

July 18 at 7:30pm

(الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل لقواعد التفضيل - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (440

471 - أخبرنا : زكريا بن أحمد بقراءتي عليه في داري من أصل سماعه ، قال : أخبرنا : محمد بن الحسين بن النخاس ببغداد ، قال : حدثنا : عبد الله بن زيدان ، قال : حدثنا : أبو كريب ، قال : حدثنا : معاوية بن هشام القصار ، عن فضيل بن مرزوق ، عن عطية ، عن أبي سعيد ، قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله (ص) فاطمة فأعطاها فدكا.

July 18 at 7:30pm

(الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل لقواعد التفضيل - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (441

472 - أخبرنا : أبو سعد السعدي بقراءتي عليه في الجامع من أصل سماعه ، قال : أخبرنا : أبو الفضل الطوسي ، قال : أخبرنا : أبو بكر العامري ، قال : أخبرنا : هارون بن عيسى ، قال : أخبرنا : بكار بن محمد بن شعبة ، قال : حدثني : أبي ، قال : حدثني : بكر بن الاعتق ، عن عطية العوفي ، عن أبي سعيد الخدري ، قال : لما نزلت على رسول الله : وآت ذا القربى حقه ، دعا فاطمة فأعطاها فدكا والعوالي ، وقال : هذا قسم قسمه الله لك ولعقبك

July 18 at 7:30pm

---

473 - حدثني أبو الحسن الفارسي ، قال : حدثنا : الحسين بن محمد الماسرجسي ، قال : حدثنا : جعفر بن سهل ببغداد ، قال : حدثنا : المنذر بن محمد القابوسي ، قال : حدثنا : أبي ، قال : حدثنا : عمي ، عن أبيه ، عن أبان بن تغلب ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، عن علي بن الحسين ، عن أبيه ، عن علي ، قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله فاطمة (ع) فأعطاها فدكا.

July 18 at 7:30pm

(الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل لقواعد التفضيل - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (443

ورواه أيضا في فضائل فاطمة في أوائل الجزء السادس تحت الرقم : (674) من كتاب - المناقب الورق ، قال : حدثنا : عثمان بن محمد الالثلغ ، قال : حدثنا : جعفر بن مسلم ، قال : حدثنا : يحيى بن الحسن ، قال : حدثنا : أبان بن أبان بن تغلب ، عن أبي مريم الأنصاري ، عن أبان بن تغلب ، عن جعفر بن محمد ، قال : لما نزلت هذه الآية : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله (ص) فاطمة فأعطاها فدك ، قال أبان بن تغلب : قلت لجعفر بن محمد من رسول الله أعطاها ، قال : بل من الله أعطاها

July 18 at 7:31pm

جناب کل ۸ اسناد ہیں یہ۔ انکا جواب دے دیں آپ میں انشاء اللہ صبح ملتا ہوں آپ سے۔
کیونکہ ابھی ٹائم کافی ہو گیا ہے۔ صبح آپکے جواب الجواب آجائیں گے آپ جواب دے دیں۔
شب بخیر

July 18 at 7:34pm

وہابی مناظر ارمان علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و الصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ. وبعد

محترم سچ اور جھوٹ کا پتہ مناظرے کے بعد چل جائے گا آپ ابھی سے اپنا فیصلہ مت سنائیں...

آپ کی پیش کردہ سات روایت میں عطیہ بن سعد العوفی ہے جس کے بارے میں حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں...
ضعیف عند الجمہور

کتاب : تہذیب الاسماء واللغات للنووی

حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں
ضعفہ الجمہور

حافظ ہیثمی رحم اللہ لکھتے ہیں
والاکثر علی تضعیفہ
کتاب : مجمع الزوائد

باقی آخری سند اس میں ایک راوی
المنذر بن محمد القابوسي ہے . جس کا حال ملاحظہ کریں...

المنذر بن محمد القابوسي.
قال الحاكم قال الدَّارَقُطْنِيّ المنذر بن محمد القابوسي ، متروك. (234) (*).
وقال الدَّارَقُطْنِيّ مجهول. ((الميزان)) 4 (8765) (*).
وذكر ابن الوراق ، أن البَرْقانِيّ سأل الدَّارَقُطْنِيّ عنه ، فقال متروك الحديث. ((لسان (*)
الميزان)) 6 (8627).

منذر بن محمد القابوسی
امام دارقطنی نے متروک کہا ہے۔

الکتاب : موسوعة أقوال الدارقطني

امام عسقلانی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔
وفيه أيضا المنذر القابوسي ، وهو ضعيف
(التلخيص الحبير، باب الجمع بين الصلاتين في السفر)

کوئی ایک صحیح روایت پیش کریں جس سے آپ کا دعوی ثابت ہو.. صحیح کی شرائط تو آپ کو معلوم ہونگی... امید کرتا ھوں.. آخر آپ مناظر ہیں

July 18 at 10:44pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

@ ارمان علی
جناب آپ نے عطیہ بن سعد العوفی پر جرح مبہم پیش کی ہے اور جرح اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک مفسر نہ ہو۔

١۔جیسا کہ امام سخاوی لکھتے ہیں:

لم یقبل الجرح فیہ الا مفسرا
(فتح المغیث صفحہ ٢٤٧)

٢۔امام ابی عبداللہ الذہبی لکھتے ہیں:

قال الجمہور العلماء لا یثبت الجرح الا مفسرا مبین السبب
(الموقظہ فی مصطلح الحدیث صفحہ ٦٥)

٣۔ظفر احمد عثمانی تہانوی لکھتے ہیں:

واما الجرح فانہ لا یقبل الا مفسرا مبینا سبب الجرح۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ١٦٧)

٤۔یہی بات امام المجتہد محمد بن ابراہیم الوزیر کتاب الروض الباسم صفحہ ١٦٤ پر لکھتے ہیں۔

۵۔محمود الطحان تیسیر مصطلح الحدیث کے صفحہ ۱٤۷ پر لکھتے ہیں۔ (اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ یہ کتاب آپکے مدارس میں بنیادی کتاب ہے جو پڑھائ جاتی ہے)

٦۔مولانا تقی الدین ندوی یہی بات فن اسماء الرجال صفحہ ٦٦ پر لکھتے ہیں۔

۷۔ ابن صلاح کا قول

وَأَمَّا الْجَرْحُ فَإِنَّهُ لَا يُقْبَلُ إِلَّا مُفَسَّرًا مُبَيَّنَ السَّبَبِ؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُونَ فِيمَا يَجْرَحُ وَمَا لَا يَجْرَحُ، فَيُطْلِقُ أَحَدُهُمُ الْجَرْحَ بِنَاءً عَلَى أَمْرٍ اعْتَقَدَهُ جَرْحًا وَلَيْسَ بِجَرْحٍ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، فَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ سَبَبِهِ، لِيُنْظَرَ فِيهِ أَهُوَ جَرْحٌ أَمْ لَا، وَهَذَا ظَاهِرٌ مُقَرَّرٌ فِي الْفِقْهِ وَأُصُولِهِ.
وَذَكَرَ الْخَطِيبُ الْحَافِظُ أَنَّهُ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ مِنْ حُفَّاظِ الْحَدِيثِ وَنُقَّادِهِ مِثْلِ الْبُخَارِيِّ، وَمُسْلِمٍ، وَغَيْرِهِمَا.
وَلِذَلِكَ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِجَمَاعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيْرِهِ الْجَرْحُ لَهُمْ، كَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَكَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ، وَعَاصِمِ بْنِ عَلِيٍّ، وَعَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، وَغَيْرِهِمْ.
وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِسُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ، وَجَمَاعَةٍ اشْتَهَرَ الطَّعْنُ فِيهِمْ، وَهَكَذَا فَعَلَ أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، وَذَلِكَ دَالٌّ عَلَى أَنَّهُمْ ذَهَبُوا إِلَى أَنَّ الْجَرْحَ لَا يَثْبُتُ إِلَّا إِذَا فُسِّرَ سَبَبُهُ، وَمَذَاهِبُ النُّقَّادِ لِلرِّجَالِ غَامِضَةٌ مُخْتَلِفَةٌ.

معرفة أنواع علوم الحديث ص 103

۸۔ کنانی الحموی الشافعی

وَلَا يقبل الْجرْح إِلَّا مُفَسرًا

المنهل الروي في مختصر علوم الحديث النبوي ص 64

۹۔ ابو اسحاق الابناسی الشافعی

وأما الجرح فإنه لا يقبل إلا مفسرا مبين السبب

الشذا الفياح من علوم ابن الصلاح رحمه الله تعالى جلد 1 ص 236

۱۰۔ عبدالحئ لکھنوی

واما الْجرْح - فانه لَا يقبل إِلَّا مُفَسرًا مُبين سَبَب الْجرْح

الرفع والتكميل في الجرح والتعديل ص 80

۱۱۔ قاضی ابو یعلی

ولا يقبل الجرح إلا مفسراً
وليس قول أصحاب الحديث: "فلان ضعيف"، و"فلان ليس بشيء" مما يوجب جرحه ورد خبره.
وهذا ظاهر كلام أحمد رحمه الله في رواية المروذي؛ لأنه قال له عن يحيى بن معين: سألته عن الصائم يحتجم، فقال: لا شيء عليه، ليس يثبت فيها خبر (4) ، فقال أبو عبد الله: هذا كلام مجازفة. فلم يقبل مجرد الجرح من يحيى.

العدة في أصول الفقه جلد 3 ص 931

۱۲۔ ابو اسحاق الشیرازی

فصل
ولا يقبل الجرح إلا مفسرا فأما إذا قال هو ضعيف أو فاسق لم يقبل، وقال أبو حنيفة رحمه الله: إذا قال هو فاسق قبل من غير تفسير وهذا غير صحيح لأن الناس يختلفون فيما يرد به الخبر ويفسق به الإنسان فربما اعتقد في أمر أنه جرح وليس بجرح فوجب بيانه

اللمع في أصول الفقه ص 79

۱۳۔ ابن قطلوبغا الحنفی

.ولا يسمع الجرح في الراوي إلا مفسراً بما هو قادح متفق عليه

خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار ص 146

جناب یہ آپ کے ۱۳ علماء کے بیانات ہیں کہ جرح فقط مفسر مع السبب المبینا ہی قبول ہے ورنہ جرح ردی کی ٹوکری میں جائے گی

July 19 at 6:02am

اگلی دفعہ امید ہے آپ اپنے اصول و قوانین کو مد نظر رکھ کے جرح کریں گے

July 19 at 6:04am

وہابی مناظر ارمان علی

جناب عطیہ کی توثیق نقل کریں اگر توثیق نہ ہو تو جمہور کا قول راجح ہوگا

July 19 at 10:00am

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

صاحب ہر چیز کا ایک اصول ہوتا ہے اور آپ ان اصولوں کےتابع ہیں آپ خود نہ محدث ہیں نہ مجتہد۔

توثیق میں نقل کرونگا آپ ٹینشن نہ لیں لیکن قبل از توثیق آپ جرح تو ثابت کریں۔

آپ نے فقط جرح مبہم نقل کی ہے جو آپ ہی کہ اصول کے تحت کسی کام کی نہیں چاہے وہ جمہور کی ہو۔

اسلئے آپ جناب جرح مفسر نقل کریں تاکہ بات آگے بڑھے۔

کیونکہ آپ نے ابھی تک جرح مفسر نقل نہیں کی اور جرح مبہم کو تو ایک عالم کی توثیق بھی اڑا دے گی۔ ملاحظہ ہوں:

واذ وثقہ احد فلا یقبل فیہ الجرح مبھما۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۱۷۳ ظفر احمد عثمانی تھانوی)

لہذا جرح مفسر نقل کریں جناب مناظر صاحب

July 19 at 10:27am

وہابی مناظر ارمان علی

ہماری کونسی رجال کی کتب میں ایسا اصول لکھا ہے کہ اگر راوی کی توثیق نہ ہو اور اگر جمہور بھی راوی کی تضعیف کرے تو قابل قبول نہیں ہوگی؟ ذرا حوالہ نقل کر دینا...
آپ پہلے توثیق نقل کریں کمال الحیدری نہ بنیں

July 19 at 10:30am

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

اور یہ کہاں لکھا ہے جناب کے جمہور کہ جرح مبہم نقل کر کے اسی پر پکے ہو جائیں؟

میں نے اوپر ۱۳ حوالے لکھے ہیں کہ جرح اگر مفسر نہ ہو تو مردود ہے۔

جناب آپ اپنی کتب کے اصول کےتابع تو رہیں ابھی تو بحث شروع ہوئی ہے اور آپ دلائل

 دینے سے گھبرا رہے ہیں ابھی تو بہت کچھ باقی ہے جناب۔

آپ جرح مفسر نقل کرینگے تو میں اس جرح کا جواب دینے کا پابند ہوں ورنہ اگر آپ اپنی ہی کتب کے اصول کے منکر ہیں تو بات آگے کیسے چلے؟

July 19 at 10:37am

وہابی مناظر ارمان علی

آپ نے ابھی تک توثیق نقل نہیں اور میں دکھا دوں کہ جرح مبہم ہی کافی ہے اگر توثیق نہ ہو راوی کی تو عطیہ کو ضعیف مان لیں گے؟؟ ورنہ فضول میں بات کو طویل مت کریں اور توثیق نقل کریں. اگر توثیق نہیں ہے تو جرح مبہم ہی کافی ہے.

· July 19 at 10:40am

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب یہ لیں ایک عالم کی توثیق نقل کر دیتا ہوں۔
ابن معین کے نزدیک عطیہ بن سعد العوفی صالح ہے۔

قيل ليحيى كيف حديث عطية قال صالح.

يحيى بن معين أبو زكريا (متوفاي233هـ)، تاريخ ابن معين (رواية عثمان الدارمي)، ج 3 ، ص 500، تحقيق: د. أحمد محمد نور سيف، دار النشر: دار المأمون للتراث - دمشق - 1400

July 19 at 10:48am

وہابی مناظر ارمان علی

قسور عباس آپ نے عطیہ کے حوالے سے یحیی بن معین کی توثیق نقل کی ہے تو ہم آپ کو بتاتے چلین کہ یحییٰ بن معین نے اس کی تضعیف بھی مروی ہے نیز فرماتے ہیں ضعیف ,الا انہ یکتب حدیثہ
.یہ راوی ضعیف ہے البتہ اس کی روایت (متابعات و شواہد) میں لکھی جائے گی
کتاب : الکامل لابن عدی جلد 5 صفحہ 369 وسندہ حسن

اور امام بخاری اپنی کتاب التاریخ الکبیر للامام البخاری جلد 4 ص 84 پر فرماتے ہیں
کان یحیی یتکلم فی عطیۃ
.امام یحیی عطیہ پر کلام (جرح) کرتے تھے

اب ایک محدث سے توثیق اور جرح دونوں منقول ہو تو آپ کے بتائے ہوئے اصول کے تحت جواب دیتا ہوں .. آپ نے ایک ایسے راوی کا جواب کچھ اس طرح سے دیا تھا کہ
جس سے توثیق ثابت ہے اس سے تضعیف بھی ہوسکتا ہے کہ توثیق والے حوالے "
" .میں کتابت کی غلطی ہو,ویسے تو یہ راوی مجموعی طور پر ضعیف ہے
جاری ھے

July 19 at 2:46pm..

اور ہم نے بھی آپ کو بتا دیا کہ یہ راوی بھی مجموعی طور ضعیف ہے. اور نہ آپ نے کتابت کی غلطی کا حوالہ دیا تھا کسی پرانے نسخے سے اور نہ ہم آپ سے طلب کرینگے. البتہ آپ سے اتنا ضرور کہینگے یہ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے
.آپ کی پیش کردہ توثیق کا جواب مکمل ہوا

آپ نے مزید کہا کہ جرح مفسر چاہئے آپ کو .. میں آپ سے سوال کرتا ہوں جمہور اس کی تضعیف کررہے ہیں. آخر کسی راوی کو ضعیف کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ کا جواب ہے...

البتہ ابن حجر رحمہ اللہ نے واضع طور پر جرح مفسر کی ہے فرماتے ہیں
عطية بن سعد العوفي الكوفي تابعي معروف ضعيف الحفظ مشهور بالتدليس القبيح

طبقات المدلسين لابن حجر العسقلاني
July 19 at 2:47pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب آپ نے ابن معین کا قول نقل کیا کہ یہ ضعیف ہے اب اسکے جوابات ذرا غور سے پڑھئے گا۔

اول یہ کہ ابن معین کے قول میں اختلاف ہونا کوئی بڑی بات نہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ ابن معین سے دو طرح کے لوگوں نے اقوال نقل کئے۔
١۔ بغدادی علماء
٢۔بغداد کے علاوہ رہنے والے علماء

اس چیز کی لمبی چوڑی بحث تاریخ ابن معین میں پڑھی جا سکتی ہے۔

اب دونوں قسم کے علماء میں نقل کرنے کا اختلاف ہو تو کس کو فوقیت دی جائے؟ تو جناب آپکے علماء بغدادی علماء کو فوقیت دیتے ہیں جن میں عباس الدوری اور احمد بن ابی الحثیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ جسکی واضح مثال سیراعلام النبلاء جلد٩ صفحہ ٣٥٤ پر دیکھی جا سکتی ہے کہ راوی پر اختلاف کی صورت میں بغدادی ناقلین کے قول کو فوقیت دی جاتی ہے۔

اور ابن معین سے عطیہ کی توثیق بروایت عباس الدوری بھی منقول ہے لہذا اسی کو فوقیت ہے۔اور خود امام ذہبی بھی عباس الدوری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اسکی روایات اور اسناد بہترین ہوتی ہیں کیونکہ ان میں نقد و جرح کا احتمال نہیں ہوتا۔ دیکھیں سیر اعلام النبلاء جلد ١٢ صفحہ ٥٢٣۔

لہذا ان دونوں جہتوں کے باعث عطیہ کی توثیق راجح ہوگی۔

جاری ہے

July 19 at 6:41pm

نمبر ٢ یہ کہ آپ نے اسکی تضعیف پیش کی ہے ایک طرق سے جبکہ اسکی توثیق تین طریق سے ثابت ہے ملاحظہ ہوں:

قيل ليحيى كيف حديث عطية قال صالح.

يحيى بن معين أبو زكريا (متوفاي233هـ)، تاريخ ابن معين (رواية عثمان الدارمي)، ج 3 ، ص 500، تحقيق: د. أحمد محمد نور سيف، دار النشر: دار المأمون للتراث - دمشق - 1400

2048 حدثنا بن زنجويه نا زيد بن الحباب نا فضيل بن مرزوق الأغر الرؤاسي نا أبو إسحاق وحدثنا عباس سمعت يحيى بن معين يقول عطية العوفي هو عطية الجدلي قيل ليحيى كيف حديث عطية قال صالح.

الجوهري البغدادي، علي بن الجعد بن عبيد ابوالحسن (متوفاى230هـ) مسند ابن الجعد، ج 1، ص 302 ، تحقيق: عامر أحمد حيدر، ناشر: مؤسسة نادر - بيروت، الطبعة: الأولى، 1410هـ – 1990م

تیسری کے اسکین نیچے ملاحظہ کریں۔

July 19 at 6:42pm

التذييل على كتاب تهذيب التهذيب

للحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى

إعداد محمد بن طلعت

قال أبو داود : سمعت أحمد بن حنبل : قال يعلى بن عطاء لشعبة : لا تأخذ عني ، عن أبي ، وقد أدرك فلانًا وفلانًا ، فقيل لأحمد : فحدث عن أبيه أحد غيره من أصحابه ـ استفهام ؟ قال : لا[1] .

٧٨٨ـ عطاف بن خالد

قال البرذعي : سمعت أبا مسعود يقول : ذكر يومًا يزيد بن هارون عطاف بن خالد ، فقال : من ، ثم عطف به[2] .

قال ابن معين : عطاف شويخ ، ليس به بأس[3] .

قال ابن المديني : عطاف بن خالد المخزومي ثقة[4] .

قال البزار : عطاف بن خالد صالح الحديث ، وإن كان قد حدث بأحاديث عن نافع لا يتابع عليها[5] .

قال الدارقطني : عطاف بن خالد العزرمي مدني ضعيف[6] .

٧٨٩ـ عطية بن سعد العوفي

قال ابن طهمان : قال ابن معين : عطية العوفي ليس به بأس ، قيل : يحتج به ؟ قال : ليس به بأس[7] .

٧٩٠ـ عفان بن سيار الجرجاني

قال البرذعي : قال أبو زرعة : عفان بن سيار الجرجاني ربما أنكر وذكر

(١) سؤالات أبي داود للإمام أحمد ص٢٣٩ .
(٢) سؤالات البرذعي لأبي زرعة الرازي [٢/ ٧٤٣] .
(٣) تاريخ الدوري [٣/ ٢٠٦] .
(٤) سؤالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة لابن المديني ص١٣٦ .
(٥) مسند البزار [١/ ٨٤] .
(٦) الضعفاء والمتروكين ص٢٠٠ .
(٧) سؤالات ابن طهمان لابن معين ص٨٤ .

٢٨٣

اور تیسری یہ کہ جناب آپ نے ابن معین سے جرح نقل کی لیکن یہ بھی مبہم؟

جرح مفسر تو نقل کریں کم از کم۔ میرا آپ سے مطالبہ جرح مفسر کا تھا اور آپ نے جرح مبہم ہی نقل کی دوبارہ لہذا ابن معین خود کہتے ہیں کہ "لا باس بہ" اور یہ اصطلاح ابن معین ثقہ کے لئے استعمال کرتے ہیں لہذا ابن معین کے نزدیک توثیق ہی راجح ہے اور جرح مبہم پر تو ویسے بھی توثیق مقدم ہوتی ہے

July 19 at 6:43pm

رہی بات ابن حجر کی تو جناب تدلیس کی جرح تو عطیہ پر ثابت ہی نہیں۔ اور ضعیف الحفظ کی جرح متقدمین میں سے کس سے نقل کی گئی؟ آپکے علماء قدماء میں سے کسی نہ عطیہ پر یہ جرح نہیں کی لہذا ابن حجر متاخرین میں سے ہیں اور یہ جرح فقط تعصب کی بنا پر ہی ہے ورنہ اسکا اصل ماخذ ہمیں دکھایا جائے کہ کہاں سے یہ جرح نقل کی گئ۔

July 19 at 6:44pm

باقی رہی بات کہ تضعیف کیوں کی جاتی ہے تو جناب ہم بھی تو آپ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ تضعیف کیوں ہوئی ہے جبکہ اسکا سبب ہی کچھ نہیں؟

جرح مفسر ثابت کریں جناب کیونکہ آپ کا ابن معین کی تضعیف پیش کرنا اور ابن حجر کی اپنی طرف سے جرح مفسر نقل کرنا کسی کام نہیں آیا۔
جناب جرح مفسر ثابت کریں عطیہ پر متقدمین سے

July 19 at 6:47pm

وہابی مناظر ارمان علی

جناب لمبی چوڑی بحث میں جائوں تو ابن معین کا جواب دیا جاسکتا ہے. وقت کی قلت کے باعث فی الحال میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا. اگر کسی وقت ضرورت سمجھی تو دوبارہ کلام کروں گا . آپ نے مزید میری پیش کردہ عطیہ کے حافظے پر جرح کا آپنے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں کسی متقدم محدث سے جرح مفسر ثابت کروں . اب دیکھیں صورتحال کچھ ایسی ہے کہ آپ نے ہیہ پر اسناد پیش کیں مینے جرح کر دی. آپ نے جرح مفسر مانگی مینے جرح مفسر ثابت کی . حالانکہ آپ نے پہلے مطالبہ کیا تھا کہ جرح مفسر کا. متقدم اور متاخر کا فرق نہیں کیا تھا. اب جب مینے ابن حجر رحمہ اللہ سے جرح مفسر پیش کی تو آپ کہہ رہے ہیں متقدم سے دکھائیں . میں یہ سمجھتا ہوں آپ نے نہ ماننے والی رٹ لگائی ہے. آپ نے جو متقدم سے جرح مفسر کا اب مطالبہ کیا ہے مجھے بتائیں کہ ہماری کس کتاب میں یہ اصول کہاں ذکر ہے اگر صریح جرح مفسر کے الفاظ متاخرین نقل کریں تو یہ جرح مفسر نہیں کہلائے گی؟؟ جب یہ اصول ثابت کرینگے تو انشاءاللہ آپ کو متقدمین سے جرح مفسر ثابت کروں گا. دوسری بات متقدم محدثین کے نزدیک ضعیف کس راوی کو کہا جاتا ہے؟ ان دونوں کے جوابات دے دیں ...
شکریہ

July 19 at 7:15pm

مدلس ہونا ثابت نہیں ہے یہ بھی ثابت کر دیں

July 19 at 7:18pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب سب سے پہلے تو یہ کہ آپ عطیہ پر ابن معین کی جرح سے دستبردار ہوئے یہ کہہ کر کہ آپ جواب دے سکتے ہیں؟

تو جناب پھر ابن معین کی اس جرح پر ہمارا یہ آخری تیر قبول کریں پھر انشاءاللہ آپکو دوبارہ اس جرح کی طرف دیکھنے کی بھی حاجت نہ ہوگی

July 20 at 1:31am

، ابن معین سے توثیق ثابت ہے 'لاباس بہ' اور صالح وغیرہ کے الفاظ میں1

، ابن معین سے آپ نے یہ جراح نقل کی ضعیف ,الا انہ یکتب حدیثہ2

اب اس جرح کے دو پہلو ہیں
، ضعیف1
، یکتب حدیثہ2

چنانچہ یہاں خود تناقض ہو ان کے اصول و قوانین کے مطابق کیونکہ ایک جرح مبہم ضعیف ہے اور دوسری طرف توثیق و تعدیل کا لفظ یکتب حدیثہ

اب مبارکپوری کے بقول یہ الفاظ صالح اور یکتب حدیثہ تعدیل کے ہیں (القول السدید ص ٢٧)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول السدید

فیما یتعلق

بتکبیرات العید

از

حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مبارکپوری

مکتبۃ السنۃ

الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

سفید مسجد بالمقابل پولیس اسٹیشن سولجر بازار کراچی

ابن عدی اما سائر حدیثہ فعن عمرو بن شعیب وھے
مستقیمۃ فھو ممن یکتب حدیثہ

اور خلاصہ میں ہے قال یحیی صالح۔ رہے ابو حاتم، نسائی اور یحیی بن معین کہ انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن پر جرح کی ہے تو ان کی جرح معتبر نہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ یہ جرحیں مبہم ہیں اور اصول حدیث میں یہ ثابت شدہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح مبہم اور تعدیل جمع ہوں تو جرح مبہم قادح نہیں ہوتی ہے ثانیاً اس وجہ سے کہ ابو حاتم اور نسائی اور ابن معین یہ تینوں متعنتین فی الرجال و متشددین فی الجرح ہیں اور متعنتین اور متشددین کی تعدیل معتبر ہوتی ہے اور ان کی جرح غیر معتبر مگر جبکہ کوئی منصف غیر متشدد ان کا موافق ہو اور زیر بحث میں کوئی غیر متشدد ان کا موافق نہیں بلکہ امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ اور ابن عدیؒ نے ان کی مخالفت کی ہے۔ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمن کی تعدیل کی ہے پس جبکہ امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ وغیرہما نے عبداللہ بن عبدالرحمن کی تعدیل و توثیق کی ہے اور ابو حاتم اور نسائی وغیرہما کی جرحیں غیر قادح و غیر معتبر ہیں تو عبداللہ بن عبدالرحمن کا مقبول و قابل احتجاج ہونا صاف ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ، امام احمدؒ اور امام علی بن مدینیؒ ایسے نقادان فن نے عمرو بن شعیب کی روایت کردہ حدیث کو صحیح و قابل احتجاج بتایا ہے۔ اور اس پر عمل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ابن عدی نے صاف صراحت کر دی ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن کی حدیثیں جو عمرو بن شعیب سے مروی ہیں وہ مستقیم ہیں۔ تعجب ہے امام

July 20 at 1:36am

دوسری بات یہ کہ جب بھی ابن معین کی مطلق توثیق اور تضعیف کسی راوی کی بابت منقول ہو تو یہ قاعدہ ہے کہ تضعیف مطلق نہیں بلکہ کسی اوثق راوی کو اس کے مقابل راجح قرار دینے کے لئے اس کو ضعیف کہا جاتا ہے جب کہ حقیقت حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی ہوتا ہے

عبدالرحمان مبارکپوری پورے ڈھائی صفحہ اس پر بحث کرتے ہیں (اسکین جات ملاحظہ ہوں)
(القول السدید ص 29-31)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول السدید

فیما یتعلق

بتکبیرات العید

از

حضرت مولانا محمد عبد الرحمن صاحب مبارکپوری

مکتبۃ السنۃ

الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

سفید مسجد بالمقابل پولیس اسٹیشن سولجر بازار کراچی

اختلف النقل عن ابن معین فیہ نبہ علیہا ابو الولید الباجی فی کتابہ رجال البخاری کذا فی الرفع والتکمیل

یعنی یحیی بن معین اور نسائی اور دار قطنی اور محمد بن سعد نے ابو بلج کی توثیق کی ہے۔ اور ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یحیی بن معین نے ابو بلج کو ضعیف کہا ہے پس اگر یہ ثابت ہو تو بات یوں ہوگی کہ ابن معین سے ابو بلج کے بارے میں دریافت کیا گیا ہوگا اور کسی اور راوی کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا ہوگا جو ابو بلج سے زیادہ ثقہ ہوگا پس ابن معین نے اسی دوسرے زیادہ ثقہ راوی کے اعتبار سے ابو بلج کو ضعیف کہا ہوگا اور یہ ایک قاعدہ جلیلہ ہے اُن راویوں کی بابت جن کے بارے میں ابن معین سے توثیق اور تضعیف دونوں منقول ہو اس قاعدہ کو ابو الولید باجی نے اپنی کتاب رجال البخاری میں ذکر کیا ہے۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔

مما ینبہ علیہ انہ ینبغی ان تتأمل اقوال المزکین ومخارجھا فیقولون فلان ثقۃ او ضعیف ولا یریدون بہ انہ ممن یحتج بحدیثہ ولا ممن یرد وانما ذلک بالنسبۃ لمن قرن معہ علی وفق ما وجہ الی القائل من السوال وامثلۃ ذلک کثیرۃ لا نطیل بھا منھا ما قال عثمان الدارمی سألت ابن معین عن العلاء بن عبد الرحمٰن عن ابیہ کیف حدیثھما فقال لیس بہ

اسی کا اگلا صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول السدید

فیما یتعلق

بتکبیرات العید

از

حضرت مولانا محمد عبد الرحمن صاحب مبارکپوری

مكتبة السنة

الدار السلفية لنشر التراث الاسلامي

سفید مسجد بالمقابل پولیس اسٹیشن سولجر بازار، کراچی

باس قلت هو احب اليك او سعيد المقبري قال سعيد
اوثق والعلاء ضعيف فهذا لم يرد به ابن معين ان العلاء
ضعيف مطلقا بدليل انه قال لا باس به وانما اراد به
ضعفه بالنسبة لسعيد المقبري وعلى هذا يحمل اكثر
ما ورد من الاختلاف في كلام ائمة الجرح والتعديل ممن
وثق رجلا في وقت وجرحه في وقت كذا في الرفع والتكميل

علامہ سخاوی کے اس کلام کا حاصل بھی وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے بذل الماعون میں لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴: یہ تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن طائفی مقبول و قابل احتجاج ہیں اور امام طحاوی اور علامہ علاؤ الدین وغیرہما کا ان کو ضعیف بتانا اور ان کی وجہ سے عمرو بن شعیب کی روایت کردہ حدیث کو ضعیف کہنا ناقابل التفات ہے مگر امام طحاوی نے عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ اور لکھی ہے وہ یہ کہ عمرو بن شعیبؒ نے اس حدیث کو بسلسلہ عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے اور اس سلسلہ میں سماع نہیں ہے چنانچہ امام ممدوح شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں۔

ثم هو ايضا عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده و
ذلك عندهم ايضا ليس بسماع۔

پس اس کا کیا جواب ہے؟

جواب ۴: اس سلسلہ میں بلاشبہ سماع ہے محدثین نے اسکی صاف

July 20 at 1:37am

چنانچہ یہ ابن معین کا قول ہرگز اس کی تضعیف پر دلالت نہیں کیا جاسکتا

یہی بات جو مبارکپوری نے نقل کی وہ ابن حجر کی اصل کتاب سے لیں، اسکین جات
(ملاحظہ ہو (بذل الماعون في فضل الطاعون ص ١١٧

بذل الماعون
في فضل الطاعون

تصنيف
الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
٧٧٣-٨٥٢هـ

تحقيق
أحمد عصام عبد القادر الكاتب

دار العاصمة
الرياض

وتعقبه شيخنا[١] في «أماليه على المستدرك» فقال: لم يحتج مسلم بـ «أبي بلج»، وإنما روى له أصحاب السنن، ولكن للحديث طرق يرتفع بها[٢] إلى درجة الصحة. فذكر رواية سفيان الثوري، عن زياد بن علاقة، عن رجل، عن أبي موسىٰ... كما قدمتها. ثم قال: والرجل الذي لم يسم[٣] هو «أسامة بن شريك»، ثم ساقه من «مسند أحمد»، ثم قال: هذا إسناد صحيح.

قلت: ورجال هذه الطريق رجال الشيخين إلا «أبا بَلْجٍ»؛ وهو ـ بفتح الموحدة وسكون اللام بعدها جيم ـ تابعي صغير، كوفي نزل واسط. واسمه «يحيى»، واختلف في اسم أبيه.

وقد وثقه يحيىٰ بن معين والنسائي ومحمد بن سعد والدارقطني. وقال أبو حاتم الرازي ويعقوب بن سفيان: لا بأس به. وقال البخاري: فيه نظر ـ وهذه عبارته فيمن يكون وسطاً ـ. ونقل ابن الجوزي عن ابن معين أنه ضعفه[٤]. فإن ثبت ذلك، فقد يكون سئل عنه وعن من هو فوقه، فضعفه بالنسبة[٥] إليه. وهذه قاعدة جليلة فيمن اختلف النقل عن ابن معين فيه، نبه/ عليها أبو الوليد الباجي في كتابه «رجال [١٩/ب] البخاري». ويحتمل أن يكون ابن معين ضعفه من قبل رأيه، فإنه منسوب إلى التشيع. ولأجل هذا بالغ أبو إسحاق الجُوْزَجاني فيه ـ كعادته في الحطِّ على الشيعة ـ وتبعه أبو الفتح الأزدي. وذكره ابن حبان في «الثقات» وقال: يخطىء.

ويكفي في تقويته توثيق النسائي وابن أبي حاتم مع تشددهما[٦].

(١) في هامش ف: أي الشيخ زين الدين العراقي.
(٢) ظ: هذا ـ تحريف. (٣) ظ: يسمع ـ تحريف.
(٤) ف: ضعيف. (٥) ظ: بالسند ـ تحريف.
(٦) ف: (في تشدده لهما)، مكان: (مع تشددهما)، ولا وجه لها.

July 20 at 1:40am

اور یہی قول علامہ سخاوی نے بھی نقل کیا ہے، فتح المغیث کی عبارت ملاحظہ ہو

ومما ينبه عليه أنه ينبغي أن يتأمل أقوال المزكين ومخارجها ، فقد يقولون : فلان ثقة أو ضعيف ، ولا يريدون به أنه ممن يحتج بحديثه ، ولا ممن يرد ، وإنما ذلك بالنسبة لمن قرن معه على وفق ما وجه إلى القائل من السؤال ، كأن يسأل عن الفاضل المتوسط في حديثه ويقرن بالضعفاء ، فيقال : ما تقول في فلان ، وفلان ، وفلان ؟ فيقول : فلان ثقة ، يريد أنه ليس من نمط من قرن به ، فإذا سئل عنه بمفرده بين حاله في التوسط .

وأمثلة ذلك كثيرة لا نطيل بها ، ومنها قال عثمان الدارمي : سألت ابن معين عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه كيف حديثهما ؟ فقال : ليس به بأس ، قلت : هو أحب إليك أو سعيد المقبري ؟ قال : سعيد أوثق ، والعلاء ضعيف . فهذا لم يرد به ابن معين أن العلاء ضعيف مطلقا ، بدليل قوله : إنه لا بأس به ، وإنما أراد أنه ضعيف بالنسبة لسعيد المقبري .

وعلى هذا يحمل أكثر ما ورد من اختلاف كلام أئمة الجرح والتعديل ، ممن وثق رجلا في وقت وجرحه في آخر ، فينبغي لهذا حكاية أقوال أهل الجرح والتعديل بنصها ; ليتبين ما لعله خفي منها على كثير من الناس .

فتح المغیث جز 2 ص 131 طبع مکتبہ السنتہ

http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?idfrom=110&idto=110&bk_no=82&ID=106

July 20 at 11:54am

ہاں تک آپکی اس جرح کا جواب مکمل ہوا۔ اب آتے ہیں جناب آپ نے جو ابن حجر کی جرح پیش کی تو جناب بندہ احقر عرض کرتا ہے کہ آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ رجال کا اصل دارومدار علماء قدماء پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اصل تحقیق تو علماء متقدمین کی ہی ہوتی ہے نہ کہ متاخرین کی۔متاخرین اسی کے تابع ہیں جو علماء متقدمین کی تحقیق ہے۔

لہذا اب عطیہ جو کہ تابعی ہے ابن حجر عسقلانی جو ۷۷۳ ھجری میں پیدا ہو رہے ہیں تو بھائ میرے ۷۰۰ سال بعد صرف ابن حجر کو ہی کیسے پتہ چلا کہ وہ ضعیف الحفظ ہے؟ اس لئے میں نے کہا تھا کہ علماء متقدمین میں سے کسی نہ یہ جرح کی تو بتائیں ورنہ متاخرین میں سے ۸۰۰ھ کے قریب پیدا ہونے والے کی تابعی پر بلا واسطہ جرح کیسے قبول ہو؟

July 20 at 1:50am

اور جناب یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ ابن حجر نے خود سے وہ جرح کر تو دی لیکن وہ انکے اپنے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے اور خود ابن حجر بھی اس ضعیف الحفظ کی جرح میں مضطرب نظر آتے ہیں۔کیونکہ انہوں نے خود لکھا ہے کہ عطیہ کے ضعف پر فقط دو ہی قسم کی جرحیں ہیں ایک تشیع اور دوسری تدلیس۔

خود ابن حجر لکھتے ہیں۔

قلت ضعف عطیہ انما جاء من قبل التشیع ومن قبل التدلیس وھو فی نفسہ صدوق۔

(نتائج الافکار جلد ۱ صفحہ ٢٦٧)

اسکین ملاحظہ ہوں

نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار

تأليف

الحافظ ابن حجر العسقلاني

(٧٧٣ - ٨٥٢هـ)

الجزء الأول

تحقيق

حمدي عبد المجيد السلفي

دار ابن كثير

دمشق - بيروت

أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِي هَذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْهُ أَشَراً وَلا بَطَراً، وَلا رِيَاءً وَلا سُمْعَةً، خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، وَاتِّقَاءَ سَخَطِكَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ وَتُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ»[1].

هذا حديث واهٍ جداً، أخرجه الدارقطني في «الأفراد» من هذا الوجه، وقال: تفرد الوازع به. وقد نقل المصنف أنه متفق على ضعفه، وأنه منكر الحديث.

قلت: والقول فيه أشد من ذلك.

قال يحيى بن معين والنسائي: ليس بثقة.

وقال أبو حاتم وجماعة: متروك.

وقال الحاكم: روى أحاديث موضوعة.

وقال ابن عدي: أحاديثه كلها غير محفوظة.

قلت: وقد اضطرب في هذا الحديث، وأخرجه أبو نعيم في «اليوم والليلة» من وجه آخر عنه فقال: عن سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه، عن بلال، ولم يتابع عليه أيضاً.

قوله: (وروينا في كتاب ابن السني معناه من رواية عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ، وعطية أيضاً ضعيف).

قلت: ضعف عطية إنما جاء من قبل التشيع، ومن قبل التدليس، وهو في نفسه صدوق، وقد أخرج له البخاري في الأدب المفرد، وأخرج له أبو داود عدة أحاديث ساكتاً عليها، وحسن له الترمذي عدة أحاديث، بعضها من أفراده، فلا يظن أنه مثل الوازع.

قرأت على فاطمة بنت محمد بن أحمد بن محمد بن عثمان الدمشقية بها، عن أبي الفضل بن أبي طاهر، قال: أنا إسماعيل بن ظفر، أنا محمد بن

(١) رواه ابن السني (٨٤).

٢٦٧

July 20 at 2:04am

تو جناب بحمد للہ عطیہ کی ابن معین سے توثیق ثابت ہوئی اور آپکی پیش کردہ دونوں جرحوں کا جواب بھی مکمل ہوا کہ وہ دونوں جرحیں آپکے کسی کام نا آسکیں۔

جرح مفسر کا کوئی اور حوالہ پیش کریں۔

July 20 at 6:15am

وہابی مناظر ارمان علی

جناب اب تک آپ نے کاپی پیسٹ پر ہی گزارا کیا ہوا ہے. اور ابن معین کے حوالے سے آپ نے اتنا کچھ کاپی پیسٹ کر دیا اگر اس کے بدلے کوئی ایک حوالہ نقل کر دیتے ابن حجر

رحمہ اللہ کی جرح مفسر کی نفی پر تو وہ بہتر ہوتا آپ کے لئے. خیر آپ نے ابن معین کے حوالے آپ نے جو اتنی لمبی چوڑے کمنٹ کئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ابن معین کا یہ قول ضعیف الا انہ یکتب حدیثہ اس کی تعدلیل پر دلالت کرتا اور یہ جرح نہیں ہے تو یہ لیں اس کا جواب... ابن معین کی جرح باقی رہی آپ کی اتنی محنت رائیگاں گئی.

ابن معین کسی راوی کے بارے میں "یکتب حدیثہ" فرمائیں تو اس کا مطلب یہ ھے کہ وہ راوی ضعفاء کی جماعت میں شامل ھے
فن اسماء الرجال صفحہ نمبر 76
ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاھری

July 20 at 1:34pm

باقی آپ نے ابھی تک ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح مفسر کا جواب نہیں دیا... اور کافی قیاس آرائیاں کی ہیں اس کے جواب میں آپ کا بات ہی نقل کرتا کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ " آپ خود نہ محدث ہیں نہ مجتہد " تو جناب بات مینے آپ کے لئے ہی نقل کر دی لہٰذا کسی مجتہد کے جرح مفسر کا رد کسی مجتہد سے پیش کریں...

اور آپ نے عجیب طرز اپنایا ہوا ہے ایک طرف آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں متقدم سے جرح مفسر نقل کروں دوسری طرف آپ اس اصول کو ہمارے متقدم علماء سے ثابت بھی نہیں کر رہے... جناب ہمت کریں یہ اصول ثابت کریں کہ جرح مفسر صرف متقدم کی قبول ہوگی متاخر کی نہیں.
آگے چل کہ جناب آپ نے حد ہی کر دی اور ایک بار پھر عربی کا مذاق بنا دیا آپ نے کہا کہ "ابن حجر رحمہ اللہ نے خود لکھا ہے کہ عطیہ کا ضعف پر فقط دو ہی قسم کی جرح ہیں" جناب یہ "فقط" کا لفظ دکھا دیں ابن حجر کے اس قول سے

قلت ضعف عطیہ انما جاء من قبل التشیع ومن قبل التدلیس وھو فی نفسہ صدوق.

ورنہ خدارا اب تو عربی سے مذاق کرنا چھوڑ دیں.

البتہ ہماری پیش کردہ جرح مفسر اب تک قائم ہے

عطية بن سعد العوفي الكوفي تابعي معروف ضعيف الحفظ مشهور بالتدليس القبيح
آپ اصول ثابت کردیں کہ متاخر کی جرح قبول نہیں تو ہم متقدم سے دکھا دینگے...

آپ کی 8 اسناد کا جواب ہوگیا ہے آپ ضد چھوڑ کر کوئی اور سند لائیں یا ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح مفسر کا رد لائیں

July 20 at 1:32pm

آپ اس عطیہ کی روایت سے استدلال کر رہے ہیں جبکہ آپ کے بڑے شیعہ عالم امینی اس کے بارے میں کہتے ہیں

وإسناد الرواية في التاريخ رجاله بين كذاب، وضاع، وبين مجهول لا يعرف، إلى ضعيف متهم بالزندقة، كما أسلفناه في ص 84, 140, 141, 327 وهم السري، وشعيب ، وسيف ، وعطية ويزيد الفقعسيوحديث يكون في إسناده أحد من هؤلاء لا يعول عليه،

(نظر في كتاب البداية والنهاية - الشيخ الأميني - الصفحة ١٢١)

آپ کے عالم کہتے عطیہ اور دوسرے راویان کے بارے میں کہ جس روایت میں یہ راوی ہوں ان پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے. اور آپ ان پر اعتبار کر رہے ہیں, اپنے عالم کی بات مان لیں یا پھر اس کا بھی جواب لائیں.. اور کاپی پیسٹ سے گریز کریں اور ہمارے اعتراضات کا جواب دیں.

July 20 at 1:45pm

ابن معین کے حوالے سے تفصیلی بحث
قسور آپ نے کہا :
دوسری بات یہ کہ جب بھی ابن معین کی مطلق توثیق اور تضعیف کسی راوی کی بابت منقول ہو تو یہ قاعدہ ہے کہ تضعیف مطلق نہیں بلکہ کسی اوثق راوی کو اس کے مقابل راجح قرار دینے کے لئے اس کو ضعیف کہا جاتا ہے جب کہ حقیقت حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی ہوتا ہے

یہ کوئی لازمی قائدہ نہیں ہے۔ اس کا جواب قسور آپ کی پسندیدہ روایۃ الدوری سے ہی دیتا ہوں۔

ابراہیم بن مہاجر کے متعلق یحیی بن معین نے ایک جگہ فرمایا :
إبراهيم بن مهاجر ضعيف
یعنی ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :
سألت يحيى عن إبراهيم بن مهاجر وأبو يحيى القتات والسدي فقال في حديثهم ضعف
یحیی بن معین سے ابراہیم بن مہاجر، ابو یحیی القتات اور سدی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی احادیث میں ضعف ہوتا ہے۔

ایک اورجگہ فرمایا :
سماك أحب إلي من إبراهيم بن مهاجر
یعنی مجھے سماک نامی راوی ابراہیم بن مہاجر سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

پس یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ یحیی کے نزدیک ابراہیم بن مہاجر ثقہ ہے؟

اسی طرح کا معاملہ موسٰی بن عبیدہ اور محمد بن اسحاق کا بھی ہے۔

موسٰی بن عبیدہ کے متعلق یحیی بن معین فرماتے ہیں
سمعت يحيى يقول موسى بن عبيدة لا يحتج بحديثه
اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔

ایک اور روایت میں ہے

سألت يحيى أيما أحب إليك موسى بن عبيدة الربذي أو محمد بن إسحاق فقال محمد بن إسحاق
راوی کہتا ہے کہ میں نے یحیٰی سے پوچھا کہ آپ کو موسٰی بن عبیدہ ربذی اور محمد بن اسحاق میں سے کون زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا محمد بن اسحاق۔

وأما موسى بن عبيدة فلم يكن به بأس
اور ایک روایت میں ہے کہ موسٰی بن عبیدہ کے متعلق فرمایا
اور موسٰی بن عبیدہ میں کوئی برائی نہیں۔

سمعت يحيى يقول محمد بن إسحاق ثقة ولكنه ليس بحجة
دوری ہی کی روایت ہے کہ یحیی نے محمد بن اسحاق کے متعلق کہا کہ وہ ثقہ ہے لیکن وہ حجت نہیں۔

سمعت يحيى يقول موسى بن عبيدة لا يحتج بحديثه
دوری ہی کی روایت ہے کہ یحیی نے موسٰی بن عبیدہ کے متعلق کہا کہ اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔

یہ ساری دوری ہی کی روایات ہیں، جن کو انہوں نے تاریخ ابن معین میں نقل کیا ہے۔

اب آپ بتائیں، کیا آپ یحیی بن معین کے عطیہ العوفی کے متعلق قول (صالح) اور (ابونضرۃ احب الی منہ) سے عطیہ العوفی کی توثیق ثابت کر کے سخت غلطی کا ارتکاب نہیں کر رہے؟

معلوم ہوا کہ روایت الدوری سے عطیہ العوفی کی توثیق ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

دوسرا یہ کہ امام نووی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں
الثالثة عشرة: في ألفاظ الجرح والتعديل. وقد رتبها ابن أبي حاتم فأحسن ... الرابعة: صالح الحديث يكتب للاعتبار
جرح و تعدیل کے بارے میں تیرہ الفاظ جن کو امام ابن ابی حاتم نے مرتب کیا اور بہت اچھا کام کیا۔ .. چوتھا لفظ صالح الحدیث ہے ، اور اس کی حدیث کو "اعتبار" کے لئے لکھا جائے گا۔

التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير في أصول الحديث ص 8

اسی طرح امام سیوطی فرماتے ہیں
الرابعة) وهي سادسة بحسب ما ذكرنا (صالح الحديث) فإنه (يكتب) حديثه (للاعتبار) وينظر فيه
چوتھا لفظ جو کہ ہماری ترتیب کے مطابق چھٹا لفظ ہے، وہ (صالح الحدیث) ہے کہ جس کی حدیث کو "اعتبار" کے طور پر نقل کیا جائے گا، اور اس کی جانچ پڑتال ہوگی۔

تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي ص 345

لہٰذا
اولاً تو صالح کے الفاظ سے توثیق نہیں، صرف تعدیل ثابت ہوتی ہے
ثانیاً یہ تعدیل کی سب سے آخری قسم ہے، اور ایسے راوی کی حدیث کو فقط بطور اعتبار نقل کیا جائے گا، اور اس میں دیکھا جائے گاکہ آیا یہ حدیث واقعاً صحیح ہے یا نہیں۔

اب آپ اس حدیث کی کوئی صحیح سند لائیں تو یہ عطیہ عوفی والی روایت قبول ہوگی۔
ورنہ نہیں

July 20 at 3:27pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

آپ جس سے بھی یہ حوالہ جات لے رہے ہیں پہلے خود چیک کر لیا کریں پھر اپلوڈ کیا کریں کیونکہ آپکے کمنٹس میں تناقص پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

اوپر ابن معین کے قول انہ یکتب حدیثہ سے مراد آپ نے شواہد و متابعات میں لکھنا نقل کیا ہے اور اب آپ مولانا مظاہری کے حوالہ سے ابن معین کے اس قول سے مراد ضعف لے رہے ہیں۔

خیر میں جوابات کی طرف آتا ہوں۔

July 20 at 4:17pm

جناب شاید آپ بھول گئے ہیں کہ ابن معین کی طرف سے فقط انہ یکتب حدیثہ ہی قول نہیں ہے بلکہ صالح اور لا باس بہ جیسے الفاظ سے توثیق بھی منقول ہے۔

لہذا آپ فن اسماء الرجال سے جو مولانا تقی الدین مظاہری صاحب کی تحقیق پیش کر رہے ہیں اس میں توثیق کا کہاں ذکر ہے؟ کیونکہ عطیہ کے بارے میں فقط جرح نہیں بلکہ توثیق بھی منقول ہے اور جو حوالہ جات میں نے دئے ہیں ان میں ابن معین کی طرف سے ایک ہی راوی پر جرح اور تعدیل دونوں ہونے کی صورت میں قائدہ موجود ہے۔ جبکہ آپکے پیش کردہ حوالے میں فقط جرح کا ذکر ہے۔ آپ اپنا ریفرنس دیکھیں اور میرا بھی۔ میں دوبارہ نقل کرتا ہوں:

دوسری بات یہ کہ جب بھی ابن معین کی مطلق توثیق اور تضعیف کسی راوی کی بابت منقول ہو تو یہ قاعدہ ہے کہ تضعیف مطلق نہیں بلکہ کسی اوثق راوی کو اس کے مقابل راجح قرار دینے کے لئے اس کو ضعیف کہا جاتا ہے جب کہ حقیقت حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی ہوتا ہے

(القول السدید ص 29-31 ، بذل الماعون صفحہ ۱۱۷ ابن حجر، فتح المغیث جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ سخاوی)

جناب میرے دلائل غور سے پڑھیں پھر اپنی دلیل پیش کیا کریں۔

لہذا جناب میری محنت ضائع نہیں ہوئی کیونکہ میرے دئے ہوئے حوالے میں جرح و تعدیل دونوں کا قاعدہ ہے اور آپ نے صرف تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے فقط جرح کا حوالہ نقل کر ڈالا۔

تو جناب آپ نے سارا دن لگا کر جو حوالہ ڈھونڈا وہ بیکار ہوا

July 20 at 4:19pm

جناب میں نے خود ابن حجر سے ہی آپکو دکھا دیا کہ انکے اپنے نزدیک ضعیف الحفظ والی جرح معتبر نہیں ورنہ وہ نتائج الافکار میں اس جرح کو ضرور بالضرور نقل کرتے۔

اور ایک اور بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ ابن حجر کی جرح تناقص سے خالی نہیں۔ آپکو خیرت ہوئی ہوگی۔ ہے نا؟

تو جناب بندہ عرض کرتا ہے کہ کتاب تحریر تقریب التہذیب پڑھ کر دیکھیں کے اس چار جلدی کتاب میں کیسے شعیب ارنووط اور بشار عواد نے ابن حجر کے تناقصات کا تعاقب کیا ہے۔

لہذا جس عالم کے تعاقب میں آپکے محققین نے کتاب لکھ ڈالی ہے آپ اس عالم سے جرح نقل کر رہے ہیں وہ بھی جس میں وہ منفرد ہیں؟ بہت اچھے

July 20 at 4:22pm

جناب آپ نے کہا کہ یہ اصول کہاں ہے کہ متاخرین کی جرح رد کی جائے تو اسکی مثال آپکو خود ابن حجر سے ہی دیتا ہوں۔

ابن حجر ابان بن صالح قرشی کے حالات میں ابن معین عجلی اور ابو حاتم وغیرہ سے اسکی توثیق نقل کرتے ہیں اور بعد میں علماء سے جرح نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

وقال ابن عبد البر في التمهيد حديث جابر ليس صحيحا لان ابان بن صالح ضعيف وقال ابن حزم في المحلى عقب هذا الحديث ابان ليس بالمشهور انتهى

اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔

وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف ابان هذا أحد قبلهما ويكفي فيه قول ابن معين ومن تقدم معه والله أعلم.
(تہذیب التہذیب جلد ١ صفحہ ٨٢)

تو کچھ سمجھ آیا؟ ابن حجر خود کہتے ہیں کہ یہ انکی غفلت ہے کیونکہ ان سے قبل ابان کی تضعیف نہیں کی گئی اور ابن معین (کا توثیق والا قول) ان سے متقدم ہے۔

تو ہم یہی قاعدہ خود ابن حجر کی زبانی انہی پر لگاتے ہیں کہ ابن معین کی توثیق اور دیگر قدماء کی توثیق ہی راجح ہے کیونکہ یہ جرح ان سے پہلے نہیں ہوئی۔
تو جناب یہاں بھی حالات کچھ ایسے ہی نہیں؟
امید ہے اب آپکو ٹھیک سے سمجھ آئی ہوگی

July 20 at 4:26pm

آخری بات یہ کہ علامہ امینی نے یا ہمارے کسی عالم نے عطیہ کو ضعیف کہا زندیق کہا یا کافر کہا۔ اس سے آپکو کیا سروکار؟ آپ ہمارے علماء الرجال کے تابع ہیں؟

میں بھی اپنی رجال کی کتب سے بات نہیں کر رہا بلکہ آپکی رجال کی کتب سے حوالہ جات دے رہا ہوں تو ہمارے عالم کا عطیہ کو کچھ بھی کہنا آپکو کچھ فائدہ نہیں دیگا۔

July 20 at 4:28pm

جناب کا آخری کمنٹ ہے کہ ابن معین پر تفصیلی بحث۔

جناب آپ نے کہا کہ ابن معین کا جرح و تعدیل والا قائدہ لازمی نہیں۔ یہ آپکا ذاتی خیال ہے خود تک ہی محدود رکھیں۔

پھر آپ نے آگے کچھ راویوں کی مثال دی تو میرے بھائی میں نے یہ قائدہ آپکے تین چوٹی کے علماء سے نقل کیا ہے۔

(القول السدید ص 29-31 مبارکپوری، بذل الماعون صفحہ ۱۱۷ ابن حجر، فتح المغیث جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ سخاوی)

لہذا جب بھی ابن معین کسی کی توثیق کریں اور جرح بھی کریں تو یہی قاعدہ لاگو ہوگا۔ آپ نے فقط تین راویوں پر جرح وتعدیل نقل کی ہے میری طرف سے آپ تین سو راوی اس طرح لے آئیں ان پر یہ قاعدہ تو لگے گا ہی۔ کیونکہ یہی قاعدہ آپکے علماء کے ہاں راجح ہے۔

آخری بات آپ نے صالح لفظ کو اعتبار پر منحصر کیا اور کہا کہ اس سے تعدیل ثابت ہوتی ہے توثیق نہیں۔

بندہ احقر عرض کرتا ہے کہ جناب آپ بھول کیوں جاتے ہیں؟ ہم نے ابن معین سے فقط صالح قول ہی نقل نہیں کیا بلکہ لًا باس بہٖ کی توثیق بھی نقل کی ہے جو کہ ابن معین کی خاص اصطلاح ہے جسکا مطلب ہے ثقہ۔
اپنا ہی دیا ہوا فن اسماء الرجال کا صفحہ دیکھ لیں وہاں یہ اصطلاح لکھی ہے۔

July 20 at 4:44pm

وہابی مناظر ارمان علی

قسور عباس آپ نے لکھا

اوپر ابن معین کے قول انہ یکتب حدیثہ سے مرادآپ نے شواہد و متابعات میں لکھنا نقل) کیا ہے اور اب آپ مولانا مظاہری کے حوالہ سے ابن معین کے اس قول سے مراد ضعف لے (رہے ہیں۔

مولانا مظاہری نے میزان الاعتدال کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جس راوی کے متعلق یحیی ابن معین "یکتب حدیثہ" کے الفاظ کہہ دیں تو وہ راوی ضعفاء میں شامل ہوتا ہے۔اور لسان المیزان میں لکھا ہے کہ "قال ابن عدي معنى قول بن معين يكتب حديثه 'يعني أنه في جملة الضعفاء
ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابن معین کے قول"یکتب حدیثہ" کا مطلب یہ ہے کہ ایسا راوی ضعفاء میں شامل ہے۔

لسان المیزان، ج 1 ص 118

اس میں تناقض کی کوئی بات ہی نہیں، کیونکہ اس سے اولاً معلوم ہوا کہ ایسا راوی ثقہ ہرگز نہیں ہوتا، ثانیاً ایسے راوی کی حدیث صرف شواہد و متابعات میں لائی جاتی ہے، اسمیں تناقض کس پہلو سے آ گیا؟ ہم نے اگر یہ کہا ہوتا کہ ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے، یا صدوق ہوتا ہے، تو پھر ہی تناقض آتا۔ ہم نے ایسا کچھ پہلے بھی نہیں کہا۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ یکتب حدیثہ تو ابن معین ضعیف راوی کے لئے کہتے ہیں۔
چنانچہ یہاں خود تناقض ہو ان کے اصول و قوانین کے مطابق کیونکہ ایک جرح مبہم ضعیف ہے اور دوسری طرف توثیق و تعدیل کا لفظ یکتب حدیثہ

پھر آپ نے کہا :

جناب شاید آپ بھول گئے ہیں کہ ابن معین کی طرف سے فقط انہ یکتب حدیثہ ہی قول) (نہیں ہے بلکہ صالح اور لا باس بہ جیسے الفاظ سے توثیق بھی منقول ہے۔

چلیں یہ اچھا ہوا کہ آپ نے یکتب حدیثہ سے توثیق مراد لینا چھوڑ دیا ہے۔ اب ہم نے لفظ"صالح" سے توثیق کے استدلال پر اوپر نقد کیا ہے، آپ نے اس کا جواب تو دیا ہی نہیں۔اور جہاں تک "لا باس بہ" کے الفاظ ہیں، تو یہ آپ کی پسندیدہ روایۃ الدوری میں نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ تو خود آپ کی رو سے اعلٰی ترین روایت میں نہیں ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ یہ کس روایت میں ہے؟

July 20 at 7:45pm ·

بہرحال ابن معین نے آپ کی پسندیدہ روایۃ الدوری کے مطابق ایک راوی موسٰی بن عبیدہ کے بارے میں کہا

لم یکن بہ باس) اور اسی روایۃ الدوری کی ایک اور روایت میں کہا (لایحتج بحدیثہ) تو آپ (
بتائیں کہ (لم یکن بہ باس) کے باوجود اگر وہ راوی ابن معین کے نزدیک حجت نہیں ہے تو
آپ عطیہ کو حجت کیسے ثابت کریں گے اور کہاں سے ثابت کریں گے؟
معلوم ہوا کہ ابن معین اگر کسی راوی کے بارے میں صالح، یکتب حدیثہ اور لاباس بہ بھی
کہہ دے ، اس کے باوجود آپ کے نزدیک معتبر ترین روایۃ الدوری کے مطابق لازمی نہیں
کہ اس شخص کی حدیث حجت ہو۔ لہٰذا اب آپ کے ذمہ ہے کہ آپ دلیل لائیں کہ ابن معین
کے نزدیک عطیہ کی حدیث حجت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا

دوسری بات یہ کہ جب بھی ابن معین کی مطلق توثیق اور تضعیف کسی راوی کی بابت (
منقول ہو تو یہ قاعدہ ہے کہ تضعیف مطلق نہیں بلکہ کسی اوثق راوی کو اس کے مقابل
راجح قرار دینے کے لئے اس کو ضعیف کہا جاتا ہے جب کہ حقیقت حال یہ ہوتا ہے کہ وہ
ثقہ ہی ہوتا ہے)

جناب یہاں پر یحیی بن معین نے واضح طور پر ایک راوی کی بنسبت ایک اور راوی کو
ضعیف کہا۔ پڑھئے، واضح لکھا ہے

(قال سعید اوثق والعلاء ضعیف)
یعنی سعید اوثق ہے اور علاء ضعیف ہے۔

یہاں پر اوثق کے الفاظ ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ ایک راوی کو دوسرے کی نسبت سے
زیادہ ثقہ راوی کہا جا رہا ہے۔ پھر میں دلیل لا چکا ہوں کہ ہر وقت یہ قاعدہ بھی نہیں ہوتا،
اور عطیہ کے متعلق ایسی کونسی روایت آئی ہے کہ یحیی بن معین نے کہا ہو (فلان
اوثق وعطیہ ضعیف) ایسی تو کوئی روایت بھی نہیں ہے

July 20 at 7:36pm

آپ نے لکھا
جناب میں نے خود ابن حجر سے ہی آپکو دکھا دیا کہ انکے اپنے نزدیک ضعیف الحفظ (
والی جرح معتبر نہیں ورنہ وہ نتائج الافکار میں اس جرح کو ضرور بالضرور نقل کرتے۔
تو جناب بندہ عرض کرتا ہے کہ کتاب تحریر تقریب التہذیب پڑھ کر دیکھیں کے اس چار
میں کیسے شعیب ارنووط اور بشار عواد نے ابن حجر کے تناقصات کا تعاقب جلدی کتاب
کیا ہے۔لہذا جس عالم کے تعاقب میں آپکے محققین نے کتاب لکھ ڈالی ہے آپ اس عالم
(سے جرح نقل کر رہے ہیں وہ بھی جس میں وہ منفرد ہیں؟ بہت اچھے۔

ابن حجر نے نتائج الافکار میں دو ہی اسباب پر اکتفا کر لیا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
ضعف کے فقط دو ہی اسباب ہیں۔ فتدبر

اور جناب آپ تناقضات کی بات نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ جتنا تناقض آپ کے اعلماء
کی کتب میں ہے، باوجود یہ کہ آپ کے راویوں کی تعداد ہمارے راویوں کے مقابلے میں
سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے، وہ آپ کے لئے باعثِ افسوس ہونا چاہئے۔
آپ کے عالم الخوئی کی کتاب الطھارۃ سے ہی تناقض دکھاتا ہوں، ایک جگہ ایک راوی کو
ثقہ قرار دیا، اور اسی کتاب میں اس کو ضعیف قرار دیا۔

كتاب الطهارة - السيد الخوئي - ج 5 - هامش ص 98
والرواية موثقة فإن القاسم بن يحيى الواقع في سندها موجود في اسناد كامل الزيارات ،
كتاب الطهارة - السيد الخوئي - ج 8 - شرح ص 350 - 351
وهو ضعيف أيضا لوجود القاسم بن يحيى وجده الحسن بن راشد فيه ، وهما ضعيفان

جلد 5 سے جلد 8 کے سفر میں راوی ثقہ سے ضعیف ہو گیا۔ یہ ایک مثال آپ کے لئے
آنکھیں کھولنے کے واسطے کافی ہونی چاہئے

July 20 at 7:22pm

پھر آپ نے کہا

جناب آپ نے کہا کہ یہ اصول کہاں ہے کہ متاخرین کی جرح رد کی جائے تو اسکی مثال)
آپکو خود ابن حجر سے ہی دیتا ہوں۔
ابن حجر ابان بن صالح قرشی کے حالات میں ابن معین عجلی اور ابو حاتم وغیرہ سے
اسکی توثیق نقل کرتے ہیں اور بعد میں علماء سے جرح نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔
وقال ابن عبد البر في التمهيد حديث جابر ليس صحيحا لان ابان بن صالح ضعيف وقال ابن
حزم في المحلى عقب هذا الحديث ابان ليس بالمشهور انتهى
اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔
وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف ابان هذا أحد قبلهما ويكفي فيه قول ابن
معين ومن تقدم معه والله أعلم.
(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۸۲)
تو کچھ سمجھ آیا؟ ابن حجر خود کہتے ہیں کہ یہ انکی غفلت ہے کیونکہ ان سے قبل ابان
کی تضعیف نہیں کی گئی اور ابن معین (کا توثیق والا قول) ان سے متقدم ہے۔تو ہم یہی
قاعدہ خود ابن حجر کی زبانی انہی پر لگاتے ہیں کہ ابن معین کی توثیق اور دیگر قدماء
کی توثیق ہی راجح ہے کیونکہ یہ جرح ان سے پہلے نہیں ہوئی۔
(تو جناب یہاں بھی حالات کچھ ایسے ہی نہیں؟

ارے میاں، یہاں سے یہ اصول کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر متقدمین کسی راوی پر جرح
نہ کریں، اور متاخرین جرح کر دیں، تو متاخرین کی جرح ناقابل قبول ہوگی؟ آپ تو ایک
ایسی دلیل لا رہے ہیں جس میں دو متاخر علماء سے بقول ابن حجر غلطی ہوئی، اور ابن
معین و دیگر علماء کا حکم ہی کافی قرار دیا۔ یہ آپ کیا دلیل لا رہے ہیں؟
آپ کے پاس دلیل نہ ہو تو ایسی فضول بات تو نہ کیا کریں

July 20 at 7:27pm

پھر آپ نے کہا

آخری بات یہ کہ علامہ امینی نے یا ہمارے کسی عالم نے عطیہ کو ضعیف کہا زندیق کہا)
یا کافر کہا۔ اس سے آپکو کیا سروکار؟ آپ ہمارے علماء الرجال کے تابع ہیں؟

میں بھی اپنی رجال کی کتب سے بات نہیں کر رہا بلکہ آپکی رجال کی کتب سے حوالہ جات دے رہا ہوں تو ہمارے عالم کا عطیہ کو کچھ بھی کہنا آپکو کچھ فائدہ نہیں دیگا۔)

جناب آپ کے عالم اپنی کتب کے حوالے سے عطیہ کو ضعیف نہیں قرار دے رہے، آپ کے عالم علامہ امینی نے البدایۃ والنہایہ کے حوالے سے اپنی کتاب (نظر في كتاب البداية والنهاية)
میں عطیہ پر جرح کی ہے۔
یہ عجیب بات ہوئی کہ علامہ امینی ہماری کتاب پر تحقیق کرر ہے ہیں، اور جرح اپنے اصولوں کے تحت لگا رہے ہیں؟ اس عجیب بات پر مزید نقد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ آپ اپنی کتب سے عطیہ العوفی کی تضعیف ثابت کردیں تو ہم مانیں کہ آپ کے عالم اپنے اصولوں کے تحت عطیہ کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ ورنہ معلوم ہو جائے گاکہ آپ نے ایسے ہی یہ بات کہہ دی ہے

July 20 at 7:29pm

پھر آپ نے کہا

جناب آپ نے کہا کہ ابن معین کا جرح و تعدیل والا قائدہ لازمی نہیں۔ یہ آپکا ذاتی خیال) ہے خود تک ہی محدود رکھیں۔(

جناب یہ خیال ہم نے اپنی جیب سے نہیں دیا، بلکہ آپ کی پسندیدہ راویۃ الدوری سے ثبوت پیش کرکے دیا ہے۔ آپ اس کو ہمارا ذاتی خیال کہہ کر رد نہ کریں، ہمت ہے تو ہمارے پیش کردہ ثبوت کو دلیل سے رد کریں۔

اور آخر میں جو آپ نے کہا کہ

بندہ احقر عرض کرتا ہے کہ جناب آپ کو بھول کیوں جاتے ہیں؟ ہم نے ابن معین سے فقط) صالح قول ہی نقل نہیں کیا بلکہ لَا باس بہٗ کی توثیق بھی نقل کی ہے جو کہ ابن معین کی خاص اصطلاح ہے جسکا مطلب ہے ثقہ۔(

تو ہم نے اس کا جواب بھی آپ کی پسندیدہ ترین روایۃ الدوری سے دیا ہے کہ ابن معین نے ایک روایت کے بارے میں کہا لم یکن بہ باس، اور اس کے باوجود اس کے بارے میں لا یحتج بحدیثہ کے الفاظ کہے۔ اس کے باوجود اگر آپ کسی دوسرے عالم کا قول نقل کرتے ہیں، اور اپنی پسندیدہ ترین روایۃ الدوری سے اس دلیل کو رد کرتے ہیں، تو آپ کا اللہ ہی حافظ ہو

July 20 at 7:30pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

@ارمان علی
جناب اب میں اپنے جوابات شروع کرتا ہوں آخر میں بتادونگا آپکو پھر آپ کمنٹ کرنا

July 21 at 7:21am

سب سے پہلے آپ نے مظاہری کے قول کو ثابت کیا چلیں اچھا ہے ویسے انکی کتاب کا حاشیہ میں نے پڑھ لیا تھا سو اسکی ضرورت نہیں تھی۔

آگے رہی بات لًا باس بہٗ سے ابن معین کی توثیق کی کہ وہ کہاں ہے؟ اللہ اکبر۔جناب آپ نہیں دیکھتے؟ میرے کمنٹس ٹھیک سے نہیں پڑھتے یا صفحات ٹھیک سے

اوپر التذنیب علی کتاب تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا ہوا ہے جس میں ابن طہمان سے ابن معین کا یہ قول نقل ہوا ہے۔ اور ابن طہمان بھی ثقہ ہے آپ فکر نہ کریں تاریخ بغداد جلد ١٦ میں دیکھ لیں۔

لہذا جب توثیق و تضعیف ثابت ہے تو وہ قاعدہ جلیلہ ثابت ہے عطیہ پر۔

مبارکپوری کی کتاب قول السدید میں دو راویوں کا ذکر تو نہیں ہے؟ بلکہ وہاں فقط ابوبلج کا ذکر ہو رہا ہے اور ابوبلج کے بارے میں ایسا بھی نہیں لکھا کہ
ٌٌفلاں اوثق ابوبلج ضعیف

اسکے علاوہ ابن حجر کی کتاب بذل الماعون میں بھی یہی اکیلے راوی ابوبلج سے ہی اس قاعدہ کا استدلال ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ عمومی قاعدہ ہے کہ کسی راوی پر ابن معین کا اوثق والا قول ہو یا نہ ہو لیکن کسی بھی ایک راوی پر جرح و تعدیل میں اختلاف آنے پر یہ قاعدہ لاگو ہوگا۔

تو جناب میرے دلائل ٹھیک سے پڑھ کر دلائل پیش کیا کریں

July 21 at 7:25am

لہذا میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ چاہے تین سو راوی نقل کر دیں جن پر ابن معین کی جرح و تعدیل میں تناقص ہو تو وہی قاعدہ آئیگا۔

باقی جناب ایک بات اسکے ضمن میں کہنا چاہونگا کہ آپ تو تو تین تین راوی لا رہے ہیں جن پر ابن معین کی جرح و تعدیل میں تناقص ہے پر میرے پاس ایسے بیسیوں حوالے ہیں دو نقل کرتا ہوں:

عمير بن إسحاق القرشي .

قال عباس الدوری ، عن یحیی بن معین : لا یساوی شیئا ، و لکن یکتب حدیثه . قال عباس : یعنی لا یعرف و لکن ابن عون روی عنه قال : فقلت لیحیی : و لا یکتب حدیثه ؟ فقال : بلی . و قال عثمان بن سعید الدارمی : قلت لیحیی : کیف حدیثه ؟ قال : ثقة

(تہذیب الکمال جلد۲۲ صفحہ ۳۷۰)

. المثنی بن الصباح الیمانی الأبناوی

قال عباس الدوری ، عن یحیی بن معین : مثنی بن الصباح مکی ، و یعلی بن مسلم مکی ، والحسن بن مسلم مکی ، و جمیعا ثقة . و قال إسحاق بن منصور معاویة بن صالح ، عن یحیی بن معین : مثنی بن الصباح ضعیف . زاد معاویة : یکتب حدیثه و لا یترك

(تہذیب الکمال جلد ۲۷ صفحہ ۲۰۵)

تو جناب میری مجال نہیں کہ میں ابن معین حنفی پر الزام لگاؤں لہذا یہی کہونگا کہ تطبیق کی صورت پیدا کریں ورنہ آپ امام الجرح والتعدیل سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ بغیر ضد بازی کے وہ قاعدہ جلیلہ تسلیم ہی کر لیں

July 21 at 7:27am

اگلی بات جناب نے کی کہ ابن حجر نے نتائج میں فقط دو ہی اسباب پر اکتفاء کر لیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ جرح کے فقط دو ہی اسباب ہیں۔

تو میرے محترم بندہ عرض کرتا ہے کہ ابن حجر نے دو ہی اسباب پر اکتفاء کیا لیکن لفظ انما کے ساتھ اور آپکومعلوم ہونا چاہئے کہ انما کلمہ حصر ہے اور انما کہہ کر ابن حجر دو ہی اسباب پر اکتفاء کر رہے ہیں ٗفقط۔

اورانما لفظ صرف یا فقط کے معنی بھی دیتا ہے۔

وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ
اور اگر اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے
(آلعمران 20)

ترجمہ فتح محمد جالندھری
تمہارا کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور خدا (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے

اور شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ میں ہے کہ پس سوائے اسکے نہیں کہ۔۔۔۔ اسکا اسکین بھی پیش خدمت ہے۔
چنانچہ انما کا ترجمہ سیاق قول کو دیکھتے ہوئے فقط کرنا عربی سے جہالت نہیں بلکہ عین قواعد عربی کی پاسداری ہے۔
تو جناب ابن حجر کے اپنے قول سے فقط فقط دو ہی اسباب نقل ہیں ضعیف الحفظ کو وہ خود نہیں مانتے

July 21 at 7:28am

اور میں جناب کو بتاتا جاوں کے ابن حجر پر آپ بہت طبع آزمائی کر چکے ہیں تو اب آپکو ابن حجر ہی سے دکھاتا ہوں کہ انکے نزدیک بھی عطیہ حسن الحدیث ہے۔

ملاحظہ ہوں نتائج الافکار جلد ١
قرأت على فاطمة بنت محمد بن أحمد بن محمد بن عثمان الدمشقية بها، عن أبي الفضل بن أبي طاهر، قال: أنا إسماعيل بن ظفر، أنا محمد بن
أبي زيد، أنا محمد بن إسماعيل، أنا أبو الحسين بن فاذشاه، أنا الطبراني في كتاب الدعاء، ثنا بشر بن موسى، ثنا عبد الله بن صالح -هو العجلي- ثنا فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((إذا خرج الرجل من بيته إلى الصلاة، فقال: اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا، فإني لم أخرج أشراً ولا بطراً، ولا رياءً ولا سمعةً، خرجت اتقاء سخطك، وابتغاء مرضاتك، أسألك أن تنقذني من النار، وأن تغفر لي ذنوبي إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت، وكل الله به سبعين ألف ملكٍ، يستغفرون له، وأقبل الله عليه بوجهه حتى يقضي صلاته)).
هذا حديث حسن، أخرجه أحمد عن يزيد بن هارون عن فضيل بن مرزوق.
وأخرجه ابن ماجه عن محمد بن يزيد بن إبراهيم التستري، عن الفضل بن موفق.
وأخرجه ابن خزيمة في كتاب ((التوحيد)) من رواية محمد بن فضيل بن غزوان ومن رواية أبي خالد الأحمر.

July 21 at 7:32am

ابن حجر کی ہی ایک دوسری جہت سے عطیہ حسن الحدیث یا صحیح الحدیث ہے بقول ظفر تھانوی۔

ابن حجر کا سکوت فتح الباری میں ان کے نزدیک روایت کے صحیح یا حسن ہونے کی حیثیت رکھتا ہے
(القواعد ص 89)
اسکا اسکین دیا گیا ہے۔

(اور حافظ نے اپنا قاعدہ خود یوں بیان کیا ہے (بقول ظفر تھانوی

ثمَّ أستخرج ثَانِيًا مَا يتَعَلَّق بِهِ غَرَض صَحِيح فِي ذَلِك الحَدِيث من الْفَوَائِد المتنية والاسنادية من تتمات وزيادات وكشف غامض وتصريح مُدَلّس بِسَمَاع ومتابعة سامع من شيخ اخْتَلَط قبل ذَلِك منتزعا كل ذَلِك من أُمَّهَات المسانيد والجوامع والمستخرجات والأجزاء والفوائد بِشَرْط الصِّحَّة أَو الْحسن فِيمَا أوردهُ من ذَلِك

فتح الباری، جلد اول، ص 4، طبع بیروت

فتح الباری جلد 8 ص 422 پر ابن حجر کا عطیہ کی روایت بغیر کسی جرح (یعنی سکوت) سے نقل کرنا

وَمِنْ طَرِيقِ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ دِينًا قَوْلُهُ وَأَقْرَبَ رُحْمًا هُمَا بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأولِ الَّذِي قتل

چنانچہ ان اصول و قوانین کے تحت حافظ ابن حجر کے نزدیک عطیہ کی روایت حسن یا صحیح ہے۔

میں نے اس میں سارے اسکین نہیں لگائے کیونکہ اس سے کمنٹس بہت طویل ہو جائینگے۔
البتہ اب ابن حجر کے نزدیک تو عطیہ کی روایات ثابت ہیں اب آپ اگلی بات کریں جناب

July 21 at 7:46am

آگے جناب عطیہ کے حسن الحدیث ہونے پر امام ابوداود کا ایک قاعدہ بھی لیں جو آپکے علماء کے مابین راجح ہے۔

(ابو داود کا سکوت حدیث حسن ہونے کی علامت ہے۔ (القواعد ص 87

حنفی عالم دین نے اپنے اصول کی بنیاد جن ادلات پر رکھی ہیں، ہم وہ تمام اصل ماخذ سے نقل کردیتے ہیں کہ کون کون سے علماء بقول ظفر عثمانی حنفی اس اصول کے قائل تھے

شوکانی: چنانچہ وہ یہی قاعدہ یوں فرماتے ہے:

رواه أبو داود) . الحديث سكت عنه أبو داود والمنذري ، وقد قدمنا أن جماعة من أئمة الحديث صرحوا بصلاحية ما سكت عنه أبو داود للاحتجاج

نيل الاوطار جلد ٢ ص 266 طبع دار الحديث

منذری جیسے کہ ملا علی قاری اپنی شہرت آفاق شرح مشکوۃ میں نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ: مَا سَكَتَ عَلَيْهِ لَا يَنْزِلُ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ
المرقات ج 1 ص 26، طبع لبنان

اور ایک قول نصب الرایہ سے منذری کا یوں نقل کیا گیا:

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِي "حَوَاشِيهِ": وَأَبُو الْأَحْوَصِ هَذَا، لَا يُعْرَفُ اسْمُهُ، وَهُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ، وَقِيلَ: مَوْلَى بَنِي غِفَارٍ، لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ الزُّهْرِيّ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ الْكَرَابِيسِيُّ: لَيْسَ بِالْمَتِينِ2 عِنْدَهُمْ، قَالَ النَّوَوِيُّ فِي "الْخُلَاصَةِ": هُوَ فِيهِ جَهَالَةٌ، لَكِنَّ الْحَدِيثَ لَمْ يُضَعِّفْهُ أَبُو دَاوُد، فَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَهُ، انْتَهَى.

نصب الرایہ جلد ٢ ص 89 طبع بیروت

چناچنہ ابوداود نے عطیہ کی ایک روایت نقل کی اور اس پر سکوت اختیار کیا

4344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ،

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ»

سنن ابی داود، جلد 4، ص 124

لہذا یہ حنفی قاعدے کے مطابق روایت حسن درجہ کی ہے اور یوں ابو داود کے نزدیک عطیہ حسن الحدیث ثابت ہوا۔

نوٹ۔ یہاں بھی فقط قواعد للتھانوی کا ہی صفحہ لگا رہا ہوں کہ کمنٹس طول نہ پکڑ جائیں

July 21 at 7:49am

تو جناب یہاں تک میرا جواب ختم ہوا۔ لیکن میں اپنے تمام جوابات کا خلاصہ دوبارہ بتا دوں۔

ابن معین کا قاعدہ جلیلہ ثابت کیا گیا۔
ابن حجر کی جرح کو بقول انکے ہی باطل قرار دیا گیا اور انکے نزدیک عطیہ کا حسن الحدیث ہونا دکھایا گیا۔
امام ابو داود کے نزدیک بھی عطیہ کا حسن الحدیث ہونا دکھایا گیا۔
اور ہدیۃ ایک اور قول ترمذی کا لے لیں کہ عطیہ حسن الحدیث ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " كَيْفَ أَنْعَمُ وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنَى جَبْهَتَهُ وَأَصْغَى سَمْعَهُ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْمَرَ أَنْ يَنْفُخَ فَيَنْفُخَ " . قَالَ الْمُسْلِمُونَ فَكَيْفَ نَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " قُولُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ رَبِّنَا " . وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا . قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ . وَقَدْ رَوَاهُ الأَعْمَشُ أَيْضًا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ .

July 21 at 8:36am

وہابی مناظر ارمان علی

جناب دیکھیں اول تو آپ یکتب حدیثہ کے الفاظ سے تعدیل مراد لینے سے دستبردار ہوگئے ہیں.
دوسرا آپ صالح الحدیث سے توثیق مراد لینے سے دستبرادار ہوگئے ہیں.
تیسری بات آپ المنذر بن محمد القابوسی والی سند سے دستبردار ہوگئے ہیں.
چوتھی بات آپ شیعہ عالم امینی کا عطیہ پر جرح کرنے والے قول سے دستبرادار ہوگئے ہیں.
پانچویں بات آپ روایات دوری سے ہماری پیش کردہ گزارشات سے لاجواب ہو کر اس سے دستبردار ہوگئے ہیں.

باقی جہاں تک آپ نے ابن معین کے اس قول لاباس بہ سے تعدیل پکڑ رہے ہیں ہم نے
اس کا جواب دے دیا آپ کی پسندیدہ روایات سے اس جا جواب دینے سے بھی
دستربردار ہوگئے ہیں اور آپ سے ہم اس بارے میں اک گزارش پیش کی تھی کہ "آپ ثابت
کریں یحییٰ بن معین نے کہا ہو "فلاں اوثق عطیہ ضعیف"
آپ نے بجائے اس کے یہ الفاظ دکھاتے آپ نے مبارکپوری کی کتاب کا قول نقل کیا وہ بھی
عطیہ کے بارے میں نہیں بلکہ دوسرے راوی کے بارے میں. اور حد تویہ ہے کہ آپ نے
اپنی پسندیدہ روایت کے مقابلے میں ایسا قول وہ بھی دوسرے راوی کے بارے میں
مبارکپوری کتاب سے نقل کر رہے ہیں. ہم اس پر یہی کہینگے کہ آپ کے پاس اب دلائل
ختم ہوچکے ہیں اس پر سو ایسے فضول جوابات دینے سے گریز کریں

July 21 at 11:15am

اسکے بعد آپ نے ابن معین کے قول سے تناقض دکھا رہے . جو چیز ہم آپ سے طلب کر
رہے وہ آپ دینے سے رہے اورجس چیز سے عطیہ کی توثیق ثابت ہی نہیں ہوتی آپ وہ
نقل کر رہے ہیں. ایسی علمی قابلیت پر ہم کیا کہہ سکتے ہیں. قارئین دیکھ رہے آپ کس
طرح فضولیات کاپی پیسٹ کرنے میں مشغول ہیں.
باقی آپ نے کچھ نئے حوالاجات دئے ہیں کہ ترمذی رحمہ اللہ نے عطیہ کی سند کو
حسن کہا ہے.
جناب چاہئے تو یہ تھا کہ کسی امام فن سے عطیہ کی توثیق ثابت کرتے پر آپ نے
ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول کو دلیل بنا کہ عطیہ کی توثیق ثابت کر رہے ہیں... آپ اتنے
فاضل ہیں تو آپ کو پتہ ہونا چاہیئے ترمذی رحمہ اللہ تو تحسین میں متساہل ہیں جیساکہ
امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب میزان اعتدال میں فرماتے ہیں "فلا یغتر بتحسین الترمذی,
فعند المحافقۃ غالبھا ضعفاء"
یعنی علماء ترمذی کی تصحیح روایت پر اعتماد نہیں کرتے..
باقی آپ نے سنن ابی داود کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ عطیہ امام ابوداود کے
نزدیک ثقہ ہیں یا حسن الحدیث ہیں تو جناب دیکھیں یہ امام ابوداود السجستانی عطیہ
کے بارے میں فرماتے ہیں "لیس بالذی یعتمد علیہ"
آپ نے باقی ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح مفسر کا جواب نہیں دیا بلکہ انما سے فقط مراد
لینے پر دلائل دے کہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کے نزدیک انما کا کہنا فقط تھا اور وہ
خود اضطراب کا شکار تھے . انا للہ وانا الیہ راجعون.
انما پر اتنا لکھ دیا ذرا مجھے اس بات کا ترجمہ کر دیں...
کیا آپ کے نزدیک نبی محض ہماری طرح بشر تھے؟
إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

July 21 at 11:28am

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب آپکی حالت ہم سمجھ سکتے ہیں جب دلائل یا جواب ہوں تو ایسے آئیں ارمان علی
بائیں شائیں کر کے جان نہیں چھڑائی جاتی۔

جناب آپ مجھے فقط عباس الدوری تک ہی محدود کر رہے ہیں؟ یہ خیرت کی بات ہے۔جناب میرے لئے آپ دلائل کو محدود کرنے کے مجاز ہیں؟ میں اپنے موقف پر آپکی کسی کتاب سے بھی دلیل دے سکتا ہوں سو عباس الدوری ہی تک حدبندی کو چھوڑ دیں۔

ابن طمھان بھی جو کہ ثقہ ہے اس سے میں نے لا باس بہ کے الفاظ خود ابن حجر کی کتاب سے ہی پیش کئے تھے۔اسکا آپ نے صرف یہ جواب دیا کہ یہ توثیق عباس الدوری میں نہیں آئی؟ آپ اسکو جواب کہہ کر مجھے لاجواب کہہ رہے ہیں؟ بہت اچھے جناب

July 21 at 2:43pm

اگلی بات میں تو جناب آپ نے حد کردی۔ آپ کے پاس شاید دلائل نہیں رہے کیونکہ آپ ضد پر آگئے ہیں۔

ابن معین کے قاعدہ جلیلہ پر میں نے آپکو تفصیلی جواب بھی دیا پھر بھی آپ کی بات وہیں ہے۔
اور آپ جناب نے یہ کہا فلان اوثق عطیہ ضعیف دکھائیں یہی آپ نے پچھلے کمنٹ میں بھی کہا تھا جسکا جواب آپکو دیا گیا تھا کہ ابن معین سے صریحتا ایسا لکھا ہونا ثابت ہو یا نہ ہو لیکن تناقص کی صورت میں آپکے علماء کے مطابق قاعدہ جلیلہ ہی کام آئیگا اسی وجہ سے میں نے ابوبلج کی مثال پیش کی تھی کہ ابن حجر اور مبارکپوری نے ابوبلج پر جرح و تعدیل عن ابن معین ہونے کی صورت میں وہ قاعدہ جلیلہ ہی لکھا ہے لہذا یہ عمومی قاعدہ ہے کہ جس پر بھی ابن معین کی جرح و تعدیل دونوں ہوں اس پر یہ قاعدہ لاگو ہوگا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ قول کسی دوسرے راوی کے بارے میں ہے؟؟؟؟؟

جناب تعجب ہے۔ کیا آپکے نزدیک قاعدے ایک ایک راوی کے لئے بنائے جاتے ہیں؟ یہ قاعدہ جلیلہ عمومی ہے جناب ضد کا دامن چھوڑ کر دلائل کو ترجیح دیں

July 21 at 2:44pm

آگے آپ کہہ رہے ہیں کہ میں وہ چیز دے رہا ہوں جس سے عطیہ کی توثیق نہیں ہوتی؟ تعجب ہے جناب۔

لا باس بہ سے توثیق ثابت نہیں؟ جبکہ یہ توثیق بھی ثقہ طرق سے نقل ہوئی ہے۔اور آپ بار بار ابن معین کی تضعیف کی طرف ہی جا رہے ہیں تو جناب قاعدہ جلیلہ کو مت بھولیں کیونکہ آپکے علماء اور آپکی ہی کتب سے یہ قاعدہ عمومی نقل کیا گیا ہے۔ لہذا کم از کم اپنی کتب کے تابع رہیں کیونکہ میں آپکی ہی کتب کے دلائل دونگا جب آپ ہی انکو نہیں مانیں گے اور ضد کرینگے تو میں وہ دلائل کیسے دونگا؟ کتب کے تابع رہیں جناب۔

آگے آپکاکہنا کہ ہم فضولیات کاپی پیسٹ کرنے میں مشغول ہیں تو جضرت یہ آپکا جذباتی کمنٹ ہے شاید ورنہ کیا آپکو اپنے علماء اور اپنی کتب فضولیات لگتی ہیں؟

July 21 at 2:44pm

اور آپ جناب بار بار شیخ امینی کی بات کر رہے ہیں تو میرے بھائی مجھے آپکے منطق کی بالکل سمجھ نہیں آئی آپکا شیخ امینی سے کیا تعلق ہے؟ میرے بھائی ہمارے مطابق تو ابوہریرہ بھی ٹھیک نہیں تھے بلکہ امام بخاری ناصبیت کی طرف ہی مائل تھے تو کیا اب ہم آپ کو دلیل دینے کے لئے بخاری کا استعمال نہیں کرینگے؟

میں آپکی ہی بات کرتا ہوں آپ جابر الجعفی، زرارہ، ابوبصیر وغیرہ پر طعن نہیں کرتے؟ لیکن اسکے باوجود ہمیں دلیل دیتے وقت انکی روایات بھی پیش کرتے ہیں تو جناب آپ خود ان پر طعن کرتے ہوئے روایت پیش کرتے ہیں تو علامہ امینی اور میں تو دو الگ شخصیات ہیں لہذا وہ ضعیف کہیں یا اسے کافر کہیں میری صحت پر اور میرے دلائل پر کچھ اثر نہیں۔ حرف آخر یہ کہ شیخ امینی نے بھی آپکی ہی کتب سے نقل کیا اور میں بھی آپ ہی کی کتب سے نقل کر رہا ہوں۔ لہذا آپکی کتب کے رواۃ نہ ان پر حجت نہ مجھ پر لہذا بحث مجھ سے کریں کہ میں کیا نقل کر رہا ہوں

July 21 at 2:44pm

پھر ترمذی پر آپ نے بات کی تو جناب میں نے ترمذی کا قول مطابقت میں نقل کیا ہے۔

آپ نے ابوداود کی جرح دکھائی تو جناب محترم ابوداود کی جرح بھی مبہم؟ جناب عالی میں نے آپکے ہی علماء سے قاعدہ نقل کیا ہے کہ ابوداود کا سکوت حسن روایت کی دلیل ہے۔ تو مطلب تو یہی ہوا کہ یہ جرح خود انکے نزدیک بھی ثابت نہیں ورنہ ابوداود کلام ضرور کرتے عطیہ پر۔ جناب میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی کتب اور تمام قواعد کے تابع ہیں صرف اپنے مطلب کی جرح نہ اٹھائیں۔

باقی آخری کلام بھی آپکا شاید جذباتی ہی ہے جس میں آپ نے جھوٹ پر ہی اکتفاء کیا کہ ہم نے ابن حجر کی جرح کا جواب نہیں دیا تو جناب آپکو دوبارہ یاد کرواتے ہیں اگلے کمنٹ میں

July 21 at 2:45pm

جناب سب سے پہلے ہم نے آپکو ابن حجر سے ہی نتائج میں سے فقط دو جرحوں پر اکتفاء دکھایا وہ بھی انما حصر کے ساتھ۔آپ نے وہاں انما کا ترجمہ فقط کرنے پر مجھے عربی سے جاہل ہونے کا طعنہ بھی دیا لیکن ہم نے آپکے علماء ہی کے ترجمہ سے انما کا مطلب صرف یعنی فقط دکھایا تو اب آپ ضد پر اٹل ہو گئے ہیں۔ جناب کبھی حق کو تسلیم کرنے کی طاقت بھی رکھا کریں کیونکہ آپکا ہی کلام آپ پر آتا ہے کہ آپ عربی سے نابلد ہیں۔

نمبر ٢ یہ کہ ہم نے تہذیب التہذیب میں سے ایک راوی پر متقدمین کی توثیق اور بعد والوں کی جرح دکھائی جسکو خود ابن حجر نے غفلت اور خطا کہا اور یہ کہہ کر رد کیا کہ انسے قبل علماء نے یہ جرح نہیں کی تو جناب یہی بات ابن حجر پر بھی آتی ہے کہ جو جرح ابن حجر نے کی ان سے پہلے کسی نے نہیں کی لہذا مردود ہے۔

نمبر ٣ آپکو تحریر تقریب التہذیب کا بھی بتایا کہ اس میں ابن حجر کے تناقصات کا تعاقب
کیا گیا ہے لیکن جناب نے بجائے جواب دینے کے سارا مدعا آیت اللہ خوئی پر پھینک دیا۔
لہذا ابن حجر سے یہ جرح کیوں لی جا رہی ہے؟

آخری دلیل میں نے ابن حجر سے ہی عطیہ کا حسن الحدیث ہونا بھی دکھا دیا جسکا
جناب نے تذکرہ تک نہیں کیا۔ تو جناب عطیہ پر ابن حجر کی جرح آپکے کس کام کی جبکہ
فتح الباری اور نتائج میں سے انہی سے اسکی روایات کی تحسین بھی ثابت ہے۔فتامل
جیدا اخی

July 21 at 2:46pm

وہابی مناظر ارمان علی

..قسور عباس آپ کے پاس دلائل ختم ہوچکے ہیں تو بتا دیں
باقی یحیی بن معین کے حوالے سے آپ کو میں واضح طور پر ابن معین کے اپنے الفاظ
سے دکھاتا ہوں کہ ان کے نزدیک صالح ہونا الگ چیز ہے اور حجت ہونا ایک الگ چیز ہے۔ آپ
کا بیان ہے کہ نے ابن طہمان کو ثقہ راوی کہا ، ابن طہمان

وَقيل ليحيى وَأَنا أسمع إِسْمَاعِيل بن زَكَرِيَّا روى حَدِيث حجية عَن عَليّ فِي قصَّة صَدَقَة
الْعَبَّاس فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْء إِسْمَاعِيل بن زَكَرِيَّا صَالح الحَدِيث قيل لَهُ فحجة هُوَ قَالَ الْحجَّة
شَيْء آخر

ابن طہمان کہتا ہے کہ ابن معین سے پوچھا گیا جبکہ میں سن رہا تھا کہ اسماعیل بن
زکریا نے حدیث حجیہ کو حضرت علی سے صدقۃ العباس کے متعلق روایت کیا ہے تو
یحیی بن معین نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ جبکہ اسماعیل بن زکریا صالح الحدیث ہے۔
یحیی بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا وہ حجت ہے؟ تو یحیی بن معین نے جواب دیا کہ
(حجت ہونا ایک الگ معاملہ ہے (یعنی اسماعیل صالح الحدیث ہے لیکن حجت نہیں ہے۔

اب میں یحیی بن معین سے واضح روایت پیش کرتا ہوں کہ وہ عطیہ العوفی کو ضعیف
سمجھتے تھے۔

امام ابن عدی فرماتے ہیں

حدثنا علي بن أحمد بن سليمان ثنا بن أبي مريم سألت يحيى بن معين عن عطية العوفي
فقال ضعيف إلا أنه يكتب حديثه

ابن ابی مریم کہتا ہے کہ میں نے یحیی بن معین سے عطیہ العوفی کے بارے میں پوچھا
تو انہوں نے کہا کہ عطیہ ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کو فقط لکھا جائے گا۔

الکامل ج 5 ص 369

اور اسی کی تائید میں ایک اور روایت عقیلی کی کتاب الضعفاء سے پیش ہے۔

حدثنا جعفر بن أحمد قال : حدثنا محمد بن إدريس ، عن كتاب أبي الوليد بن أبي الجارود ، عن يحيى بن معين قال : كان عطية العوفي ضعيفا

الضعفاء ج 6 ص 479

ابن حبان اپنی کتاب المجروحین میں فرماتے ہیں

سمعت مكحولا ، يقول : سمعت جعفر بن أبان ، يقول : سمعت ابن نمير ، يقول : سمعت أبا خالد الأحمر ، يقول : قَالَ لي الكلبي : قَالَ لي عطية : كنيتك بأبي سعيد ، فأنا أقول : حدثني أبو سعيد

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابن نمیر سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے کلبی نے کہا کہ مجھے عطیہ نے کہا کہ میں نے تمہاری کنیت ابو سعید رکھ لی ہے ، اور اب میں کہوں گا حدثنی ابو سعید۔

المجروحین ج 1 ص 78

ایسی ہی روایت عقیلی نے بھی اپنی کتاب الضعفاء میں کلبی سے نقل کی ہے

وحدثنا عبد الله ، في موضع آخر قال : حدثني أبي قال : حدثنا أبو أحمد الزبيري قال : سمعت الثوري قال : سمعت الكلبي قال : كناني عطية بأبي سعيد

الضعفاء ج 6 ص 479

اس بارے میں خطیب فرماتے ہیں

وإنما فعل ذلك ليوهم الناس أنه أبو سعيد الخدري

عطیہ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ وہم بٹھائے کہ وہ ابوسعید الخدری سے روایت کر رہا ہے۔

فتح المغیث ج 3 ص 210

لہٰذا ثابت ہوا کہ عطیہ قبیح قسم کی تدلیس کرتا تھا، نیز یحیی بن معین کے نزدیک ضعیف تھا۔
..جاری ہے

July 21 at 4:04pm

قسور عباس آپ نے لکھا
(جناب آپ مجھے فقط عباس الدوری تک ہی محدود کر رہے ہیں؟ یہ خیرت کی بات ہے۔جناب میرے لئے آپ دلائل کو محدود کرنے کے مجاز ہیں؟ میں اپنے موقف پر آپکی کسی کتاب سے بھی دلیل دے سکتا ہوں سو عباس الدوری ہی تک حدبندی کو چھوڑ دیں۔)

بھئی آپ نے خود لکھا تھا کہ
(عطیہ کی توثیق بروایت عباس الدوری بھی منقول ہے لہذا اسی کو فوقیت ہے)
لہذا ہم نے ثابت کر دیا کہ الدوری سے توثیق ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے تو عطیہ کا محض صالح ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ جو کہ ہم نے ثابت کر دیا کہ ابن معین کے نزدیک حجت ہونے کا باعث نہیں تھا۔ لہٰذا فوقیت تو اسی قول کو مل گئی۔ اب آپ دوسری اسناد کی طرف چل پڑے تو ہم نے بھی دوسری اسناد سے عطیہ کی تضعیف ثابت کر دی ہے۔
اب آپ ہمت کریں اور جواب دیں۔

پھر آپ نے کہا
(اسی وجہ سے میں نے ابوبلج کی مثال پیش کی تھی کہ ابن حجر اور مبارکپوری نے ابوبلج پر جرح و تعدیل عن ابن معین ہونے کی صورت میں وہ قاعدہ جلیلہ ہی لکھا ہے لہذا یہ عمومی قاعدہ ہے کہ جس پر بھی ابن معین کی جرح و تعدیل دونوں ہوں اس پر یہ قاعدہ لاگو ہوگا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ قول کسی دوسرے راوی کے بارے میں ہے؟)

دیکھیں میں پوری عبارت کا ترجمہ کرتا ہوں، اور آپ مطلب خود نکال لیں۔

وقد وثقه-أي أبا بلج-يحي بن معين والنسائي ومحمد بن سعد والدار قطني, ونقل بن الجوزي عن ابن معين أنه ضعفه، فإن ثبت ذلك فقد يكون سأل عنه ومن فوقه فضعفه بالنسبة إليه، وهذه قاعدة جليلة فيمن اختلف النقل عن ابن معين فيه

ابو بلج کو یحیی بن معین ، نسائی ، ابن سعد، اور دارقطنی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ابن جوزی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن معین نے ابو بلج کو ثقہ قرار دیا ہے، پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو ان سے مزید دریافت کیا جائے گا،اور ان سے جو بہتر علماء ہیں، (فقد یکون سال عنہ ومن فوقہ) پس ضعف اسی کی نسبت سے ہوگا، اور یہ قاعدہ جلیلہ ہے ان سب کے بارے میں جن کے متعلق ابن معین سے اختلاف نقل ہوا ہے۔

قاعدہ جلیلہ یہ ٹھرا کہ اگر کسی راوی کی ایک جگہ ابن معین نے توثیق کی ہو ، اور دوسری جگہ تضعیف کی ہو، تو اولاً تو ان سے مزید دریافت کیا جائے گا، اور اس کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی دریافت کیا جائے گا، پس راوی کی تضعیف اسی نسبت سے ہو گی۔

اب آپ کو معلوم ہوا کہ قاعدہ جلیلہ کیا ہے؟ ،اس قاعدہ جلیلہ پر جن علماء نے عمل کیا، میں وہ بھی دکھانے کو تیار ہوں کہ قاعدہ جلیلہ ہے کیا۔

لہٰذا قاعدہ جلیلہ پر عمل کرتے ہوئے تو عطیہ ابن معین کے قول کے تحت ضعیف ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ابن معین اور ان سے بہتر علماء سے عطیہ کی تضعیف ہی ثابت ہوئی ہے۔
جاری ہے

July 21 at 4:26pm

پھر آپ نے کہا

اور آپ جناب بار بار شیخ امینی کی بات کر رہے ہیں تو میرے بھائی مجھے آپکے منطق) کی بالکل سمجھ نہیں آئی آپکا شیخ امینی سے کیا تعلق ہے؟ میرے بھائی ہمارے مطابق تو ابوہریرہ بھی ٹھیک نہیں تھے بلکہ امام بخاری ناصبیت کی طرف ہی مائل تھے (ہم آپ کو دلیل دینے کے لئے بخاری کا استعمال نہیں کرینگے؟ تو کیا اب

جناب آپ کے محقق نے ہماری کتب کی روشنی میں اپنی تحقیق پیش کی، آپ کو پسند نہیں آ رہی۔ آپ کو منطق کی بھی سمجھ نہین آرہی، بس آپ کو اللہ ہی سمجھائے۔
جاری ہے.

July 21 at 4:29pm

آپ نے کہا

(آپ نے ابوداود کی جرح دکھائی تو جناب محترم ابوداود کی جرح بھی مبہم؟ جناب عالی میں نے آپکے ہی علماء سے قاعدہ نقل کیا ہے کہ ابوداود کا سکوت حسن روایت کی دلیل ہے۔ تو مطلب تو یہی ہوا کہ یہ جرح خود انکے نزدیک بھی ثابت نہیں ورنہ ابوداود کرتے عطیہ پر۔ جناب میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی کتب اور تمام قواعد کلام ضرور کے تابع ہیں صرف اپنے مطلب کی جرح نہ اٹھائیں۔)

محترم، آپ کو اللہ ہی سمجھا سکتا ہے۔ امام ابو داؤد کی نظر میں عطیہ العوفی ضعیف راوی ہے۔ اب انہوں نے ایک ایسی روایت کی تحسین کی ہو جس میں عطیہ راوی ہے، تو معلوم ہوا کہ امام ابو داؤد کسی دوسری سند کے موجود ہونے کی وجہ سے اس روایت کی تحسین کر رہے ہیں۔ حالانکہ امام ابو داؤد نے تو ایسا کچھ کہا بھی نہیں اس روایت کے متعلق، پس اگر وہ اس روایت کو حسن سمجھ بھی رہے ہوں تو یہ حسن لغیرہ بھی ہو سکتا ہے یعنی دوسری سند کے موجود ہونے کی وجہ سے۔ آپ کو علم حدیث سے ذرا بھر شغف ہوتا تو ایسے دلائل ہرگز نہ لاتے۔

July 21 at 4:30pm

آپ نے کہا

(جناب سب سے پہلے ہم نے آپکو ابن حجر سے ہی نتائج میں سے فقط دو جرحوں پر اکتفاء دکھایا وہ بھی انما حصر کے ساتھ۔آپ نے وہاں انما کا ترجمہ فقط کرنے پر مجھے عربی سے جاہل ہونے کا طعنہ بھی دیا لیکن ہم نے آپکے علماء ہی کے ترجمہ سے انما کا مطلب صرف یعنی فقط دکھایا تو اب آپ ضد پر اڑل ہو گئے ہیں۔ جناب کبھی حق کو تسلیم کرنے کی طاقت بھی رکھا کریں کیونکہ آپکا ہی کلام آپ پر آتا ہے کہ آپ عربی سے نابلد ہیں۔)

میں نے بھی قرآن کی آیت سے استدلال کیا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے

قل انما انا بشر مثلکم
کہہ دے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔

اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط ہماری طرح ہی کے انسان ہیں؟ پس قرآن کریم کی دوسری آیات سے جب ثابت ہو رہا ہے کہ حصر فقط اسی بشریت تک محدود نہیں، تو آپ ابن حجر کی جرح کو فقط دو جرحوں تک ہی کیوں محدود کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے

دوسری جگہ پر مزید جرح فرمائی ہے؟ آپ نے حصر کا لفظ سیکھ لیا ہوگا لیکن عربی کی ٹانگیں تو نہ توڑیں۔

جاری ہے.

July 21 at 4:31pm

آپ نے کہا

نمبر ٢ یہ کہ ہم نے تہذیب التہذیب میں سے ایک راوی پر متقدمین کی توثیق اور بعد (والوں کی جرح دکھائی جسکو خود ابن حجر نے غفلت اور خطا کہا اور یہ کہہ کر رد کیا کہ انسے قبل علماء نے یہ جرح نہیں کی تو جناب یہی بات ابن حجر پر بھی آتی ہے کہ جو جرح ابن حجر نے کی ان سے پہلے کسی نے نہیں کی لہذا مردود ہے۔)

جناب آپ کی مجبوری سمجھتا ہوں کہ آپ نے جواب ضرور دینا ہے چاہے اس کے پاؤں ہوں یا نہیں۔ یہاں پر وجہ متقدمین یا متاخرین نہیں، بلکہ فقط جرح کرنے والوں کی غفلت بیان کی ہے۔ آپ اس سے اپنا مقدمین اور متاخرین والا اصول اہلسنت پر مسلط کرنا چاہ رہے ہیں، جو کہ سراسر غلط بیانی ہے اور کچھ نہیں۔
جاری ہے

July 21 at 4:40pm

پھر آپ نے لکھا

نمبر ٣ آپکو تحریر تقریب التہذیب کا بھی بتایا کہ اس میں ابن حجر کے تناقصات کا تعاقب (کیا گیا ہے لیکن جناب نے بجائے جواب دینے کے سارا مدعا آیت اللہ خوئی پر پھینک دیا۔ لہذا ابن حجر سے یہ جرح کیوں لی جا رہی ہے؟)

جناب آپ نے ابن حجر پر تناقضات کا الزام لگایا تو ہم نے بھی آپ کو آپ کے علماء کی کارکردگی دکھائی۔ اب اگر ان تناقضات کی وجہ سے آپ الخوئی کو اپنے اہل علم کی فہرست سے نکال دیتے ہیں اور ان کی جرح کو ردی کباڑ میں ڈال دیتے ہیں تو اسی صورت میں آپ ہم سے یہ توقع کریں کہ ہم ابن حجر کی امامت و جلالت پر دوبارہ سے غور کریں

July 21 at 4:41pm

آخر میں آپ نے کہا

آخری دلیل میں نے ابن حجر سے ہی عطیہ کا حسن الحدیث ہونا بھی دکھا دیا جسکا (جناب نے تذکرہ تک نہیں کیا۔ تو جناب عطیہ پر ابن حجر کی جرح آپکے کس کام کی جبکہ فتح الباری اور نتائج میں سے انہی سے اسکی روایات کی تحسین بھی ثابت ہے۔فتامل اخی۔ جیدا)

یہاں پر دوبارہ وہی بات ہے کہ آپ نے ایک سند کی تحسین ابن حجر سے دکھا دی جس میں عطیہ راوی موجود ہے تو آپ اس سے عطیہ کا حسن الحدیث ہونا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جناب اگر یہی اصول اپنایا جائے تو پھر جو تباہ کاریاں ہونگی، وہ بیان بھی نہیں کی جا سکتی۔ آپ مناظرہ جیتنے کیلئے ایسے ایٹم بم نما دلائل نہ لائیں، جو مخالف کا تو خاتمہ کر لیں، لیکن اپنے ساتھ سارا شہر ہی اڑا کر رکھ دیں۔
ایک روایت کی کئی اسناد ہوتی ہیں، اور کبھی کبھار ایک عالم اس کو حسن قرار دیتا ہے جبکہ اس وقت اس کی سند اسی کتاب میں ضعیف ہوتی ہے، لیکن چونکہ وہ جانتا ہے کہ دوسری حسن سند موجود ہے، لہٰذا وہ اس کو حسن کہنے میں تامل نہیں کرتا۔ لہٰذا وہ حدیث اس کے نزدیک حسن لغیرہ ہوگی، نہ کہ حسن لذاتہ۔ ہاں اگر وہ حسن لذاتہ کہہ دے، تو پھر ہی آپ استدلال کر سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔
ختم شد

July 21 at 4:42pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
الحمد للہ رب العامین الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا ابی القاسم محمد ص وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المظلومین و لعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین الی یوم الدین۔ اما بعد۔

جناب فاضل مناظر صاحب سب سے پہلے تو میں یہ کہونگا کہ آپکے دلائل کمزور سے کمزور تر ہو رہے ہیں اور آپ نے اپنی ہی کتب سے تدلیس سے کام لینا شروع کردیا ہے؟ آگے آپکو بتاتا ہوں۔

تو جناب آپ نے ابن معین پر بحث کرتے ہوئے فقط صالح لفظ کو ہی کیوں نقل کیا؟ اور ابن طمھان سے آپ نے جو ایک اور روایت نقل کی مجھے اس سے کیا سروکار؟ میں ابن حجر کی کتاب سے ابن طمھان کی روایت سے عطیہ کے لئے لا باس بہ کی اصطلاح پیش کی تھی نہ کہ صالح کی۔لہذا ذرا غور کریں میرے دلائل پر۔اور یہ اصطلاح توثیق کی ہے۔اور جناب نے قاعدہ جلیلہ میں جھوٹ اور تدلیس سے کام لیتے ہوئے اسکی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔

آپ نے فقد یکون سال عنہ ومن فوقہ کا ترجمہ کیا کہ اسکی نسبت ان سے بہتر علماء سے پوچھا جائیگا؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اسکا ترجمہ آپکے عالم کی زبانی ہی نقل کیا جاتا ہے قول السدید سے۔اسکین دیکھیں۔

تو جناب آپکو اپنا جھوٹ معلوم ہوا؟ یہاں فقد یکون سال عنہ ومن فوقہ سے مراد دیگر
علماء سے پوچھنا نہیں بلکہ ابن معین سے ہی ابوبلج سے بہتر یعنی ذیادہ ثقہ راوی
سے پوچھنا مراد ہے۔ تو جناب یہ قاعدہ جلیلہ آپ مان نہیں رہے اور الٹا اس میں تدلیس
سے کام لے رہے ہیں؟ فتدبر فی ھذا الشیء۔لہذا آپ ابن معین سے بے شک عطیہ کی
تضعیف کا قول ثابت کریں تب بھی اسکی توثیق لا باس بہ سے ثابت ہے اور قاعدہ جلیلہ
ہی لاگو ہوگا۔

اور یہ قاعدہ جلیلہ عمومی قاعدہ ہے۔ ملاحظہ ہوں عبدالحئی
حنفی کا قول۔

فِي تَوْجِيه صُدُور الْجرْح وَالتَّعْدِيل من النَّاقِد الْوَاحِد فِي الرَّاوِي نَفسه

عبدالحئی لکھنوی کے بقول اس بات کی توجیہ کہ جب کسی ناقد (عالم جرح و تعدیل)
کا ایک راوی کے بارے میں متناقص قول ہو (یعنی جرح و تعدیل) پھر فرماتے ہے

كثيرا مَا تَجِد الِاخْتِلَاف عَن ابْن معِين وَغَيره من ائمة النَّقْد فِي حق راو وَهُوَ قد يكون لتغير الِاجْتِهَاد وَقد يكون لاخْتِلَاف كَيْفيَّة السُّؤَال
قَالَ الْحَافِظ ابْن حجر فِي بذل الماعون فِي فضل الطَّاعُون وَقد وَثَّقَهُ أَي ابا بلج يحيى بن معِين وَالنَّسَائِيّ وَمُحَمّد بن سعد

ہم ابن معین اور دیگر آئمہ نقد کے ایک راوی کے بارے میں کافی مختلف اقوال پاتے ہیں
ایک وجہ تغیر اجتہاد ممکن ہے اور ایک سوال کی کفییت (اور پھر ابن حجر کا قول کرتے
ہیں بذل الماعون سے)۔

اور نقل کے بعد یہ الفاظ ہے

وَهَذِه قَاعِدَة جليلة فِيمَن اخْتلف النَّقْل عَن ابْن معِين فِيهِ

یہ قاعدہ جلیلہ ہے ہر اس شخص کے بارے میں جس پر ابن معین کے اقوال مختلف ہوں

الرفع و التکمیل ص 263، طبع حلب

ادھر عمومیت ہے جیسے کہ سیاق کلام سے دیکھا جاسکتا ہے اور پھر اس کو قاعدہ کہا
گیا اور قاعدہ کلیہ ہوتا ہے اور پھر فیمن کے الفاظ ہیں یعنی مزید عمومیت ہے۔ فتدبر

۳۰

اختلف النقل عن ابن معین فیہ نبہ علیھا ابو الولید الباجی فی کتابہ رجال البخاری کذا فی الرفع والتکمیل یعنی یحیی بن معین اور نسائی اور دارقطنی اور محمد بن سعد نے ابو بلج کی توثیق کی ہے۔ اور ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یحیی بن معین نے ابو بلج کو ضعیف کہا ہے پس اگر یہ ثابت ہو تو بات یوں ہوگی کہ ابن معین سے ابو بلج کے بارے میں دریافت کیا گیا ہوگا اور کسی اور راوی کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا ہوگا جو ابو بلج سے زیادہ ثقہ ہوگا پس ابن معین نے اسی دوسرے زیادہ ثقہ راوی کے اعتبار سے ابو بلج کو ضعیف کہا ہوگا اور یہ ایک قاعدہ جلیلہ ہے ان راویوں کی بابت جن کے بارے میں ابن معین سے توثیق اور تضعیف دونوں منقول ہو اس قاعدہ کو ابو الولید باجی نے اپنی کتاب رجال البخاری میں ذکر کیا ہے۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔

مما ینبہ علیہ انہ ینبغی ان تتأمل اقوال المزکین و مخارجھا فیقولون فلان ثقة او ضعیف ولا یریدون بہ انہ ممن یحتج بحدیثہ ولا ممن یرد وانما ذلک بالنسبة لمن قرن معہ علی وفق ما وجہ الی القائل من السوال وامثلة ذلک کثیرة لا نطیل بھا منھا ما قال عثمان الدارمی سألت ابن معین عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ کیف حدیثھما فقال لیس بہ
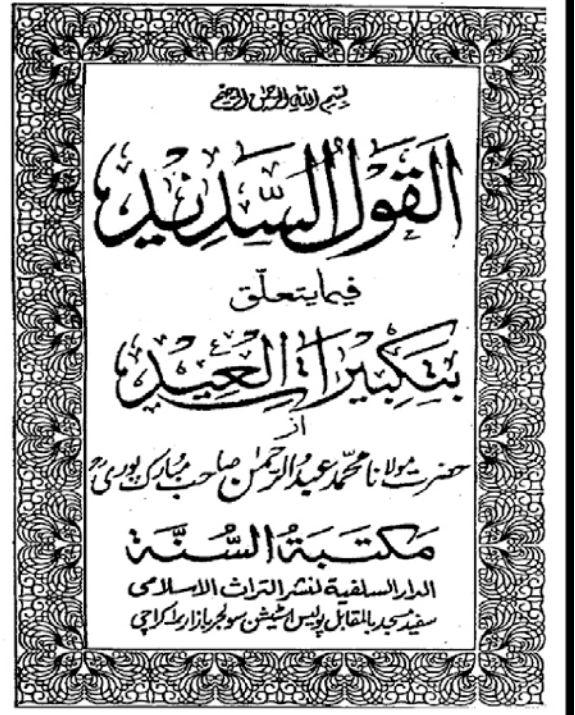
July 22 at 12:05pm

آگے بات آتی ہے ابوداؤد کی آپ نے حسن اور حسن لغیرہ کو ایک ہی تصور کر کے دوبارہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ جبکہ اگر ایسا ہو تو ہر صحیح یا حسن روایت کو لغیرہ کہہ کر اس سے جان چھڑائی جا سکتی ہے۔

یہ کتاب ہے۔ اب آتے ہیں ابوداود کی جرح پر جو عطیہ پر ہوئی۔اس جرح کا اصل ماخذ سؤالات أبی عبید الآجری أبا داود السجستانی فی الجرح والتعدیل صفحہ ۱۰۵۔

تو جناب بندہ احقر عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب قابل اعتماد نہیں کیونکہ شیخ زبیر علی زئی نے انوار الصحیفہ صفحہ ٦ پر اسکو رد کیا ہے اور اسکی مرویات کو ناقابل احتجاج قرار دیا ہے۔اسکین دیکھ لیں۔

سکوت ابو داود سے استدلال خود حنفی عالم کی زبانی۔

ابوداود کا سکوت حنفیوں کے نزدیک بلاشبہ دلیل توثیق ہے چناچنہ اجلاء علماء احناف میں سے ایک ترکمانی فرماتے ہیں۔

ولهذا اخرج أبو داود هذا الحديث وسكت عنه وهو حسن عنده

ابو داود کا روایت کرکے خاموش رہنا بلاشبہ ابوداود کے نزدیک اس کے حسن الحدیث ہونے پر دال ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد 9، ص 325، طبع دار الفكر

اب ہم ترکمانی الحنفی کی ان ٥ مزید موارد کو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے ابوداود

کے سکوت سے راوی کا حسن حال پر استدلال کیا ہے اپنی معروف کتاب الجوهر النقی میں جو ہر حنفی کی آنکھ کا سرمہ ہے

واخرجه أبو داود ایضا برجال مسلم وسکت عنه فهو حسن عنده
ج 1 ص 178

اخرجه أبو داود وسکت عنه فاقل احواله ان یکون حسنا عنده
ج 2 ص 338

اخرجه أبو داود وسکت عنه فهو حسن عنده
ج 9 ص 328

واخرجه أبو داود وسکت عنه فهو حسن عنده علی ما عرف
ج 10 ص 271

وسکت عنه أبو داود فهو حسن عنده ایضا
ج10 ص 299

لہذا اب ادھر ادھر کی باتیں مت کیجئے گا اور اس قاعدہ کو تسلیم کیجیئے گا جو آپکے علماء میں راجح ہے

July 22 at 8:00am

اگر الآجری کی بات ہی ماننی ہے اور ضد پر قائم رہنا ہے تو یہ بھی اسی کتاب میں یہ بھی دیکھ لیں۔

ام معبد جو مشہور صحابیہ ہے ان کے عنوان سے ابوداود کہتا ہے سوالات آجری میں

سؤالات الآجري ص ١٣٠
سمعت أبا داود قال : عاشت أم معبد إلى أيام عثمان.
سمعت أبا داود يقول : قالت أم معبد لعثمان : اعدل ، وأخذت بلحيته

یعنی ایک صحابیہ نے صحابی عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا عدل کر۔
پیارے عثمان کو بچائیں یا ام معبد کو یا ابوداود کے اس راوی کو جھوٹا کہیں کیا کریں بتائیں؟

July 22 at 8:02am

جناب آگے آپکی مزید تسلی کے لئے کچھ اقوال پیش خدمت ہیں کہ حدیث پر حکم لگانا اسناد پر حکم لگانے کے برابر اور یوں راویان کی توثیق کے مترادف ہے

1، زبیر علی زئی فرماتے ہے:

تصحیح الحدیث توثیق لرواتہ۔

ترجمہ: حدیث کو صحیح کہنا اس کے (سند میں) راویان کی توثیق کے مترادف ہے۔۔۔
(اس کی ذیل میں ترمذی کی مثال بھی حافظ زبیر علی زئی لاتے ہیں)

انوار الصحیفہ ص ۷ طبع پاکستان

https://ia902509.us.archive.org/…/Anwarul-Saheefa(Zubar…

2، شیخ تقی الدین کا قول جیسا کہ زیلعی حنفی نے نقل کیا یوں ایک حنفی عالم سے بھی تصدیق مل گئی

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ فِي الْإِمَامِ: وَمِنْ العجب كون الْقَطَّانِ لَمْ يَكْتَفِ بِتَصْحِيحِ التِّرْمِذِيِّ فِي مَعْرِفَةِ حَالِ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، مَعَ تَفَرُّدِهِ بِالْحَدِيثِ، وَهُوَ قَدْ تقل كَلَامَهُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ أَنْ يَقُولَ: هُوَ ثِقَةٌ، أَوْ يُصَحَّحَ لَهُ حَدِيثٌ انْفَرَدَ بِهِ

شخ تقی الدین فرماتے ہے کہ کتنی عجیب بات کہ حافظ قطان کو ترمذی کی تصحیح کافی نہیں رہی عمرو بن بجدان کے حوالے سے اگرچہ وہ متفرد تھا روایت حدیث میں، اگرچہ ترمذی نے حسن صحیح کہا اس کی روایت کو۔ بھلا کیا فرق ہے کہ اگر ثقہ کہا جائے یا منفرد حدیث کو صحیح کہا جائے۔

نصب الرایہ جلد ۱ ص ۲۲۰ طبع دار الحدیث۔
http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php…

3، شمس الدین ذھبی بھی اس قاعدہ کی موافقت کرتے ہے اور جب حافظ ابن قطان کا یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ ایک راوی کی عدالت ساقط ہے تو جواب دیتے ہیں:

وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزك وغيرهما فذلك توثيق له.

اس راوی کی حدیث کو ابن منذر اور ابن حزک اور دیگر نے صحیح کہا جو اس کے ثقہ ہونے پر دال ہے

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ۱ ص ۲۵، طبع جده
http://shamela.ws/browse.php/book-2171#page-23

4، اب ہم حافظ ابن حجر کی امثال تھوڑی زیادہ نقل کریں کہ وجہ یہ ہے کہ حافظ کی تحسین روایت پر کافی شکوک کئے جارہے ہیں اور یہ کہا جارہا ہے کہ حسن لغیرہ کے قبیل میں نہ ہو تو ہم کہتے کہ حافظ جی آپ خود اپنا قاعدہ متشرح کیجئے

حافظ فرمائیں گے میاں میری کتاب تہذیب التہذیب اٹھاؤ اور دیکھو

عبیداللہ بن مغیرہ کے ترجمہ میں فرماتے ہے:
أخرجه الضياء في المختارة ومقتضاه أن يكون عبيدالله عنده ثقة
ضیاء نے مختارہ میں اس سے حدیث کا اخراج کیا اور یہ متقاضی کہ عبیداللہ ان کے

نزدیک ثقہ ہو

حوالہ: تہذیب التہذیب، جلد ۷، ص ٤٥ طبع دار الفکر

عبداللہ بن عتبہ کے بارے میں حافظ کہتے ہے

أخرج ابن خزيمة حديثه في صحيحه فهو ثقة عنده
ابن خزیمہ نے اس سے حدیث اپنی صحیح میں لی جو اس کے ثقہ ہونے پر دال ہے

حوالہ: تہذیب التہذیب جلد ٥، ص ٢٧٢ طبع دار الفکر

پھر حافظ صاحب نے فرمایا میاں یوں مت جاؤ کچھ اور بھی انمول تحفے لے جاؤ تاکہ لوگ میری طرف غلط انتساب نہ کریں

July 22 at 8:10am

حافظ ابن حجر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہے (اس میں ترمذی والے اعتراض کا بھی جواب ہے)

وقال الترمذي حسن غريب وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف
ترمذی نے (راوی کی حدیث کو) حسن غریب کہا اور یہ متقاضی ہے کہ یہ راوی ترمذی کے نزدیک صادق لہجتہ معروف ہو۔

تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، جلد ١، ص ٧٥١ طبع بیروت

http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

ابن قطان (جو ذھبی نقل کرتے ہیں بحوالہ نصب الرایہ)

وفي تصحيح الترمذي إياه توثيقها

(ابن قطان فرماتے ہے) ترمذی کا اس کی روایت کو صحیح کہنا اس کی توثیق پر دال ہے

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٤، طبع جده

http://shamela.ws/browse.php/book-2171/page-22

6۔ ابن ملقن فرماتے ہیں:

وَقَالَ غَيره: فِيهِ جَهَالَة، مَا رَوَى عَنهُ سُوَى ابْن خُنَيْس. وَجزم بِهَذَا الذَّهَبِيّ فِي «الْمُغنِي» فَقَالَ: لَا يعرف لَكِن صحّح الْحَاكِم حَدِيثه - كَمَا تَرَى - وَكَذَا ابْن حبَان، وَهُوَ مُؤذن بمعرفته وثقته."

"اور دوسروں نے کہا کہ اس میں جہالت ہے کیونکہ ابن خنیس کے علاوہ کوئی بھی اس سے روایت نہیں کرتا، اور ذھبی نے تو جزم کے ساتھ یہ بات المغنی میں کہی ہے کہ: وہ

معروف نہیں ہے لیکن - جیسا کہ آپ نے دیکھا - الحاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے، اور اسی طرح ابن حبان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، اور وہ اپنی معرفت اور ثقابت کی وجہ سے پکارا جاتا ہے۔

البدر المنير، جز ٤، ص ٣٦٩، طبع رياض

http://shamela.ws/browse.php/book-5922#page-2093

7، ترکمانی حنفی فرماتے ہیں:

وقد صحح الترمذي لابن عياش عدة احاديث من روايته عن اهل بلده

ابن عیاش پر جراح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہے ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو اس کی توثیق پر دال ہے) جو اس نے اپنے شہر والوں سے کی ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد ٩، ص٣٢٥ طبع دار الفكر

8، ابن ہمام الحنفی کے بقول:

تحسين الترمذي الحديث فرع معرفته حاله وعينه

ترمذی کی (راوی کی روایت کو) تحسین کرنا اس بات کے بعد ممکن ہے کہ وہ راوی ترمذی کے ہاں معروف ہو اور مورد ایقان۔

حوالہ: فتح القدير، جلد ٢ ص ٤٢٩ طبع دار الفكر۔

9، عینی حنفی کے بقول:

وقال ابن حزم: مجهول. قلت: ليس كذلك، فإن ابن حبان ذكره فى الثقات، وصحح الحاكم حديث

ابن حزم کا راوی کو مجہول کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا اور حاکم نے اس راوی کی حدیث کو صحیح کہا (جو بدلالت التزامی اس کی توثیق پر دال ہے)

مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار، جلد ١، ص ٦٩، طبع بيروت

10، مغلطائی الحنفی اپنی شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہے:

حديث إسناده حسن؛ للاختلاف في حال كثير؛ فإنه ممن صحح له الترمذي

یہ روایت حسن ہے کیونکہ کثیر نامی راوی پر کافی اختلاف ہے (جرح و تعدیل کے اعتبار سے) لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو دلیل تحسین بنی سیاق کی دلیل سے)

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام، جلد ١، ٣٠٩، باب ما جاء في إسباغ

الوضوءِ

لہذا ہم نے دس حوالوں سے ثابت کردیا کہ جب بھی کسی روایت کی تصحیح یا تحسین ہوگی تو اس کے ذیل میں راویان کی توثیق و تحسین تصور کیا جائے گا اور حوالے جات تو کافی تھے لیکن ابھی کے لئے اتنا ہی۔

لہذا اب ابوداود، ترمذی اور ابن حجر کی تحسین سے حسن لغیرہ کا باطل استدلال مت کیجئے گا۔
http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

July 22 at 8:11am

یہ ترمذی کی تحسین پر جرح کا جواب ہے۔ملاحظہ ہوں۔

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ فِي الْإِمَامِ: وَمِنْ العجب كون الْقَطَّانِ لَمْ يَكْتَفِ بِتَصْحِيحِ التِّرْمِذِيّ فِي مَعْرِفَةِ حَالِ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، مَعَ تَفَرُّدِهِ بِالْحَدِيثِ، وَهُوَ قَدْ نقل كَلَامَهُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ أَنْ يَقُولَ: هُوَ ثِقَةٌ، أَوْ يُصَحَّحَ لَهُ حَدِيثٌ انْفَرَدَ بِهِ

شخ تقی الدین فرماتے ہے کہ کتنی عجیب بات کہ حافظ قطان کو ترمذی کی تصحیح کافی نہیں رہی عمرو بن بجدان کے حوالے سے اگرچہ وہ متفرد تھا روایت حدیث میں، اگرچہ ترمذی نے حسن صحیح کہا اس کی روایت کو۔ بھلا کیا فرق ہے کہ اگر ثقہ کہا جائے یا منفرد حدیث کو صحیح کہا جائے۔

نصب الرایہ جلد ١ ص ٢٢٠ طبع دار الحدیث۔
http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php...

حافظ ابن حجر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں

وقال الترمذي حسن غريب وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف
ترمذی نے (راوی کی حدیث کو) حسن غریب کہا اور یہ متقاضی ہے کہ یہ راوی ترمذی کے نزدیک صادق لهجتہ معروف ہو۔

تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، جلد ١، ص ٧٥١ طبع بیروت

http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

ابن قطان (جو ذھبی نقل کرتے ہیں بحوالہ نصب الرایہ)

وفي تصحيح الترمذي إياه توثيقها

(ابن قطان فرماتے ہے) ترمذی کا اس کی روایت کو صحیح کہنا اس کی توثیق پر دال ہے

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٤، طبع جده

http://shamela.ws/browse.php/book-2171/page-22

ترکمانی حنفی فرماتے ہیں:

وقد صحح الترمذي لابن عياش عدة احاديث من روايته عن اهل بلده

ابن عیاش پر جراح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہے ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو اس کی توثیق پر دال ہے) جو اس نے اپنے شہر والوں سے کی ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد ۹، ص۳۲۵ طبع دار الفكر

ابن ہمام الحنفی کے بقول:

تحسين الترمذي الحديث فرع معرفته حاله وعينه

ترمذی کی (راوی کی روایت کو) تحسین کرنا اس بات کے بعد ممکن ہے کہ وہ راوی ترمذی کے ہاں معروف ہو اور مورد ایقان۔

حوالہ: فتح القدير، جلد ۲ ص ٤۲۹ طبع دار الفكر۔

مغلطائی الحنفی اپنی شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہے:

حديث إسناده حسن؛ للاختلاف في حال كثير؛ فإنه ممن صحح له الترمذي

یہ روایت حسن ہے کیونکہ کثیر نامی راوی پر کافی اختلاف ہے (جرح و تعدیل کے اعتبار سے) لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو دلیل تحسین بنی سیاق کی دلیل سے)

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام، جلد ۱، ۳۰۹، باب ما جاء في إسباغ الوضوءِ

تو جناب ترمذی کا حدیث پر حکم لگانا قابل اعتماد ہے اسکو متساہل کہہ کر آپ جان نہیں چھڑا سکتے۔ اور ترمذی کی تحسین بھی مورد اعتبار ہے۔
الكتب - نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية- الجزء رقم1
http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?bk_no=9&ID=1&idfrom=1&idto=317&bookid=9&startno=55

July 22 at 8:13am

اب آتے ہیں جناب کے پہلے کی کمنٹ کی طرف جس میں جناب نے عطیہ پر تدلیس کی جرح کا نیا حوالہ دیا۔

تو جناب اس پر بحث سے پہلے میں دو باتیں کہنا چاہونگا۔

۱۔آپکے علماء کے نزدیک تدلیس کوئی جرح ہی نہیں کہ جس سے راوی ضعیف ہو۔
ملاحظہ ہوں تجلیات صفدر جلد ۲ صفحہ ٦٦۔

۲۔تدلیس قرون الثلثہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی۔

التدلیس والارسال فی القرون الثلثہ لا یضرنا۔
اعلاء السنن ج ۱ صفحہ ٤٣٦ المحدث الناقد علامہ ظفر تھانوی۔

(دونوں کے اسکین دئے گئے ہیں ملاحظہ کر لیں)

تو جناب اب بات یہ ہے کہ آپ تدلیس ثابت بھی کریں تب بھی آپکو کچھ فائدہ نہیں۔

اور اگلی بات یہ کہ تدلیس کی جرح فقط محمد بن سائب الکلبی سے منقول ہے اور اسکا مقام آپکے رجال میں کیا ہے وہ بھی بتا دیں

July 22 at 8:15am

تجلیات صفدر جلد۲ — 66 — جرح وتعدیل

کہ وہ عادل نہیں ہے فاسق ہے یا یہ کہ اس کا حافظہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے امام نسفیؒ فرماتے ہیں: ''اور ہمارے یہاں ائمہ حدیث کا طعن مبہم راوی کو مجروح نہیں کرتا (مثلاً اس طور پر کہے کہ یہ حدیث مجروح ہے یا یہ منکر ہے یا ان جیسے دوسرے لفظوں سے کہے لہٰذا اس حدیث پر عمل کیا جائے گا) مگر جب اس طعن کی تفسیر اس طرح کی جائے جو بالاتفاق جرح ہو (یعنی اس میں کوئی اختلاف کرنے والا نہیں ہے۔ اس طور پر کہ بعض کے نزدیک جرح ہو اور بعض کے نزدیک جرح نہ ہو) اور وہ ایسے شخص سے صادر ہو جو دین کی خیر خواہی میں مشغول ہو اور متعصب نہ ہو۔ چنانچہ ان امور ذیل سے طعن قبول نہ کیا جائے گا تدلیس سے، تلبیس سے، ارسال سے، چوپایہ دوڑانے سے، مزاح کرنے سے، کمسن ہونے سے، روایت کرنے کے عادی نہ ہونے سے اور مسائل فقہ کو کثرت سے بیان کرنے سے'' (ص ۲۷۶) یعنی ان وجوہات سے راوی یا حدیث ضعیف نہ ہوگی۔

اقسام رواۃ:

جس طرح پانی دو قسم پر ہے قلیل اور کثیر۔ قلیل پانی جو ایک بالٹی میں ہو وہ ایک قطرہ پیشاب گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے مگر کثیر پانی مثلاً دریا یا سمندر میں دس بالٹیاں بھی پیشاب کی ڈال دو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح راوی دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی امامت اور عدالت امت میں مسلّم ہے ان کی مثال سمندر کی سی ہے، ایسے راوی جرح مفسر سے بھی مجروح نہیں ہوتے کیونکہ ان کی شہرت کے مقابلہ میں یہ جرح شاذ ہے جیسے امام بخاری کو ان کے اساتذہ امام ابوزرعہ اور ابوحاتم نے متروک قرار دیا مگر ان کی مسلّمہ امامت کی وجہ سے جمہور نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اگرچہ مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے امام بخاری کی سند سے کوئی حدیث نہیں لی۔ دوسرے عام راوی ہیں ان کی مثال قلیل پانی کی ہے ان پر کوئی ایسا فسق ثابت کر دیا جائے جس کا گناہ ہونا امت میں متفق علیہ ہو تو اس کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے گا یا یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ وہ حدیث یاد نہیں رکھ

اعلاء السنن کا حوالہ۔

July 22 at 8:17am

جناب آپ نے کہا کہ ہمارے پاس دلائل ختم ہو چکے ہیں؟ حضرت ابھی تو اتنے دلائل ہیں جتنی آپکی سوچ ہے آپکو ایسے دلائل بھی دینگے اور کچھ دئے بھی جا چکے ہیں جو آپکے وہم و گمان میں بھی نہیں۔

تو لیں جناب ہم دو توثیقات اور نقل کئے دیتے ہیں۔

امام ابن شاہین تاریخ اسماء الثقات میں عطیہ کو صفحہ ٢٤٧ پر نقل کرتے ہیں۔

اور امام عجلی معرفۃ الثقات ج٢ ص ١٢٥٣ پر عطیہ کو نقل کرتے ہیں

July 22 at 8:18am

جناب یہاں میرا جواب ختم ہوا۔امید ہے آپ ان دلائل کا اچھی طرح جواب دینگے۔ :)

July 22 at 8:20am

وہابی مناظر ارمان علی

قسور عباس جواب میں تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں..
میں اپنے جوابات کا آغاز کرتا ہوں...

آپ نے کہا:

("تو جناب آپ نے ابن معین پر بحث کرتے ہوئے فقط صالح لفظ کو ہی کیوں نقل کیا؟ اور ابن طمھان سے آپ نے جو ایک اور روایت نقل کی مجھے اس سے کیا سروکار؟ میں ابن حجر کی کتاب سے ابن طمھان کی روایت سے عطیہ کے لئے لا باس بہ کی اصطلاح پیش کی تھی نہ کہ صالح کی۔لہذا ذرا غور کریں میرے دلائل پر۔اور یہ اصطلاح توثیق کی ہے")۔

جناب یہ دلیل ہم نے اس لئے دی تھی کہ آپ 'صالح 'لفظ سے توثیق ثابت کرنے سے مکمل توبہ کر لیں۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے توبہ کر لی ہے۔اب جہاں تک لا باس بہ کے الفاظ ہیں، تو وہ آپ کی پسندیدہ ترین روایۃ الدوری سے نہیں، جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا (اسی کو فوقیت ہے)۔

اب آپ نے جو الفاظ عطیہ کے بارے میں پیش کئے ہیں، وہ یہ ہیں کہ ابن معین سے عطیہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے یہ الفاظ روایۃ ابن طہمان میں ہیں، میں نے اس کے جواب میں ابن معین نے کہا کہ لیس بہ باس۔ پوچھا گیا، کیا اس سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا، لیس بہ باس۔

اب آپ کہہ رہے ہیں کہ قاعدہ جلیلہ یہ ہے کہ ایک جگہ عطیہ کی توثیق کی گئی ہے، اور دوسری جگہ کسی اور راوی کی بنسبت عطیہ کی تضعیف کی گئی ہے، یعنی عطیہ پھر بھی ثقہ ہے۔ لیکن یہاں پر صورتحال یہ ہے کہ ایک جگہ پر عطیہ کے بارےمیں ابن معین نے کہا کہ عطیہ میں کوئی برائی نہیں۔ یعنی لیس بہ باس کہا۔ پھر اس کے متعلق جب پوچھا گیا کہ وہ حجت ہے، تو آپ نے دوبارہ یہی لیس بہ باس کے الفاظ کہے۔ جبکہ میں نے جو روایت ابن ابی مریم کی پیش کی ہے، اس کے مطابق ابن معین نے عطیہ کے متعلق واضح طور پر کہہ دیا کہ عطیہ ضعیف ہے سوائے اس کے کہ اس کی حدیث کو لکھا جائے گا۔

یعنی یہاں پر "إلا أنه يكتب حديثه" کے الفاظ ہیں، جو عطیہ کی توثیق کا ایک نیا پہلو دکھا رہے ہیں کہ اس کی حدیث کو صرف لکھا جائے گا، اور اس سے واضح ہے کہ عطیہ کی حدیث سے احتجاج نہ کرنا مراد ہے۔لہٰذا آپ جس قاعدہ جلیلہ کی بات کر رہے ہیں، اس کے مطابق بھی یہاں پر عطیہ کی روایت سے ابن معین کے مطابق احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا قاعدہ جلیلہ کی تفصیل یہ ہوئی کہ عطیہ لیس بہ باس ہے، لیکن اس کی حدیث کو صرف لکھا جائے گا، اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکے گا۔

اب اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں، تو آپ کو "إلا أنه يكتب حديثه" کی تشریح کرنی ہوگی۔ وگرنہ آپ کا قاعدہ جلیلہ سے استدلال باطل ہوگا۔

بہرحال ہم نے دو چیزیں یہاں پر واضح کر دیں۔ اولاً یہ کہ عطیہ کو ظاہراً کسی دوسرے ثقہ راوی کے مقابل ضعیف قرار نہیں دیا گیا، ثانیاً اگر عطیہ کی تعدیل بھی مان لی جائے تو "الا انہ یکتب حدیثہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعدیل کی حیثیت محض اتنی ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ ان دونوں اقوال کی تطبیق آپ قاعدہ جلیلہ کے مطابق ایسے نہیں کر سکتے کہ عطیہ کو ثقہ بھی مان لیں، اور اس کی حدیث کو حجت بھی مان لیں۔ "الا انہ یکتب حدیثہ" کے الفاظ سے اس مفہوم کی قطعی نفی ہوتی ہے

14 hours ago

بات کو مزید آگے بڑھاتے ہیں، اب اگر آپ ابن معین کے دونوں اقوال میں تعارض کو تسلیم کرتے ہیں، اور ان دونوں کی تطبیق قاعدہ جلیلہ کے مطابق کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں، اور بلاشبہ صورتحال ایسی ہی ہے، تو اب بات یہ ہوگی کہ جب ابن معین کے اقوال میں ہی تعارض آ جائے تو ایسی صورت میں کیا قاعدہ ہوگا؟

اس کا قاعدہ ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ

اختلفت الرواية عن يحيى بن معين في مبارك بن فضالة والربيع بن صبيح واولاهما ان يكون مقبولا [منهما - 1] محفوظا عن يحيى ما وافق احمد وسائر نظرائه

یحیی بن معین سے مبارک بن فضالہ اور ربیع بن صبیح کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں، اور ان میں سے افضل روایت وہی ہے جو کہ یحیی بن معین سے مقبول اور محفوظ طریقے سے یحیی بن معین سے نقل ہوئی ہو، جس کی موافقت امام احمد اور ایسے ہی مقام والے ائمہ کریں۔

الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ج 8 ص 339

شریف حاتم بن عارف العونی اپنی کتاب "المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس" میں فرماتے ہیں:

وھذہ القاعدۃ لما اختلفت فیہ اقوال الناقد الواحد قاعدۃ حسنۃ مھمۃ

اور یہ ہی قاعدہ ہے جب ایک ہی ناقد کے اقوال میں اختلاف آ جائے، اور یہ قاعدہ بہت عمدہ اور اہم ہے۔

المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس، ص 354

اسی طرح کی بات ابن شاہین نے بھی کی ہے، جس سے آپ نے عطیہ کی توثیق لائی ہے، انہی کا بیان ہے کہ

وهذا القول في أبي قتادة يوجب التوقف فيه حتى يتبع شهادة أخرى على أحد القولين، فيعمل بحسب ذلك

ابو قتادہ کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ ایک تیسری شہادت ان دو اقوال میں سے ایک پر آ جائے، تو عمل اسی کے مطابق ہوگا (جس کے متعلق تیسری شہادت آجائے)۔

المختلف فیھم، ص 79

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں،

وهذا الخلاف في عثمان من يحيى وحده يوجب التوقف فيه حتى يعينه عليه آخر، فيكون أحد كلامي يحيى معه والعمل فيه على ذلك

اور عثمان راوی کے متعلق یحیی کے اقوال میں اختلاف آیا ہے، تواس کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے ، یہاں تک کہ ایک دوسرا قول آ جائے اور یحیی کا ایک قول اسی کے موافق ہو تو عمل اسی پر کیا جائے گا۔

المختلف فیھم ص 48

یہ تو قاعدہ ہو گیا اس بارے میں کہ اگر یحیی بن معین کےاپنے اقوال میں تعارض پیدا ہو جائے تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا۔

ابن شاہین نے تو ایک تیسرا قاعدہ بھی پیش کیا ہے، جس کے مطابق اگر امام احمد اور یحیی بن معین کے قول میں اختلاف پیدا ہو جائے ،تو توقف کیا جائے گا۔ پھر اور مقامات پر کہا کہ دیکھا جائے گا کہ دیگر ائمہ کیا کہتے ہیں، پھر اسی کے مطابق فیصلہ دیا جائے گا۔

وهذا الكلام في صالح بن رستم يوجب التوقف لاختلاف أحمد ويحيى فيه، والله أعلم

اور صالح بن رستم کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق امام احمد اور امام یحیی بن معین میں اختلاف ہے، واللہ اعلم۔

المختلف فیھم ص 78

اور پھر یہ قاعدہ کہ اگر دونوں ائمہ کے اقوال تضعیف یا توثیق میں موافق ہو جائیں، تو اسی پر عمل کیا جائے گا جس میں دونوں کا فیصلہ موافق ہو۔

وهذا الخلاف في عطاف يوجب التوقف، وليحيى فيه قولان، وهو عندي إلى قوله: إنه ليس به بأس، أقرب، وقد وافقه على ذلك أحمد بن حنبل

المختلف فيهم ص 49

وهذا الخلاف في سالم، عن أحمد ويحيى يوجب تعديله، لأن أحمد ويحيى في أحد قوليه قد قوياه

المختلف فيهم ص 33

اور آپ نے ابن شاہین کی توثیق نقل کی، تو ابن شاہین نے یحیی کے اس قول "لیس بہ باس" کو نقل کیا ہے۔ اور فرمایا

عَطِيَّة الْعَوْفِيّ لَيْسَ بِهِ بَأْس قَالَه يحيى
عطیہ العوفی لیس بہ باس ہے، یحیی بن معین نے ایسا ہی کہا ہے۔

تاریخ اسماء الثقات، ص 172

جبکہ اوپر میں ابن شاہین کے اپنے اصول پیش کر چکا ہوں، غالبا ابن شاہین کو عطیہ العوفی کے متعلق اور ائمہ کی تضعیف نہیں ملی تھی، ورنہ ایسا نہ کہتے ۔ کیونکہ ان کے اپنے اصول کے تحت عطیہ العوفی ضعیف ثابت ہوتا ہے، اورمیں ان اصولوں کو بیان کر چکا ہوں

12 hrs

پھر آپ نے کہا:

(آگے بات آتی ہے ابوداؤد کی آپ نے حسن اور حسن لغیرہ کو ایک ہی تصور کر کے دوبارہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ جبکہ اگر ایسا ہو تو ہر صحیح یا حسن روایت کو لغیرہ کہہ کر اس سے جان چھڑائی جا سکتی ہے۔)

جب واضح ہو جائے کہ کسی سند کا راوی ایک امام نے نزدیک ضعیف ہے، اس کے باوجود اسامام نے اس روایت کو حسن کہا ہے، تو یہی سمجھنا چاہئے کہ اس امام کے نزدیک یہ روایت حسن لغیرہ ہوگی۔ یہ ایک عام فہم سی بات ہے، اور اس کو سمجھ نہیں آتی جس کو علم حدیث سے زیادہ مناظروں سے شغف ہو۔

اولاً آپ نے امام ابو داؤد کے متعلق جو قول نقل کیا ہے، اس کو محقق علماء نے رد کیا ہے، بہرحال سب سے پہلے تو امام ابو داؤد کے قول کی طرف آتے ہیں جس کی بنیاد پر یہ غلط مفہوم نکالا گیا ہے۔
امام ابو داؤد نے کہا :

(وما فيه وهن شديد بينته، وما لم أذكر فيه شيئًا فهو صالح)

یعنی جس میں شدید وہن یعنی کمزوری تھی، اس کو میں نےبیان کر دیا، اور جس کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا، تو وہ صالح ہے۔انہوں نے اپنے الفاظ میں ان روایات کو صحیح یا حسن نہیں کہا، بلکہ صالح کہا۔

امام سبکی نے امام ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد کے قول کے متعلق کہا

(فإنه بين الضعف الظاهر وسكتعن الضعف المحتمل فما سكت عنه لا يكون حسنا عنده ولابد بل قد يكون مما فيه ضعف)

یعنی انہوں نے واضح ضعف کو بیان کر دیا، اور ایسی روایات پر سکوت اختیار کیا ، جن میں ضعف کا احتمال موجود ہو، پس جس روایت پروہ سکوت اختیار کریں، تو ضروری نہیں کہ وبحسن ہو، بلکہ بعض اوقات ان میں بھی ضعف ہوتا ہے۔

طبقات الشافعية الكبرى ج 2 ص 218

12 hrs

لیکن آپ کے ساتھ مسئلہ یہ ہے ، کہ آپ کو دلیل سے غرض نہیں ، اپنا مطلب نکالنے سے غرض رکھنے کا مرض لاحق ہے، جو کہ لا علاج مرض ہے۔
ثانیاً ہو سکتا ہے کہ امام ابو داؤد کے نزدیک یہ روایت حسن لغیرہ ہو، کیونکہ جس حدیث اس حدیث کی سند کو آپ نے سنن ابو داؤد سے پیش کیا ہے، کی دیگر شواہد موجود ہیں، جن کو شیخ البانی نے نقل کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی نے سنن ابو داؤدکی سند کو عطیہ العوفی کی وجہ سے ضعیف قرار دیااور کہا

(عطية ضعيف ، ولكن يقوي حديثه هنا الطريق الآتية)

اگرچہ عطیہ ضعیف ہے، لیکن اس حدیث کومندرجہ ذیل طرق سے تقویت ملتی ہے۔

("السلسلة الصحيحة ج 1 ص 886 رقم 491 ")

مزید آپ خود پڑھ کر تشفی فرما لیں

12 hrs

اور پھر آپ نے ایک عجیب طرح سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے ام معبد والا قول" سؤالات الآجري "سے نقل کیا اور آپ نے کہا"یعنی ایک صحابیہ نے صحابی عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا عدل کر"۔ اور اس کی وجہ سے آپ چاہتے ہیں کہ آجری نے ابو داؤد سے عطیہ کا

اس سے ہم دستبردار ہو جائیں۔ آپ کی منطق کے کیا کہنے، اور جو ضعف نقل کیا ہے، آپ کے دلائل کے کیا کہنے۔ یعنی آپ کو"سؤالات الآجري" پر کوئی اور جرح نہیں ملی تو آپ نے اسی روایت سے ہی کام چلانے کا سوچا۔ سبحان اللہ، آپ کو بھی دلائل دینے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ آپ کی بات سے میں عطیہ کی تضعیف سے کیا دستبردار ہوں، مجھے تو آپپر ترس آنے لگا ہے کہ اب آپ ایسے ایسے دلائل دے کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال ، آپ نے میرا موڈ بہت خوشگوار کر دیاہے۔ اس وجہ سے میں کم از کم اس دلیل پر کوئی نقد نہیں کروں گا۔ اس دلیل کو میں تادیر یاد رکھوں گا

13 hrs

نے اپنی اگلی دلیل یوں دی،

(حدیث پر حکم لگانا اسناد پر حکم لگانے کے برابر اور یوں راویان کی توثیق کے مترادف ہے)

اور آپ کامطلب یہ تھا کہ امام ابو داؤد نے جو سکوت اختیار کیا ہے، اس کی بنا پر یہ سمجھا جائے کہ عطیہ ان کے نزدیک ثقہ یا حسن الحدیث ہے۔

یہاں پر آپ نے صریح تدلیس سے کام لیا۔ آپنے چار حوالے دیئے۔ میں پہلے دو سے ہی آپ کی تدلیس واضح کرتا ہوں۔ آپ نے شیخ زبیر علی زئی کی کتاب کا حوالہ دیا اور کہا

"زبیر علیزئی فرماتے ہےتصحیح الحدیث توثیق لرواتہ"

آپ نے پوری عبارت نقل کیوں نہیں کی ؟ کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی تدلیس واضح ہو جائے گی۔ اب پڑھ لیں۔ میں نقل کرتا ہوں۔

(تصحيح الحديث وتحسينه توثيق لرواته فيما انفردوا فيه الا ما خصص بالدليل)

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ

(حدیث کی تصحیح یا تحسین سے اس کے تمام ان راویوں کی توثیق سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، لیکن اس صورت میں نہیں جب ان کے متعلق کوئی خاص دلیل موجودہوں۔)

معلوم ہوا کہ توثیق صرف ان راویوں کی سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، یعنی اگر اس حدیث کے تمام طرق میں وہی راوی ہوں، تو ان کی توثیق سمجھی جائے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص دلیل سے ان راویوں کے بارے میں الگ سے حکم مل جائے، توایسی صورت میں ان راویوں کی توثیق ثابت نہیں ہوگی

13 hrs ·

اب یہاں پر امام ابو داؤد نے واضح طور پر عطیہ کی تضعیف کی ہے، اور پھر اس روایت کی سند میں عطیہ العوفی منفرد بھی نہیں ہے، بلکہ اس کی کئی اسناد میں عطیہ کا نام و

نشان بھی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نے جو دلیل دی، وہ یہاں پر لاگو ہی نہیں ہوتی۔اور آپ نے امام زیلعی کا جو قول نقل کیا ہے، اس میں بھی یہی بات ہے۔ چنانچہ انہوں نےفرمایا جس کو آپ نے نقل کیا کہ

(وَأَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ أَنْ يَقُولَ: هُوَ ثِقَةٌ، أَوْ يُصَحِّحَ لَهُ حَدِيثٌ انْفَرَدَ بِهِ)

یعنی اس میں کیا فرق ہے کہ یہ کہا جائے کہفلاں راوی ثقہ ہے، یا پھر ایسی حدیث کی تصحیح کی جائے جس میں وہ منفرد ہو۔اب آپ بتائیں، کیا آپ نے جو سنن ابو داؤد کی روایت پیش کی ہے، اس میں عطیہ العوفی منفرد ہے؟ اس کا جواب آپ دیں، فیصلہ ہو جائے گا

13 hrs ·

اور یہی جواب ابن حجر کے متعلق بھی ہے، جن کے متعلق آپ نے کہا تھا ،

(اب آپکو ابن حجر ہی سے دکھاتا ہوں کہ انکے نزدیک بھی عطیہ حسن الحدیث ہے)

حالانکہ انہوں نےفقط روایت کو حسن کہا تھا، جس کی سند میں عطیہ موجود تھا۔ یعنی ایک تو اس روایت کی بعض شواہد ہیں، لہٰذا ضروری نہیں کہ ابن حجر نے عطیہ العوفی کی سند کو ہی حسن قرار دیا ہو، اور اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتب میں بارہا عطیہ العوفی کو ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک عطیہ کاحسن الحدیث ہونا آپ کا خیالی پلاؤ ہی ہو سکتا ہے۔ دیکھئے ، ابن حجر فرماتے ہیں

(وفي سنده عطية وهو ضعيف ۔۔۔ فتح الباری ج 11 ص 412)

(أخرجه الدارقطني عن طريق عطية وهو ضعيف۔۔۔ فتح الباری ج 12 ص 5)

(قلت والعوفي ضعيف۔۔۔ فتح الباری ج 12 ص 30)

(وعطية ضعيف۔۔۔ فتح الباری ج 13 ص 102)

یہ تو فتح الباری سے عطیہ کا ضعف ثابت ہو چکا، لیکن آپ نے ابن حجر کی جس کتاب "نتائج الافکار" سے عطیہ کو حسن الحدیث ثابت کرنے کی کوشش کی، میں اس سے بھی عطیہ کی تضعیف پیش کردیتا ہوں تاکہ آپ کو دوبارہ کوئی اس شک میں نہ ڈالے کہ ابن حجر نے بعد میں عطیہ کے بارے میں موقف بدل دیا تھا۔

دیکھئے، نتائج الافکار میں ابن حجر فرماتے ہیں

(وعطية أيضاً ضعيف۔۔۔ نتائج الافکار ج 1 ص 265)

(وقد أخرجه الطبراني في الأوسط من وجه آخر عن أبي سعيد مرفوعاً، لكنه من رواية عطية بن سعد العوفي، وهو ضعيف۔۔۔ نتائج الافکار ج 3 ص 254)

معلوم ہوا کہ امام ابو داؤد اور حافظ ابن حجر کے نزدیک عطیہ العوفی کی توثیق ہرگز ثابت نہیں

13 hrs

رہی امام ترمذی کی بات، تو گزارش یہ ہے کہ ان کا اپنا بیان یہ ہے کہ ان کے نزدیک حسن حدیث سے مراد ایسی حدیث ہے ،

(لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب)

یعنی جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو۔ لہٰذا ایک اور مقام پر انہوں نے ابن لہیہ کی روایت کو حسن کہا ، اور فرمایا

(هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ)

یعنی یہ حدیث حسن غریب ہے، اور ہم اس حدیث کو صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ حالانکہ امام ترمذی کے نزدیک ابن لہیعہ کی روایات قابل حجت نہیں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

(وكذلك من تكلم من أهل العلم في مجالد بن سعيد، وعبد الله بن لهيعة وغيرهما، إنما تكلموا فيهم من قبل حفظهم وكثرة خطئهم. وقد روى عنهم غير واحد من الائمة، فإذا تفرد أحد من هؤلاء بحديث. ولم يتابع عليه لم يحتج به)

یعنی کئی حضرات نے مجالد بن سعید اور ابن لہیعہ پر سوء حفظ اور کثرت خطاء کی وجہ سے اعتراض کیا، لیکن کئی ائمہ ان سے احادیث نقل کرتےہیں۔ پس جب ان میں سے کوئی حدیث میں منفرد ہو، اور اس کا کوئی متابع نہ ہو، تو اسکی روایات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

جامع الترمذی ج 2 ، ص 808

یہاں سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی راوی کثرت سے خطا کرتا ہو، تو اس کی وہ روایات قابل احتجاج نہیں ، جن میں وہ منفرد ہو۔یہی اصول عطیہ العوفی پر لاگو کریں تو اس کی حدیث بھی ناقابل استدلال ٹھرے گی

12 hrs

بھرحال ہم امام ترمذی کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ ان کا شمار متساہلین میں ہوتا ہے۔ لہٰذا چونکہ ابن لہیہ کی حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا، اورپھر بیان کر دیا کہ وہ کثرتِ خطا کے سبب ناقابل احتجاج ہے، لہٰذا آپ کا پیارا عطیہ العوفی بھی کثرتِ خطا کی جرح کھا چکا ہے، پس امام ترمذی کے اصول کے تحت اس کی روایت بھی ناقابل احتجاج ہے۔ اب آپ امام ترمذی کی تحسین سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو ان کا یہ اصول بھی مانیں۔ ہم نے یہ ثابت کردیا کہ امام ترمذی کے اپنے مطابق اگروہ کسی حدیث کو حسن

غریب کہہ بھی دیں، لیکن اس کی روایت میں کثیر الخطاء راوی ہو، تو وہ حدیث قابل استدلال نہیں۔اس کے علاوہ ذہن نشین رہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ابن لہیعہ ضعیف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں

(وَابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ)

یعنی ابن لہیعہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

(هَذَا حَدِيثٌ لاَ يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ، وَإِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيعَةَ، وَالمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، وَالمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ، وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الحَدِيثِ)

یعنی اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ ابن لہیعہ ،مثنی بن صباح اور وہ عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہٰں۔ اور ابن لہیعہ اور مثنی دونوں حدیث میں ضعیف ہیں۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 587)

پس ان کے نزدیک ابن لہیعہ ضعیف ہے، اس کے باوجود اس کی حدیث کو حسن غریب کہا۔ معلوم ہواکہ جس روایت کو امام ترمذی حسن غریب کہیں ، اس کا راوی ان کے مطابق ضعیف بھی ہو سکتا ہے۔

س کے علاوہ امام ترمذی کا شمار متساہلین میں ہوتا ہے، لیکن اس پر بات تب ہوگی جب آپ اس کا انکار کریں گے

13 hrs

اور جہاں تک آپ کی یہ بات رہی کہ

(آپکے علماء کے نزدیک تدلیس کوئی جرح ہی نہیں کہ جس سے راوی ضعیف ہو۔ملاحظہ ہوں تجلیات صفدر ۔۔۔تدلیس قرون الثلثہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی.التدلیس والارسال فی القرونالثلثہ لا یضرنا۔اعلاء السنن ج ١ صفحہ ٤٣٦)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ظفر احمد عثمانی نے کہا ہے کہ

(والمرسل حجۃ عندنا اذا کان المرسل ثقۃ من اھل القرون الفاضلۃ کما مر فی المقدمہ)

مرسل ہمارے نزدیک تب حجت ہے جب وہ ثقہ ہو، اور اس کا شمار قرون ثلاثہوفاضلہ میں ہوتا ہو، جیسا کہ مقدمہ میں گزر چکاہے

(۔ اعلاء السنن ، ج 11، ص 487)

لہٰذا آپ پہلے عطیہ العوفی کو ثقہ کو ثابت کریں۔ پھر ہم اس پر مزید بات کریں

13 hrs

آپ نے کہا:

جناب آپ نے کہا کہ ہمارے پاس دلائل ختم ہو چکے ہیں؟ حضرت ابھی تو اتنے دلائل ہیں (جتنی آپکی سوچ ہے آپکو ایسے دلائل بھی دینگے اور کچھ دئے بھی جا چکے ہیں جو آپکے وہم و گمان میں بھی نہیں۔تو لیں جناب ہم دو توثیقات اور نقل کئے دیتے ہیں۔امام ابن شاہین تاریخ اسماء الثقات میں عطیہ کو صفحہ ٢٤٧ پر نقل کرتے ہیں۔اور امام عجلی (معرفة الثقات ج٢ ص ١٢٥٣ پر عطیہ کو نقلکرتے ہیں۔

ابن شاہین کے حوالے سے ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں ، اور رہے امام عجلی، تو ان کا شمار متساہلین میں ہوتاہے، اور اس کے لئے کسی عالم کے قول کی بجائے ایک محقق کی تحقیق پر مبنی چارٹ ہی پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں، جو عجلی کا تساہل بخوبی واضح کرتا ہے۔ لہٰذا امام عجلی کی توثیق اپنے پاس ہی رکھ لیں

13 hrs

علاوہ ازیں عجلی نے عطیہ العوفی کے متعلق کہا ہے

(عَطِيَّة الْعَوْفِيّ كوفى تَابِعِيّ ثِقَة وَلَيْسَ بِالْقَوِيّ)

یعنی عطیہ العوفی تابعی ثقہ ہے، لیکن اتنا قوی نہیں ہے۔

(الثقات للعجلی ج 2 ص 140)

پس ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ عجلی کے نزدیک عطیہ العوفی جھوٹا نہیں ہے، لیکن اس کی روایات قابل استدلال نہیں ہیں، ورنہ عجلی عطیہ عوفی کے متعلق "لیس بالقوی" ہرگز نہ فرماتے

9 hrs

اور آخری بات...
جرح مفسر کی ضرورت کب ہوتی ہے۔
اس کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں

(ومن ثبت عدالتهوعرف بالصدق في روايته فطعن فيه بعضهم~لم يقدح ذلك فيه حتى يذكر من حاله ما يوجب الجرح ، فإذا ثبت جرحه سقطت عدالته)

یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے، اور وہ صدق سے مشہور ہو جائے، پھر اس پر کوئی اعتراض کرے، تو اس سے اس کے بارے میں کوئی کمی نہیں آتی، یہاں تک کہ جرح کرنے والا حال بیان کر دے، جس سے جرح لازم آتی ہے، پس جب جرح ثابت ہو جائے گی، تو عدالت ساقط ہو جائے گی۔

(القراءۃ خلف الإمام، ج1 ص 441)

پس معلوم ہوا، کہ جرح مفسر تب درکار ہوتی ہے، جب ایک راوی کی عدالت ثابت ہو جائے۔ ایک راوی کی عدالت ثابت ہی نہیں، اس پر جرح مفسر مانگنا ہی غلط ہے۔ لیکن اس کے باوجود عطیہ العوفی پر جرح مفسر بھی ثابت ہے۔ لہٰذا عطیہ العوفی ضعیف راوی ہے۔ اسی پر اجماع ہے۔

ختم

13 hrs

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب جہاں آپ ابن معین پر اتنی طبع آزمائی کر رہے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ آپ نے ابن معین کے قول لا باس بہ کا مطلب اس میں کوئی برائی نہیں ہم بھی یہ جانتے ہیں. لیکن اس اصطلاح کا مطلب توثیق نہیں؟
میں جناب کو متعدد کتب کے حوالہ جات اور کچھ کے اسکین دیتا ہوں کہ ابن معین کی لا باس بہ سے مراد توثیق ہے۔

١۔اخبار المکین ص ٣١٥ احمد بن ذھین۔
٢۔الکفایہ ص ٢٢ خطیب البغدادی۔
٣۔تاریخ اسماء الثقات ص ٣٧٠ ابن شاہین۔
٤۔تحریر تقریب ج١ص٤١ شعیب ارنووط
٥۔مقالات ج٣ ص ٣٢٨ زبیر علی زئی۔
٦۔علوم الحدیث ابن الصلاح ص ١٢٤ امام شہرزوری۔
٧۔لسان المیزان ج١ ص ١٣۔
٨۔دراسات نقدیہ ص ١٥٠ شیخ عبدالسلام۔

لہذا اب اس چیز کو یاد رکھئے گا اور قاعدہ جلیلہ کو بھی. ضدبازی اپنی ہی کتب پر اچھی نہیں لگتی جناب۔

آپکو اتنی بار جواب دیا جا چکا ہے لیکن آپکی ضد وہیں ہے۔ ابن معین نے اسے ضعیف بھی

کہا لیکن ضعیف کہنا جرح مفسر کہاں سے ہوا؟ جبکہ انہیں سے توثیق بھی ثابت ہے۔

اور جناب آپ نے پہلے الا انہ یکتب حدیثہ کو تضعیف شمار کیا تھا مظاہری کی کتاب سے لیکن اب آپ اسکو توثیق کہہ رہے ہیں۔ میں نے آپکو پہلے بھی کہا تھا کے اپنے حواریوں پر اندھا یقین نہ کریں اور کمنٹس چیک کیا کریں۔ بہرحال آپ نے اس سے توثیق مراد لی اچھا ہوگا۔

باقی جناب قاعدہ جلیلہ ہم نے جو پیش کیا اسکو چھوڑ کر آپ دوسرے قواعد کی طرف جا رہے ہیں؟ کیا ابن حجر، مبارکپوری ، سخاوی اور عبدالحئی آپکے معتمد علماء میں سے نہیں؟ آپ مجھے کہہ رہے تھے کہ میں اپنے مطلب کے لئے یہ کر رہا ہوں وہ کر رہا ہوں اب آپ کیا کر رہے ہیں؟ جناب آپ پر آپکی کتب سے صرف آپکے مطلب کی ہی باتیں حجت نہیں ہیں بلکہ جو قواعد مردود نہیں اور راجح ہیں انکو مانیں۔ مطلب کے مطابق جمع تفریق نہ کریں اور جو ہم نے قاعدہ پیش کیا اسکے انکار کی وجہ بیان کریں یا پھر مان لیں کہ آپ کتب کے تابع نہیں

July 23 at 7:28pm

اوپر والے حوالہ جات میں سے دو کے اسکین ملاحظہ ہوں۔

اخبار المکیین
من کتاب التاریخ الکبیر الابن ابی خیثمہ
صفحہ نمبر 319

عبد اللّٰه بن باباه .

٥٠ • سمعت أحمد بن حنبل يقول : **ابو يحيى الاعرج** اسمه : مِصْدَعٌ مولى معاذ بن عفراء[١] .

فسألت يحيى بن معين ، عن أبي يحيى الأعرج فقال : مكي ليس به بأس اسمه زياد الأعرج[٢] .

وسمعته مرة أخرى يقول : أبو يحيى الأعرج : مصدع مولى معاذ بن عفراء[٣] .

قلت ليحيى بن معين إنك تقول فلان «ليس به بأس» وفلان «ضعيف» قال : إذا قلت «ليس به بأس» / (١٣٠ أ / ب) (فهو ثقة ، فإذا قلت لك هو ضعيف ، فليس هو بثقة لا يكتب حديثه)[٤] .

٢٨٢ ـ قال : نا أيوب بن المتوكل[٥] عن عبد الرحمن بن مهدي قال :

= «التقريب» (١٤٩) «تهذيب التهذيب» (٢/١٦٩) .

(١) أبو يحيى الأعرج المعرقب ، مقبول من الثالثة / م ٤ .
انظر : «الطبقات الكبرى» (٥/٤٧٧) «طبقات خليفة» (١٦٣) «التاريخ الكبير» (٨/٦٥) «الجرح» (٨/٤٢٩) «العقد» (٨/١١٢) «تهذيب التهذيب» (١٠/١٥٧) «التقريب» (٥٣٣) .

(٢) زياد ، أبو يحيى المكي الأعرج ، ويقال الكوفي ، مشهور بكنيته ، ثقة ، من الثالثة / د س .
«التقريب» (٢٢١) «تهذيب التهذيب» (٣/٣٩١) .

(٣) انظر : «التاريخ» لابن معين (٢/٥٦٧) .

(٤) ما بين القوسين غير واضح في الأصل وأثبته كما ورد في «الكفاية» (ص ٦٠) فقد رواه الخطيب بسنده إلى ابن أبي خيثمة .

(٥) القاريّ ، بصري أخو عبد الرحمن، وثقه علي بن المديني والدارقطني ، مات ٢٠٠ =

July 23 at 7:32pm

دوسرا حوالہ
مقالات حافظ زبیر علی زئی
جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 328

328 مقالات ③

امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی المدنی رحمہ اللہ
اور جمہور کی توثیق

امام ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن عبید الدراوردی المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) کے بارے میں محدثین کرام کا جرح و تعدیل میں اختلاف ہے۔اس اختلاف کو فیصلہ کن طور پر حل کرنے کے لئے سب سے پہلے امام عبدالعزیز الدراوردی کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک سلیمان بن بلال زیادہ محبوب ہیں یا دراوردی؟ توانھوں نے فرمایا: ''سليمان و كلاهما ثقة ''سلیمان (زیادہ محبوب ہیں) اور دونوں ثقہ ہیں۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی:۳۸۹)
امام ابو بکر بن ابی خیثمہ کی روایت ہے کہ (امام) ابن معین نے فرمایا:
'' الدراوردي صالح، ليس به بأس '' (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۳۹۶ وسندہ صحیح)
امام یحییٰ بن معین نے کہا: میں جس کو ليس به بأس کہوں تو وہ ثقہ (ہوتا) ہے۔
(الکفایہ للخطیب ص ۲۲ وسندہ صحیح، تاریخ ابن ابی خیثمہ ص ۵۹۲ ح ۱۴۲۳، وسندہ صحیح)
۲) امام ابو الحسن العجلی رحمہ اللہ نے کہا: '' (مدني) ثقة '' (تاریخ العجلی: ۱۰۱۶)
۳) امام مالک اور دراوردی کے شاگرد مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن الزبیر القرشی الاسدی الزبیری رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ) نے کہا: '' مالك بن أنس يوثق الدراوردي '' مالک بن انس دراوردی کو ثقہ کہتے تھے۔
(کتاب الجرح والتعدیل ۵/۳۹۵ وسندہ صحیح)
۴) اسماء الرجال کے دوسرے مشہور امام علی بن المدینی نے فرمایا:

July 23 at 7:32pm

آگے آتے ہیں ابوداود کے قاعدہ کی طرف آپ نے اس پر اپنی طرف سے مکمل جواب دیا ہے؟
جناب آپ نے کہا کہ جو قاعدہ میں نے پیش کیا اسکو علماء نے رد کیا ہے۔

تو جناب ہم نے کچھ دلائل حنفی عالم سے ہی دئے تھے دوبارہ دیکھیں۔

ترکمانی الحنفی کی ان ٥ مزید موارد کو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے ابوداود کے سکوت سے راوی کا حسن حال پر استدلال کیا ہے اپنی معروف کتاب الجوهر النقی میں جو ہر حنفی کی آنکھ کا سرمہ ہے

واخرجه أبو داود ايضا برجال مسلم وسكت عنه فهو حسن عنده
ج 1 ص 178

اخرجه أبو داود وسكت عنه فاقل احواله ان يكون حسنا عنده
ج 2 ص 338

اخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده
ج 9 ص 328

واخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده على ما عرف
ج 10 ص 271

وسكت عنه أبو داود فهو حسن عنده ايضا
ج10 ص 299

یہ قاعدہ ضعیف ہے؟ آپکا ہی ممدوح حنفی عالم اس سے استدلال کر رہا ہے اور احادیث پر حکم تحسین لگا رہا ہے۔ کیا یہ جاہل تھے؟ اعتراف کر لیں یہ ابوداود والی بات ختم۔

کچھ مثالیں مزید دیتا ہوں کہ ابوداود نے عطیہ کی روایات پر سکوت کیا۔

3978 حدثنا النفيلى ، ثنا زهير ، ثنا فضيل بن مرزوق ، عن عطية بن سعد العوفى ، قال : قرأت على عبد الله بن عمر (الله الذى خلقكم من ضعف) فقال : (من ضعف) قرأتها على رسول الله صلى الله عليه وسلم كما قرأتها علي فأخذ علي كما أخذت عليك .

ابوداود جلد ٢ صفحہ ٢٤٤

3977 حدثنا يحيى بن الفضل ، ثنا وهيب يعنى ابن عمرو النمري أخبرنا هارون ، أخبرني أبان بن تغلب ، عن عطية العوفى ، عن أبى سعيد الخدرى ، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : (إن الرجل من أهل عليين ليشرف على أهل الجنة فتضئ الجنة لوجهه كأنها كوكب درى) قال : وهكذا جاء الحديث : (درى) مرفوعة الدال لا تهمز (وإن أبا بكر وعمر لمنهم وأنعما)

ابوداود جلد ٢ صفحہ ٢٤٦

حدثنا عثمان بن أبى شيبة ومحمد بن العلاء ، أن محمد بن أبى عبيدة حدثهم ، قال : حدثنا أبى ، عن الاعمش ، عن سعد الطائى ، عن عطية العوفى ، عن أبى سعيد الخدرى ، قال : حدث رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا ذكر فيه : (جبريل وميكال) فقرأ (جبرائل وميكائل) قال أبو داود : قال خلف : منذ أربعين سنة لم أرفع القلم عن كتابة الحروف ما أعيانى شئ ما أعيانى جبرائل وميكائل .

ابوداود جلد ٢ صفحہ ٢٤٨

لہذا یہ قاعدہ ضعیف نہیں بلکہ راجح ہے۔ضد چھوڑ کر حق تسلیم کریں۔ فتدبر

یہ کہنا کہ ابوداؤد نے حسن لغیرہ کی وجہ سے حسن کہا تو یہ غلط ہے یہ روایت میں عطیہ ہے:

4344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ»

اور پوری سنن ابی داود چھانٹ ماریں فقط یہی روایت ان الفاظ سے ہے اور وہ بھی عطیہ سے۔ تو کیسے یہ حسن لغیرہ ہو ابوداود کے نزدیک؟

آگے جناب نے زبیر علی زئی کا انوار الصحیفہ صفحہ ٦ بھی چھوڑ دیا جس سے میں نے سوالات الاجری کتاب کو ناقابل اعتماد ثابت کیا تھا اور میرے جواب کو پڑھ کر بھی دوبارہ اجری سے استدلال کیا گیا؟ اتنی علمی خیانت کی وجہ بیان کریں۔میں کچھ اور حوالہ جات بھی نقل کر دیتا ہوں کہ اجری مجہول ہے۔
(اسکین دیکھیں)

باقی جناب نے ام معبد والا واقعہ بھی ہضم کر لیا؟ اگر اس کتاب کو آپ نے ضد سے ہی ماننا ہے تو پھر عثمان کو بھی بقول ایک صحابیہ کے غیر عادل مان لیں

July 23 at 7:36pm

اوپر والے کمنٹ کے حوالہ جات دیکھیں۔

آجری نے ابوداود سے روایت کیا کہ محمد بن عوف نے کہا: ''ما أشك أن إسحاق بن زبریق یکذب'' (ایضا)

ابوداود نے (بروایت الآجری) کہا: ''لیس بشي'' (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)

ذہبی نے کہا'' ضعیف ''ابن حجر نے کہا: '' صدوق یھم کثیرًا و أطلق محمد بن عوف أنه یکذب '' (التقریب: ۳۳۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

① جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

② ذہبی کا قول ان کی تصحیح کے معارض ہے۔ ''وإذا تعارضا تساقطا ''

③ نسائی کے قول کی سند تاریخ دمشق لابن عساکر (۸/۷۷) میں موجود ہے، اس قول کا راوی، امام نسائی کا بیٹا عبدالکریم ہے جس کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۲۹۹) اور الانساب للسمعانی (۵/۴۸۴) میں ہے لیکن توثیق مذکور نہیں لہذا یہ مجہول الحال ہے۔ یعنی یہ قول امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔

④ آجری کی عدالت نامعلوم ہے لہذا اس کی ابن عوف وابوداود سے نقل مردود ہے۔

⑤ یہ جرح حسد پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے۔

اسحاق ابن ابراہیم سے بڑے بڑے اماموں نے حدیث بیان کی ہے مثلاً یعقوب بن سفیان الفارسی، محمد بن یحیی الذہلی، ابوحاتم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی اور بخاری وغیرہم۔
(دیکھئے تہذیب الکمال ۲/۳۶۹)

یعقوب الفارسی اور امام بخاری صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔
(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی/ البخاری، ۱۹۰/۲۲۲، ۲۲۳ و التنکیل للیمانی/ یعقوب، ج ۱ ص ۲۴)

لہذا اسحٰق بن ابراہیم الزبیدی کو کذاب کہنا انتہائی غلط ہے۔
معلوم ہوا کہ اسحاق بن ابراہیم مذکور: حسن الحدیث ہے۔

الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ۳۰

(۱/۱٤) ع/طاووس بن كيسان اليماني التابعي المشهور، ذكره الكرابيسي فى المدلسين وقال: أخذ كثيرًا من علم ابن عباس رضي الله عنهما، ثم كان بعد ذلك يرسل عن ابن عباس، وروى عن عائشة، فقال ابن معين: " لا أراه سمع منها "☆
وقال أبو داود: لا أعلمه سمع منها. ☆☆

(۱/۱٤) ثقة حجة وقال الحافظ ابن حجر: " ثقة، فقيه، فاضل "(التقريب:۳۰۰۹)
توفي سنة ۱۰٦ھ.
وقال العلائي: " ولم أر أحدًا وصفه بذلك يعني غير الكرابيسي " (جامع التحصيل ص۱۰۷)
وانظر الرقم المتقدم: ٥
قلت: كتاب الكرابيسي في المدلسين لم أجده، والله أعلم
وذكره فى المدلسين: (الحلبي (ص۳٤) والعلائي وأبوزرعة ابن العراقي (۳۰) والسيوطي (۲٦) والدميني (۱/۳۳) و ابن طلعت في معجم المدلسين (ص ۲٦۲) وهو بريءٌ من التدليس، والله أعلم.
☆ انظر المراسيل لابن أبي حاتم (ص ۹۹) وسنده صحيح.
☆☆ تهذيب التهذيب (۲/ ۲۳٥) بدون سند عن الآجري عنه و أبو عبيد الآجري مجهول الحال، لم أجد من وثقه.

July 23 at 7:39pm

رہی بات ترمذی کی تو جناب تحسین سے توثیق پر استدلال کرنے کے بارے میں زبیر علی زئی کے قول پر جناب نے جرح کی تو یہی قول مزید انہی کی کتب سے نقل کرتا ہوں تاکہ بات واضح ہو۔

القول المتین صفحہ ۲۹ ، ٤۱۔
نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم صفحہ ۱۷۔
مقالات جلد ۳ صفحہ ۳۳۰۔

(اسکین دئے گئے ہیں)

باقی جناب ترمذی کی تحسین سے تو آپکے علماء نے بھی استدلال کیا ہے۔

وقال الترمذي حسن غريب وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف
ترمذی نے (راوی کی حدیث کو) حسن غریب کہا اور یہ متقاضی ہے کہ یہ راوی ترمذی کے نزدیک صادق لہجتہ معروف ہو۔

تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، جلد ١، ص ٧٥١ طبع بیروت

http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

ابن ہمام الحنفی کے بقول:

تحسين الترمذي الحديث فرع معرفته حاله وعينه

ترمذی کی (راوی کی روایت کو) تحسین کرنا اس بات کے بعد ممکن ہے کہ وہ راوی ترمذی کے ہاں معروف ہو اور مورد ایقان۔
حوالہ: فتح القدیر، جلد ٢ ص ٤٢٩ طبع دار الفکر

اور ایک اہم حوالہ زاہد الکوثری کا جنہوں نے ابوحنیفہ کے دفاع میں کتاب بھی لکھی ہے انہوں نے بھی ترمذی کی تحسین والی روایت کو ہی نص قرار دیا ہے۔
(اسکین دیا گیا ہے)

لہذا جناب اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ترمذی پر تساہل کا الزام درست نہیں کیونکہ انکی تحسین سے استدلال بھی کیا جاتا ہے اور راوی کی توثیق بھی کی جاتی.اور مزے کی بات ہے کہ تعجیل المنفعہ میں غریب حسن روایت ہے جس سے ابن حجر ہی استدلال کر کے راوی کو صدوق کہہ رہے ہیں۔لیکن جناب نے انکا کچھ جواب نہیں دیا۔آپ نے ابن لھیعتہ کا معاملہ زبردستی گھسیڑ لیا تو میاں میں کیا کہوں آپ کو، آپ اور آپ کے پیچھے لوگ (بقول آپ کے اقرار کے) اس علم کے شہسوار تو دور کی بات ابھی کلاس اول کے بھی لائق نہیں۔ سنئے

ابن لھیعتہ آپ احناف کے مطابق حسن الحدیث ہے اور یوں آپ نے جو اتنی بڑی عمارت اس پر کھڑی کی ہے وہ ریت کی ثابت ہوتی ہے اور فی الفور زمین بوس ہوتی ہے، سنئے مزید۔
آپ کے بڑے عظیم محدث جن پر آپ کو بجا طور پر فخر ہے حبیب الرحمان اعظمی ہے وہ اپنی کتاب میں فرماتے ہے:

ابن لھیتعہ محققین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں

تحقیق مسئلہ رفع الیدین، ص 27، طبع دہلی۔

چنانچہ یہ دلیل تو بہرحال آپ کے کسی کا کی نہیں۔

دوسرا جواب سنئے ابن لھیعتہ کی روایت ترمذی نے بالکل حسن کہی ہے، کیونکہ ابن لھیعتہ پر اختلاط جراح بعد از احراق کتب ہے اور اس سے پہلے جن راویان کا سماع ابن لھیعتہ پر ہے وہ بلاشبہ صحیح اور راجح ہے۔ چناچنہ ہماری اس بات کی تائید علامہ البانی

کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

بل هو إسناد جيد، لأن قتيبة أحاديثه عن ابن لهيعة صحيحة

ابن لھیعتہ کی روایت جو قتیبہ سے ہے) اس کی سند جید ہے کیونکہ قتیبہ کی روایات (ابن لھیعتہ سے صحیح ہیں

سلسلة الأحاديث الصحيحةجلد 6 ص 55 طبع رياض۔

چناچہ یہی علماء اہل سنت کا فیصلہ ہے
۱۔ بعض مطلقا (اختلاط سے قبل یا بعد) ابن لھیعتہ کی روایت کو صحیح یا حسن گردانتے ہیں
۲۔ بعض روایات کی تصحیح کہتے ہیں چنانچہ جو احراق کتب سے قبل ہو وہ صحیح اور جو بعد وہ ضعیف

بہرحال یہ تو سرسری گفتگوں آگئی جو ہمارا موضوع نہٰں تھا لیکن سمجھانے کے لئے بتادیا۔ ہماری دلیل ابھی تک قائم ہے

http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

July 23 at 7:44pm

اوپر والے کمنٹ کے اسکین دیکھیں

29 القول المتین

''اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی، معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔''

(احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۰)

عمرو بن الحارث الحمصی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۸/۱۳)
ابن حبان، ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، اور ابن قیم نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳،۱۲۹/۲۶۴، لسان المیزان ۱/۲۲۷، ۵/۲۱۴)
ان کے مقابلے میں حافظ ذہبی نے کہا ''غیر معروف العدالة'' (میزان الاعتدال ۳/۲۵۱)
حافظ ابن حجر نے کہا: مقبول (التقریب: ۵۰۰۱)
یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:
۱۔ غیر مفسر ہے ۲۔ جمہور کے خلاف ہے ۳۔ ان کے اپنے کلام میں بھی تعارض ہے۔ حافظ ذہبی نے خود عمرو بن الحارث کی حدیث کی تصحیح میں موافقت اور ابن حجر نے سکوت کیا ہے۔
''و إذا تعارضا تساقطا'' (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲/۵۵۲)
لہٰذا ثابت ہوا کہ عمرو بن الحارث ثقہ وصحیح الحدیث ہے۔
اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی امام بخاری کی کتاب ''الأدب المفرد'' کے راوی ہیں۔
ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/۱۱۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔
ابن معین نے کہا: ''لا بأس به ولکنهم یحسدونه'' (الجرح والتعدیل ۲/۲۰۹ وسندہ صحیح)
ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، الذہبی اور ابن قیم نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کر کے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔
ان کے مقابلے میں مروی ہے کہ امام نسائی نے کہا: ''لیس بثقة'' (تہذیب التہذیب ۱/۱۸۹)

سند کی تحقیق

جحیہ بن عدی کوابن حبان اورالعجلی نے ثقہ کہا۔البوشنجی نے بھی توثیق کی۔ترمذی نے اس کی ایک حدیث کوحسن صحیح کہا(۱۵۳۹،الاضاحی)ذہبی نے کہا:''وهو صدوق إن شاء الله''
(میزان الاعتدال ۱/۴۶۶)

ابن حجر نے کہا:''صدوق یخطئ'' (التقریب رقم ۱۱۰۵)

ابوحاتم نے کہا:''لايحتج بحديثه شبيه بالمجهول ''ابن سعد نے کہا:''كان معروفاً وليس بذاك''، ابن المدینی نے کہا:''لا أعلم روى عنه إلا سلمة بن كهيل ''ابن حجر نے کہا:''روى عنه الحكم بن عتيبة و سلمة بن كهيل و أبو إسحاق السبيعي'' حاکم اورذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔حاکم نے کہا: ''ولم يحتجا بحجية بن عدي وهو من كبار أصحاب أمير المؤمنين علي رضي الله عنه'' معلوم ہوا کہ جحیہ عندالجمہو رصدوق ہےاوراس کی حدیث حسن ہے۔

سلمہ بن کہیل ثقہ ہیں۔(جیسا کہ گزر چکا ہے)

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔مگراہل الرائے اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(راجع نورالصباح ص۱۶۴،۱۶۵ااظہار التحسین فی اخفاء التامین ازحبیب اللہ ڈیروی ص۱۶۱)

حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی ثقہ ہے۔ (التقریب:۱۵۵۱)

عثمان بن ابی شیبہ صحیحین کے راوی ہیں اورامام ابن حجر نے کہا:''ثقة حافظ شهير و له أوهام وقيل كان لا يحفظ القرآن'' (التقریب:۴۵۱۳)

ان سے ابن ماجہ اورمحمد بن علی الوراق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں صرف ایک علت قادحہ(ضعف ابن ابی لیلیٰ) ہے۔

⊙ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی سفیان ثوری کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ابن عمر ا
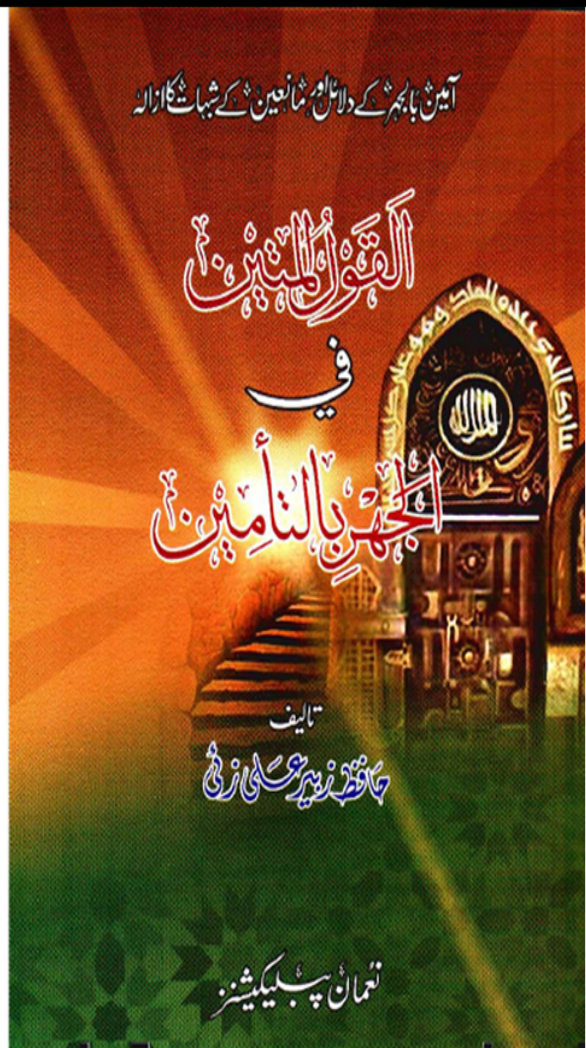
سیدنا وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔ (ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹ و احکام القرآن للطحاوی ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹)

سند کا جائزہ: بعض آلِ تقلید نے اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل پر جرح نقل کی ہے۔
(بذل المجہود فی حل ابی داود ۴/۴۸۶، آثار السنن: ۳۲۵)

مؤمل بن اسماعیل

تعدیل کرنے والے	تعدیل
۱: یحییٰ بن معین	ثقة (تاریخ ابن معین: ۲۳۵)
۲: الضیاء المقدسی	أورد حديثه في المختارة (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)
۳: ابن حبان	ذكره في الثقات وقال: ربما أخطأ (۹/۱۸۷)
۴: احمد	روى عنه (دیکھئے مجمع الزوائد ۱/۸۰)
۵: ابن شاہین	ذكره في كتاب الثقات (۱۴۱۶)
۶: الدارقطنی	صحح له في سننه (۲/۱۸۶ ح ۲۲۶۱)
۷: سلیمان بن حرب	يحسن الثناء عليه (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)
۸: الحاکم	صحح له في المستدرك (۱/۳۸۴)
۹: الذہبی	كان من ثقات البصريين (العبر ۱/۳۵۰)
۱۰: الترمذی	صحح له في سننه (۶۷۲)
۱۱: ابن کثیر	قواه في تفسيره (۴/۲۳۴)
۱۲: الہیثمی	ثقة وفيه ضعف، المجمع (۸/۱۸۳)
۱۳: ابن خزیمہ	أخرج عنه، في صحيحه (۱/۲۴۳ ح ۴۷۹)
۱۴: البخاری	أخرج عنه تعليقاً في صحيحه (دیکھئے ح ۲۷۰۰)

وغیرہم، نیز دیکھئے ص ۲۸ تا ۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تصنیف
حافظ زبیر علی زئی

ناشر
مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک

پکڑی (یعنی اُن سے بطورِ حجت روایت لی) ہے۔ (المستدرک ۱/۲۰۵ ح ۴۳۸)

۷) امام ترمذی نے عبدالعزیز بن محمد کی روایت بیان کرنے کے بعد فرمایا:
"هذا حديث حسن صحيح" (سنن الترمذی: ۷۵)
معلوم ہوا کہ وہ امام ترمذی کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔
نیز دیکھئے سنن الترمذی (۹۴۸... وغیرہ)

۸) امام ابوعوانہ الاسفرائنی نے صحیح ابی عوانہ میں عبدالعزیز الدراوردی سے روایت بیان کی ہے۔ (دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۵ ح ۸۱)

۹) امام ابن خزیمہ نے عبدالعزیز بن محمد کی روایت سے صحیح ابن خزیمہ میں حجت پکڑی۔
(دیکھئے ج ۱ ص ۳۸۱ ح ۷۷۸ وغیرہ)

۱۰) امام ابن الجارود نے اپنی مشہور کتاب المنتقیٰ میں عبدالعزیز بن محمد کی روایت سے استدلال کیا۔ دیکھئے المنتقیٰ (ح ۴۶۰)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے ایک روایت کے بارے میں کہا:
"و أورد هذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فإنه لا يأتي إلا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع"
اس حدیث کو ابن الجارود نے منتقیٰ میں بیان کیا ہے، پس یہ اُن کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ وہ اس (کتاب) میں صرف صحیح (حدیث) ہی لاتے ہیں جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع کے دیباچے میں صراحت کی ہے۔ (بوادر النوادر ص ۱۳۵، ترجمہ از ناقل)

۱۱) حاکم نے اپنی مشہور کتاب المستدرك على الصحيحين میں عبدالعزیز بن محمد کی روایت کو "صحيح الإسناد" کہا۔
دیکھئے المستدرک (ج ۱ ص ۲۰۵ ح ۴۳۸، نیز دیکھئے ۱/۲۱۹ ح ۴۹۸)

۱۲) امام حسین بن مسعود البغوی نے عبدالعزیز بن محمد کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا: "هذا حديث صحيح" یہ حدیث صحیح ہے۔ (شرح السنۃ ۱/۵۲ ح ۲۴)

تحقیقی، اِصلاحی اور علمی مقالات
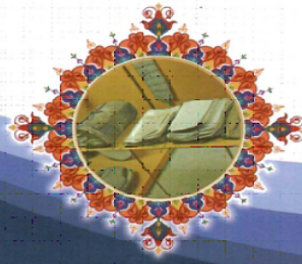
تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

یہ ہے جناب زاہد الکوثری کا وہ اہم حوالہ۔

وهكذا علّم الرسول ﷺ الضرير الدعاء، وفيه التوسل بالشخص، وصرفه عن ظاهره تحريف للكلم عن مواضعه بهوى.

وأما كون استجابة دعاء الضرير بدعاء الرسول صلوات الله عليه – وهو غير مذكور في الرواية – أو بدعاء الضرير، فلا شأن لنا بذلك، بل الحجة هي نص الدعاء المأثور عن الرسول عليه الصلاة والسلام.

وقد نص على صحة هذا الحديث جماعة من الحفاظ كما سيأتي، وقد ورد أيضاً في حديث فاطمة بنت أسد – رضي الله عنها: «**بحق نبيك والأنبياء الذين من قبلي**»، ورجال هذا الحديث ثقات سوى روح بن صلاح، وعنه يقول الحاكم: ثقة مأمون، وذكره ابن حبان في الثقات.

وهو نص على أنه لا فرق بين الأحياء والأموات في باب التوسل، وهذا توسل بجاه الأنبياء صريح، وفي حديث أبي سعيد الخدري – رضي الله عنه: «**اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك**» وهذا توسل بالمسلمين عامة أحياء وأمواتا.

وابن الموفق في سنده لم ينفرد عن مرزوق، وابن مرزوق من رجال مسلم وعطية حسّن له الترمذي عدة أحاديث، كما سيأتي.

وعلى التوسل بالأنبياء والصالحين أحياء وأمواتا جرت الأمة طبقة فطبقة، وقول عمر – رضي الله عنه في الاستقساء: "إنا نتوسل إليك بعم نبينا" نص في توسل الصحابة بالصحابة، وفيه إنشاء التوسل بشخص العباس – رضي الله عنه.

وليس في هذه الجملة فائدة الخبر، لأن الله تعالى يعلم أيضاً علم المتوسلين بتوسلهم، فتمحضت الجملة لإنشاء التوسل بالشخص.

وقوله: "كنا نتوسل" فيه أيضاً ما في الجملة الأولى، وعلى أن قول الصحابي: كنا نفعل كذا ينصبُّ على ما قبل القول فيكون المعنى أن الصحابة – رضي الله عنهم – كانوا يتوسلون به ﷺ في حياته، وبعد لحوقه بالرفيق الأعلى إلى عام الرمادة.

Saturday at 19:53

آتے ہیں جناب آپ نے جو اعلاء السنن کی دلیل کا جواب دیا۔ جناب جواب دینے میں اتنا فریب نہ کریں۔میں نے ظفر تھانوی کا قول پیش کیا تھا کہ ارسال اور تدلیس قرون الثلثہ کو ضرر نہیں دیتی۔

آپ نے اس میں سے مرسل کا جواب کس جہت سے دیا؟ میری آپ سے ارسال پر بحث ہو رہی ہے یا تدلیس عطیہ پر؟ آپ سے تدلیس کا جواب نہیں بن پایا تو آپ نے پینترا بدلتے ہوئے ارسال کی بات شروع کر دی جناب؟ جوابات میں دجل سے کام نہ لیں محترم۔ موضوع پر ہی رہیں.

اور جناب نے جو تدلیس کی جرح نقل کی تھی کلبی سے اس پر جواب نہیں آیا مطلب کے آپکو معلوم ہے کہ تدلیس کی جرح اسی سے ہے جو کہ ضعیف ہے۔

لہذا اب نمبر ۱ تو تدلیس جرح ہی نہیں جیسا کہ صفدر اوکاڑوی نے لکھا (جناب نے اسکو ہاتھ بھی نہیں لگایا) اور نمبر ۲ یہ کہ تدلیس قرون ثلثہ کو ضرر نہیں دیتی جسکا جناب نے جواب نہیں دیا اور نمبر ۳ یہ کہ تدلیس کی جرح فقط کلبی سے آئی ہے۔

Saturday at 20:00

ور یہی جواب ابن حجر کے متعلق بھی ہے، جن کے متعلق آپ نے کہا تھا ،////

(اب آپکو ابن حجر ہی سے دکھاتا ہوں کہ انکے نزدیک بھی عطیہ حسن الحدیث ہے)

حالانکہ انہوں نےفقط روایت کو حسن کہا تھا، جس کی سند میں عطیہ موجود تھا۔ یعنی ایک تو اس روایت کی بعض شواہد ہیں، لہٰذا ضروری نہیں کہ ابن حجر نے عطیہ العوفی کی سند کو ہی حسن قرار دیا ہو، اور اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتب میں بارہا عطیہ العوفی کو ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک عطیہ کاحسن الحدیث ہونا آپ کا خیالی پلاؤ ہی ہو سکتا ہے۔ دیکھئے ، ابن حجر فرماتے ہیں

(وفي سنده عطية وهو ضعيف ۔۔۔ فتح الباری ج 11 ص 412)

(أخرجه الدارقطني عن طريق عطية وهو ضعيف۔۔۔ فتح الباری ج 12 ص 5)

(قلت والعوفي ضعيف۔۔ فتح الباری ج 12 ص 30)

(وعطية ضعيف۔۔ فتح الباری ج 13 ص 102)

یہ تو فتح الباری سے عطیہ کا ضعف ثابت ہو چکا، لیکن آپ نے ابن حجر کی جس کتاب "نتائج الافکار" سے عطیہ کو حسن الحدیث ثابت کرنے کی کوشش کی، میں اس سے بھی عطیہ کی تضعیف پیش کردیتا ہوں تاکہ آپ کو دوبارہ کوئی اس شک میں نہ ڈالے کہ ابن حجر نے بعد میں عطیہ کے بارے میں موقف بدل دیا تھا۔

دیکھئے، نتائج الافکار میں ابن حجر فرماتے ہیں

(وعطية أيضاً ضعيف۔۔ نتائج الافکار ج 1 ص 265)

(وقد أخرجه الطبراني في الأوسط من وجه آخر عن أبي سعيد مرفوعاً، لكنه من رواية عطية بن سعد العوفي، وهو ضعيف۔۔ نتائج الافکار ج 3 ص 254)
//////

بھائی بہت بہت شکریہ ابن حجر کا تناقص دکھانے کے لئے۔ چنانچہ ایک جگہ انہوں نے صریحا حدیث کو حسن کہا دوسری جگہ اس راوی کی تضعیف کی اور پھر ایک جگہ اس راوی کی روایت کو اپنے اصول کے مطابق جرح نہ کرکے پھر سے حسن بنا دیا پھر اسی کو صدوق بھی لکھ دیا اسی کو کثیر الخطاء اور ضعیف الحفظ بھی۔ تو میاں کیا مانیں؟ مسئلہ ہمیں تناقص سے نہیں مسئلہ ہمیں اس امر سے ہے کہ آپ ابن حجر کے ایک قول کو لیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں ہمیں مشورہ دیتے ہیں اور خود آپ نے اتنی محنت سے ثابت کردیا کہ ابن حجر کے قول میں تناقص ہے تو وہ دلیل ہی نہیں بنے گا اور یہی ہماری مراد ہے۔ ہمیں تو آپ کی دلیل کا نقص کرنا تھا جس میں الحمد للہ ہم کامیاب ہوگئے۔ باقی ہمیں اس سے کیا سروکار کہ کہا انہوں نے ضعیف کہا اور کہا حسن ایک جگہ دیکھا دیا خلاص۔ اس راوی کے بارے میں امام کا قول ناقص ہوگیا۔

July 23 at 8:03pm

عجلی کو مستابل کہنا دو وجہ سے ناقص ہے۔

۱۔ عجلی کے تساہل کی بات اس وقت آئے گی (اور جو لسٹ بھی آپ نے پیش کی) جب راوی مجہول ہو لیکن ادھر تو راوی بہت معروف ہے اور اس میں آپ قیاس سے کام لیتے ہوئے عجلی کے ایسے اقوال کو دکھا رہے جو جہل کو زائل کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں اصل مسئلہ جہل ہے ہی نہیں کہ آپ اتنی محنت کریں۔ عطیہ معروف ہو اور اس پر عجلی کی توثیق خود مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

۲۔باقی عجلی کو متساہل کہنا یہ بھی استقرا کی وجہ سے کہا گیا جو خود مستقل دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ مختلف مجتہدین کا استقرا مختلف ہے لہذا ایک کا استقرا دوسرے پر دلیل نہیں (جیسا کہ مقبل وادعی جو خود عجلی کے تساہل کے قائل تھے وہ یہی لکھتے ہیں کہ اس میں دلیل زیادہ سے زیادہ استقرا ہے)

۳۔ عجلی کے اگر ترجمہ کی طرف جائیں تو ذہبی کہتے ہے

وقد ذكر لعباس بن محمد الدوري ، فقال: ذلك كنا نعده مثل أحمد ابن حنبل ويحيى بن معين
حافظ ذہبی نقل کرتے ہے کہ ہم ابن معین اور احمد بن حنبل کی طرح عجلی کو دیکھا کرتے تھے
سیر اعلام البنلاء جلد 10 ص 141 طبع دار الحدیث قاہرہ

اور یہ ثابت کرتا ہے بعض محققین کے نزدیک کہ عجلی کا مرتبہ دیگر آئمہ معتدلین کی طرح ہے

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ زبیر علی زئی بھی عجلی کو متساہل ماننے پر تیار نہیں تھے اور کہتے تھے کہ ان کا مرتبہ بھی دیگر آئمہ کی طرح ہے اور جو متاخرین میں ان کو متساہل کہتے ہے تو زبیر علی زئی سیدھی سناتے ہیں کہ ان کے پاس اس دعوی کی کوئی دلیل نہیں
انوار الصحیفہ ص 6-7) اسکین دیا گیا ہے۔)

اس کے علاوہ کتنے ہی دلائل دیگر آئمہ سے دئے جاسکتے ہیں جنہوں نے عجلی کے قول پر بھروسہ کیا اور اس کو نقل کرکے کوئی جرح نہ کی ورنہ عموما یہ کہا جاسکتا تھا کہ عجلی نے ثوثیق تو کی لیکن ہمارے نزدیک عجلی متساہل تھے اور یہ راوی غیر موثق ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہم کافی ساری مثالیں دے سکتے ہیں ضرورت ہوئی تو دیں گے۔

باقی رہی بات کہ عجلی نے عطیہ کی توثیق کے ساتھ لیس بالقوی لکھا ہے تو جناب لیس بالقوی کوئی بہت بڑی جرح ہے؟ اس سے راوی کی توثیق پر کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ روایت حسن ہوجاتی ہے ضعیف نہیں ہوتی۔
مثال پیش خدمت ہیں۔

عجلی ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہے:

[798] طلحة بن نافع أبو سفيان قلت لم يسمه ولكن قال أبو سفيان الذي يروي عنه الأعمش جائز الحديث وليس بالقوي ولا أعلم أن الأعمش روى عن أحد يكنى أبا سفيان إلا طلحة والله أعلم وطلحة من رجال الصحيح

اور اس کے بارے میں لیس بالقوی فرمایا لیکن یہ صحاح اہلسنت کا راوی ہے

چنانچہ مسلم اس کی روایت یوں نقل کرتے ہے:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب واللفظ لأبي كريب قالا حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم النعمان بن قوقل فقال يا رسول الله

صحيح مسلم كتاب الايمان

http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?bk_no=53&ID=13&idfrom=96&idto=105&bookid=53&startno=3

نووی راوی ابو سفیان کے بارے میں کہتے ے:
أبو سفيان) طلحة بن نافع القرشي)
لہذا زیادہ سے زیادہ حسن الحدیث راوی کہلائے گا اگر کہا بھی گیا ضعیف نہیں۔ ورنہ اس جرح پر یہ راوی بھی ضعیف کہنا پڑے گا۔

آگے آتے ہیں ابن شاہین کی طرف تو جناب یہ جواب ہوتا ہے جو آپ نے دیا ہے؟ کہ غالبا ان تک آئمہ کی جرح نہیں پہنچی تو انہوں نے ثقہ لکھ دیا۔ورنہ انکے اصول میں بھی عطیہ ضعیف ہی ہے۔

ماشاءاللہ جناب کیا جواب دیا ہے آپ نے۔ تعجب ہے۔تو جناب ہم کہتے ہیں کہ آپکے جن علماء نے عطیہ کی تضعیف کی ہے ان تک عطیہ کی توثیق نہیں پہنچی۔۔۔۔۔۔۔ اب؟؟؟

أنوار الصحيفة — ٦ — المقدمة

"حديث: ٤٢
عبدالله بن يحيى التوأم: ضعيف (تق: ٣٦٩٨)" [ضعيف سنن أبي داود]
تق = أي تقريب التهذيب
ثم إذا تكرر الحديث في السنن فاكتفيت بكلامي في الكتاب المتقدم فأشرت إليه، مثلاً:
"حديث: ١٤
إسناده ضعيف / د ١٤٠" [ضعيف سنن الترمذي]

٣) توثيق الجمهور
كذا سنقبل قول جمهور المحدثين في رواة الحديث الذين اختلف فيهم عند تعسر الجمع والتوفيق بين الأقوال المتعارضة وهذا منهجي في جميع تحقيقاتي، مثلاً:
"وعبدالله بن محمد بن عقيل: ضعيف، ضعفه الجمهور وضعفه راجح" (ضعيف سنن أبي داود: ١٢٨)

٤) توثيق المتساهل
لم آخذ بتوثيق المتساهل فيما انفرد به كابن حبان والحاكم والترمذي وغيرهم ولكن من وثقه المتساهلان فصاعداً ولم يضعفه أحد فهو حسن الحديث عندي ولم أبال من جهله من العلماء بعد توثيق الإثنين فصاعداً من أئمة الحديث، مثلاً:
نافع بن محمود المقدسي، راوي حديث قراءة الفاتحة خلف الإمام، جهله الحافظ ابن عبدالبر والحافظ ابن حجر وغيرهما ولكن وثقه ابن حبان والدارقطني والبيهقي وغيرهم فهو ثقة عندي والحمدلله.

٥) أئمة الجرح والتعديل
أئمة الجرح والتعديل على أقسام:
١: الثقات ومن يحتج بهم وبمروياتهم كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والنسائي وغيرهم.
٢: الضعفاء والمجروحون ومن لا يحتج بهم ولا يحتج بمروياتهم كالأزدي والدولابي ومسلمة بن القاسم وأبي عبدالرحمن السلمي (راوي السؤالات) وأبي عبيد الآجري (راوي سؤالات أبي داود) وابن خراش وغيرهم.
٣: الأئمة المعتدلون وهم كثيرون كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والعجلي وغيرهم.
تنبيه: زعم بعض المتأخرين في الإمام العجلي رحمه الله بأنه متساهل وهذا الزعم لا دليل عليه كقال عباس بن

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

July 23 at 8:07pm

اور جناب آپکا آخری کمنٹ جو آپ نے شاید دوبارہ جذبات میں آکر جھوٹ و دجل سے کام لیا کہ عطیہ کے ضعف پر اجماع ہے؟ استغفراللہ۔

جناب میں نے آپکو کہا تھا کہ ہمارے پاس دلائل آپکی سوچ سے بھی بالا ہیں لیکن شاید آپ نے اس بات کو ہلکا لیا۔

لیں پھر اب آپ کے اس جھوٹ کا بھی پردہ چاک کئے دیتے ہیں ۔ ذرا اب اپنے حواریوں سے کہیں کہ اسکا جواب بنا کر دیں۔ اب ہم عطیہ بن سعد العوفی کی ٥ مزید توثیقات نقل کر رہے ہیں۔

١۔تعقیب التقریب (یہ تقریب التہذیب ابن حجر کا حاشیہ ہے) جو کہ مولوی امیر علی حنفی نے لکھی ہے جو عبدالحئی کے مایہ ناز شاگرد تھے اور یہ حنفی عالم صفحہ ٣٦٣ پر لکھتے ہیں۔

فاما عطیہ العوفی حسن لہ الترمذی۔
پس عطیہ عوفی کو ترمذی نے حسن (الروایت) کہا ہے

۲۔احمد محمد شاکر ترمذی کے حاشیہ میں عطیہ کو صدوق قرار دیتے ہیں اور اسکی روایات کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ حسن درجہ سے کم نہیں ہیں

الجامع الصحيح وهو سنن الترمذي لأبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة ۲۰۹ - ۲۹۷ هـ

من كان في بيته هذا الكتاب فكأنما في بيته نبي يتكلم

بتحقيق وشرح أحمد محمد شاكر القاضي الشرعي

الجزء الثاني

٣٤٣ سنن الترمذي

٤٧٧ — حدثنا[1] زياد بن أيوب البغدادي حدثنا محمد بن ربيعة[2] عن فضيل بن مرزوق[3] عن عطية العوفي[4] عن أبي سعيد الخدري قال: «كان نبي الله[5] صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى حتى نقول لا يدع[6]، ويدعها حتى نقول لا يصلي[7]».

قال أبو عيسى: هذا حديث حسن غريب[8].

٣٤٧
باب
ما جاء في الصلاة عند الزوال

٤٧٨ — حدثنا أبو موسى محمد بن المثنى حدثنا أبو داود [الطيالسي[9]] حدثنا محمد بن مسلم بن أبي الوضاح، هو أبو سعيد المؤدب، عن عبد الكريم

(١) هذا الحديث مقدم في ب و م بعد الحديث (رقم ٤٧٤) وفي هـ بعد الحديث (٤٧٥). وموضعه هنا موافق لما في ع و هـ و ك. وهو أجود.
(٢) هو محمد بن ربيعة الكلابي الرؤاسي الكوفي، وهو ابن عم وكيع، وهو ثقة صدوق تكلم فيه بعضهم بغير حجة ولا بيان.
(٣) [illegible]
(٤) «العوفي» بفتح العين المهملة وسكون الواو وبالفاء، وهو عطية بن سعد بن جنادة بضم الجيم وتخفيف النون وعطية هذا تكلموا فيه كثيراً، وهو صدوق، وفي حفظه شيء. وعندي أن حديثه لا يقل عن درجة الحسن، وقد حسن له الترمذي كثيراً كما في هذا الحديث.
(٥) في ع «كان النبي». وفي هـ «كان رسول الله».
(٦) في هـ «لا يدعها».
(٧) في ع و هـ «لا يصليها».
(٨) الحديث رواه أيضاً أحمد في المسند (برقم ١١١٧٢ و ١١٣٣٢ ج ٣ ص ٢١ و ٣٦) من طريق فضيل بن مرزوق، ونسبه الشارح للحاكم.

۳۔ کتاب کشف الاستار عن رجال معانی الآثار اس کو شائع کرنے والے مفتی شفیع عثمانی ہے اور اصل کتاب دراصل بدر الدین عینی کی تھی جس کو مفید حاشیہ کے ساتھ مولانا رشد اللہ سندی نے لکھا۔

مع اربع رسائل تحتها

(١) الدر المنضود في أسانيد شيخ الهند محمود
(٢) اليانع الجني في أسانيد الشيخ عبد الغني
(٣) كتاب الضعفاء الصغير للإمام البخاري
(٤) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة

اهتم بتحصيل كشف الأستار ونقله من السندي ونشره وطبع هذه الدرر الفريدة والأسفار المفيدة العبد الضعيف المذنب المدعو بمحمد شفيع الديوبندي الهندي المدرس بدار العلوم الديوبندية ستر الله عيوبه وغفر ذنوبه

وقد طبع في جيد برقي دهلي في الربيع الآخر

وشاع من دار الإشاعة والتدريس بديوبند ضلع سهارنپور

(نوٹ) اس کتاب کے تمام حقوق طبع بحق دار الاشاعۃ مذکور محفوظ ہیں کوئی صاحب بلا اجازت طبع نہ فرمائیں

مشهور قد استوفى ترجمة الحافظ ابن حجر في الإصابة

العطاف بتشديد الطاء بن خالد بن عبد الله بن العاص المخزومي أبو صفوان المدني صدوق يهم

عطية بن الحارث أبو روق بفتح الراء وسكون الواو بعدها قاف الهمداني صاحب التفسير صدوق.

عطية بن سعد بن جنادة العوفي الجدلي الكوفي أبو الحسن صدوق.

عطية بن عبد الله بن أنيس الجهني عن أبيه وعنه بلال بن عبد الله وأبو خالد الدالاني ذكره ابن حبان في الثقات.

عطية بن قيس الكلابي وقيل بالعين المهملة بدل الموحدة أبو يحيى الشامي ثقة مقرئ

عطية من بني قريظة صحابي صغير له حديث يقال سكن الكوفة.

٤۔امام طحاوی کا شرح معانی الاثار میں عطیہ کی روایت کو لکھنا حالانکہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں خود لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں صحیح روایات ہی نقل کرونگا۔

طحاوی حنفی کا قول

ذْكُرُ فِي كُلِّ كِتَابٍ مِنْهَا مَا فِيهِ مِنَ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ , وَتَأْوِيلَ الْعُلَمَاءِ وَاحْتِجَاجَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ , وَإِقَامَةَ الْحُجَّةِ لِمَنْ صَحَّ عِنْدِي

http://shamela.ws/browse.php/book-21108#page-2

یہ رہا طحاوی کا استدلال

حدثنا محمد بن خزيمة قال : ثنا أبو الوليد ، قال : ثنا قيس بن ربيع ، قال : حدثني عمير بن عبد الله عن عطية العوفي ، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنهم قال : { نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل النساء والولدان قال هما لمن غلب }

شرح معانی آثار جلد 4 ص 222

http://islamport.com/d/2/hnf/1/26/1589.html

لہذا عطیہ صحیح الحدیث بھی ثابت ہوا اور جب کوئی راوی صحیح الحدیث ثابت ہو تو (اسکی توثیق اسی صحیح کے حکم کے تحت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر اقوال نقل کئے تھے ہم نے پچھلے جواب میں

٥۔عطیہ بن سعد العوفی ابو حنیفہ کا استاد تھا اور اہل سنت علماء کا کہنا کہ ابو حنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں۔

تو پہلے دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں کے عطیہ ابوحنیفہ کا استاد تھا۔

پہلا حوالہ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

الحمد لله الذي وفقنا و يسر لنا طبع

الجزء العاشر

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند بمحروسة حيدر آباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢٧) هجرية

ج (١٠) تهذيب التهذيب ٤٤٩ النون ـ النعمان

خلى الكلاعى فقتله وقال المفضل الغلابي وغيره قتل سنة ست وستين د (١)

(٨١٧) ت س ـ النعمان بن ثابت التيمي ابوحنيفة الكوفي مولى بنى تيم الله ابن ثعلبة وقيل انه من ابناء فارس. رأى انسا وروى عن عطاء بن ابي رباح وعاصم بن ابي النجود وعلقمة بن مرثد وحماد بن ابي سليمان والحكم بن عتيبة وسلمة بن كهيل وابي جعفر محمد بن علي وعلي بن الاقمر وزياد بن علاقة وسعيد بن مسروق الثوري وعدي بن ثابت الانصاري وعطية بن سعيد العوفي وابي سفيان السعدي وعبد الكريم ابي امية ويحيى بن سعيد الانصاري وهشام بن عروة في آخرين. وعنه ابنه حماد وابراهيم بن طهمان وحمزة بن حبيب الزيات وزفر بن الهذيل وابو يوسف القاضي وابو يحيى الحماني وعيسى بن يونس ووكيع ويزيد بن زريع واسد بن عمرو البجلي وحكام بن يعلى بن سلم الرازي وخارجة بن مصعب وعبد المجيد بن ابي رواد وعلي بن مسهر ومحمد بن بشر العبدي وعبد الرزاق ومحمد بن الحسن الشيباني ومصعب بن المقدام ويحيى بن يمان وابو عصمة نوح بن ابي مريم وابو عبد الرحمن المقرى وابو نعيم وابو عاصم وآخرون (٢). قال العجلي ابوحنيفة كوفي تيمي من رهط حمزة الزيات كان خزازا يبيع الخز ويروى عن اسمعيل بن حماد بن ابي حنيفة قال نحن من ابناء فارس الاحرار ولد جدي النعمان سنة ثمانين وذهب جدي ثابت الى علي وهو صغير فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته وقال محمد بن سعد العوفي سمعت ابن معين يقول كان

(١) قال في الخلاصة قتل بالشام سنة اربع وستين يوم راهط وفي التقريب وله اربع وستون سنة ١٢ (٢) منهم شيخ المحدثين عبد الله بن المبارك وشيخ الزهاد داود الطائي ١٢ من تهذيب الكمال

دوسرا حوالہ

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد التاسع والعشرون

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

مؤسسة الرسالة

ابن عبدالرَّحمان، وشَيْبان بن عبدالرَّحمان النَّحويّ وهو من أقرانه، وطاووس بن كَيْسان - فيما قيل -، وطَريف أبي سُفيان السَّعْديّ، وأبي سُفيان طَلْحة بن نافع، وعاصِم بن كُلَيب، وعاصِم بن أبي النَّجود، (س) وعامر الشَّعْبيّ، وعبدالله بن أبي حَبيبة، وعبدالله بن دينار، وعَوْن بن عبدالله بن عُتْبَة بن مسعود، وقابُوس بن أبي وعبدالكريم أبي أُميّة البَصْريّ، وعبدالملك بن عُمَيْر، وعَدِي بن ثابت الأَنْصاريّ، وعَطاء بن أبي رَباح (ت)، وعَطاء بن السَّائب، وعَطيّة بن سَعْد العَوْفيّ، وعِكْرِمة مولى ابن عَبّاس، وعَلْقمة بن مَرْثَد، وعليّ بن الأَقْمَر، وعليّ بن الحَسن الزَّرّاد، وعَمرو بن دينار، وعَوْف بن عبدالله بن عُتْبَة بن مسعود، وقابُوس بن أبي ظبيان، والقاسِم بن عبدالرَّحمان بن عبدالله بن مسعود، وقَتادة بن دِعامة، وقيس بن مسلم الجَدَليّ، ومُحارب بن دِثار، ومحمد بن الزُّبير الحَنْظَليّ، ومحمد بن السّائب الكَلْبيّ، وأبي جعفر محمد ابن عليّ بن الحُسين بن عليّ بن أبي طالب، ومحمد بن قَيْس الهَمْدانيّ، ومحمد بن مسلم بن شِهاب الزُّهْريّ، ومحمد بن المُنكدِر، ومِخْوَل بن راشِد، ومسلم البَطِين، ومسلم المُلائيّ، ومَعْن بن عبدالرَّحمان، ومِقْسَم، ومنصور بن المُعْتَمِر، وموسى بن أبي عائشة، وناصِح بن عبدالله المُحَلِّميّ، ونافع مولى ابن عُمر، وهشام بن عُروة، وأبي غَسّان الهيثم بن حَبيب الصَّراف، والوليد ابن سَريع المَخْزوميّ، ويحيى بن سَعيد الأَنْصاريّ، وأبي حُجية يحيى بن عبدالله الكِنْديّ، ويحيى بن عبدالله الجابر، ويزيد بن صُهَيْب الفَقير، ويزيد بن عبدالرَّحمان الكوفيّ، ويونُس بن عبدالله ابن أبي فَرْوَة، وأبي إسحاق السَّبيعيّ، وأبي بكر بن عبدالله بن

۱۹۹

بَاتَ النَّاسُ فِي فِقْهِهٖ عِيَالٌ — عَلَى فِقْهِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ
لوگ فقہ میں منزد عیال ہیں — امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے
فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ — عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ
چنانچہ ریت کے ذرات بھارے لعنت ہو — اس پر کہ جو امام ابوحنیفہ کا قول (رحمۃ اللہ علیہ) رد کرے

استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام درست نہیں بعض لوگ حنفیہ، امام اعظم کے دلائل کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مستدل فلاں حدیث ضعیف ہے مگر احناف اور امام اعظم پر اس قسم کا اعتراض کچھ زیبا نہیں کیونکہ تحقیق و صحیح قول یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی اگرچہ صحابہؓ سے روایت کے ثابت ہونے میں اختلاف ہے لیکن صحابہ کی رؤیت و ملاقات بفضل اللہ تعالیٰ یقیناً ثابت ہے لہٰذا امام صاحب تابعی ہیں بدیں وجہ امام صاحب کی روایت کبار و خیار تابعین سے ہوگی، حضرت العلامہ انورشاہ کشمیری سے منقول ہے کہ تابعین میں کوئی کاذب نہ تھا لہٰذا امام اعظم نے جن خیار تابعین سے روایت لی وہ حضرات یقیناً ثقہ ہوں گے، اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ امام صاحب جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ تمام روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ صحابہ و خیار تابعین امامؒ تک پہونچی ہیں درمیان میں کسی قسم کا شائبہ پیدا نہیں ہوا تو امام اعظمؒ کے استدلال کے وقت وہ روایات صحیح و سالم تھیں اگرچہ اس کے بعد ضعف پیدا ہوگیا ہو، اس سے امام اعظم پر استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام دینا بالکل بے جا ہے کیونکہ امام اعظم نے قرب زمانہ کی بنا پر نہر کے ابتدائی حصہ سے پانی پیا، اس کے نیچے آکر پانی کو خراب کر دیا تو وہ خراب پانی تو امام اعظمؒ کی طرف عود کر کے نہیں جائیگا، بلکہ بعد والوں کی بد قسمتی ہے کہ صاف پانی نہیں ملا۔ ایسا مضمون امام العارف شعرانی الشافعی سے بھی منقول ہے۔

وقال الشعرانی الشافعی جمیع ما استدل به الامام (ی) امامنا الاعظم

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ — ۳۶ — حالات، کمالات، ملفوظات

ان کے سامنے پیش کرتے اور ان سے پوچھتے اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے کیا دلائل ہیں۔ پھر اپنے دلائل پیش کرتے۔ بعض مرتبہ ایک مسئلہ پر ایک ایک ماہ تک بحث مباحثہ ہوتا رہتا۔ ان دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کے تمام پہلو منقح ہو کر سامنے آجاتے۔ جب سب اہل علم اس مسئلہ پر پختگی سے قائم ہو جاتے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو اصول میں لکھ دیتے۔ پس جو مذہب اتنے علماء کے مشورے اور بحث و تمحیص کے بعد مدون ہوا ہو وہ زیادہ صحیح اور قابل اتباع ہے اور استقامت و راست روی کے زیادہ قریب ہے۔ اور دل اس کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور سکون و اطمینان حاصل کرے گا۔ بنسبت اس مذہب کے جو انفرادی حیثیت سے مدون و وضع کیا گیا ہو۔

ضبط حدیث میں امام صاحب کا مقامِ بلند

(مولانا عاشق الٰہی) فرماتے ہیں: کسی شک کرنے والے کے لئے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ امام صاحب کا ضبط حدیث میں بھی بڑا مرتبہ ہے۔ جس طرح کہ اللہ نے ان کو فقہ و اجتہاد میں بلند مرتبہ پر فائز کیا انہوں نے کبار تابعین اور ثقہ لوگوں سے روایات حاصل کیں اور آپ سے ایسے حفاظ حدیث نے ان روایات کو سیکھا اور نقل کیا جن کا شمار کثرت سے حدیث نقل کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ اور جن کی محدثین اقتداء کرتے ہیں۔ علماءِ اسماء الرجال کے یہاں یہ لوگ معروف و مشہور ہیں۔

محدثین کا امام صاحب پر اعتماد

ان لوگوں کی رائے کے برخلاف جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث میں زیادہ مہارت نہیں تھی یا یہ کہ وہ اس علم میں یتیم و مسکین تھے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان بے تکی ہانکنے والے حاسدین اور بغض رکھنے والوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ نہ تو انہوں نے اسماء الرجال پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ائمہ کبار نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو تعریفی کلمات کہے ہیں نہ ان کو ملاحظہ کیا

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حالات، کمالات، ملفوظات

ترجمہ

تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ

مؤلف

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ڈاکٹر قاضی خلیل احمد صاحب تھانوی

دار القلم

لاہور۔ پاکستان

حوالہ نمبر ۳ انوارات صفدر۔صفدر محمود اوکاڑوی۔

انوارِ صفدر　　　325　　　اصول حدیث
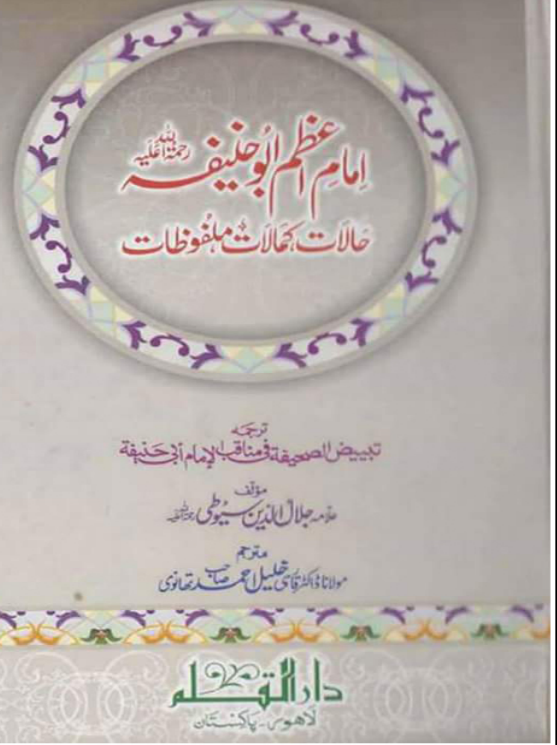
میں (عثمانی) کہتا ہوں سفیان بن عینیہ بھی اسی طرح ہیں تحقیق محدثین نے ان کی تدلیس کو قبول کیا ہے اسکی محض وجہ ان کا ضعیف راویوں سے احتراز کرنا ہے۔ جس طرح کہ پہلے بات گزر چکی ہے۔ اسی طرح امام احمدؒ کے سارے کے سارے شیوخ ثقہ ہیں حافظ ہیثمیؒ ثابت بن ولید بن عبداللہ بن جمیع کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ان سے امام احمدؒ نے روایت کی ہے اور امام احمد کے سارے شیوخ ثقہ ہیں۔ (ق ۲۱۸)

265: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں اسی طرح سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سارے کے سارے شیوخ ثقہ ہیں۔ حافظ سیوطیؒ کے شاگرد علامہ شعرانی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مسانید کے صحیح ترین نسخوں کا مطالعہ کیا جن پر حفاظ محدثین کے خطوط موجود تھے۔ ان میں سے سب سے آخری محدث حافظ دمیاطیؒ تھے تو میں نے دیکھا کہ امام اعظمؒ ہر حدیث کو بہت بڑے بڑے عادل ثقہ تابعین سے روایت کرتے ہیں جس میں حضرت اسودؒ، اور علقمہؒ اور عکرمہؒ اور مجاہدؒ اور مکحول اور حسن بصریؒ اور ان جیسے حضرات شامل ہیں۔ پس وہ تمام رواۃ جو رسول اللہ ﷺ اور امام صاحب کے درمیان ہیں وہ عادل اور ثقہ ہیں اور بلند مرتبہ ہیں۔ ان میں نہ کوئی کذاب ہے اور کوئی متہم بالکذب۔ اے بھائی تجھے ان کی عدالت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے انتہائی تقوی اور احتراز کے باوجود اپنے دین کے احکام ان سے لے رہے ہیں۔ میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں کہ روایت کی بارے میں امام صاحب کی سختی معروف ہے حتی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ محدث کو سننے کے دن سے لے کر بیان کرنے تک اگر روایت یاد نہ ہو تو اس سے بیان نہ کی جائے۔ طحاویؒ نے اس کو روایت کیا ہے فرمایا "کہ ہمیں سلیمان بن شعیب نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ ہمیں ابو یوسف نے یہ بات لکھوائی اور فرمایا کہ ابوحنیفہؒ نے یہ فرمایا ہے۔ الجواہر المضیہ میں اسی طرح ہے رجال کے بارے میں جرح و تنقید کے اعتبار سے امام کی معرفت پر دلائل عنقریب آرہے ہیں۔ پس جس سے ابوحنیفہؒ روایت کریں اور

July 23 at 8:49pm

تو جناب ارمان علی صاحب آپ کے لئے عرض گزار ہوں کہ اب عطیہ کی درجذیل توثیقات مع الجواب آپکو دکھا چکے ہیں۔

١۔ ابن معین
٢۔تحسین ابوداود
٣تحسین ترمذی
٤۔تصحیح امام طحاوی
٥۔ابن شاہین
٦۔عجلی
٧۔امیر علی حنفی
٨۔احمد محمد شاکر
٩۔مولانا رشد اللہ سندی
١٠۔اور وہ قاعدہ کے ابوحنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ تھے جس میں توثیق کرنے والے سیوطی، اوکاڑوی اور حقانی شامل ہیں

July 23 at 8:57pm

آخر میں بندہ احقر عرض کرتا ہے آپکے حواریوں کے نام کے تابوت میں کیل عمارت زمین بوس وغیرہ وغیرہ۔ کہاں گیا سب کچھ؟ علمی جسارت کریں ورنہ باتیں تو سب کر لیتے ہیں۔

مجھے آپکی عمارت زمین بوس نظر آرہی ہے اب۔ جو شاید اب کھڑی نہیں ہوگی میں گارنٹی دیتا ہوں۔

یہاں میرا جواب ختم۔ اب بات مدلل کیجئے گا جناب۔

July 23 at 9:00pm

وہابی مناظر ارمان علی

..جناب آپ کہتے ہیں
میں جناب کو متعدد کتب کے حوالہ جات اور کچھ کے اسکین دیتا ہوں کہ ابن معین کی لا) باس بہ سے مراد توثیق ہے۔ لہذا اب اس چیز کو یاد رکھئے گا اور قاعدہ جلیلہ کو بھی. ضدبازی اپنی ہی کتب پر اچھی نہیں لگتی جناب۔ آپکو اتنی بار جواب دیا جا چکا ہے لیکن آپکی ضد وہیں ہے۔ ابن معین نے اسے ضعیف بھی کہا لیکن ضعیف کہنا جرح مفسر کہاں سے ہوا؟ جبکہ انہیں سے توثیق بھی ثابت ہے۔ اور جناب آپ نے پہلے الا انہ یکتب حدیثہ کو تضعیف شمار کیا تھا مظاہری کی کتاب سے لیکن اب آپ اسکو توثیق کہہ رہے ہیں۔ میں نے آپکو پہلے بھی کہا تھا کے اپنے حواریوں پر اندھا یقین نہ کریں اور کمنٹس چیک کیا کریں۔ بہرحال آپ نے اس سے توثیق مراد لی اچھا
(ہوگا۔

آپ کے مناظرے میں حالت اب "میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو" والی ہو گئی ہے۔ آپ جس قاعدہ جلیلہ کی بات کر رہے ہیں، وہ تو دونوں جرح و تعدیل کے اقوال میں تطبیق کے متعلق ہے، اور اس پر ہم نے پہلے بھی تفصیلی بات کی، لیکن آپ اب بھی جواب میں وہی راگ الاپ رہے ہیں جو ہمارےجواب سے پہلے کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا تھا لہٰذا قاعدہ جلیلہ کی تفصیل یہ ہوئی کہ عطیہ لیس بہ باس ہے، لیکن اس کی حدیث کو) صرف لکھا جائے گا، اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکے گا۔اب اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں، تو آپ کو "إلا أنه يكتب حديثه" کی تشریح کرنی ہوگی۔ وگرنہ آپ کا قاعدہ جلیلہ سے (استدلال باطل ہوگا۔
لیکن آپ نے نہ ہی "إلا أنه يكتب حديثه" کی تشریح کی، بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے اس کو توثیق کہہ دیا ہے۔ فیا للعجب۔

یہ تو ہم نے اسی قاعدہ جلیلہ کے تحت بات کی جس کا آپ بہت شور کر رہے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن معین کی تمام تضعیفات کو اگر آپ کی اسی تشریح کے تحت ڈال دیا جائے تو یہ وہی بات ہو جائے گی " ہم تو ڈوبے ہیں صنم ، تم کو بھی لے ڈوبیں گے"۔ یعنی جہاں جہاں کوئی راوی ضعیف ہوا، تو سمجھو کہ وہ ایک ثقہ راوی کے بالمقابل ضعیف ہے، ورنہ دراصل وہ بھی ثقہ ہے۔ سبحان اللہ ، یعنی یہ امکان ہی ختم کر دیا کہ ابن معین کسی راوی کے بارے میں اپنی رائے بدل سکتے ہیں جیسا کہ ابو ذکریا

کے متعلق انہوں نے اپنی رائے بدلی، یا پھران کے قول میں تعارض بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن ہجر کی جرح کو آپ نے مضحکہ خیز تعارض کے کھاتے میں ڈال کر ہضم کر لیا، یا پھر ان سے اجتہاد میں غلطی بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ انہوں نے بعض متہم بالوضع راویوں کے بارے میں ایسے ہی الفاظ کہے جو "لا باس بہ " کے معنی میں آتے ہیں، مثلا محمد بن کثیر الکوفی کے متعلق کہا کہ "ولم یکن بہ باس" (روایۃ الدوری) حالانکہ محمد بن کثیر الکوفی کے ضعف پر اجماع ہے، بلکہ اس پر جرح اتہام بالوضع تک جاتی ہے۔ اگر آپ نے عطیہ کی توثیق انہی بےاعتدالیوں کو لے کر ثابت کرنی ہے تو ایسی توثیق تقریباً ہر ضعیف راوی کے لئےثابت ہو جاتی ہے۔

آپ نے کہا (کیا ابن حجر، مبارکپوری ، سخاوی اور عبدالحئی آپکے معتمد علماء میں سے نہیں؟ آپ مجھے کہہ رہے تھے کہ میں اپنے مطلب کے لئے یہ کر رہا ہوں وہ کر رہا ہوں اب آپ کیا کر رہے ہیں؟ جناب آپ پر آپکی کتب سے صرف آپکے مطلب کی ہی باتیں حجت نہیں ہیں بلکہ جو قواعد مردود نہیں اور راجح ہیں انکو مانیں۔)

بھئی میں تو وہ اصول پیش کر رہا ہوں، جو علماء کے ہاں معتمد ہیں۔ میں نے کونسا شاذ اصول ابن معین کے بارے میں پیش کیا ہے؟ لیکن چونکہ یہ اصول آپ کے مطلب کے خلاف ہیں، اس لئے آپ ان اصولوں کو ترک کر رہے ہیں، یعنی میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو پر عمل درآمد کر رہے ہیں۔ آپ نے ایک اصول ماننا ہے یا تمام
اصول ماننے ہیں؟
آپ نے آسان سا اصول نکال دیا، کہ جہاں پر کسی راوی کی تضعیف ہو، اور اس راوی کی توثیق کہیں اور پر موجود ہو، تو اس راوی کو ابن معین کے نزدیک ثقہ سمجھنا چاہئے۔ باقی اصول آپ نے ہڑپ کر لئے کیونکہ وہ آپ کے مطلب پر پورا نہیں اترتے۔آپ کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے جو اصول یہاں پر نقل کئے ہیں، وہ علیحدہ اصول ہیں۔ آپ نے ان کو تعارض پر محمول کر کے ایک اصول کو مان لیا، اور دوسرے اصولوں کو رد کر دیا۔ حالانکہ یہ علیحدہ اصول ہیں جن میں آپ کی پسند ناپسند نہیں دیکھی جائے گی۔
بہرحال اب ہم دوبارہ کہتے ہیں کہ آپ "إلا أنه يكتب حديثه" کی تشریح کریں، ورنہ مان لیں کہ ابن معین کے نزدیک عطیہ العوفی کی تعدیل محض اتنی ہی ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی، اور اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور امید ہے اس بار آپ ہمارے جواب کو سمجھ کر مکمل جواب دیں گے

July 24 at 9:58pm

پھر آپ نے کہا (ترکمانی الحنفی کی ان ۵ مزید موارد کو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے ابوداود کے سکوت سے راوی کا حسن حال پر استدلال کیا ہے اپنی معروف کتاب الجوھر النقی میں جو ہر حنفی کی آنکھ کا سرمہ ہے)

آپ نے پہلے بھی یہ دلیل پیش کی تھی، اور آپ کے لئے بہتر تھا کہ آپ اس کو دوبارہ پیش نہ کرتے، کیونکہ ہم نے آپ کی دیئے ہوئے حوالے پڑھے تو معلوم ہوا کہ آپ نے تو تدلیس سے کام لیا ہے۔ دیکھیں یہاں پر امام علاء الدین ترکمانی حدیث کے راویوں کی تحسین کر ہی نہیں رہے، بلکہ حدیث کی تحسین کر رہے ہیں، اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ حدیث کی تحسین الگ چیز ہے، حدیث کے راویوں کی تحسین ایک بالکل الگ چیز ہے،حدیث کی تحسین سے فقط انہی راویوں کی تحسین لازم آتی ہے جو اس حدیث کی اسناد میں متفرد ہوں۔ اس بات کا ثبوت ہم نے آپ ہی کے دیئے گئے حوالوں سے پیش کیا تھا، جن پر آپ نے خود کو شرمندہ کیا، لیکن اب بھی اسی ضد پر قائم ہیں ۔ دیکھئے امام علاء الدین ترکمانی حدیث کی تحسین کر رہے ہیں، نہ کہ حدیث کے راویوں کی۔ آپ نے تدلیس یہ کی کہ ان کی پوری عبارت نقل نہ کی، اور جہاں انہوں نے "ھذا

الحدیث" یا "حدیث ثوبان" وغیرہ کے الفاظ نقل کئے ، آپ نے ان کو حذف کر دیا۔ دیکھئے ، آپ نے ان کے یہ الفاظ نقل کئے

اخرجه أبو داود وسكت عنه فاقل احواله ان يكون حسنا عنده ۔۔۔ج 2 ص 338 حالانکہ ان الفاظ سے پہلے حدیث ثوبان کے واضح الفاظ موجود ہیں۔ حديث ثوبان اخرجه أبو داود وسكت عنه فاقل احواله ان يكون حسنا عنده على ما عرف ۔۔۔ج 2 ص 338

پھر آپ نے تیسرے حوالے میں یہی کاروائی کی، اور کہا:

اخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده ۔۔۔ج 9 ص 328 حالانکہ اس سے پہلے هذا الحديث کےواضح الفاظ ہیں۔ هذا الحديث اخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده ۔۔۔ج 9 ص 328

بلکہ آپ کے دیئے گئے تمام ہی حوالے اسناد کے لحاظ سے نہیں، بلکہ احادیث کے لحاظ سے ہیں، یعنی کسی ایک حوالے میں بھی سند کی تحسین کا ذکر ہی نہیں، بلکہ حدیث کی تحسین مذکور ہے۔ اور آپ امام علاء الدین کے بارے میں کہتے ہیں کہ (انہوں نے ابوداود کے سکوت سے راوی کا حسن حال پر استدلال کیا ہے)، حالانکہ کسی ایک حوالے میں بھی ایسا مذکور ہی نہیں کہ انہوں نے راویوں کی تحسین کا ذکر کیا ہو۔

اور پھر آپ نے کہا (کچھ مثالیں مزید دیتا ہوں کہ ابوداود نے عطیہ کی روایات پر سکوت کیا۔) ، جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کو ہمارے پیش کردہ اصول کی سمجھ ہی نہیں لگی جس کو ہم نے آپ ہی کے دیئے گئے حوالوں سے نقل کیا تھا۔ یعنی آپ کو یہ سمجھ ہی نہیں لگی ، کہ راوی کی تحسین تو تب ثابت ہو گی ، جب راوی اس حدیث کی اسناد میں منفرد ہوں۔ آپ نے پھر وہی پرانا کام کیا، اور پھر آپ ہم سے مدلل جواب مانگتے ہیں۔ یا للعجب

July 24 at 10:01pm ·

اور آخر میں آپ نے کہا

باقی جناب نے ام معبد والا واقعہ بھی ہضم کر لیا؟ اگر اس کتاب کو آپ نے ضد سے ہی (ماننا ہے تو پھر عثمان کو بھی بقول ایک صحابیہ کے غیر عادل مان لیں)

آپ نے جو دلیل دی ہے، اس کو عرفِ عام میں انتہائی بودی دلیل کہا جاتا ہے، اورِ اہل علم کے ہاں ایسی بودی دلیل کا جواب نہ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ہم اس پر وقت قطعاً ضائع نہیں کریں گے، آپ کے پاس سوالات الآجری پر کوئی علمی جرح ہو تو سامنے لائیں، ورنہ آرام سے بیٹھ جائیں

July 24 at 10:02pm

پھر آپ نے کہا

لہذا جناب اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ترمذی پر تساہل کا الزام درست نہیں کیونکہ انکی)
،(.تحسین سے استدلال بھی کیا جاتا ہے اور راوی کی توثیق بھی کی جاتی

یعنی آپ کو معلوم ہی نہیں کہ دلیل پیش کیسے کی جاتی ہے۔ اور چونکہ علماء نے امام ترمذی کی تحسین سے استدلال کیا ہے، لہٰذا آپ کے نزدیک امام ترمذی کا تساہل ہی ختم ہو گیا، انتہائی افسوس ناک امر ہے اور آپ کی جہالت عیاں کرتا ہے۔

گزارش ہے کہ علماء نے جرح وتعدیل میں مشہور متساہل علماء کی جرح و تعدیل سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن جہاں پر انہوں نے جمہور علماء کے خلاف کسی راوی کی توثیق کی، تو واضح طور پربیان کیا کہ اگرچہ اس عالم نے فلان راوی کی توثیق کی ہے، لیکن جمہور نے اس پر جرح کی ہے، اور جمہور کے قول پر فیصلہ ہوگا۔ لیکن آپ کو ان باتوں کو پتہ ہوتا ، تو دلیل بھی اسی حساب سے دیتے۔ جب آپ کو ان باتوں کو پتہ ہی نہیں، تو آپ دلیل بھی ایسی ہی دیں گے جیسا کہ ابھی تک آپ دیتے رہے ہیں۔

پھر آپ نے کہا

ابن لہیعتہ آپ احناف کے مطابق حسن الحدیث ہے اور یوں آپ نے جو اتنی بڑی عمارت)
اس پر کھڑی کی ہے وہ ریت کی ثابت ہوتی ہے اور فی الفور زمین بوس ہوتی ہے، سنئے
(مزید۔

اور اس کی دلیل میں آپ نے حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتاب تحقیق مسئلہ رفع الیدین کا حوالہ دیا۔ یہاں پر پھر ایک بار پھر واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اس بات کی شدھ بدھ ہی نہیں ہے کہ دلیل کے طور پر کن علماء کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ آپ ایسے ہی جرح و تعدیل میں حبیب الرحمٰن اعظمی وغیرہ کا حوالہ دیں گے تو ہمارا خیال ہے کہ آپ ایک اچھے ذاکر ضرور بنیں گے لیکن محقق کبھی نہیں بنیں گے۔

پھر آپ نے کہا

دوسرا جواب سنئے ابن لہیعتہ کی روایت ترمذی نے بالکل حسن کہی ہے، کیونکہ ابن)
لہیعتہ پر اختلاط جراح بعد از احراق کتب ہے اور اس سے پہلے جن راویان کا سماع ابن
(لہیعتہ پر ہے وہ بلاشبہ صحیح اور راجح ہے۔

دیکھئے، آپ کو اللہ ہی ہدایت دے۔ جو کھلواڑ آپ نے شروع کر رکھا ہے، اس کو دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ آپ سے واسطہ پڑا ہے۔ ورنہ کوئی اہلِ علم ہوتا تو دلیل بھی اچھی دیتا۔ آپ کہتے ہیں کہ ترمذی نے یہ سند حسن قرار دی ہے، کیونکہ ابن لہیعہ سے اختلاط سے قبل یہ روایت نقل ہوئی تھی۔ میری گزارش یہ ہے کہ ابن لہیعہ راوی امام ترمذی کے نزدیک حجۃ نہیں۔ آپ مجھے دیگر علماء سے نقل نہ کریں، امام ترمذی سے نقل کریں۔ میں اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں۔ امام ترمذی نے جو ابن لہیعہ والی روایت کی تحسین کی ہے، وہ یوں ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قال: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ العَاص. هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ مِشْرَحٍ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالقَوِيّ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيه، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا، فَلاَ يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ ابْنَتِهَا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا، فَلْيَنْكِحْ ابْنَتَهَا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلاَ يَحِلُّ لَهُ

نِكَاحُ أُمِّهَا. هَذَا حَدِيثٌ لاَ يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ، وَإِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيعَةَ، وَالمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، وَالمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ، وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الحَدِيثِ

دیکھئے یہاں پر قتیبہ نے ابن لھیعہ سے سماعت کی تصریح کی ہے، اس کے باوجود امام ترمذی نے اسکی سند کو غیر صحیح قرار دیا، اور اس کی وجہ ابن لھیعہ کا ضعف قرار دیا۔

وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، أَخْبَرَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ.وَحَدِيثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ.وَابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

دیکھئے یہاں پر امام ترمذی نے یہ نہیں کہا کہ قتیبہ نے ابن لھیعہ سے سماعت کی تصریح کی ہے یا نہیں، انہوں نے ابن لھیعہ کو ضعیف قرار دے دیا، اور قتیبہ کی بات ہی نہیں کی۔

اور جو اصول میں نے امام ترمذی کا بیان کیا تھا، اس کا آپ نے جواب ہی نہیں دیا۔ انہوں نے فرمایا تھا

وكذلك من تكلم من أهل العلم في مجالد بن سعيد، وعبد الله بن لهيعة وغيرهما، إنما) تكلموا فيهم من قبل حفظهم وكثرة خطئهم. وقد روى عنهم غير واحد من الائمة، فإذا تفرد (أحد من هؤلاء بحديث. ولم يتابع عليه لم يحتج به --- سنن الترمذى ج 6 ص 242

لہٰذا ہم نے کہا تھا کہ عطیہ العوفی بھی کثرت سے خطا کرتا تھا، اور ہبہ فدک کی روایت میں اس کا بھی تفرد ہے

July 24 at 10:06pm

یعنی جس حدیث میں ابن لھیعہ کا تفرد ہو، تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ، کیونکہ ابن لھیعہ کثرت سے خطا کرتا تھا، اور اس کا حافظہ کمزور تھا۔

اس کے باوجود امام ترمذی نے ایک ایسی روایت کو حسن غریب کہا،جس کی سند میں ابن لھیعہ راوی موجود ہے۔ہم نے پہلے بھی کہا تھا (یہاں سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی راوی کثرت سے خطا کرتا ہو، تو اس کی وہ روایات قابل احتجاج نہیں ، جن میں وہ منفرد ہو۔یہی اصول عطیہ العوفی پر لاگو کریں تو اس کی حدیث بھی ناقابل استدلال ٹھرے گی۔)آپ نے اس گفتگو پر کوئی بات ہی نہیں کی، معلوم ہوا کہ یہ بحث آپ کےسر اوپر سے گزر گئی

July 24 at 10:06pm

پھر آپ نے کہا

میں نے ظفر تھانوی کا قول پیش کیا تھا کہ ارسال اور تدلیس قرون الثلثہ کو ضرر نہیں) دیتی۔آپ نے اس میں سے مرسل کا جواب کس جہت سے دیا؟ میری آپ سے ارسال پر

بحث ہو رہی ہے یا تدلیس عطیہ پر؟ آپ سے تدلیس کا جواب نہیں بن پایا تو آپ نے پینترا بدلتے ہوئے ارسال کی بات شروع کر دی جناب؟ جوابات میں دجل سے کام نہ لیں محترم۔ موضوع پر ہی رہیں.اور جناب نے جو تدلیس کی جرح نقل کی تھی کلبی سے اس پر جواب نہیں آیا مطلب کے آپکو معلوم ہے کہ تدلیس کی جرح اسی سے ہے جو کہ ضعیف (ہے۔

آپ جتنا بات کریں گے، اتنا ہی اپنی بات میں پھنستے چلے جائیں گے۔ کیونکہ کہتے ہیں، جھوٹ کے کوئی پاؤں نہیں ہوتے۔ میں نے ارسال کا اس لئے کہا کہ تدلیس کا قاعدہ بھی یہی ہے جیسا کہ علامہ ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے

"ان کان المدلس من ثقات القرون الثلاثة الاولی یقبل تدلیسه کارساله مطلقا"

یعنی اگر تدلیس کرنے والا قرون ثلاثہ و اولٰی کے ثقات میں شمار ہوتا ہو، تو اس کی تدلیس بھی اس کے ارسال کی طرح مطلقاً قبول ہوگی"۔

(۔۔۔ قواعد فی علوم الحدیث ، ظفر احمد عثمانی تہانوی، ص 109،

لہٰذا آپ پہلے عطیہ العوفی کی ثقاہت تو ثابت کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے تو خود کہا تھا کہ ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کے تمام شیوخ ثقہ ہے، اب آپ کلبی کو کس منہ سے ضعیف قرار دے رہے ہیں جبکہ ان کا شمار بھی آپ کے حوالہ جات کے مطابق امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں ہوتا ہے۔لہٰذا آپ تو کلبی کے ضعف کی بات مت کریں

July 24 at 10:08pm

پھر آپ نے کہا

(بھائی بہت بہت شکریہ ابن حجر کا تناقص دکھانے کے لئے۔ چنانچہ ایک جگہ انہوں نے صریحا حدیث کو حسن کہا دوسری جگہ اس راوی کی تضعیف کی اور پھر ایک جگہ اس راوی کی روایت کو اپنے اصول کے مطابق جرح نہ کرکے پھر سے حسن بنا دیا پھر اسی کو صدوق بھی لکھ دیا اسی کو کثیر الخطاء اور ضعیف الحفظ بھی۔ تو میاں کیا مانیں؟ مسئلہ ہمیں تناقص سے نہیں مسئلہ ہمیں اس امر سے ہے کہ آپ ابن حجر کے ایک قول (کو لیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں

جناب ، جس چیز کو آپ نہ سمجھیں، اس کو تعارض پر محمول نہ کریں۔ یہاں آپ کا تقیہ والا قاعدہ نہیں چلے گا کہ اور کوئی بات نہ ملی تو تقیہ پر محمول کر دیا۔ ہم نے آپ ہی کے پیش کردہ حوالہ جات سے پہلے ثابت کر دیا کہ روایت کی تحسین سے صرف اس راوی کی تحسین ثابت ہوتی ہے، جو اس سند میں منفرد ہوں۔ اور اس کے باوجود بھی اگر کسی خاص دلیل سے ثابت ہوا کہ کوئی راوی کسی امام کے نزدیک ضعیف ہے، تو اسے ضعیف ہی سمجھا جائے گا۔ آپ اپنے ہی پیش کردہ اس اصول کو سمجھیں ، اور پھر بات کریں۔ آپ نے بھی مناظرہ کرنا آسان سمجھ لیا ہے، اس سے زیادہ تعارض تو ابن معین کے کلام میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہاں آپ عطیہ کی توثیق ثابت کرنے کے لئے تعارض کا لفظ منہ سے نہیں نکالتے ۔اور یہاں پر ابن حجر کی جرح سے بچنے کے لئے فوراًتعارض کا کہہ کر جان خلاصی کی کوشش شروع کر دی

July 24 at 10:09pm ·

پھر آپ نے کہا

(عجلی کو مستابل کہنا دو وجہ سے ناقص ہے۔ عجلی کے تساہل کی بات اس وقت آئے گی (اور جو لسٹ بھی آپ نے پیش کی جب راوی مجہول ہو لیکن ادھر تو راوی بہت معروف ہے)

آپ قاعدہ کو سمجھے ہی نہیں ہیں۔ عجلی کا تساہل مجہول کی جہالت رفع کرتا ہے، اس کی ثقاہت ثابت نہیں کرتا۔ یہاں راوی معروف ہے، مجہول نہیں۔ لہٰذا راوی کی جہالت ختم کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ آپ نے اس کی ثقاہت ثابت کرنی ہے، اور وہ عجلی کے تساہل کی وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتی جب کہ جرح کرنے والے بہت ہیں، اور معتدل علماء ہیں۔

اور آپ نے کہا

(عجلی کو متساہل کہنا یہ بھی استقرا کی وجہ سے کہا گیا جو خود مستقل دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ مختلف مجتہدین کا استقرا مختلف ہے لہذا ایک کا استقرا دوسرے پر دلیل نہیں)۔

یہ صرف استقراء کی وجہ سے نہیں، بلکہ تحقیق بھی یہی ثابت کرتی ہے۔ لہٰذا ہم نے تحقیق کے طور پر 27 راویوں کا تذکرہ کیا، جس کو عجلی نے ثقہ قرار دیا تھا، لیکن ابن حجر جیسے محقق عالم کے نزدیک اس کا درجہ یا تو مجہول ہی رہا، یا پھر زیادہ سے زیادہ "مقبول" تک پہنچا۔ یہ تحقیق ہے، استقراء نہیں، اور آپ اس کو ایسے ہی نہیں جھٹلا سکتے

July 24 at 10:10pm

پھر آپ نے کہا

(اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ زبیر علی زئی بھی عجلی کو متساہل ماننے پر تیار نہیں تھے اور کہتے تھے کہ ان کا مرتبہ بھی دیگر آئمہ کی طرح ہے اور جو متاخرین میں ان کو متساہل کہتے ہے تو زبیر علی زئی سیدھی سناتے ہیں کہ ان کے پاس اس دعوی کی کوئی دلیل نہیں)

ہم نے دلیل کے طور پر 27 راویوں کی فہرست آپ کے حوالے کر دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی؟اور علامہ زبیر علی زئی سے کئی علماء نے عجلی کے بارے میں اختلاف کیا ہے، لہٰذا آپ علامہ زبیر علی زئی کی بات سے استشہاد نہ کریں، ہم بھی ایسے معاصر علماء کے اقوال پیش کر سکتے ہیں، لیکن اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اور آپ نے کہا

باقی رہی بات کہ عجلی نے عطیہ کی توثیق کے ساتھ لیس بالقوی لکھا ہے تو جناب)
لیس بالقوی کوئی بہت بڑی جرح ہے؟ اس سے راوی کی توثیق پر کوئی فرق نہیں پڑتا
البتہ روایت حسن ہوجاتی ہے ضعیف نہیں ہوتی۔ عجلی ایک راوی کے بارے میں فرماتے
(ہے۔۔۔اور اس کے بارے میں لیس بالقوی فرمایا لیکن یہ صحاح اہلسنت کا راوی ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس راوی"طلحہ بن نافع" کی راویت مقروناً لی
ہے یعنی اس کی بیان کردہ روایت کی دوسری صحیح سند بھی پیش کردی ہے۔اور امام
بخاری کا جس پر اعتماد قوی نہ ہو تو اس کی روایت مقرون لاتے ہیں۔ نیز جب متساہل
عالم بھی عطیہ کو لیس بالقوی کہے، تو سوچنے کا مقام ہے۔ فتدبر

آخر میں آپ نے کہا

اور جناب آپکا آخری کمنٹ جو آپ نے شاید دوبارہ جذبات میں آکر جھوٹ و دجل سے کام)
لیا کہ عطیہ کے ضعف پر اجماع ہے؟ استغفراللہ۔جناب میں نے آپکو کہا تھا کہ ہمارے پاس
(دلائل آپکی سوچ سے بھی بالا ہیں لیکن شاید آپ نے اس بات کو ہلکا لیا۔

محترم میں عطیہ کے بارے میں امام ابو داؤد، امام ابوزرعہ، امام نسائی، امام بوصیری،
امام احمد، امام یحیی بن معین، ابن عدی، امام سفیان الثوری، امام بیہقی، ابن خزیمہ،
ابن حزم، علامہ ہیثمی، امام عقیلی، حافظ ذہبی، یحیی بن سعید القطان، علامہ ابن
کثیر، علامہ نووی، علامہ منذری، علامہ سیوطی، نور الدین السندی، ابن جوزی، ابن
ملقن، علامہ عینی الحنفی، علامہ شرف الحق عظیم آبادی، امام دارقطنی، ابن حبان،
امام ہشیم، علامہ مغلطائی حنفی، حافظ ابن تیمیہ، علامہ سخاوی، علامہ صنعانی،
علامہ عبد الحق ازدوی، علامہ ساجی، علامہ ابن سعد، ابن حجر، حافظ یوف المزی،
علامہ زیلعی ، علامہ انور شاہ کاشمیری حنفی، علامہ البانی،نواب محسن الملک،
شعیب الارنووط اور آیت اللہ امینی الشیعی کی عطیہ العوفی پر جرح کے حوالہ جات،
پہلے سے میرے پاس موجود ہیں، اور یہ چالیس علماء ہیں ، یہ کوئی ایسے لوگ نہیں
جن کو کوئی جانتا نہ ہو۔اور کوشش کروں تو دس پندرہ اور لوگوں کے نام اس فہرست میں
شامل کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آپ ہر پوسٹ میں ایک دو علماء کے نام لگا
کر اجماع کا رد نہیں کریں گے۔

اور یاد رکھیں، جن باتوں کو آپ نے سرے سے زیرِ بحث ہی نہیں لایا، یہ نہ سمجھیں کہ
ہم نے انہیں بھلا دیا ہے۔ اب آپ جواب لکھیں، لیکن ہماری تمام باتوں کا جواب ضرور دیں،
ورنہ سمجھا جائے گا کہ آپ کے پاس پورا جواب نہیں۔ ہم نے مدلل جواب دیا ہے، اور آپ
سے مدلل جواب کی توقع کی جاتی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

July 24 at 10:12pm

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

ارمان علی جناب میں جوابات دیتا ہوں تمام جوابات غور سے پڑھئے گا کیونکہ آپ بھول جاتے ہیں

جناب آپ اپنے جوابات میں عجیب منطق سے بات کرنے لگے ہیں کہ آپ گویا ثابت کر رہے ہیں کہ جو چیز آپکے مطلب کی ہے وہ کیسے بھی راجح ہو اور جو آپکے خلاف ہے وہ رد ہی ہو۔

جناب ہم نے قاعدہ جلیلہ ثقہ و ضعیف پر تعارض ہونے کی وجہ سے ثابت کیا ہے اور آپ اسکو ماننے کو ہی تیار نہیں؟ آپ کیوں اپنے ہی قواعد کی نفی پر تلے ہیں۔

آگے جناب نے کہا کہ اسکی روایت کو صرف لکھا جائیگا استدلال نہیں کیا جائیگا تو جناب لا باس بہ سے مراد ہم نےتوثیق پر اوپر کتنے حوالے دئے لیکن پتہ نہیں آپ اسے پڑھ کر بھی کیوں چھوڑ گئے۔
اور آپ یکتب حدیثہ والا قول پیش کر رہے ہیں تو جناب اس پر بھی نیا حوالہ لے لیں کہ جسے ابن معین ضعف سمجھتے ہوں اسکی حدیث لکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

ابن حجر اپنی کتاب لسان المیزان میں ابن ابی خیثمہ کا قول لائے ہیں۔

قال أبن أبي خيثمة : قلت لابن معين : إنك تقول : فلان ليس به بأس ، وفلان ضعيف ، قال : إذا قلت لك : ليس به بأس فهو ثقة ، وإذا قلت : هو ضعيف ، فليس هو بثقة ولا يكتب حديثه
یعنی ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے ان کے "فلاں لیس بہ باس اور فلاں ضعیف والے قول کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا اگر میں کہوں لیس بہ باس پر وہ ثقہ ہے اور اگر میں کہوں وہ ضعیف ہے تو وہ ثقہ نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

لسان المیزان ج1، ص 93۔

یعنی خود ابن معین کے نزدیک جسے وہ ضعیف کہیں اس کی حدیث لکھی ہی نہیں جا سکتی اور جسے لیس بہ باس کہیں وہ ثقہ بھی ہے اور اس کی حدیث لکھی بھی جائے گی تو ثابت ہوا کہ ابن معین کا اس راوی کی توثیق بھی کرنا اور یکتب حدیثہ بھی کہنا اسکی توثیق کی ہی محکم دلیل ہے اور ضعیف بھی کہاتو تعارض فقط قاعدہ جلیلہ ہی آئیگا۔

اور آپ قاعدہ جلیلہ کو لیکر مجھ پر اعتراض کس جہت سے کررہے ہیں وجہ بیان کریں جبکہ میں نے مبارکپوری ابن حجر اور سخاوی سے یہ بیان کیا یا تو آپ کہہ دیں کہ آپ ان کتب کو نہیں مانتے تو قاعدہ جلیلہ پر بات ختم۔ جبکہ یہ متاخرین اس قاعدے پر عمل کر رہے ہیں تو مطلب یہی ہوا کہ یہی قاعدہ راجح ہے۔

آگے جناب نے ایک عجیب اقرار کردیا کہ ابن معین اپنی رائے بدل بھی سکتے ہیں اور ابن حجر اجتہادی خطاء بھی کر سکتے ہیں۔تو جناب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابن معین نے اپنی رائے بدل کر اسکو لیس بہ باس یعنی ثقہ کہا اور ابن حجر نے اجتہادی خطاء سے اسے کثیر الخطاء کہا۔ اب آپ ہی کہ احتمال کے تحت جواب دیا گیا ہے۔

اور جناب ابن معین کی تضعیف آپ کیسے نقل کرتے ہیں اپنے ہی قواعد کے خلاف جبکہ ہم نے ۱۳ علماء کے بیانات دئے تھے کہ جرح فقط مفسر ہی قابل قبول ہے لہذا آپکو چیلنج ہے کہ متقدمین سے جرح مفسر ثابت کریں ورنہ اب جرح بغیر سبب کے مت دیجئے گا۔ ضد چھوڑ دیں جناب۔

اور ایک اور بات کی تصحیح کر لیں کہ یہ اصول میں نے نہیں نکالا بلکہ آپکی کتب معتبرہ سے پیش کیا ہے جسکو آپ مان نہیں رہے کیونکہ آپ پر آپ ہی کی بات فٹ آتی ہے کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔

اور آپکی ہی دوسری بات ہم آپ پر پلٹاتے ہیں کہ اپنی کتب کے اصولوں کے پابند رہیں اس میں آپکی پسند نا پسند نہیں دیکھی جائیگی۔ اور جرح دکھانی بھی ہو تو مفسر دکھائیں

دوسری بات آپ نے کی ابوداود پر۔ تو جناب میں کہتا ہوں کہ حد ہوتی ہے ضد بازی کی بھی میں نے اوپر کتنے ہی حوالہ جات دئے تھے کہ روایت کو حسن یا صحیح کہنا اصل میں راویوں کی توثیق ہوتی ہے دوبارہ نقل کرتا ہوں کیونکہ شاید آپ بھی ضعیف الحفظ ہیں کہ بھول جاتے ہیں۔
اسکو ہم مقدمہ 1 کا نام دیتے ہیں۔تاکہ آگے اسکےاستعمال میں اسانی ہو۔

حدیث پر حکم لگانا اسناد پر حکم لگانے کے برابر اور یوں راویان کی توثیق کے مترادف ہے

:، زبیر علی زئی فرماتے ہے1

تصحیح الحدیث توثیق لرواتہ۔

ترجمہ: حدیث کو صحیح کہنا اس کے (سند میں) راویان کی توثیق کے مترادف ہے۔۔۔
(اس کی ذیل میں ترمذی کی مثال بھی حافظ زبیر علی زئی لاتے ہیں)
مزید ہم نے زبیر علی زئی کے حوالے دئے تھے قول المتین سے کہ روایت کی تحسین یا تصحیح اصل میں راویان کی توثیق ہے۔

https://ia902509.us.archive.org/19/items/irc123/Anwarul-aheefa(Zubar%20Ali%20Zai%20Hafizaullah).pdf

، شیخ تقی الدین کا قول جیسا کہ زیلعی حنفی نے نقل کیا یوں ایک حنفی عالم سے 2 بھی تصدیق مل گئی

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ فِي الْإِمَامِ: وَمِنْ العجب كون الْقَطَّانِ لَمْ يَكْتَفِ بِتَصْحِيحِ التِّرْمِذِيِّ فِي مَعْرِفَةِ حَالِ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، مَعَ تَفَرُّدِهِ بِالْحَدِيثِ، وَهُوَ قَدْ تقل كَلَامَهُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ أَنْ يَقُولَ: هُوَ ثِقَةٌ، أَوْ يُصَحِّحَ لَهُ حَدِيثٌ انْفَرَدَ بِهِ

شخ تقی الدین فرماتے ہے کہ کتنی عجیب بات کہ حافظ قطان کو ترمذی کی تصحیح کافی نہیں رہی عمرو بن بجدان کے حوالے سے اگرچہ وہ متفرد تھا روایت حدیث میں،

اگرچہ ترمذی نے حسن صحیح کہا اس کی روایت کو۔ بھلا کیا فرق ہے کہ اگر ثقہ کہا جائے یا منفرد حدیث کو صحیح کہا جائے۔

نصب الرایہ جلد ١ ص ٢٢٠ طبع دار الحدیث۔

3 ، شمس الدین ذھبی بھی اس قاعدہ کی موافقت کرتے ہے اور جب حافظ ابن قطان کا یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ ایک راوی کی عدالت ساقط ہے تو جواب دیتے ہیں:

وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزك وغيرهما فذلك توثيق له.

اس راوی کی حدیث کو ابن منذر اور ابن حزک اور دیگر نے صحیح کہا جو اس کے ثقہ ہونے پر دال ہے

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٥، طبع جده
http://shamela.ws/browse.php/book-2171#page-23

4 ، حافظ ابن حجر۔

عبیداللہ بن مغیرہ کے ترجمہ میں فرماتے ہے:
أخرجه الضياء في المختارة ومقتضاه أن يكون عبيدالله عنده ثقة
ضیاء نے مختارہ میں اس سے حدیث کا اخراج کیا اور یہ متقاضی کہ عبیداللہ ان کے نزدیک ثقہ ہو

حوالہ: تہذیب التہذیب، جلد ٧، ص ٤٥ طبع دار الفکر

عبداللہ بن عتبہ کے بارے میں حافظ کہتے ہے

أخرج ابن خزيمة حديثه في صحيحه فهو ثقة عنده
ابن خزیمہ نے اس سے حدیث اپنی صحیح میں لی جو اس کے ثقہ ہونے پر دال ہے
حوالہ: تہذیب التہذیب جلد ٥، ص ٢٧٢ طبع دار الفکر

وقال الترمذي حسن غريب وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف

ترمذی نے (راوی کی حدیث کو) حسن غریب کہا اور یہ متقاضی ہے کہ یہ راوی ترمذی کے نزدیک صادق لہجتہ معروف ہو۔

تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، جلد ١، ص ٧٥١ طبع بیروت

http://islamport.com/w/trj/Web/898/954.htm

(ابن قطان (جو ذھبی نقل کرتے ہیں بحوالہ نصب الرایہ

وفي تصحيح الترمذي إياه توثيقها

ابن قطان فرماتے ہے) ترمذی کا اس کی روایت کو صحیح کہنا اس کی توثیق پر دال ہے)

الکاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٤،

http://shamela.ws/browse.php/book-2171/page-22

یہی جاری ہے

:۔ ابن ملقن فرماتے ہیں6

وَقَالَ غَيره: فِيهِ جَهَالَة، مَا رَوَى عَنهُ سُوَى ابْن خُنَيْس. وَجزم بِهَذَا الذَّهَبِيّ فِي «الْمُغنِي» فَقَالَ: لَا يعرف لَكِن صحّح الْحَاكِم حَدِيثه - كَمَا ترَى - وَكَذَا ابْن حبَان، وَهُوَ مُؤذن بمعرفته ".وثقته

اور دوسروں نے کہا کہ اس میں جہالت ہے کیونکہ ابن خنیس کے علاوہ کوئی بھی اس " سے روایت نہیں کرتا، اور ذہبی نے تو جزم کے ساتھ یہ بات المغنی میں کہی ہے کہ: وہ معروف نہیں ہے لیکن - جیسا کہ آپ نے دیکھا - الحاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے، اور اسی طرح ابن حبان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، اور وہ اپنی معرفت اور ثقابت کی وجہ سے پکارا جاتا ہے۔

البدر المنير، جز ٤، ص ٢٦٩، طبع رياض

http://shamela.ws/browse.php/book-5922#page-2093

:، ترکمانی حنفی فرماتے ہیں7

وقد صحح الترمذي لابن عياش عدة احاديث من روايته عن اهل بلده

ابن عیاش پر جراح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہے ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو اس کی توثیق پر دال ہے) جو اس نے اپنے شہر والوں سے کی ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد ٩، ص٣٢٥ طبع دار الفكر

:، ابن ہمام الحنفی کے بقول8

تحسين الترمذي الحديث فرع معرفته حاله وعينه

ترمذی کی (راوی کی روایت کو) تحسین کرنا اس بات کے بعد ممکن ہے کہ وہ راوی ترمذی کے ہاں معروف ہو اور مورد ایقان۔

حوالہ: فتح القدیر، جلد ۲ ص ٤۲۹ طبع دار الف

:، عینی حنفی کے بقول9

وقال ابن حزم: مجهول. قلت: ليس كذلك، فإن ابن حبان ذكره فى الثقات، وصحح الحاكم حديث

ابن حزم کا راوی کو مجہول کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا اور حاکم نے اس راوی کی حدیث کو صحیح کہا (جو بدلالت التزامی اس کی توثیق پر دال ہے)

مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار، جلد ۱، ص ٦۹، طبع بيروت

:، مغلطائی الحنفی اپنی شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہے10

حديث إسناده حسن؛ للاختلاف في حال كثير؛ فإنه ممن صحح له الترمذي

یہ روایت حسن ہے کیونکہ کثیر نامی راوی پر کافی اختلاف ہے (جرح و تعدیل کے اعتبار سے) لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو تحسین بنی سیاق کی دلیل ہے)

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام، جلد ۱، ۳۰۹، باب ما جاء في إسباغ الوضوءِ

اور اسی اصول کے تحت جناب کو ابو داود کی تحسین دکھائی گئی تھی اور اس سے عطیہ کی توثیق اور اسکے حسن الحدیث ہونے پر استدلال کیا گیا لیکن جناب نے یہاں بھی ضد کا دامن تھام رکھا ہے

http://shamela.ws/browse.php/book-5922/page-2093

اور آپ نے خود اقرار کر لیا کہ راوی کی تحسین تب ہوگی جب وہ منفرد ہو۔ سبحان اللہ۔ حق آپکی زبان سے نکل ہی گیا لیں پھر اب آپکو عطیہ کی منفرد روایات دکھاتے ہیں یعنی کے اسکی غریب روایات جو حسن و صحیح ہیں۔

ہم اسکے جوابات کے مقدمات کی صورت میں کچھ نام رکھتے ہیں تاکہ آگے بھی کام آئیں۔

:مقدمہ نمبر 2

ہم دلائل پیش کرتے ہیں کہ وہ روایات جن میں عطیہ کا تفرد ہے اور انکو صحیح یا حسن کہا گیا۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال حين يخرج إلى الصلاة: "اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك، وبحق ممشاي۔۔۔الخ

یہ رایت درج ذیل کتب میں ہے با اسناد۔

مسند احمد جز 17 ص 48

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْمُوَفَّقِ أَبُو - الْجَهْمِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

مسند ابن ابی جعد ج 1 ص 99

031 - حَدَّثَنِي جَدِّي، نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، نَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ _ قَالَ يَزِيدُ: فَقُلْتُ لِفُضَيْلٍ رَفَعَهُ؟ قَالَ: أَحْسَبُهُ قَدْ رَفَعَهُ _ قَالَ

سنن ابن ماجہ جلد 1 ص 56

778 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْمُوَفَّقِ أَبُو الْجَهْمِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

الدعا للطبرانی ج 1 ص 149

- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ الْعِجْلِيُّ، ثنا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

عمل اليوم والليلة سلوك النبي مع ربه عز وجل ومعاشرته مع العباد جلد 1 ص 76

85 - أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْقُطْبِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحِ بْنِ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

امالی بن بشران ص 35

753 - وَأَخْبَرَنَا دَعْلَجٌ ثنا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ السَّاقَانِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ ضُرَيْسٍ، ثنا ابْنُ فُضَيْلٍ، ثَنَا أَبِي، عَنْ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

الدعوات الکبیر للبیہقی

65 - أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، وَأَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 ص 5

90 - حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ،

یہی جاری ہے۔

چنانچہ ہماری معلومات کے مطابق یہ روایت

عن فضیل عن عطیہ عن ابی سعید کے علاوہ کسی اور محفوظ طریق سے منقول نہیں اور اس پر اگر حکم صحت لگایا جائے تو اس کا فقط یہی مطلب ہوگا کہ اس کے راوی عند الناقد حسن الحدیث کم سے کم ہیں۔

اب اس روایت کی تحسین کرنے والے

1۔ حافظ ابن حجر ہے اپنی کتاب امالی الذکر میں

نتائج الأفكارفي تخريج أحاديث الأذكار، ص 68، طبع دار ابن کثیر

۔ حافظ دمیاطی کے مطابق اس روایت کی 'سند' حسن ہے

المتجر الرابح، ص 641، ح 131 طبع مكتبة ومطبعة النهضة الحديثة
http://ia80003.us.archive.org// items/waq3793/3793.pdf

3۔ حافظ عراقی اس کو حسن قرار دیتے ہے

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار ص ص384 طبع دار ابن حزم

4 ۔ حافظ منذری اپنی کتاب الترغیب و الترهیب تحسین کی طرف مائل ہے اور ابوالحسن مقدسی سے اس کی تحسین نقل کی

الترغيب و الترهيب جز ص 305، طبع بیروت

5۔ زاھد کوثری بھی اس روایت کی تحسین کی طرف مائل ہے۔

کتاب محق التقول فی مسالتہ التوسل ص 4-5، طبع مکتب الازھریہ

6۔ ابن خزیمہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب التوحید میں ضمنا کیا ہے ۔

کتاب التوحید، ص 41، طبع ریاض

لیکن بوصیری کے بقول چونکہ ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں اس روایت کو نقل کیا لہذا یہ روایت ابن خزیمہ کے اصول کے تحت صحیح ہوگی۔

مصباح الزجاجتہ ص 98، طبع بیروت

تو نقول کے بعد پتا چلا کہ اس روایت میں عطیہ کا تفرد ہے اور عطیہ کے علاوہ کسی اور نے ابو سعید سے نقل نہیں کیا لیکن ان علماء نے اس کی تحسین کی۔

1ابن حجر ۔
منذری کے شیخ ابو الحسن مقدسی ۔
3زاھد کوثری ۔
4عراقی ۔
5دمیاطی ۔
6ابن خزیمہ ۔

اس کے علاوہ خود ابن حجر اور دیگر کا اصول ہے کہ روایت کی تحسین کرنا اسناد روایت کی تحسین اور روایان حدیث کی تحسین ہوتی ہے چنانچہ ان اصول کے تحت ہمیں ایک فائدہ ملا کہ ان پانچوں سے عطیہ کا حسن الحدیث ہونا ثابت ہوا۔ اب اگر اس کے معارض کوئی اقوال پیش کیا جائے گا تو اس کو تناقص پر مبنی سمجھا جائے گا اور اگر کوئی تطبیق نہیں ہوگی تو وہ قول ساقط ہوجائے گا (اس کی تفصیل حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر کے ضمن میں آئے گی)

اس کے علاوہ ہمیں قاعدہ ملا خود ان محدثین کی تصریح کے مطابق کہ جب ایسی روایت کی تصحیح و تحسین کی جائے تو اس سے راویان کی توثیق بھی آجاتی ہے اور بقول آپکے سند میں راوی کا تفرد ہو تو تحسین یا تصحیح پر اسکی توثیق ہوتی ہے تو اب مان لیں جناب ضد نہ کریں آپ نے خود اقرار کیا ہے۔ اب اس کے علاوہ حسن لغیرہ والا فارمولا ادھر ہرگز نہیں چلے گا کیونکہ جیسا ہم نے ثابت کیا کہ اس کا طریق غریب ہے

ابو داود کی بھی اس غریب روایت میں عطیہ ہے۔

4344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ»

اور پوری سنن ابی داود چھانٹ ماریں فقط یہی روایت ان الفاظ سے ہے اور وہ بھی عطیہ سے تو جناب یہاں سے بھی عطیہ حسن الحدیث ہے جیسا کہ آپ نے خود کہا۔باقی ابوداود پر ہم کتنے دلائل سے فرماچکے ہے کہ آپ لوگوں کے نزدیک روایت کی سند کی تحسین اس کے راویان کی ہی ہوتی ہے اور دیکھئے ہم نے ایک روایت بھی عطیہ کی نقل کی جس کا کوئی متابع اور کوئی شاہد ابوداود نے نقل نہیں کیا اور فقط اس ہی روایت کو نقل کرکے سکوت کیا تو بھائی ہم کیا مراد لیں پھر۔ جواب آپ دیتے نہیں اور پھر وہی پرانی باتیں۔

چلیں اب دو مزید حوالہ دیتا ہوں جن کا براہ راست تعلق راویان سے ہی ہے۔

علامہ عینی حنفی جن کی مشہور کتاب عمدتہ القاری ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہے:

واختلف عليه فيه ولكن أبا داود لما رواه سكت عنه وسكوته دليل رضاه به

اس راوی کی توثیق پر اختلاف واقع ہوا ہے لیکن ابو داود نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداود کا سکوت اس راوی سے راضی ہونا (یعنی اس کی تعدیل) پر دلالت کرتا ہے

عمدتہ القاری جز 9 ص 436

http://islamport.com/d/1/srh/1/45/1293.html

ظفر تھانوی صاحب خود اعلاء السنن میں ایک راوی ابراہیم بن اسماعیل جو بعض ناقدین کے نزدیک مجہول تھا اس کے بارے میں فرماتے ہے اور کہا کہ چونکہ ابوداود نے اس پر سکوت کیا تو
فھوا مقارب الحال عندہ کہہ کر توثیق کی گئی۔

اب ہم نے دو لوگوں سے اس امر کو ثابت کردیا ہے۔ مزید حوالے جات بھی موجود ہیں لیکن نہ پرانی باتوں کا جواب آیا اور اب دو نئے حوالے لے کر یا تو حنفیوں کی لاج رکھیں یا توبہ کرکے سلفی ہوجائیں تو ہم ویسے دلائل دیں گے

http://islamport.com/d/1/mst/1/36/110.html?zoom_highlightsub=%D6%C8%D8

ارمان علی صاحب ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے میں نے پچھلے کمنٹس میں زبیر علی زئی کے قول سے ہی اجری کو مجہول اور ناقابل اعتماد دکھایا لیکن اسکو چھوڑ کر آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے ابھی تک کوئی علمی جرح نہیں کی؟

جناب کیا بات ہے نیچے کمنٹ میں دوبارہ حوالہ جات نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ آپ بھول جاتے ہیں

29 القول المتین

''اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی، معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔''

(احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۰)

عمرو بن الحارث الحمصی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۸/۱۳)

ابن حبان، ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، اور ابن قیم نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ [illegible]، اعلام الموقعین [illegible])

ان کے مقابلے میں حافظ ذہبی نے کہا ''غیر معروف العدالة'' (میزان الاعتدال ۳/۲۵۱)

حافظ ابن حجر نے کہا: مقبول (التقریب: ۵۰۰۱)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱۔ غیر مفسر ہے ۲۔ جمہور کے خلاف ہے ۳۔ ان کے اپنے کلام میں بھی تعارض ہے۔ حافظ ذہبی نے خود عمرو بن الحارث کی حدیث کی تصحیح میں موافقت اور ابن حجر نے سکوت کیا ہے۔

''و إذا تعارضا تساقطا'' (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۴/۵۵۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ عمرو بن الحارث ثقہ وصحیح الحدیث ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی امام بخاری کی کتاب ''الأدب المفرد'' کے راوی ہیں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/۱۱۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔

ابن معین نے کہا: ''لا بأس به ولكنهم يحسدونه'' (الجرح والتعدیل ۲/۲۰۹ وسندہ صحیح)

ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، الذہبی اور ابن قیم نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کرکے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

ان کے مقابلے میں مروی ہے کہ امام نسائی نے کہا: ''ليس بثقة'' (تہذیب التہذیب ۱/۱۸۹)

ترمذی پہ جناب نے کافی لمبی چوڑی بات کی تو جناب آپ ضد پہ کیوں اٹل ہو جاتے ہیں؟ جمہور کے قول پر کیونکر فیصلہ ہو جبکہ آپ جرح مفسر ثابت کرنے سے قاصر ہیں؟

پہلے جرح مفسر تو ثابت کریں کبھی آپ اجماع کہتے ہیں کبھی جمہور۔ جناب ایک زبان رکھیں۔آپ تو خود تناقص کا شکار ہو رہے ہیں۔

اب دیکھیں اجماع کی تعریف کیا ہوتی ہے۔ اجماع کی تعریف میں علم اصول الفقہ میں مرقوم ہے:

الرابع: أن يتحقق الاتفاق من جميع المجتهدين على الحكم، فلو اتفق أكثرهم لا ينعقد باتفاق الأكثر إجماعٌ مَهما قل عدد المخالفين وكثر عدد المتفقين لأنه ما دام قد وجد اختلاف وجد احتمال الصواب في جانب والخطأ في جانب، فلا يكون اتفاق الأكثر حجة شرعية قطعية ملزمة.

چوتھی شرط اجماع یہ ہے کہ تمام مجتہدین کا اتفاق ایک حکم پر ہو، چنانچہ اگر اکثر کا اتفاق ایک امر پر ہوجائے تو اجماع منعقد نہیں ہوگا اگرچہ ایک حکم کے خلاف بہت کم ہوں اور حکم کے موافق کافی سارے، کیونکہ جب تک اختلاف اس نوعیت تک کا بھی موجود ہے تو صحیح اور غلط ہونے کا احتمال بہرحال رہے گا چناچنہ اکثر کا اتفاق کرلینا حجت شرعیہ نہیں جو قطعی ہوتا ہے اور لازم عمل ہوتا ہے۔

علم اصول الفقہ از عبدالوھاب خلاف ص 45 طبع دار القلم۔

لہذا یہاں سے سمجھ آیا کہ اجماع کے لئے تمام ناقدین کی رائے ایک ہونا ضروری ہے

چنانچہ ہم جیسے کہ پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ عطیہ کو کافی علماء نے ثقہ صدوق اور حسن الحدیث کہا ہے لہذا یہ دعوی اجماع تو سرے سے ہی باطل ہے اور اس پر اب وقت ضائع کرنا فائدہ مند نہی

ایک قاعدہ بار بار ذکر کیا جارہا ہے کہ اس کو جمہور نے ضعیف کہا ہے جمہور نے ضعیف کہا ہے چنانچہ ہم ایک مزید مقدمہ رکھتے ہیں کہ پتا چلے کہ آیا جمہور کا کچھ کہنا کیا دلیل حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اور منہج صحیح کیا ہے

اس کے علاوہ ہماری بحث اصل صغروی نہیں کہ آیا عطیہ کے بارے میں جو انتساب تضعیف کیا جاتا ہے وہ ثابت بھی ہے یا نہیں بلکہ بحث کبروی ہے کہ اگر بالفرض ثابت ہو بھی جائے کہ عطیہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے تو فاضل مخالف حنفی دیوبندی کے کیا اصول ہیں۔

اگر جمہور جمہور کا ہی قاعدہ دیکھنا ہے تو اپنے 'امام اعظم اور سراج امت' کی خبر لیجئے جن کو جمہور نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ حافظ زبیر علی زئی نے اپنی آرا نقل کی ہے جس کا مفہوم یوں ہے :

ابو حنیفہ ضعیف فقیہ ہے. جمہور نے اسکو ضعیف کہا ہے جیسے مالک , شافعی , احمد بن حنبل , یحیی بن سعد القطان , عبدالرحمان بن مھدی , بخاری , مسلم , نسائی وغیرھم ... اور اسکی توثیق کسی ایک محدثین سے ثابت ہی نہیں ہے جیسے کہ ابن مبارک , شعبہ, یحیی ابن معین , مدائنی. انکی طرف سے تمام توثیق باطل ہے , اسکی

تفصیل ھم نے اپنی کتاب " الاسانید الصحیحة في الاخبار ابي حنیفة " میں بیان کی ہے ......

تحفة الاقویا في تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری – تحقیق حافظ زبیر علی زائی، ص 113-114 طبع پاکستان

آپ یقینا کہیں گے کہ ان پر جتنی جرح موجود ہیں وہ حسد یا غیر مفسر ہیں (اس بحث میں ہم نہیں جاتے کیونکہ ہماری نزدیک ابوحنیفہ مفسر طور پر مجروح ہیں لیکن ادھر ہمارا کام مناظرہ آگے بڑھانا ہے)

چلیں اگر بہانہ بنائیں کہ یہ تو زبیر علی زئی کی کتاب ہے تو ہم دو مثالیں مزید دیتے ہیں۔

1۔ حجاج بن ارطاہ ان کے بارے میں درج زیل اقوال ملاحظہ ہوں:

ان کے بارے میں نووی فرماتے ہے:

وَالْحَجَّاجُ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ:
حوالہ: المجموع شرح التہذیب، جلد اول ص 274 طبع دار الفکر

اور یہی بات ابن حجر فرماتے ہے تلخیص الحبیر میں
الْحَجَّاجِ فَإِنَّ الْأَكْثَرَ عَلَى تَضْعِيفِهِ

حجاج بن ارطاہ کی اکثر ناقدین نے تضعیف کی ہے

تلخیص الحبیر جز 2 ص 493، طبع بیروت

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں

حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی

دوسری مثال حارث الاعور الھمدانی کی ہے ان کو بھی بقول ناقدین رجال جمہور نے ضعیف قرار دیا

جیسے ہیثمی فرماتے ہے کہ جمہور نے انہیں ضعیف کہا (مجمع الزوائد جز 9 ص 149 طبع بیروت)

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں۔

حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی

ہمارے پاس بہت سی مثالیں جیسے واقدی وغیرہ جو آپ لوگوں کے نزدیک حسن الحدیث ہے لیکن وہ ابھی ہمارا موضوع نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ جیسا منہج ظفر تھانوی کا ہے وہی منہج اپنائے کیونکہ آپ حنفی ہے (یاد رہے یہ کتاب اشرف تھانوی حکیم الامت کی پسند فرمودہ بھی ہے)

اگر آپ کے بقول فقط جمہور کا ضعیف کہہ دینا کافی ہے تو خود ان جمہور کی آراء کے خلاف کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی ہم اب تک ہم آپکے ہی اصول کو پکڑے ہوئے ہیں اور بار بار جرح مفسر کی بات کرتے ہیں لیکن وہ نہیں آتی

رہی بات کثیر الخطاء والی جرح کی تو جناب آپکے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ جرح فقط ابن حجر سے ہے اور انکے تناقصات کے باوجود بھی اگر آپ انہیں سے استدلال کرنے پر بضد ہیں تو آپکی ہی ضد ہی ہے جناب اور کچھ نہیں۔

اورایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ کثیر الخطاء جرح بھی متناقص ہے کیونکہ ساتھ میں ابن حجر نے صدوق بھی لکھا ہے اور یہ خود عمومی طور پر متناقص ہے دیکھیں امام ذہبی کا قول۔

هذا فيه تناقص فالصدوق لا يكثر خطوه۔
اس میں تناقص ہے پس جو صدوق ہے وہ ذیادہ غلطیاں نہیں کرتا۔
سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ٤٢٩۔

تو جناب ابن حجر کی جرح آپکے کسی کام نہیں انے والی۔ اس پر ضد چھوڑ دیں کیونکہ آپکو پہلے بھی اسکے مکمل تناقصات کا علم ہو چکا ہے۔آپ نے کہا

////////////////
جناب ، جس چیز کو آپ نہ سمجھیں، اس کو تعارض پر محمول نہ کریں۔ یہاں آپ کا تقیہ والا قاعدہ نہیں چلے گا کہ اور کوئی بات نہ ملی تو تقیہ پر محمول کر دیا۔ ہم نے آپ ہی کے پیش کردہ حوالہ جات سے پہلے ثابت کر دیا کہ روایت کی تحسین سے صرف اس راوی کی تحسین ثابت ہوتی ہے، جو اس سند میں منفرد ہوں۔ اور اس کے باوجود بھی اگر کسی خاص دلیل سے ثابت ہوا کہ کوئی راوی کسی امام کے نزدیک ضعیف ہے، تو اسے ضعیف ہی سمجھا جائے گا۔ آپ اپنے ہی پیش کردہ اس اصول کو سمجھیں ، اور پھر بات کریں۔ آپ نے بھی مناظرہ کرنا آسان سمجھ لیا ہے، اس سے زیادہ تعارض تو ابن معین کے کلام میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہاں آپ عطیہ کی توثیق ثابت کرنے کے لئے تعارض کا لفظ منہ سے نہیں نکالتے ۔اور یہاں پر ابن حجر کی جرح سے بچنے کے لئے فوراًتعارض کا کہہ کر جان خلاصی کی کوشش شروع
//////////////

جواب:
بھائی صاحب ہم نے مقدمہ 2 بنایا ہے، دیگر قارئین بھی اس کا مطالعہ کرسکتے ہے اس میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ ایک منفرد روایت عن فضیل عن عطیہ عن ابی سعید کے طریق سے آنے والی کو حافظ ابن حجر نے حسن کہا۔ کہانی کچھ یوں بنی تھی۔

1 ۔ آپ نے دعوی کیا کہ آپکو ایک جرح مفسر مل گئی اور آپ نے طبقات المدلسین للابن حجر سے پیش کیا
(اس پر ہم نے جوابا کہا تھا کہ ابن حجر نے اس کی روایت کو حسن بھی کہا ہے اور حنفی اصول کے تحت فتح الباری میں اس کی روایت پر سکوت کیا جو دلیل حسن تھی (جب کہ اس میں بھی عطیہ منفرد تھا
2 ، جوابا آپ اور آپکے پیچھے والے افراد نے کہا کہ عطیہ کو ابن حجر نے ضعیف کہا ہے لہذا یہ قول راجح ہے اور بقول جہاں روایت کو حسن کہا وہ لغیرہ تصور کی جائے

اس پر ہم نے اس سلسلہ میں مقدمہ 2 میں نقص پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لذاتہ (
(حسن تصور کی جائے گی کیونکہ اس کا کوئی اور متابع نہیں فضیل سے لے کر
اب ان تناقصات ابن حجری میں ہم نے کہا کہ ہمیں تناقصات سے مطلب نہیں بلکہ ابن
حجر کی جو دلیل آپ لئے تھے وہ ساقط ہوتی ہے اور وہ جرح بذات خود کوئی کام کی
نہیں رہتی۔
باقی ہمارا اب بھی چیلنج ہے کہ کسی متقدم سے آپ جرح مفسر لائیں

آپ نے کہا۔

//////////////
یہ صرف استقراء کی وجہ سے نہیں، بلکہ تحقیق بھی یہی ثابت کرتی ہے۔ لہٰذا ہم نے
تحقیق کے طور پر 27 راویوں کا تذکرہ کیا، جس کو عجلی نے ثقہ قرار دیا تھا، لیکن ابن
حجر جیسے محقق عالم کے نزدیک اس کا درجہ یا تو مجہول ہی رہا، یا پھر زیادہ سے
زیادہ "مقبول" تک پہنچا۔ یہ تحقیق ہے، استقراء نہیں، اور آپ اس کو ایسے ہی نہیں
جھٹلا سکتے
////////////

جواب:
ماشاء اللہ کیا علم ہے بھائی۔ علم منطق میں استدلال کے لئے طریقہ اپنایا جاتا ہے
1۔ کبھی قیاس منطقی سے
2۔ کبھی استقراء سے
3۔کبھی تمثیل سے۔۔
ان میں سے کفایت کرنے کے لئے فقط قیاس کا ذریعہ ہے اور استقراء تامہ۔۔ استقراء تامہ
کا تو بہرحال دعوی کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ عجلی کے تمام اقوال دستیاب ہیں
بھی یا نہیں یہ خود سوالیہ نشان ہے باقی قیاس منطقی کا تو آپ نے استعمال ہی نہیں
کیا۔ آپ نے دراصل استقراء ناقص اور تمثیلی طریقہ اپنایا ہے جو ہرگز نتیجہ میں یقین کا
ضامن نہیں ہوسکتا بذاتہ۔

باقی آپ کا یہ کہنا کہ یہ قول استقرا نہیں پھر آپ کی جہالت اور نادانی بتاتا ہے۔ جیسا
کہ میں نے اشارہ کیا اس قول کو کثرت سے رواج دینے والا معلمی تھا اور معلمی کا خود
کا قول ہے:

توثيق العجلي وجدته بالاستقراء، كتوثيق ابن حبان أو أوسع

عجلی کی توثیق ابن حبان کی طرح بلکہ اس سے زیادہ متساہل تھی اور یہ استقراء کے
ذریعہ مجھ پر ثابت ہوا ہے۔

معرفتہ الثقات، مقدمہ، ص 124۔

بھائی آپ اتنی محنت نہ کریں اور ان چیزوں میں نہ گھسیں جو آپ کے کام کی نہیں۔

پھر مقبول ہونا بذات خود ابن حجر کی اصطلاح ہے جو انہوں نے تقریب التہذیب میں کافی
استعمال کی ہے اور بعض محققین جنہوں نے تحقیق منہج ابن حجر کیا ہے۔ ان کے
نزدیک مقبول ہونا وجہ ہےحسن الحدیث کی۔

اس کی ایک ہی مثال پر اکتفاء کروں گا کہ ایک روایت ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہے:

3421 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، «أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَتَى سَارِيَةً فَصَلَّى عِنْدَهَا رَكْعَتَيْنِ»

المصنف جز 1 ص 299 طبع ریاض

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

حوالہ: تغلیق التعلیق، جز 2، ص 436، طبع اردہ

جب کہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عمرو اللیثی جس کو حافظ نے فقط مقبول فرمایا ہے۔ (تقریب التہذیب)

تو خود آپ کے قاعدے کے مطابق یہ مقبول بھی اگر ثابت ہوجائے تو ہماری مراد پوری ہوتی ہے اور راوی حسن الحدیث بنتا ہے

آپ نے عجلی کی لیس بالقوی والی بات کا یہ جواب دیا جس میں سراسر فریب ہے۔

///////////
تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس راوی"طلحہ بن نافع" کی راویت مقروناً لی ہے یعنی اس کی بیان کردہ روایت کی دوسری صحیح سند بھی پیش کردی ہے۔اور امام بخاری کا جس پر اعتماد قوی نہ ہو تو اس کی روایت مقرون لاتے ہیں۔ نیز جب متساہل عالم بھی عطیہ کو لیس بالقوی کہے، تو سوچنے کا مقام ہے۔ فتدبر
//////////////

جواب:
واہ میاں واہ حوالہ ہم نے دیا تھا صحیح مسلم کا اور لے گئے آپ بخاری پر؟ پھر سے پوسٹ پڑھئے یہ رہا کمنٹ۔

عجلی ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہے:

[798] طلحة بن نافع أبو سفيان قلت لم يسمه ولكن قال أبو سفيان الذي يروي عنه الأعمش جائز الحديث وليس بالقوي ولا أعلم أن الأعمش روى عن أحد يكنى أبا سفيان إلا طلحة والله أعلم وطلحة من رجال الصحيح۔

اور اس کے بارے میں لیس بالقوی فرمایا لیکن یہ صحاح اہلسنت کا راوی ہے

چنانچہ مسلم اس کی روایت یوں نقل کرتے ہے:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب واللفظ لأبي كريب قالا حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم النعمان بن قوقل فقال يا رسول الله

صحيح مسلم کتاب الایمان

http://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?bk_no=53&ID=13&idfrom=96&idto=105&bookid=53&startno=3

نووی راوی ابو سفیان کے بارے میں کہتے ہے:

أبو سفيان) طلحة بن نافع القرشي)
لہذا زیادہ سے زیادہ حسن الحدیث راوی کہلائے گا اگر کہا بھی گیا ضعیف نہیں۔ ورنہ اس جرح پر یہ راوی بھی ضعیف کہنا پڑے گا۔

ادھر بخاری کی کہانی کیوں لائے؟ خود مسلم کے نزدیک یہ راوی قابل احتجاج ہے۔ فتدبر!!!
ایسے ڈھکوسلوں سے کام نہیں چلے گا۔

مزید سنیں کہ حافظ البانی لیس بالقوی اور لیس بقوی کا دقیق فرق واضح کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ عطیہ پر لیس بالقوی کی جرح ہے لیس بقوی کی نہیں پہلا لیس بالقوی معرفہ ہے اور لیس بقوی نکرہ ہے۔

البانی کہتے ہیں۔

قول الحافظ " ليس بالقوي " و قوله " ليس بقوي " فإن هذا
ينفي عنه مطلق القوة فهو يساوي قوله " ضعيف " و ليس كذلك قوله الأول : " ليس بالقوي " فإنه ينفي نوعا خاصا من القوة و هي قوة الحفاظ الأثبات

لیس بقوی مطلق قوی کی نفی میں واقع ہوا جو ضعیف کے برابر ہے اور لیس بالقوی فقط بہت اعلی حفظ اور ثبات کی نفی کرتا ہے (مطلق نہیں اور ایسی ہی راویان کی روایت درجہ حسن کی ہوتی ہیں)

السلسلة الصحیحة، حدیث 503۔

ادھر آپ نے دو خیانتیں کیں۔

1 ۔ مسلم کی روایت کو بالکل چھوڑ دیا اور بخاری کی مقرون کی کہانی پر آگئے اس پر تبصرہ بیکار ہے ورنہ شدید تبصرہ اس پر بھی کیا جاتا۔
2 ۔ لیس بالقوی اور لیس باقوی کے دقیق فرق کو نہیں سمجھے لہذا پتہ چلتا ہے کہ جناب عربی سےتو نابلد ہیں ہی ساتھ میں اصطلاحات کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں

http://library.islamweb.net/mainpage/index.php

جناب نے کہا۔

//////////
آپ جتنا بات کریں گے، اتنا ہی اپنی بات میں پھنستے چلے جائیں گے۔ کیونکہ کہتے ہیں، جھوٹ کے کوئی پاؤں نہیں ہوتے۔ میں نے ارسال کا اس لئے کہا کہ تدلیس کا قاعدہ بھی یہی ہے جیسا کہ علامہ ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے

"ان كان المدلس من ثقات القرون الثلاثة الاولى يقبل تدليسه كارساله مطلقا"

یعنی اگر تدلیس کرنے والا قرون ثلاثہ و اولٰی کے ثقات میں شمار ہوتا ہو. تو اس کی تدلیس بھی اس کے ارسال کی طرح مطلقاً قبول ہوگی"۔

،(… قواعد فی علوم الحدیث ، ظفر احمد عثمانی تھانوی، ص 109

لہٰذا آپ پہلے عطیہ العوفی کی ثقابت تو ثابت کری
///////////

ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا آپ نے۔ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ احناف کے ہاں تدلیس کوئی برائی ہی نہیں. ہم نے کتنے حوالے دئے. آپ نے ایک پر بھی بات نہیں کی۔ احناف کے ہاں تو اصلا قرون ثلاثہ کی جہالت ہی مضر نہیں اور وہ ثقہ سمجھتے ہیں۔ لہذا آپ کے بس کی بات نہیں جواب دیں اور جو آپ نے نقل کیا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ آگے اسی ظفر تھانوی نے لکھا ہے کہ تدلیس مضر نہیں اور اوکاڑوی نے بھی تدلیس کو جرح ماننے سے انکار کیا ہے باقی جناب نے تدلیس ثابت بھی نہیں کی۔ لہذا بیکار بحث کو چھوڑ دیں

اب آخر میں یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میں نے اوپر گارنٹی دی تھی کہ جو توثیقات میں اب دونگا انکا جواب آپ نہیں دے پائینگے اور میری بات پوری ہوئی آپ نے توثیقات کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

شروع سے آخر تک میرے تمام جوابات دیکھیں میں نے آپکی کسی دلیل کو بغیر علمی جواب کے نہیں جانے دیا لیکن آپ جناب اپنی من مرضیوں پر ہی تلے ہوئے ہیں۔

میں دوبارہ ان علماء کے نام نقل کر رہا ہوں جنہوں نے عطیہ کی توثیق کی۔

١۔ ابن معین
(٢۔تحسین ابوداود (مع التفرد یدل علی توثیقہ
(٣تحسین ترمذی (مع التفرد یدل علی توثیقہ
(٤۔تصحیح امام طحاوی(جواب نہیں آیا
(٥۔ابن شاہین(جواب نہیں آیا
٦۔عجلی
(٧۔امیر علی حنفی(جواب نہیں آیا

(٨۔احمد محمد شاکر(جواب نہیں آیا

(٩۔مولانا رشد اللہ سندی(جواب نہیں آیا
١٠۔اور وہ قاعدہ کے ابوحنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ تھے جس میں توثیق کرنے والے سیوطی، اوکاڑوی اور حقانی شامل ہیں۔

جناب آپ نے اسکا جواب دیا کہ اگر امام اعظم کے تمام مشائخ ثقہ ہیں تو کلبی بھی ان)
میں ہے تو جناب پھر آپ اسکو مانیں ضرور مانیں پھر ہم آپکو اسکی کتب کے حوالہ جات
دینگے کہ اس نے حضرت عمر کے نسب پر جو بکواس لکھے ہیں اور حضرت عثمان کے
والد پر جو لکھا ہے۔ اگر نہیں ماننا تو ایسی بات بھی مت کریں پھر اور دلیل کا صحیح سے
(جواب دیں
آگے مقدمہ نمبر 2 دیکھیں اس میں علماء نے عطیہ کی منفرد روایت کی تحسین یا
تصحیح کی گئی ہے۔
۱۰۔حافظ دمیاطی۔
۱۱۔حافظ منذری۔
۱۲۔زاہد کوثری۔
۱۳۔تصحیح ابن خزیمہ۔

اورمقدمہ نمبر 1 میں ہم نے یہ ثابت کیا کہ روایت کی تصحیح و تحسین اصل میں راوی
کی توثیق ہے۔

تو جناب یہ تیرہ توثیقات ہیں عطیہ کی اور چودہویں بھی لے لیں۔
ابن جریر الطبری بھی اسکی تو ثیق کرتے ہیں۔

منهم عطية بن سعد بن جنادة العوفي ... وكان كثير الحديث ثقة إن شاء الله۔

المنتخب من ذیل المذیل ص 128۔

اب یہ چودہ تو ثیقات ہوئیں جناب انکا جواب دینا آپ پر لازم ہے

جناب ارمان علی صاحب اس بار جھوٹ و دجل سے پرہیز کیجئے گا جو آپ اجماع اجماع
کے جھوٹے دعوے کر رہے ہیں اور جرح مفسر پیش کریں اور ان تمام دلائل کا مع التوثیقات
جواب دیجئے گا۔

یہاں میں اپنا جواب ختم کرتا ہوں امید ہے اس دفع جھوٹ و فریب کے بغیر مدلل جواب آئیگا

وہابی مناظر ارمان علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بغیر کسی تاخیر کے جوابات کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔
آپ نے کہا

جناب آپ اپنے جوابات میں عجیب منطق سے بات کرنے لگے ہیں کہ آپ گویا ثابت کر رہے)
ہیں کہ جو چیز آپکے مطلب کی ہے وہ کیسے بھی راجح ہو اور جو آپکے خلاف ہے وہ رد
(ہی ہو۔

گزارش یہ ہے کہ ہم نے راجح اور مرجوح کی بات ہی نہیں کی بلکہ آپ سے کہا کہ اصول مانتے ہیں تو تمام اصول مانیں لیکن اس پر آپ راضی نہیں ہوتے کیونکہ تمام اصولوں پر چلنا آپ کے لئے سخت دشوار ہے. لہٰذا آپ اپنے من پسند اصولوں پر عمل کرتے ہیں اور باقیوں پر بات کرنا ہی پسند نہیں کرتے. اس لئے یہ الزام آپ پر عائد ہوتا ہے ہم پر نہیں.

آپ نے کہا

جناب ہم نے قاعدہ جلیلہ ثقہ و ضعیف پر تعارض ہونے کی وجہ سے ثابت کیا ہے اور آپ (اسکو ماننے کو ہی تیار نہیں؟ آپ کیوں اپنے ہی قواعد کی نفی پر تلے ہیں۔)

یہی تو مرکزی نکتہ ہے جس کی طرف آپ توجہ نہیں دے رہے۔ابن معین اس روایت میں عطیہ کے متعلق فرماتے ہیں "ضعیف الا انہ یکتب حدیثہ" یعنی عطیہ ضعیف ہے لیکن اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ ابن معین نے عطیہ کے ضعف کا درجہ خود بتا دیا۔ چونکہ آپ کے نزدیک اس قول کی تشریح قاعدہ جلیلہ کے مطابق ممکن ہے، اور آپ کا ماننا ہے کہ دراصل کوئی تعارض نہیں ہے، لہٰذا آپ بتائیں کہ اس کی تشریح کیا ہوگی۔ ہم تو قاعدہ جلیلہ کے مطابق بھی اس کا جواب رکھتے ہیں، اور دیگر جو قاعدے بیان کئے گئے ہیں، ان کے مطابق بھی جواب رکھتے ہیں، لیکن چونکہ آپ ایک قاعدہ جلیلہ ہی کی رٹ لگائے رکھے ہیں، لہٰذا اس کی وجہ آپ نے بیان کرنی ہوگی۔ آپ تعارض کی بات کریں گے اور تطبیق کی کوشش نہیں کریں گے تو قاعدہ جلیلہ سے استدلال نہ کریں۔

پھر آپ نے کہا

(آگے جناب نے کہا کہ اسکی روایت کو صرف لکھا جائیگا استدلال نہیں کیا جائیگا تو جناب لا باس بہ سے مراد ہم نےتوثیق پر اوپر کتنے حوالے دئے لیکن پتہ نہیں آپ اسے پڑھ کر بھی کیوں چھوڑ گئے۔ اور آپ یکتب حدیثہ والا قول پیش کر رہے ہیں تو جناب اس پر بھی نیا حوالہ لے لیں کہ جسے ابن معین ضعف سمجھتے ہوں اسکی حدیث لکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ابن حجر اپنی کتاب لسان المیزان میں ابن ابی خیثمہ کا قول لائے ہیں۔
قال أبن أبي خيثمة : قلت لابن معين : إنك تقول : فلان ليس به بأس ، وفلان ضعيف ، قال : إذا قلت لك : ليس به بأس فهو ثقة ، وإذا قلت : هو ضعيف ، فليس هو بثقة ولا يكتب حديثه یعنی ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے ان کے "فلاں لیس بہ باس اور فلاں ضعیف والے قول کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا اگر میں کہوں لیس بہ باس پر وہ ثقہ ہے اور اگر میں کہوں وہ ضعیف ہے تو وہ ثقہ نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ لسان المیزان ج1، ص 93۔
یعنی خود ابن معین کے نزدیک جسے وہ ضعیف کہیں اس کی حدیث لکھی ہی نہیں جا سکتی اور جسے لیس بہ باس کہیں وہ ثقہ بھی ہے اور اس کی حدیث لکھی بھی جائے گی تو ثابت ہوا کہ ابن معین کا اس راوی کی توثیق بھی کرنا اور یکتب حدیثہ بھی کہنا اسکی توثیق کی ہی محکم دلیل ہے اور ضعیف بھی کہاتو تعارض فقط قاعدہ جلیلہ ہی آئیگا۔)

آپ تدلیس سے کام لے رہے ہیں۔ ابن معین نے راویوں کو صرف ثقہ اور ضعیف میں تقسیم نہیں کیا، اور آپ کی بات تب اہمیت رکھتی جب ایسی صورتحال ہوتی، لیکن یہاں تو صورتحال یہ ہے کہ ابن معین نے بعض راویوں کو ثقہ کہا، بعض کو ضعیف کہا، بعض کو صالح کہا تو بعض کو کذاب کہا۔اب اگر انہوں نے کسی راوی کے بارے میں وضاحت کر دی کہ وہ ضعیف ہے، لیکن اس کی حدیث لکھی جائے گی، تواس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یکتب حدیثہ بھی کہنا اسکی توثیق کی ہی محکم دلیل ہے۔ حالانکہ ابن عدی فرماتے ہیں

إبراهيم بن هارون الصنعاني حدثنا علي بن احمد بن سليمان حدثنا احمد بن سعد بن أبي مريم قال سمعت يحيى بن معين يقول إبراهيم بن هارون ليس به بأس يكتب حديثه وقول يحيى بن معين يكتب حديثه معناه انه في جملة الضعفاء الذين يكتب حديثهم ولم أر لإبراهيم بن هارون هذا عندي الا الشيء اليسير فلم أذكره ها هنا

ابن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے ابن معین سے کہتے سنا کہ ابراہیم بن ہارون لیس بہ باس ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ "یکتب حدیثہ" کا مطلب ہے کہ راوی ان ضعفاء میں شامل ہے، جن کی حدیث لکھی جائے گی۔ اور میں نے ابراہیم بن ہارون کی کم ہی روایات دیکھی ہیں، اس لئے میں نے اس کا ذکر یہاں پر نہیں کیا۔

دیکھئے الضعفاء لابن عدی

اس کے بارے میں عبداللہ بن یوسف الجدیع اپنی کتاب "تحریر علوم الحدیث " میں فرماتے ہیں

قلت: وهذا منه مؤكد أنه لم يأت بمنكر، وإلا سارع لذكره، لكنه ليس في محل من يحتج به، لعدم ظهور ذلك لقلة حديثه.

میں کہتا ہوں کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے منکر روایت بیان نہیں کی، ورنہ ابن عدی یہاں پر اس کا تذکرہ کرتے، لیکن اس کا یہ مقام نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ اس کی احادیث ہی کم ہیں۔

دیکھئے تحریر علوم الحدیث، ص 592

آپ جس طرح سے روایت سے استدلال کر رہے ہیں، وہ استدلال ہی باطل ہے اور انتہائی غلط طریقہ استدلال ہے۔
اسی طرح محمد خلف سلامہ اپنی کتاب "لسان المحدثین" میں فرماتے ہیں:

وقول يحيى بن معين (يكتب حديثه) معناه أنه من جملة الضعفاء الذين يكتب حديثُهم
یعنی یحیی بن معین جب "یکتب حدیثہ" کہے، تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا شمار ان ضعفاء میں ہوتا ہے جن کی احادیث لکھی جائیں گی۔
لسان المحدثین ج 5 ص 330

اسی طرح علامہ عبد الحئی لکھنوی اپنی کتاب "الرفع والتنکیل " میں فرماتے ہیں
معنى قول ابن معين في حق الرواة يكتب حديثه انه من جملة الضعفاء كذا ذكره الذهبي نقلا عن ابن عدي في ترجمة ابراهيم بن هارون الصنعاني

جب ابن معین کسی راوی کے بارے میں "یکتب حدیثہ" کہے، تو اس کا شمار ضعفاء میں ہوگا جیساکہ ذہبی نے ذکر کیا ہے، اور ابن عدی سے ابراہیم بن ہارون الصنعانی کے ترجمے میں نقل کیا ہے۔
الرفع والتنکیل ص 225
شروع مناظرے میں بھی آپ نے یہ بچگانہ حرکت کی تھی اس وقت بھی آپ کو جواب دیا تھا اس کا اور بعض بھی آگئے تھے آپ لیکن معلوم نہیں پھر کیوں یہی حرکت کری۔ اور حیرانگی آپ پر ہے کہ آپ نے اس لفظ کو توثیق کی محکم دلیل قرار دے دیا۔ یہ بہت

تعجب کی بات ہے۔علماء کیا کہہ رہے ہیں اور آپ کیا کہہ رہے ہیں۔پس معلوم ہواکہ ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ ابن معین کے نزدیک عطیہ حجت ہرگز نہیں ہے۔متابعات و شواہدات میں اسکی حدیث لکھی جاسکتی ہے، لیکن حجت نہیں ہو سکتی

پھر آپ نے کہا

آگے جناب نے ایک عجیب اقرار کردیا کہ ابن معین اپنی رائے بدل بھی سکتے ہیں اور ابن) حجر اجتہادی خطاء بھی کر سکتے ہیں۔تو جناب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابن معین نے اپنی رائے بدل کر اسکو لیس بہ باس یعنی ثقہ کہا اور ابن حجر نے اجتہادی خطاء سے اسے (کثیر الخطاء کہا۔ اب آپ ہی کہ احتمال کے تحت جواب دیا گیا ہے۔
یہ تو آپ نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی دے ماری ہے، کیونکہ آپ کو غالباً معلوم نہیں کہ ایک اصول یہ بھی ہے جسے آپ کے عالم سید بجنوردی نے اپنی کتاب "القواعد الفقھیہ" میں نقل کیا ہے کہ

إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال
جب احتمال آ جائے، تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔
القواعد الفقھیہ ج 5 ص 342

لہٰذا احتمال کی بات کر کے آپ نے اپنے پائوں پر کلہاڑی مار دی ۔ آپ کہ ان دونوں احتمال کا رد بھی ہوا ۔ہمارے نزدیک تو یہ احتمال بھی موجود ہے،اور اس کی روشنی میں بھی آپ کا استدلال باطل ہو جاتا ہے، یہ تو ہم آپ سے نرمی کر رہے ہیں ورنہ آپ تو کبھی یہاں اور کبھی وہاں دوڑ رہے ہیں۔ ہم نے جو قواعد اور اصول بتائیں، آپ ان پر بات ہی نہیں کر رہے۔ ایک قاعدہ جلیلہ کو پکڑا ہوا ہے، باقی قاعدے کیا ہیں، اور باقی اصول کیا ہیں، ان کی آپ کو پروا ہی نہیں۔

پھر آپ نے کہا

اور جناب ابن معین کی تضعیف آپ کیسے نقل کرتے ہیں اپنے ہی قواعد کے خلاف جبکہ) ہم نے ۱۳ علماء کے بیانات دئے تھے کہ جرح فقط مفسر ہی قابل قبول ہے لہذا آپکو چیلنج ہے کہ متقدمین سے جرح مفسر ثابت کریں ورنہ اب جرح بغیر سبب کے مت (دیجئے گا۔ ضد چھوڑ دیں جناب۔

ہم نے امام بیہقی کے قول سے ثابت کر دیا ہے، کہ یہ اصول تب ہے جب راوی کی عدالت ثابت ہو جائے۔ یعنی جب عدالت ثابت ہو گی، تب جرح مفسر درکار ہو گی۔ایک راوی کی عدالت ثابت ہی نہیں، اس پر جرح مفسر مانگنا ہی غلط ہے۔ہم یہاں دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔
امام بیہقی فرماتے ہیں

ومن ثبت عدالتهوعرف بالصدق في روايته فطعن فيه بعضهم~لم يقدح ذلك فيه حتى يذكر من حاله ما يوجب الجرح ، فإذا ثبت جرحه سقطت عدالته

یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے، اور وہ صدق سے مشہور ہو جائے، پھر اس پر کوئی اعتراض کرے، تو اس سے اس کے بارے میں کوئی کمی نہیں آتی، یہاں تک کہ جرح

کرنے والا حال بیان کر دے، جس سے جرح لازم آتی ہے، پس جب جرح ثابت ہو جائے گی، تو عدالت ساقط ہو جائے گی۔

القراءة خلف الإمام، ج1 ص 441

اس کے علاوہ یہی بات آپ کے دئے ہوئے حوالے میں بھی موجود ہے دیکھیں جو آپ نے فن اسماءالرجال صفحہ 66 سے حوالہ دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ

اگر جرح مبہم ہے اس کے اسباب بیان نہیں کئے گئے ہیں،تحقیق و جستجو کے بعد) بھی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوسکی جس سے راوی کی عدالت ساقط ہوجائے تو ایسی صورت میں جن آئمہ نے اس راوی کی عدالت کو بیان کیا ہے ان کے بیان کو ترجیح دی (جائے گی

حوالہ فن اسماء الرجال 66

.اس کے علاوہ یہی بات صفحہ 63 پر بھ لکھی ہے
آپ نے اس کا جواب دیا ہی نہیں، اور اپنی بات دوبارہ دہرا دی کہ 13 حوالہ دئے ۔ پہلے آپ اس کا تو جواب دیں۔

پھر آپ نے کہا
دوسری بات آپ نے کی ابوداود پر۔ تو جناب میں کہتا ہوں کہ حد ہوتی ہے ضد بازی کی) بھی میں نے اوپر کتنے ہی حوالہ جات دئے تھے کہ روایت کو حسن یا صحیح کہنا اصل میں راویوں کی توثیق ہوتی ہے دوبارہ نقل کرتا ہوں کیونکہ شاید آپ بھی ضعیف الحفظ (ہیں کہ بھول جاتے ہیں۔

آپ نے پھر وہی لمبی چھوڑی تقریر دوبارہ لکھ دی، حالانکہ ہم نے کہا تھا کہ یہ اصول اسی صورت لاگو ہوگا جب راوی اس حدیث کی سند میں منفرد ہو۔ آپ درجنوں حوالے پوسٹ کر کےاپنا بھی وقت ضائع کر رہے ہیں، اور ہمارا بھی۔ ہم جو جواب مانگتے ہیں، وہ آپ کے پاس ہوتا نہیں، لیکن آپ کی آنیوالی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بات کی سمجھ آئی ہے، لیکن دیر سے۔ آپ پہلے ہی لمحے اس کا تذکرہ کر دیتے، تو آپ کو اتنے حوالے درج کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

آپ نے کہا

اور آپ نے خود اقرار کر لیا کہ راوی کی تحسین تب ہوگی جب وہ منفرد ہو۔ سبحان اللہ۔) حق آپکی زبان سے نکل ہی گیا لیں پھر اب آپکو عطیہ کی منفرد روایات دکھاتے ہیں یعنی کے اسکی غریب روایات جو حسن و صحیح ہیں۔ ہم اسکے جوابات کے مقدمات کی صورت میں کچھ نام رکھتے ہیں تاکہ آگے بھی کام آئیں۔
:مقدمہ نمبر 2
ہم دلائل پیش کرتے ہیں کہ وہ روایات جن میں عطیہ کا تفرد ہے اور انکو صحیح یا حسن کہا گیا۔
چنانچہ ہماری معلومات کے مطابق یہ روایت عن فضیل عن عطیہ عن ابی سعید کے علاوہ کسی اور محفوظ طریق سے منقول نہیں اور اس پر اگر حکم صحت لگایا جائے تو اس کا فقط یہی مطلب ہوگا کہ اس کے راوی عند الناقد حسن الحدیث کم سے کم ہیں۔تو نقول

کے بعد پتا چلا کہ اس روایت میں عطیہ کا تفرد ہے اور عطیہ کے علاوہ کسی اور نے ابو سعید سے نقل نہیں کیا لیکن ان علماء نے اس کی تحسین کی۔
۔ ابن حجر 2۔ منذری کے شیخ ابو الحسن مقدسی 3۔ زاھد کوثری 4۔ عراقی 5۔ دمیاطی 1
6۔ ابن خزیمہ
اس کے علاوہ خود ابن حجر اور دیگر کا اصول ہے کہ روایت کی تحسین کرنا اسناد روایت کی تحسین اور روایان حدیث کی تحسین ہوتی ہے چنانچہ ان اصول کے تحت ہمیں ایک فائدہ ملا کہ ان پانچوں سے عطیہ کا حسن الحدیث ہونا ثابت ہوا۔ اب اگر اس کے معارض کوئی اقوال پیش کیا جائے گا تو اس کو تناقص پر مبنی سمجھا جائے گا اور اگر کوئی تطبیق نہیں ہوگی تو وہ قول ساقط ہوجائے گا (اس کی تفصیل حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر کے ضمن میں آئے گی)

اولاً عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں عطیہ العوفی منفرد نہیں ہے۔ اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ الْجَزَرِيُّ ، عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ الْعُقَيْلِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ بِلالٍ مُؤَذِّنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ إِلَى الصَّلاةِ قَالَ : " بِسْمِ اللَّهِ ، آمَنْتُ بِاللَّهِ ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ ، لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلا بِاللَّهِ ، اللَّهُمَّ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ ، وَبِحَقِّ مَخْرَجِي هَذَا ، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْهُ أَشَرًا وَلا بَطَرًا وَلا رِيَاءً وَلا سُمْعَةً ، خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ ، وَاتِّقَاءَ سَخَطِكَ ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ ، وَتُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ

اس سند کو ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم" میں نقل کیا ہے۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں عطیہ کے منفرد ہونے کی نفی ہو گئی۔ لہٰذا آپ کو اس روایت کی تحسین سے یہ فائدہ نہیں ملتا کہ عطیہ کی تحسین ثابت ہو جائے گی۔لیکن یہاں پر ایک بات ثابت ہو گئی، آپ نے اس سے پہلے جو لمبی چھوڑی تقریر کی، وہ فضول کا ٹائم پاس تھا۔ ہم نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ اس روایت کی سند میں عطیہ کا انفراد ثابت کردیں، لیکن آپ نے کئی صفحے اسی پرانی بحث پر لگا دیئے۔ اب چونکہ آپ کو پتہ تھا کہ آپ کی دلیل اتنی پختہ نہیں، لہٰذا آپ نے بڑی دیر سے یہ دلیل پیش کر دی۔ اور اب آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہم آپ کی تدلیس پکڑ چکے ہیں

ثانیاً آپ نے خود حافظ زبیر علی زئی کی کتاب سے اصول پیش کیا تھا، کہ اگر ایک عالم کسی ایسی سند کی تحسین کر لے جس میں کوئی راوی منفرد ہو، اور اس کے باوجود کسی خاص دلیل سے اس راوی کی تضعیف اس عالم سے ثابت ہو ، تو ماننا پڑے گا کہ اس عالم کے نزدیک وہ راوی ضعیف ہے۔یہاں اولاً عطیہ العوفی منفرد راوی نہیں، اور اگر ہوتا بھی، تب بھی ہم ابن حجر کی عطیہ پر جرح مانتے ، روایت کی تحسین سے عطیہ کی تعدیل پر احتجاج نہ کرتے۔

پھر آپ نے کہا :

ابو داود کی بھی اس غریب روایت میں عطیہ ہے۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ»))

اس روایت کی سند میں بھی عطیہ العوفی منفرد راوی نہیں ہے، کیونکہ امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کو ایک ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں عطیہ کا کوئی وجود نہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ , حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ , عَنْ أَبِي غَالِبٍ , عَنْ أَبِي أُمَامَةَ , قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُولَى , فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ , أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : فَسَكَتَ عَنْهُ , وَلَمْ يُجِبْهُ , ثُمَّ سَأَلَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ , فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ , فَلَمَّا رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ , وَوَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ , قَالَ : " أَيْنَ السَّائِلُ ؟ " قَالَ : " كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ "

دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل

پھرآپ نے کہا

چلیں اب دو مزید حوالہ دیتا ہوں جن کا براہ راست تعلق راویان سے ہی ہے۔)
علامہ عینی حنفی جن کی مشہور کتاب عمدتہ القاری ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہے:
واختلف عليه فيه ولكن أبا داود لما رواه سكت عنه وسكوته دليل رضاه به اس راوی کی توثیق پر اختلاف واقع ہوا ہے لیکن ابو داود نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداود کا سکوت اس راوی سے راضی ہونا (یعنی اس کی تعدیل) پر دلالت کرتا ہے عمدتہ القاری جز 9 ص 436
ظفر تھانوی صاحب خود اعلاء السنن میں ایک راوی ابراہیم بن اسماعیل جو بعض ناقدین کے نزدیک مجہول تھا اس کے بارے میں فرماتے ہے اور کہا کہ چونکہ ابوداود نے اس پر سکوت کیا تو
فهوا مقارب الحال عنده کہہ کر توثیق کی گئی۔
اب ہم نے دو لوگوں سے اس امر کو ثابت کردیا ہے۔ مزید حوالے جات بھی موجود ہیں لیکن نہ پرانی باتوں کا جواب آیا اور اب دو نئے حوالے لے کر یا تو حنفیوں کی لاج رکھیں یا توبہ (کرکے سلفی ہوجائیں تو ہم ویسے دلائل دیں گے۔

ہم نے آپ ہی کے پیش کردہ دلائل سے یہ اصول دیا تھا، اور ہمیں بار بار یہی بات دہراتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ مناظرہ اس مقام پر آگیا ہے، آپ نے خود زبیر علی زئی کے حوالے سے یہ اصول پیش کیا تھا
حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ تصحيح الحديث وتحسينه توثيق لرواته فيما انفردوا فيه الا ما خصص بالدليل یعنی حدیث کی تصحیح یا تحسین سے اس کے تمام ان راویوں کی توثیق سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، لیکن اس صورت میں نہیں جب ان کے متعلق کوئی خاص دلیل موجودہوں۔
یہاں پر خاص دلیل موجود ہے، اولاً تو اس روایت کی سند میں ابو داؤد منفرد نہیں، ثانیاً خاص دلیل موجود ہے کہ امام ابوداؤد نے عطیہ العوفی کی تضعیف کی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہی پیش کردہ اصولوں کی پابندی کریں، حوالہ جات کی بھرمار سے آپ کی بات ثابت نہیں ہو پائے گی۔
پھر آپ نے فرمایا

اور یہاں آپکو ترمذی کا بھی ایک نیا حوالہ دیتے ہیں۔حدثنا محمد بن حاتم المؤدب ، أخبرنا) عمار بن محمد بن (خت) ؟) سفيان الثوری ، أخبرنا أبو الجارود الاعمی واسمه زياد بن المنذر الهمداني ، عن عطية العوفی ، عن أبی سعيد الخدری قال : قال رسول الله صلى الله علسه وسلم : " أيما مؤمن أطعم مؤمنا على جوع أطعمه الله يوم القيامة من ثمار

الجنة ، وأيما مؤمنا سقى مؤمنا على ظمإ سقاه الله يوم القيامة من الرحيق المختوم ، وأيما مؤمن كسا مؤمنا على عرى كساه الله من خضر الجنة "اسکے بعد ترمذی لکھتے ہیں۔هذا حديث غريب وقد روى هذا عن عطية عن أبى سعيد الخدرى موقوفا وهو أصح عندنا وأشبه ۔سنن الترمذی جلد ٤ صفحہ ٥١۔ترمذی نے اسے غریب بھی کہا اور اسی سند سے صحیح بھی تو کیا خیال ہے؟ اب عطیہ حسن الحدیث ہوا یا ابھی بھی ضد ہی ہے؟)

آپ کو غالباً صحیح اور اصح میں فرق معلوم نہیں ہے۔ ایک ضعیف روایت ، ایک موضوع روایت کے مقابلے میں اصح ضرور ہے، لیکن صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی تو اس سند کو بھی اصح نہیں کہہ رہے، بلکہ کہہ رہے ہیں کہ عطیہ سے ایسی روایت موقوفاً ابو سعید خدری سے مروی ہے، جو کہ اصح ہے، یعنی اس روایت کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ آپ دوبارہ یہی بات نہ دہرائیے گا، اور اس بات کو پہلے سمجھ کر بات کیجئیے گا۔

آپ نے کہا:

اور دوسرا یہ کہ ترمذی کی تصحیح و تحسین بلکہ تمام علماء کی تصحیح و تحسین) سے ہم مطلقا راویان حدیث کی توثیقات پر بھی حوالہ جات دے چکے ہیں لہذا اب آپکے پاس عطیہ کو حسن الحدیث ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔)

ہم اسی صورت آپ کی بات مان سکتے ہیں، جب ہم آپ کی طرح ایک اصول کو پکڑیں اور باقی تمام اصول نظر انداز کر دیں۔ اور یہ کام آپ ہی لوگوں کا ہے، ہم ایسی فضول حرکتیں نہیں کرتے۔

پھر آپ نے کہا :

رہی بات ترمذی کےتساہل کی تو دیکھیں۔ذہبی ترمذی کی تحسین یا تصحیح کے بارے) میں اپنی مشہور کتاب الموقظہ میں فرماتے ہے: ومن الثقات الذين لم يخرج لهم في ((الصحيحين)) خلق ، منهم :من صحح لهم الترمذي وابن خزيمة اور ثقات(کی پہچان کے لئے) وہ بھی ہیں جن سے صحیحین نے روایات نہ کی ہو لیکن ترمذی اور ابن خزیمہ ان کی روایت کو صحیح کہیں۔ الموقظہ ص 19، انٹرنیٹ ایڈیشن)

عاجز انسان، یہ قول آپ کو کیا فائدہ دیتا ہے؟ ذہبی نے فرمایا ہے کہ "اور ایسے بہت سے ثقات ہیں جن سے صحیحین میں روایتیں نہیں لی گئیں، اور ان میں سے وہ بھی ہیں جن کی روایات کو ترمذی اور خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔
لیکن چونکہ آپ نے ذہبی کا تذکرہ چھیڑ ہی دیا ہے، لہٰذا ہم بھی انہی کا قول ترمذی کے تساہل پر پیش کرتے ہیں۔
امام ذہبی "میزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں:

حسنه الترمذي مع ضعف ثلاثة فيه، فلا يغتر بتحسين الترمذي، فعند المحاققة غالبها ضعاف

اس روایت کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں تین راوی ضعیف ہیں، تو امام ترمذی کی تحسین سے دھوکہ مت کھائیں، کیونکہ محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال، ج 4 ص 416

لو جی، امام ذہبی نے تو خود امام ترمذی کے تساہل پر واضح بات کی ہے، آپ انہی سے ہی امام ترمذی کے تساہل کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ

پھر آپ نے کہا

چنانچہ عطیہ کی روایت پر حسن صحیح اور حسن غریب اس بات کا پتا دیتے ہے کہ) عطیہ ان کے نزدیک ثقہ تھا جیسا کہ ذھبی کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے۔
اور مولانا ظفر تھانوی اپنی مشہور کتاب اعلاء السنن میں منہاج بن خلیفہ راوی جس کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے اس کا حسن الحدیث ثابت کے لئے کہتے ہے: ان الترمذی من آئمہ الحدیث واھل ھذا الفن فتحسینہ یکفی للاحتجاج بہ۔ ترمذی اس علم حدیث اور اس فن (علم جرح و تعدیل) کے شہسوار اور امام ہے اور ان کی اس راوی کی روایت کی تحسین کافی ہے اس راوی سے احتجاج کے لئے، اب بتائیں یہی قاعدہ ہم استعمال (کریں تو غصہ آنے لگتا ہے۔

ہمیں غصہ اس بات پر آتا ہے جناب کہ ترمذی کا تساہل ثابت کر چکے ہیں، اور آپ پھر بھی میں نہ مانوں والی رٹ لگائے ہوئے ہیں، غصہ تو آئے گا۔ اب ایک عالم کی جرح کے مقابلے میں امام ترمذی کی تحسین سے احتجاج کرنا الگ معاملہ ہے، یہاں تو عطیہ العوفی کا معاملہ ہے جس کی تضعیف کرنے والوں کی لمبی چھوڑی فہرست ہےجو اختتام کا نام ہی نہیں لیتی۔ ایسی صورت میں متساہل علماء سے آپ تحسین پیش کریں گے تو غصہ لازمی آئے گا۔

آپ نے کہا:

ارمان علی صاحب ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے میں نے پچھلے کمنٹس میں زبیر) علی زئی کے قول سے ہی اجری کو مجہول اور ناقابل اعتماد دکھایا لیکن اسکو چھوڑ کر آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے ابھی تک کوئی علمی جرح نہیں کی؟جناب کیا بات ہے نیچے (کمنٹ میں دوبارہ حوالہ جات نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ آپ بھول جاتے ہیں۔

آپ صرف سکین پر اکتفاء نہ کریں، مذکورہ قول لکھ لیا کریں تو ہمارے مطالعہ میں آئے گی۔ آپ نے ایک چیزکے بارے میں کچھ لکھا نہ ہو، اور صرف سکین ہی ڈال دیا ہو، تو اس کے بارے میں ہمیں الزام نہ دے۔ اب ہم اس بارے میں مزید تحقیق کرتے ہیں۔

پھر آپ نے کہا
ترمذی پہ جناب نے کافی لمبی چوڑی بات کی تو جناب آپ ضد پہ کیوں اٹل ہو جاتے ہیں؟) جمہور کے قول پر کیونکر فیصلہ ہو جبکہ آپ جرح مفسر ثابت کرنے سے قاصر ہیں؟ پہلے جرح مفسر تو ثابت کریں کبھی آپ اجماع کہتے ہیں کبھی جمہور۔ جناب ایک زبان (رکھیں۔آپ تو خود تناقص کا شکار ہو رہے ہیں۔

جناب ہم امام بیہقی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، کہ جرح مفسر وہاں مانگی جاتی ہے جہاں راوی کی عدالت ثابت ہو جائے۔ جب راوی کی عدالت ہی ثابت نہ ہو، تو جرح مفسر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ آپ پہلے اس کا جواب دیں، پھر جرح مفسر کی رٹ لگائیں۔

آپ نے کہا :

ب دیکھیں اجماع کی تعریف کیا ہوتی ہے۔ اجماع کی تعریف میں علم اصول الفقہ میں) مرقوم ہے:
الرابع: أن يتحقق الاتفاق من جميع المجتهدين على الحكم، فلو اتفق أكثرهم لا ينعقد باتفاق الأكثر إجماعٌ مَهما قل عدد المخالفين وكثر عدد المتفقين لأنه ما دام قد وجد اختلاف وجد احتمال الصواب في جانب والخطأ في جانب، فلا يكون اتفاق الأكثر حجة شرعية قطعية ملزمة.
چوتھی شرط اجماع یہ ہے کہ تمام مجتہدین کا اتفاق ایک حکم پر ہو، چنانچہ اگر اکثر کا اتفاق ایک امر پر ہوجائے تو اجماع منعقد نہیں ہوگا اگرچہ ایک حکم کے خلاف بہت کم ہوں اور حکم کے موافق کافی سارے، کیونکہ جب تک اختلاف اس نوعیت تک کا بھی موجود ہے تو صحیح اور غلط ہونے کا احتمال بہرحال رہے گا چناچنہ اکثر کا اتفاق کرلینا حجت شرعیہ نہیں جو قطعی ہوتا ہے اور لازم عمل ہوتا ہے۔
علم اصول الفقہ از عبدالوھاب خلاف ص 45 طبع دار القلم۔
(لہذا یہاں سے سمجھ آیا کہ اجماع کے لئے تمام ناقدین کی رائے ایک ہونا ضروری ہے

آپ اگر سنی ہوتے تو شائد ہمیں تفصیل سے سمجھانا پڑتا، لیکن چونکہ آپ شیعہ ہیں، لہٰذا آپ کو سمجھانا بہت آسان ہے۔ آپ کے مذہب میں راویوں کے ایک گروہ کو "اصحاب الاجماع " کا نام دیا گیا ہے، آپ کے علماء نے بارہا لکھا ہے کہ

أجمعت العصابة على تصحيح ما يصح عن هؤلاء وتصديقهم لما يقولون

ہمارے گروہ نے مندرجہ بالا راویوں سے نقل شدہ صحیح روایات کی تصحیح پر اور ان کی باتوں کی تصدیق پر اجماع کیا ہے

یہ اصول آپ کے اتنے علماء نے نقل کیا ہے کہ مجھے حوالہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ۔ اب مجھے آپ بتائیں، کیا آپ کے ہاں ان چھ راویوں کی روایتوں کی تصحیح پر کوئی اختلاف نہیں۔ اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم آپ کو اختلاف دکھاتے ہیں، ورنہ دوسری صورت میں آپ کے لئے خاموشی بہتر ہے۔ اور آپ کو ماننا پڑے گا کہ عطیہ العوفی کی تضعیف پر بھی اجماع ہے۔

باقی آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا، تو میرے نزدیک کسی فقیہ کا احادیث کی روایت کرنے میں ثقہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا آپ یہ بحث میرے سامنے اٹھائیں ہی نہیں

پھر آپ نے کہا

ہم تو کہتے ہیں کہ جیسا منہج ظفر تھانوی کا ہے وہی منہج اپنائے کیونکہ آپ حنفی ہے) ((یاد رہے یہ کتاب اشرف تھانوی حکیم الامت کی پسند فرمودہ بھی ہے

آپ نے شائد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو ہی پڑھا ہے، کبھی موقع ملے تو امام انور شاہ کشمیری اور امام عبد الحئی لکھنوی کی کتب ضرور پڑھئے گا، کیونکہ وہ بھی حنفی ہیں۔ آپ مجھے ایک حنفی عالم کا قول نقل کرتے ہیں، میں احناف کے قول ہی پیش کروں تو عطیہ العوفی اس سے بھی ضعیف ثابت ہو جائے گا۔ باقی جہاں کسی حنفی عالم کا جمہور کے خلاف قول آئے گا، تو آپ کو کس نے یہ بتایا ہے کہ حنفی عالم کاقول ہی ماننا لازم ہوگا؟ کیا حنفی عالم کا قول غلط نہیں ہوسکتا؟ آپ جس طرح کا استدلال کر رہے ہیں، آپ اپنے ساتھیوں کو خوش ضرور کر لیں گے لیکن اس کی کوئی علمی وقعت نہیں ہے۔

پھر آپ نے کہا

بھئی ہم اب تک ہم آپکے ہی اصول کو پکڑے ہوئے ہیں اور بار بار جرح مفسر کی بات) (کرتے ہیں لیکن وہ نہیں آتی۔

جناب یہ آپ نے سراسر فضول بات کی ہے۔ ہم نے جتنے اصول آپ کو گنوائے ہیں، آپ کو وہ سارے اصول یاد بھی نہیں ہونگے۔ آپ نے ان پر کوئی بات کی ہوتی تو آپ کو یاد ہوتے۔ آپ کو تو اپنے پیش کردہ اصول یاد نہیں رہتے، ہمارے اصولوں کا تو تذکرہ ہی نہ کریں۔ اور جہاں تک جرح مفسر کی بات ہے، تو جناب ہم عرض کر چکے ہیں کہ جب راوی کی عدالت ثابت ہوگی، تب جرح مفسر درکار ہوگی۔آپ راوی کی عدالت ثابت کریں ، اور پھر جرح مفسر مانگیں۔ ادھر تو راوی کے ضعف پر اجماع ہے، اور آپ جرح مفسر کو دوڑ رہے ہیں۔

پھر آپ نے کہا

رہی بات کثیر الخطاء والی جرح کی تو جناب آپکے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ جرح فقط) ابن حجر سے ہے اور انکے تناقصات کے باوجود بھی اگر آپ انہیں سے استدلال کرنے پر (بضد ہیں تو آپکی ہی ضد ہی ہے جناب اور کچھ نہیں۔

آپ کو ان کے تناقصات اس لئے یاد آ رہے ہیں کہ انہوں نے جرح کی ہے۔ انہوں نے تعدیل کی ہوتی تو یہاں بھی گھنٹوں ان کے اقوال میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے جیسے کہ امام یحیی بن معین کے حوالے سے آپ نت نئے شگوفے چھوڑ رہے ہیں

پھر آپ نے کہا

اورایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ کثیر الخطاء جرح بھی متناقص ہے کیونکہ ساتھ میں) ابن حجر نے صدوق بھی لکھا ہے اور یہ خود عمومی طور پر متناقص ہے دیکھیں امام ذہبی کا قول۔ ھذا فیہ تناقص فالصدوق لا یکثر خطوہ۔ اس میں تناقص ہے پس جو صدوق (ہے وہ ذیادہ غلطیاں نہیں کرتا۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ٤٢٩۔

یہاں پر آپ نے ایک بار پھر تدلیس سے کام لیا ہے، پوری عبارت پڑھیں۔

وقال ابن حبان: كان صدوقا لكنه يخطئ كثيرا على قلة روايته . قلت: هذا فيه تناقض، فالصدوق لا يكثر خطؤه، والكثير الخطأ مع القلة هو المتروك، وله حديث واحد في " سنن ابن ماجة

ابن حبان کہتا ہے کہ عمر بن شبیب باوجود قلتِ روایت کے کثرت سے خطا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں پر تناقض ہے، کیونکہ صدوق(قلتِ روایت کے باوجود)کثرت سے خطا نہیں

کرتا، اور قلتِ روایت کے باوجود کثرت سے خطا کرنے والا راوی متروک ہوتا ہے، اور اس راوی کی ایک ہی حدیث ہے جو کہ سنن ابن ماجہ میں ہے۔

سیر اعلام النبلاء، ج 9 ص 429
یعنی امام ذہبی فرما رہے ہیں کہ قلتِ روایت کے باوجود اگر راوی کثرت سے خطا کرے، تو اس کو صدوق نہیں بلکہ متروک کہیں گے۔اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام ذہبی نے ایک راوی کے بارے میں امام ابو حاتم کا قول نقل کیا کہ انہوں نے اسے صدوق کہا، اور کثیر الخطا بھی کہا، لیکن امام ذہبی نے اس قول پر کوئی نقد نہیں کیا۔

قال أبو حاتم صدوق شديد في السنة كثير الخطأ

دیکھئے الکاشف للذہبی، ج 2 ص 309

واقعی ابن حجر کے قول میں تناقض ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ کی حالت خراب ہو گئی ہے

پھر آپ نے کہا

بھائی صاحب ہم نے مقدمہ 2 بنایا ہے، دیگر قارئین بھی اس کا مطالعہ کرسکتے ہے اس) میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ ایک منفرد روایت عن فضیل عن عطیہ عن ابی سعید کے (طریق سے آنے والی کو حافظ ابن حجر نے حسن کہا۔ کہانی کچھ یوں بنی تھی۔

اور ہم نے ثابت کیا کہ وہ عطیہ کی منفرد روایت نہیں ہے۔ یعنی آپ نے جو مقدمہ بنایا،وہی غلط تھا۔

پھر ہم نے عجلی کے تساہل پر مبنی تحقیق پیش کی تواس کا جواب قسور صاحب آپ یوں دیتے ہیں۔
کفایت کرنے کے لئے فقط قیاس کا ذریعہ ہے اور استقراء تامہ۔۔۔ استقراء تامہ کا تو) بہرحال دعوی کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ عجلی کے تمام اقوال دستیاب ہیں بھی یا نہیں یہ خود سوالیہ نشان ہے باقی قیاس منطقی کا تو آپ نے استعمال ہی نہیں کیا۔ آپ نے دراصل استقراء ناقص اور تمثیلی طریقہ اپنایا ہے جو ہرگز نتیجہ میں یقین کا ضامن (نہیں ہوسکتا بذاتہ۔

جناب اس سے زیادہ قیاس منطقی اور کیا ہوگا کہ ہم نے عجلی کی 27 توثیقات کا ابن حجر جیسے محقق کی تحقیق سے موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان 27 توثیقات میں سے کوئی بھی راوی ثقہ تو کیا صدوق کے رتبے تک نہیں پہنچتا۔ آپ کے پاس جواب ہو تو دیں، ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

پھر آپ نے کہا

باقی آپ کا یہ کہنا کہ یہ قول استقرا نہیں پھر آپ کی جہالت اور نادانی بتاتا ہے۔ جیسا) کہ میں نے اشارہ کیا اس قول کو کثرت سے رواج دینے والا معلمی تھا اور معلمی کا خود :کا قول ہے
توثيق العجلى وجدته بالاستقراء، كتوثيق ابن حبان أو أوسع

عجلی کی توثیق ابن حبان کی طرح بلکہ اس سے زیادہ متساہل تھی اور یہ استقراء کے ذریعہ مجھ پر ثابت ہوا ہے۔معرفتہ الثقات، مقدمہ، ص 124۔بھائی آپ اتنی محنت نہ کریں (اور ان چیزوں میں نہ گھسیں جو آپ کے کام کی نہیں۔

جناب اگر ایک محقق تحقیق کر کے ثابت کر دے کہ ایک عالم توثیق میں متساہل ہے، اور پھر دوسرا محقق ان تساہل کی فہرست بھی آپ کے ہاتھ میں تھما دے، تو پھر آپ کوچاہئے کہ یا تو مناسب اور تحقیقی جواب دیں، یا خاموشی کی راہ اختیار کریں۔ خواہ مخواہ میں نہ مانوں والی بات نہ کریں

پھر آپ نے کہا

پھر مقبول ہونا بذات خود ابن حجر کی اصطلاح ہے جو انہوں نے تقریب التہذیب میں کافی) استعمال کی ہے اور بعض محققین جنہوں نے تحقیق منہج ابن حجر کیا ہے۔ ان کے نزدیک مقبول ہونا وجہ ہےحسن الحدیث کی۔
:اس کی ایک ہی مثال پر اکتفاء کروں گا کہ ایک روایت ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہے
3421 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، «أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَتَى سَارِيَةً فَصَلَّى عِنْدَهَا رَكْعَتَيْنِ»
المصنف جز 1 ص 299 طبع ریاض اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔
حوالہ: تغلیق التعلیق، جز 2، ص 436، طبع اردہ جب کہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عمرو اللیثی جس کو حافظ نے فقط مقبول فرمایا ہے۔ (تقریب التہذیب) تو خود آپ کے قاعدے کے مطابق یہ مقبول بھی اگر ثابت ہوجائے تو ہماری مراد پوری ہوتی ہے اور راوی (حسن الحدیث بنتا ہے۔

مقبول کے بارے میں خود ابن حجر فرماتے ہیں

من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله وإليه الإشارة) (بلفظ مقبول حيث يتابع وإلا فلين الحديث

جس کی احادیث بہت ہی کم ہوں، اور اس کے بارے میں ایسی جرح ثابت نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی حدیث ترک کی جائے، تو اس کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اس کی متابعت کی جائے، اور اگر اس کی متابعت نہ کی جائے تو وہ حدیث میں کمزور ہو گا۔
ابن حجر کیا فرما رہے ہیں اور آپ کیا فرما رہے ہیں۔ دونوں میں فرق بہت واضح ہے اور آپ کی تدلیس کی نشاندہی کر رہا ہے

پھر آپ نے کہا

واہ میاں واہ حوالہ ہم نے دیا تھا صحیح مسلم کا اور لے گئے آپ بخاری پر؟ پھر سے) پوسٹ پڑھئے یہ رہا کمنٹ۔عجلی ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہے:طلحة بن نافع أبو سفيان قلت لم يسمه ولكن قال أبو سفيان الذي يروي عنه الأعمش جائز الحديث وليس

بالقوي ولا أعلم أن الأعمش روى عن أحد يكنى أبا سفيان إلا طلحة والله أعلم وطلحة من رجال الصحيح۔
اور اس کے بارے میں لیس بالقوی فرمایا لیکن یہ صحاح اہلسنت کا راوی ہے
چنانچہ مسلم اس کی روایت یوں نقل کرتے ہے:
حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وأبو كريب واللفظ لأبي كريب قالا حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم النعمان بن قوقل فقال يا رسول الله صحیح مسلم کتاب الایمان
نووی راوی ابو سفیان کے بارے میں کہتے ے:
أبو سفيان) طلحة بن نافع القرشي)
لہذا زیادہ سے زیادہ حسن الحدیث راوی کہلائے گا اگر کہا بھی گیا ضعیف نہیں۔ ورنہ اس جرح پر یہ راوی بھی ضعیف کہنا پڑے گا۔)

ایک تو آپ کی دلیل اتنی بودی ہوتی ہے کہ ہمیں افسوس ہوتا ہے آپ کو مناسب دلیل پیش کرنا بھی نہیں آتا۔ اب علامہ عجلی ایک راوی کو لیس بالقوی کہہ رہے ہیں، اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس راوی سے روایت اخذ کی ہے، تو اللہ آپ کو عقل دے، اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ وہ راوی ضرور علامہ عجلی کے نزدیک اسی پائے کا راوی ہوگا؟ یہ کہاں لکھا ہے کہ متساہل اگر کسی راوی کو لیس بالقوی کہے ، اور امام مسلم اس راوی سے صحیح میں روایت نقل کرے، تو متساہل کا اس کو لیس بالقوی کہنا اس کے حسن الحدیث ہونے کی نشانی ہے؟ یہ تو آپ کی حالت ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص متساہل امام کے نزدیک تو ضعیف ہو، لیکن کسی معتدل امام نے اس کو ثقہ تسلیم کیا ہو؟خواہش تو ہماری بہت ہے لیکن اب امید کم ہوتی جارہی ہے کہ آپ اگلی بار دلیل پختہ لائیں گے

آپ نے کہا

مزید سنیں کہ حافظ البانی لیس بالقوی اور لیس بقوی کا دقیق فرق واضح کرتے ہیں)
جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ عطیہ پر لیس بالقوی کی جرح ہے لیس بقوی کی نہیں پہلا لیس بالقوی معرفہ ہے اور لیس بقوی نکرہ ہے۔
البانی کہتے ہیں۔
قول الحافظ " ليس بالقوي " و قوله " ليس بقوي " فإن هذا
ينفي عنه مطلق القوة فهو يساوي قوله " ضعيف " و ليس كذلك قوله الأول : " ليس بالقوي " فإنه ينفي نوعا خاصا من القوة و هي قوة الحفاظ الأثبات
لیس بقوی مطلق قوی کی نفی میں واقع ہوا جو ضعیف کے برابر ہے اور لیس بالقوی فقط بہت اعلی حفظ اور ثبات کی نفی کرتا ہے (مطلق نہیں اور ایسی ہی راویان کی روایت درجہ حسن کی ہوتی ہیں)
السلسلة الصحيحة، حدیث 503۔)

دراصل آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ ایک اصول پڑھتے ہیں، اور پھر ہر جگہ اس کا اطلاق کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ دوسرے اصول بھی موجود ہیں۔ اب آپ نے علامہ البانی کا قول پڑھا ہے، حالانکہ وہ اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن ہر جگہ اس کا اطلاق کرنا ہی غلط ہے۔اب دیکھئے، ایک راوی کے متعلق امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

قال أبو حاتم ليس بالقوي يكتب حديثه ولا يحتج به

امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ سہیل بن ابی حزم "لیس بالقوی" ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

تہذیب التہذیب، ج 4 ص 261

اب یہاں پر آپ مجھے بتائیں کہ ابو حاتم کے نزدیک سہیل بن ابی حزم کہاں سے حسن الحدیث بنے گا جب کہ اس کے بارے میں امام ابو حاتم نے یہ بھی کہہ دیا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔
اب آپ کہتے ہیں کہ امام عجلی نے ابوسفیان راوی کے متعلق لیس بالقوی کہا تو اس سے ضعف لازم نہیں آتا۔ ضعف لازم نہ آئے، جب متسابل امام اس کو لیس بالقوی کہہ رہے ہیں، تواس کا مطلب ہے کہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ راوی اتنا مضبوط نہیں

آپ نے کہا

(ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا آپ نے۔ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ احناف کے ہاں تدلیس کوئی برائی ہی نہیں. ہم نے کتنے حوالے دئے. آپ نے ایک پر بھی بات نہیں کی۔ احناف کے ہاں تو اصلا قرون ثلاثہ کی جہالت ہی مضر نہیں اور وہ ثقہ سمجھتے ہیں۔ لہذا آپ کے بس کی بات نہیں جواب دیں اور جو آپ نے نقل کیا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ آگے اسی ظفر تھانوی نے لکھا ہے کہ تدلیس مضر نہیں اور اوکاڑوی نے بھی تدلیس کو جرح ماننے سے انکار کیا ہے باقی جناب نے تدلیس ثابت بھی نہیں کی۔ لہذا بیکار بحث کو چھوڑ دیں۔)

ہوش کے ناخن لیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک قرون ثلاثہ کے کسی راوی کی تدلیس اسی صورت مانی جائے گی جب وہ ثقہ ہوگا۔ آپ کے پاس اس کا جواب ہوتو پیش کریں۔ ورنہ خواہ مخواہ میں(کسی بات کا جواب نہیں دیا)کہنے سے کام نہیں بنے گا۔

پھر آپ نے کہا

(اب آخر میں یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میں نے اوپر گارنٹی دی تھی کہ جو توثیقات میں اب دونگا انکا جواب آپ نہیں دے پائینگے اور میری بات پوری ہوئی آپ نے توثیقات کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔)

آپ نےجس قسم کی توثیقات پیش کی ہیں،ان کو میں ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ آپ مستند توثیقات لائیں تاکہ میں ان پر نقد کروں۔ میں جرح کن علماء کی پیش کر رہا ہوں اور آپ اس کے مقابلے میں توثیقات کن کی لا رہے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی توثیقات پر ناز ہوتا ہے۔ فیا للعجب۔

پھر آپ نے کہا

(شروع سے آخر تک میرے تمام جوابات دیکھیں میں نے آپکی کسی دلیل کو بغیر علمی جواب کے نہیں جانے دیا لیکن آپ جناب اپنی من مرضیوں پر ہی تلے ہوئے ہیں۔)

آپ نے شاذو نادر ہی کوئی علمی جواب دیا ہے۔ ورنہ اکثر تو ہمیں اسی پرانی بات کو دوبارہ سے رد کرنے ضرورت پڑی۔ اس تکرار کو آپ علمی جواب کے کھاتے میں نہ ڈالیں۔

یہ تو ایسے دلائل ہیں جن کا جواب میں پہلے سے دے چکا ہوں۔ اور ہمارے کتنے ہی دلائل ہیں جن کو آپ نے ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ کیا۔ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے بس کی بات نہیں، لیکن ہم امید کرتے تھے کہ آپ کچھ نہ کچھ تو بول ہی دیں گے۔ لیکن آپ کی خاموشی نے پول کھول دیا

پھر آپ نے کہا:

میں دوبارہ ان علماء کے نام نقل کر رہا ہوں جنہوں نے عطیہ کی توثیق کی۔)
١۔ ابن معین ٢۔تحسین ابوداود(مع التفرد یدل علی توثیقہ)٣ تحسین ترمذی (مع التفرد یدل علی توثیقہ) ٤۔تصحیح امام طحاوی(جواب نہیں آیا) ٥۔ابن شاہین(جواب نہیں آیا) ٦۔عجلی ٧۔امیر علی حنفی(جواب نہیں آیا) ٨۔احمد محمد شاکر(جواب نہیں آیا) ٩۔مولانا رشد اللہ سندی(جواب نہیں آیا) ١٠۔اور وہ قاعدہ کے ابوحنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ تھے جس میں (توثیق کرنے والے سیوطی، اوکاڑوی اور حقانی شامل ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ابن معین سے عطیہ پر جرح بھی ثابت ہے۔ جس کا جواب ابھی تک آپ نے نہیں دیا۔ # 1
امام ابو داؤد کی تحسین یہاں پر ثابت نہیں ہوتی، نہ ان کے اپنے قول سے ، اور نہ ہی یہاں پر عطیہ کا تفرد ثابت ہوا ہے۔ # 2
امام ترمذی کے اصولوں سے ہم نے پہلے ہی عطیہ کا غیر حجت ہونا ثابت کر دیا تھا۔ # 3
باقی آپ نے تصحیح امام طحاوی کی بات کی، حالانکہ امام طحاوی نے قطعاً اپنی کتاب کے تمام راویوں کی توثیق نہیں کی۔امام طحاوی نے فقط اتنا کہا ہے کہ # 4

أذكر في كل كتاب منها ما فيه من الناسخ والمنسوخ وتأويل العلماء واحتجاج بعضهم على بعض وإقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم بما يصح به مثله من كتاب أو سنة أو إجماع أو تواتر من أقاويل الصحابة أو تابعيهم

یعنی ہر کتاب میں ناسخ و منسوخ اور علماء کی تاویلات اور ان کے حق میں دلائل اور دیگر علماء کی طرف سے ان کے اجوبہ ذکر کروں گا۔ ان میں سے جو میرے نزدیک راجح ہے ، اس کی دلیل کو مزید پختہ کروں گا۔ ان میں سے بعض کی صحت تو اسی طرح کی "قرآنی آیت یا سنت یا اجماع یا اقوال صحابہ اور تابعین کے تواتر سے ثابت کروں گا۔

اب آپ بتائیں ، اس میں کونسے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ شرح معانی الآثار کے تمام راوی ثقہ ہیں؟
پھر آپ نے ابن شاہین کا نام لیا، اور میں ان کے اصولوں سے عطیہ کا ضعف واضح کر چکا ہوں، جس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا # 5

پھر آپ نے عجلی کا نام لیا، میں نے ان کا تساہل ثابت کیا، اور انہوں نے بھی عطیہ کے لئے لیس بالقوی کے الفاظ کہے، یعنی ان کے نزدیک بھی عطیہ اتنے پختہ راوی نہیں تھے، # 6
پھر آپ نے امیر علی حنفی ، # 7

احمد شاکر اور رشد اللہ سندی کا نام لیا، اور ان کی توثیق پر آپ خوش ہونا چاہیں تو # 8
آپ کی مرضی ہے۔لیکن کہاں امام احمد بن حنبل، کہاں امام ذہبی، کہاں حافظ ابن حجر،
اور کہاں چالیس سے زیادہ علماء اور کہاں یہ چند علماء۔

پھر آپ نے کہا

جناب آپ نے اسکا جواب دیا کہ اگر امام اعظم کے تمام مشائخ ثقہ ہیں تو کلبی بھی ان)
میں ہے تو جناب پھر آپ اسکو مانیں ضرور مانیں پھر ہم آپکو اسکی کتب کے حوالہ جات
دینگے کہ اس نے حضرت عمر کے نسب پر جو بکواس لکھے ہیں اور حضرت عثمان کے
والد پر جو لکھا ہے۔ اگر نہیں ماننا تو ایسی بات بھی مت کریں پھر اور دلیل کا صحیح سے
(جواب دیں
جناب یہ اصول آپ کسی معتدل عالم سے لائیں جو علم حدیث سے واقف بھی ہو۔ # 9
آپ جن علماء کا قول پیش کر رہے ہیں، ان کی تردید ان سے اوثق احناف علماء نے کی
ہے، جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے کئی شیوخ کو ضعیف ٹھرایا ہے۔ لہٰذا آپ ان کی بات
پیش مت کریں، کسی معتدل عالم مثلاً انور شاہ کشمیری، عبد الحئی لکھنوی، امام
طحاوی کا قول پیش کریں تو بات بنے گی۔ اگر ایسے ہی لوگوں کی توثیق ثابت کرنی ہے
تو میرے پاس علامہ شاہرودی کی کتاب ہے" الاعلام الهادية الرفيعة في إعتبار الكتب
الأربعة المنيعة"۔
اس کتاب کو لے کر جب میں تمام شیعہ راویوں کی توثیق ثابت کرنے لگوں گا، اور تمام
شیعہ روایتوں کی تصحیح ثابت کرنے لگوں گا، تو آپ کو معلوم پڑ جائے گا کہ دلائل سے
توثیق کیسے ثابت ہوتی ہے۔ پھر آپ کو مشکل پڑ جائے گی، لہٰذا ایسی بات نہ کریں
جس پر قائم رہنے کی آپ کو ہمت نہ ہو۔
پھر آپ نے کہا
آگے مقدمہ نمبر 2 دیکھیں اس میں علماء نے عطیہ کی منفرد روایت کی تحسین یا)
تصحیح کی گئی ہے۔
١٠۔حافظ دمیاطی۔١١۔حافظ منذری۔١٢۔زاہد کوثری۔١٣۔تصحیح ابن خزیمہ۔١٤۔بوصیری۔
اورمقدمہ نمبر 1 میں ہم نے یہ ثابت کیا کہ روایت کی تصحیح و تحسین اصل میں راوی
(کی توثیق ہے۔

یہ دوسرا مقدمہ تو آپ کا سارا ہی فضول ہے، کیونکہ ہم نے ثابت کیا تھا کہ عطیہ اس
روایت میں منفرد نہیں ہے۔ اب یہ مقدمہ آپ خود ہی ہضم کریں۔

جناب یہ آپ کی 14 توثیقات کا جنازہ نکل گیا ،اب دیکھنا ہے کہ آپ اس کا کس طرح ماتم
کرتے ہیں

پھر آپ نے کہا
تو جناب یہ ١٤ توثیقات ہیں عطیہ کی اور پندرہویں بھی لے لیں۔ ابن جریر الطبری بھی)
اسکی تو ثیق کرتے ہیں۔منهم عطية بن سعد بن جنادة العوفى ... وكان كثير الحديث ثقة
(إن شاء الله۔ المنتخب من ذيل المذيل ص 128۔

آپ ابن جریر طبری کی اصل کتاب سے حوال پیش کریں۔ منتخب سے نہ کریں۔ یہ # 15
منتخب تو کسی اور نےلکھی ہے۔ اصل کتاب کا حوالہ ہو تو پیش کریں، ورنہ یہ توثیق پیش
نہ کریں۔

باقی آپ اپنی ہی باتوں میں تضاد ہے کہ ہم یہاں سب بیان نہیں کر سکتے ،پر جیسا کہ

پہلے آپ نے عباس الدوری کی روایات کو معتبر کہا جب اس کی راویت سے ہم نے احتجاج کیا ہو تو آپ وہاں سے مکر گئے۔خود معتبر بھی کہا اور پھر مکر بھی گئے۔
پھر جناب آپ نے حوالہ دیا کہ امام ابو حنیفہ کہ تمام شیوخ ثقہ ہیں۔جبکہ اس میں کلبی بھی
آتا ہے آپ کے دئے ہوئے حوالے سے،پھر آپ تمام شیوخ کو ثقہ بھی ثابت کر رہے ہیں اور خود کلبی پر جرح بھی کر رہے ہیں ۔ حد ہے ! اس کے بعد جناب آپ امام ابوحنیفہ کہ تمام شیوخ کو ثقہ گرداں رہے ہیں اور خود امام ابوحنیفہ پر جرح بھی کر رہے ہیں ۔ کمال ہے۔
بندہ خود آپ کے نزدیک ضعیف ہے پر اس کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ یہ حالت ہے آپ کی ۔
ایک طرف آپ ابن حجر کے اقوال کو تناقض کی بناء پر رد کر ہے ہیں ،جبکہ آپ کے طرز پر ہم چلیں تو ابن معین کے اقوال میں بھی تعارض نظر آنے لگے گا۔ جیسا کہ ابن معین فرماتے ہیں۔میں اگر جسے ضعیف کہوں تو اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی۔جبکہ خود عطیہ کو ضعیف بھی کہہ رہے اور اس کی حدیث بطور شواہد لکھنے کی بات بھی کر رہے ہیں۔اور دوسری طرف اس کی توثیق بھی کر رہے ہیں۔جناب تعارض تو یہاں بھی ہے اگر اسی نظر سے آ پ دیکھیں جس نظر سے آپ ابن حجر کے اقوال دیکھ رہے ہیں۔پھر ابن حجر کے اقوال آپ کے لئے نقصاندہ ہیں اس لئے اسے رد کر رہے ہیں اور ابن معین کے اقوال کو تعارض نہیں کہہ رہے تو وہ آپ کے فائدے میں۔ یہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ ،کڑوا کڑوا تھو تھوتو نہ کریں۔
اس کے علاوہ بھی کافی تعارض دکھایا جاسکتا ہے لیکن خدارا اب کی ایسی کوئی حرکت نہ کریں کہ ہم اس قابل بھی آپ کو نہ سمجھیں کہ دوبارہ آپ کےلئے اپنی مصروفیات چھوڑ کر انہیں باتوں کا جواب دیں جو بار بار آپ دوہرا بھی رہے ہیں اور ایسے عجیب و غریب جوابات دیتے ۔

باقی ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ آپ اپنی کن باتوں سے مکر گئے ہیں اور کن باتوں سے لاجواب ہوگئے ہیں۔
کوئی اور توثیق ہے تو پیش کریں اور دوبارہ کاپی پیسٹ سے گریز کریں

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

اس سے پہلے کہ ہم اپنی اہم گفتگوں پر آئیں مناسب معلوم ہوتا کہ اعلاء السنن جس سے ہم کافی حوالے جات دے رہے ہیں اور کوشش کررہے ہیں کہ ارمان اور کے حنفی ساتھی اپنے اصولوں پر قائم رہیں اس کتاب کی مدد سے، اس کتاب کی اصل اہمیت ہے کیا۔

یہ کتاب ہے جو 20 سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں مذھب حنفی کے متعلق کافی زیادہ دلائل کو جمع کیا گیا تاکہ اس مذھب کے مسائل کی دلیل قرآن و احادیث کی روشنی میں دی جائے۔

اس کتاب کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ علامہ اشرف علی تھانوی جو ہمارے حنفی بھائیوں میں سے دیوبندی برانچ کے حکیم الامت ہیں (یعنی ارمان اینڈ ٹیم کے رول ماڈل)۔ انہیں کی نگرانی میں یہ کتاب لکھی گئی۔

(خود اشرف تھانوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں
یہ کتاب مذہب حنفی کے اثبات میں بہت اہم ہے عوام اور علماء دونوں کے لئے کہ اگر
قرآن و سنت کی مخالف کا الزام مذہب حنفی پر لگایا جائے تو یہ کتاب مرجع ہوگی اور
اس کتاب کی تالیف میں کافی عرصہ لگا۔
قواعد علوم ص 11 علی ما نقلہ فی ملفوظاتہ۔

نوٹ: ہمارے پیش نظر جو ملفوظات کا ایڈیشن ہے وہ اگر ہوتا تو ضرور اس میں سے نقل
کرتے لیکن غالبا جو حوالہ محقق نے دیا ہے وہ ہمارے پیش نظر نہیں اس لئے قواعد کا
حوالہ دیا ہے۔

زاہد کوثری صاحب کہتے ہیں:

حق بات تو یہ ہے کہ میں اس جمع آوری اور مکمل پن پر دہشت زدہ ہوں (یعنی تعجب کرتا
ہوں اتنے عظیم کام پر)

قواعد علوم الحدیث ص 14۔

دکتور یوسف اسماعیلی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس کتاب میں بہت مفید نکات ہیں مختلف فیہ راویان کے حوالہ سے۔

نثر الجواهر والدرر في علماء القرن الرابع عشر ص 554 طبع بيروت

دار العلوم دیوبند سے شائع شدہ مجلہ میں اسامہ نور نامی ایک مضمون نگار فرماتے ہے:

ولكن العمل الذي يكفي لتخليد ذكره في سائر العصور هو إشرافه على إعداد موسوعة
حديثية ضخمة منقطعة النظير باسم «إعلاء السنن» قام به ابن اخته العلامة ظفر أحمد
العثماني الديوبندي التهانوي (1310هـ/1892م – 1394هـ /1974م) وهي في ثمانية عشر
مجلدًا، وهو في الحقيقة عمل عظيم، وجهد جليل لتقريب الفقه من الحديث، وتحقيق لحلم
الإمام ولي الله الدهلوي، وخدمة مشكورة للسنة لايَكاد يوجد لها نظير في القرون المتأخرة

مفہوم) ظفر احمد عثمانی نے جو 18 جلدوں پر مشتمل کام کیا ہے وہ بہت عظیم کام)
ہے، اور اتنی بڑی کوشش ہے فقہ اور حدیث کو قریب کرنے کے لئے۔۔الخ

مجلة الداعي الشهرية الصادرة عن دار العلوم ديوبند ، رمضان – شوال 1435 هـ = يونيو –
أغسطس 2014م ، العدد : 9-10 ، السنة : 38

http://www.darululoom-deoband.com/arabic/magazine/tmp/1404107866fix4sub1file.htm

بالاخر ہم دار العلوم دیوبند کی ویب سائٹ میں موجود مضمون سے ایک اقتباس نقل کریں
گے جو کافی و شافی ہوگا:

دوسری طرف اکابرو علمائے دیوبند نے کتبِ احادیث کی شروح کا سلسلہ شروع کیا جس
میں فقہی احادیث پر ان حضرات نے تفصیلی کلام کیا اور احناف کی مستدل روایات کو
واضح کیا اور بظاہر ان کے خلاف نظر آنے والی روایات کا مدلل جواب پیش کیا۔ ان حضرات
کی یہ علمی کاوشیں فیض الباری شرح بخاری، اللامع الدراری شرح بخاری، فتح الملہم

شرح صحیح مسلم، الکوکب الدری شرح جامع ترمذی، بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد، معارف السنن شرح جامع ترمذی، اوجزالمسالک شرح مؤطا امام مالک، امانی الاحبار شرح معانی الآثار للطحاوی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ کتبِ احادیث کی شرح و تحقیق کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور اس میں بیش بہا اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم علمی خدمت 'اعلاء السنن' کے ذریعہ انجام دی گئی، جس کی تکمیل حضرت تھانوی کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں انجام پائی۔ اس ضخیم مجموعہ میں فقہِ حنفی کے تمام مسائل کے مستدلات یعنی احادیث و آثار کو یکجا کرنے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔

ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ 2، جلد: 98 ، ربیع الثانی 1435 ہجری مطابق فروری 2014ء، (تحت دارالعلوم دیوبند اور فتنۂ عدمِ تقلید کا تعاقب (تحریر مولانا محمد قاسمی

یہ تمام ان حضرات کے لئے بھی ہیں جو مناظرہ پڑھ رہے ہیں کہ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ جب ہم ظفر تھانوی کی کتب کے حوالہ دیں یا ان کی قواعد علوم الحدیث جو اس ہی کتاب کا ایک مقدمہ کہہ لیجئے ہے کا حوالہ دیں کہ یہ کوئی معمولی دو نمبر کتب ہیں۔ نہیں ان کی اہمیت خود علماء احناف کی نظر میں بہت زیادہ ہے

جناب آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں تمام اصولوں پر چلوں حالانکہ آپ خود اپنے اصول اور علماء کے منکر ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ نے ابن معین کی فقط تضعیف والا قول پکڑ رکھا ہے اور اسکی توثیق کی طرف سرے سے ہی نہیں آئے جبکہ ابن معین کی توثیق والا قول ہی مشہور ہے آپکو دکھاتے ہیں۔

امام ہیثمی لکھتے ہیں۔
وفيه عطية العوفي وثقه ابن معين

مجمع الزوائد جلد ٨ صفحہ ١٦٧۔

اس سے کیا ثابت ہوا؟ دوسرا حوالہ بھی لے لیں کہ ابن القطان کے نزدیک بھی ابن معین سے اسکی توثیق ہی مروی ہے اور ساتھ میں انہوں نے عطیہ کو حسن الحدیث بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہوں۔ نصب الرایہ جلد ٤ صفحہ ٦٨۔

اسکے باوجود بھی اگر آپ ضد پر ہی اٹل ہیں جو کہ آپ رہیں گے ہی تو اسکا علاج تو کچھ نہیں پھر۔

اور میں نے جناب کو یہ قول ابن معین کے ہی شاگرد کی زبانی پیش کیا تھا کہ ابن معین ضعیف راوی کی روایت کو لکھنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے۔
قال أبن أبي خيثمة : قلت لابن معين : إنك تقول : فلان ليس به بأس ، وفلان ضعيف ، قال : إذا قلت لك : ليس به بأس فهو ثقة ، وإذا قلت : هو ضعيف ، فليس هو بثقة ولا يكتب حديثه
یعنی ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے ان کے "فلاں لیس بہ باس اور فلاں ضعیف والے قول کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا اگر میں کہوں لیس بہ باس

پر وہ ثقہ ہے اور اگر میں کہوں وہ ضعیف ہے تو وہ ثقہ نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

لسان المیزان ج1، ص 93۔

اسکا جواب دئیے بغیر جناب نے دوسرے اقوال پیش کرنے شروع کردیے۔حالانکہ آپکو چاہئے تو یہ تھا کہ اسکا جواب دیتے۔
اگلی بات یہ کے آپ جو کہہ رہے ہیں کہ آپ تمام قواعد مانتے ہیں تو کیا قاعدہ جلیلہ ان تمام میں سے نہیں؟ کس جہت سے آپ اسکے انکاری ہیں یہ آپکے خلاف جا رہا ہے اسلئے؟ جبکہ آپکو آپ ہی کے ممدوح عبدالحئی حنفی سے بھی یہ قاعدہ عمومی اور رائج ثابت کیا گیا۔(یاد رہے کہ یہی وہ عبدالحئی حنفی جن کو آپ بڑے طمطراق کے ساتھ (پیش کررہے تھے انور شاہ کشمیری کے ساتھ تو ان کی تو مان لیں

جناب آپ ضد چھوڑ دیں ورنہ آپ ابن معین اور اپنے علماء کا جنازہ نکال دینگے۔کیونکہ آپ تضعیف کو لئے بیٹھے ہیں اور آپکے علماء اسکی توثیق سے استدلال کر رہے ہیں تو آپکے علماء تضعیف سے جاہل تھے؟ نہیں نا؟
تو جناب یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آپکے اپنے علماء نے بھی قاعدہ جلیلہ سے ہی استدلال کیا ہے تبھی ابن معین سے عطیہ کی توثیق والا قول نقل کرتے ہیں۔ فتدبر

نصب الرایہ جلد ٤ کے اسکین ملاحظہ کریں

نصب الراية

لأحاديث الهداية

بالإمام البارع الحافظ

العلامة جمال الدين أبي محمد عبد الله بن يوسف الزيلعي الحنفي

المتوفى سنة ٧٦٢ھ

رحمه الله تعالى

مع حاشيته النفيسة المهمة

بغية الألمعي في تخريج الزيلعي

وتصحيح أصل النسخة بعناية بالغة من إدارة المجلس العلمي

وزاده تصحيحاً ومقابلة بمخطوطتين

محمد عوامة

المكتبة المكية　　مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع　　دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة

ذو عيال، مختصر. أخرجه قبيل "الفتن". ووهم الحاكم في "المستدرك" فرواه في "الأحكام"، وقال: صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

٦٥١٧ حديث آخر: عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله ﷺ قال: «إن المقسطين في الدنيا على منابر من نور عن يمين الرحمن، وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم، وأهلهم، وما ولوا»، انتهى. أخرجه مسلم [1].

٦٥١٨ حديث آخر: أخرجه الترمذي [2] عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله ﷺ: إن أحب الناس إلى الله يوم القيامة، وأدناهم مجلساً منه إمام عادل، قال ابن القطان في "كتابه": وعطية العوفي مضعف، وقال ابن معين فيه: صالح. فالحديث به حسن، انتهى.

٦٥١٩ حديث آخر: رواه البيهقي في "كتاب الأسماء والصفات" أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان ثنا أحمد بن عبيد الصفار ثنا إبراهيم بن إسحاق ثنا أحمد بن يونس ثنا زهير ثنا سعد الطائي عن أبي مدلة أنه سمع أبا هريرة عن النبي ﷺ، قال: «ثلاثة لا ترد دعوتهم: الإمام العادل. والصائم حتى يفطر، ودعوة المظلوم»، انتهى.

٦٥٢٠ حديث آخر: رواه البيهقي أيضاً من طريق ابن لهيعة عن عبيد الله بن أبي جعفر عن عمرو ابن الأسود عن أبي أيوب، قال: قال رسول الله ﷺ: «يد الله مع القاضي حين يقضي»، وقال:

٦٥٢١ فقد تفرد به ابن لهيعة، انتهى. وفي "الطبقات" لابن سعد [3] عن الشعبي، قال: كان مسروق قاضياً. وكان لا يأخذ على القضاء رزقاً، وقال: لأن أقضي بقضية فأوافق الحق، أحب إلي من رباط سنة في سبيل الله، انتهى.

٦٥٢٢ الحديث الخامس: قال عليه السلام: «من طلب القضاء، وكل إلى نفسه، ومن أجبر

٦٥٢٣ عليه نزل عليه ملك يسدده»؛ قلت: أخرجه أبو داود، والترمذي، وابن ماجه [4] عن إسرائيل

(١) عند مسلم في "الامارة" ص ١٢١ ـ ج ٢ ـ باب فضيلة الأمير العادل"، ص ١٢١ ـ ج ٢، وفي "المستدرك ـ في الأحكام" ص ٨٨ ـ ج ٤، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، وقد أخرجاه جميعاً، ولكن قال الزيلعي المخرج: أخرجه مسلم فقط، ووافقه الحافظ ابن حجر في "الدراية".

(٢) عند الترمذي في "الأحكام ـ باب ماجاء في الامام العادل" ص ١٧١ ـ ج ١

(٣) عند ابن سعد في "الطبقات ـ في ترجمة مسروق بن الأجدع" ص ٥٥ ـ الجزء الأول من الحصة السادسة ـ

(٤) عند أبي داود في "القضاء ـ باب في طلب القضاء" ص ١٤٧ ـ ج ٢، وعند الترمذي في "الأحكام ـ باب ماجاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في القاضي" ص ١٧٠ ـ ج ١، وعند ابن ماجه في "الأحكام ـ باب ذكر القضاة" ص ١٦٨، وفي "المستدرك ـ في الأحكام" ص ٩٢ ـ ج ٤، وصححه، وتبعه الذهبي في تلخيصه، فصححه

علاوہ ازیں ابن معین کا "یکتب حدیثہ" کہنا راوی کے ضعف پر نہیں بلکہ اعتبار کے لئے آتے ہیں جیسا کہ آپکے ہی محقق شعیب ارنووط اور بشار نے تحریر تقریب میں لکھا ہے ملاحظہ ہوں اسکین۔

اب جناب ابن معین کے اپنے شاگرد اور وہ بھی بغدادی شاگرد کا خود ابن معین سے قول نقل کرنا کہ وہ ضعیف راوی کی روایت کو لکھنے نہیں دیتے تھے اور دوسرا یہ کہ یکتب حدیثہ سے مراد اعتبارہے

٤١٢ ـــــــــــ الزبير بن خُريق

١٩٩٤ - الزُّبَير بن خُرَيْق، مصغَّر، الجَزَرِي، مولى عائشة[1]: لَيِّنُ الحديثِ، من الخامسة. د.

١٩٩٥ - الزُّبَيْر بن سعيد بن سليمانَ بن سعيد بن نَوْفَل بن الحارث بن عبد المُطَّلب الهاشمي، المدني، نزيل المدائنِ: لَيِّنُ الحديثِ، من السابعة، مات بعد الخمسين. د ت ق.

● بل: ضعيفٌ مُتَّفق على تضعيفه، ضعَّفه يحيى بن معين، وأبو داود، والنسائي، والساجي، وعلي ابن المديني، والدارقطني، فلا يقال في مثل هٰذا: «لَيِّن الحديث».

١٩٩٦ - الزُّبير بن سُلَيم: مجهولٌ، من السادسة. ق.

١٩٩٧ - الزُّبَير بن عبدالله بن أبي خالدٍ الأُمَوِي مولاهم، يقال له: ابن زُهْمَة[2]: مقبولٌ، من السابعة. قد[3].

● بل: ضعيفٌ يُعْتَبَر به، فقد قال أبو حاتم: صالح الحديث. وقال ابنُ معين: يكتب حديثه (يعني للاعتبار). وقد سَبَرَ ابنُ عدي حديثه، وقال بعد أن ساق له من منكراته: «وأحاديثُ زبير هٰذا منكرة المتن والإسناد لا تروى إلا من هٰذا الوجه». وقال الذهبي في «المغني»: ليس بحجة. وقال في «ديوان الضعفاء»: لا يترك.

١٩٩٨ - الزُّبَير بن عبد الرحمن بن الزَّبِير القُرظي، بضم القاف وبالظاء المُشَالة، المدني: مقبولٌ، من السادسة، وجدُّه بفتح الزاي. كن.

● بل: مجهولٌ، تفرَّد بالرِّواية عنه المسورُ بن رفاعة القُرَظِي، ولم يوثِّقْه

---

(١) قوله: «مولى عائشة» لم نجد له فيه سلفاً، بل هو مولى بني قشير، كما في «تهذيب المزي».

(٢) هٰكذا في الأصل، وصوابه: زُهَيْمة، كما في «التهذيبين» وغيرهما، وهي أمه، وكانت خادم عثمان بن عفان رضي الله عنه.

(٣) في المطبوع: «مد» وهو رقم أبي داود في «المراسيل» وليس بشيء، فإنما روى له أبو داود في «القدر»، وهو كذٰلك في نسخة الميرغني.

للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ٨٥٢هـ

تأليف

الدكتور بشار عواد معروف — الشيخ شعيب الأرنؤوط

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

ایک اور بات یہاں نوٹ کر لیں کہ خود ابن معین کے ہی شاگردوں سے بلاواسطہ عطیہ کی توثیق ثابت ہے حوالہ ملاحظہ کریں۔
اسکین دیا گیا ہے۔

لیکن جناب آپکو تضعیف ثابت کرنے کے لئے ابن عدی کی کتاب کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔
خیر ہم اس پر ذیادہ نہیں جاتے۔

اب ابن معین پر درجذیل نکات ہیں۔
١۔ابن معین نے اسکی توثیق کی ہے جو کہ بلاواسطہ اسکے شاگرد سے نقل ہوئی۔
٢۔یکتب حدیثہ کی اصطلاح اعتبار کے لئے ہے نہ کہ تضعیف کے لئے۔
٣۔ابن معین جسکو ضعیف کہتے تھے اسکی حدیث نہیں لکھواتے تھے۔
٤۔اب ابن معین کی توثیق و تضعیف آگئی تو قاعدہ جلیلہ ہی لاگو ہوگا۔ کیونکہ اسی کا راجح ہونا آپکے علماء سے دکھا دیا گیا ہے

٢

من كلام أبي زكريا يحيى بن معين

(١٥٨ - ٢٣٣هـ)

في الرجال

رواية أبي خالد الدقاق يزيد بن الهيثم بن طهمان البادي

تحقيق

الدكتور أحمد محمد نور سيف
أستاذ مساعد بكلية الشريعة والدراسات الإسلامية
جامعة الملك عبد العزيز
مكة المكرمة

دار المأمون للتراث
دمشق - ص.ب: ٤٩٧١
بيروت - ص.ب: ٥٣٧٨ - ١٣

ليس حديثه بشيء.
٢٥٣ - وعبد الله بن حَنَش، ثقة.
٢٥٤ - وعبد الله بن عُصْم، هو ابن عصمة، أبو الجَحّاف.
ليس به بأس، روى عن عكرمة.
٢٥٥ - ومحمد بن جُحَادة، ثقة.
٢٥٦ - عطية العَوْفي، ليس به بأس، قيل: يُحْتَجّ به؟ قال:
ليس به بأس.
٢٥٧ - أبو الوازع [النهدي][1]. ثقة كوفي، روى عنه سفيان الثوري، وإسرائيل.
٢٥٨ - أبو جعفر الفَرّاء، كوفي ثقة.

---

٢٥٣ - الجرح ٢ / ٢ / ٣٩. ثقات ابن شاهين ٣٦ أ.
٢٥٤ - ثقات ابن شاهين ٣٦ أ. تهذيب الكمال ٣٥٦ أ. تهذيب ٥ / ٣٢١.
٢٥٥ - سؤالات ١٣ أ. تاريخ الدارمي ٢٣ أ. الجرح ٣ / ٢ / ٢٢٢. ثقات ابن شاهين ٦٣ ب.
٢٥٦ - ثقات ابن شاهين ٥٣ ب. وانظر: تاريخ رقم ٢٤٤٦. الجرح ٣ / ١ / ٣٨٣. تهذيب ٤ / ٢٢٥.
٢٥٧ - التاريخ ٢٠٩٥، ٢٣١٠. الكنى ٢ / ١٤٥. الجرح ١ / ٢ / ٥٨٦ وانظر النص ١٥٨.
٢٥٨ - هو كيسان. الجرح ٣ / ٢ / ١٦٦.

[1] في الأصل: المهري. والصواب ما أثبته. وهو زهير بن مالك النهدي. انظر المراجع أعلاه.

آگے جناب نے احتمال کی بات کی تو جناب غور سے دیکھیں کہ میں نے کیا کہا تھا۔ یہ فقط الزامی جواب تھا جو آپ ہی کہ منطق کو مدنظر رکھ کے دیا گیا۔جلدبازی نہ کیا کریں جناب

آگے جناب نے ایک عجیب اقرار کردیا کہ ابن معین اپنی رائے بدل بھی سکتے ہیں اور ابن حجر اجتہادی خطاء بھی کر سکتے ہیں-تو جناب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابن معین نے اپنی رائے بدل کر اسکو لیس بہ باس یعنی ثقہ کہا اور ابن حجر نے اجتہادی خطاء سے اسے کثیر الخطاء کہا- اب آپ ہی کہ احتمال کے تحت جواب دیا گیا ہے-

---

آگے جناب کہتے ہیں کہ عطیہ کی عدالت ہی ثابت نہیں؟ استغفراللہ۔
آپ کافی عرصہ پرانے میں نہ مانوں والے طرز پہ ابھی سے آگئے جناب؟ ابھی تو بڑی لمبی منزل ہے۔

خود امام ہیثمی لکھتے ہیں۔
رواه أحمد وفيه عطية بن سعيد وفیہ كلام وقد وثق
مجمع الزوائد، ج 3، ص 120

تو جناب یہ دیکھیں خود ہیثمی کہہ رہے ہیں کہ اسکی توثیق بھی ہوئی ہے اور جناب صرف جھوٹ پر ہی کام چلائے ہوئے ہیں؟ یہ کذب بیانیاں چھوڑ دیں جناب

آگے جناب نے ابوداود کی بات کی تو جناب یہاں تو آپ نے کمال ہی کر دیا ۔

ہم نے پچھلے جواب میں مقدمہ نمبر ۲ میں یہ روایت نقل کی تھی جسکی ہر سند میں عطیہ ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم ال: من ال حين يخرج إلى الصلاة: "اللهم إني أسألك بح السائلين عليك، وبح ممشاي...الخ

یہ روایت درج ذیل کتب میں ہے باسناد عطیہ۔

مسند احمد جز 17 ص 48
مسند ابن ابی جعد ج 1 ص 99

سنن ابن ماجہ جلد 1 ص 56
الدعا للطبرانی ج 1 ص 149
عمل اليوم والليلة سلوك النبي مع ربه عز وجل ومعاشرته مع العباد جلد 1 ص 76
امالی بن بشران ص 35
الدعوات الکبیر للبیھی
مصنف ابن ابی شیبہ جلد 6 ص 5

////////// اسکے بعد آپ نے کہا
اولاً عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں عطیہ العوفی منفرد نہیں ہے۔ اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ الْجَزَرِيُّ ، عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ الْعُ◌َيْلِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ بِلالٍ مُؤَذِّنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، َالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ إِلَى الصَّلاةِ َالَ : " بِسْمِ اللَّهِ ، آمَنْتُ بِاللَّهِ ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ ، لا حَوْلَ وَلا ُوَّةَ إِلا بِاللَّهِ ، اللَّهُمَّ بِحَ◌ِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ ، وَبِحَ◌ِّ مَخْرِجِي هَذَا ، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْهُ أَشَرًا وَلا بَطَرًا وَلا رِيَاءً وَلا سُمْعَةً ، خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ ، وَاتِّ◌َاءَ سَخَطِكَ ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ ، وَتُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ

اس سند کو ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم" میں نل کیا ہے۔

///////////

تو جناب کیا بات ہے آپ نے جس طرح اس روایت کو حسن ثابت کیا اسی طرح ہم بھی عطیہ کہ روایت کو حسن ثابت کرینگے۔
جو روایت آپ نے ابن السنی سے نقل کی اس میں الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ کذاب ہے۔ اس کے بارے میں حاکم کا قول ہی کافی ہے کہ وہ موضوع روایات نقل کرتا تھا (لسان المیزان جلد 8 ص 367 رقم 8323) اور ابن حبان کے مطابق یہ موضوعات نقل کرتا تھا (المجروحين باب الواو)

یاد رہے کہ اس راوی کے بارے میں کوئی اچھا کلمہ میری نظروں سے نہیں گذرا۔ اور اس پر دیگر علماء کی طرف سے بھی شدید جرح موجود ہیں۔ اور دو علماء اہلسنت نے بالجزم اس کو جھوٹا کہا ہے موضوعات کی نسبت دےکر۔

میں نہیں جانتا کہ آپ کا منہج کیا ہے ورنہ آپ کو اس کے مطابق جواب دیا جاتا لیکن ادھر کچھ احتمالات رکھے جاسکتے ہیں

1 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ دراصل حسن لغیرہ ہی تھی اور دراصل یہ اصل روایت ان کے نزدیک حسن تھی

2 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ دراصل عطیہ ہی کی وجہ سے کہی ہے اور یہ روایت ان کے نزدیک قابل احتجاج بھی نہ تھی اور نہ ہی قابل استشہاد۔

3 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ نہ عطیہ کی روایت کو کہا ہے منفردا اور نہ ہی اس کی روایت کی وجہ سے کہا ہے منفردا بلکہ دونوں کی ضعیف اور ضعیف مل کر حسن بن گئی۔

یہی جواب جاری ہے اگلے کمنٹ میں

____

اب ہم ان تینوں احتمالات پر گفتگوں کرلیتے ہیں۔

پہلا احتمال تو بالجزم باطل ہے کیونکہ جو ہم نے حوالے دئے ہیں اس میں غالبا کسی میں اس طریق کا اعتبارا بھی ذکر نہیں ہے بلکہ علماء سے اس سند پر ضعیف کا کلمہ بھی کہنا مشکل دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کی سند واہ ہے ضعیف بھی نہیں اور کذاب راوی موجود ہے جس کی توثیق بھی موجود نہیں۔

دوسرا احتمال ہی قیاس ہے اور اس ہی طریق کو علماء نے حسن کہا ہے اور اس پر ہی علماء کا جزم ہے۔ چنانچہ اگر یہ دوسرا احتمال ثابت ہوتا ہے تو وہی ہماری مراد ہے کہ روایت کو حسن کہا تو سند حسن ہوئی اور سند حسن تو راویان علی الاقل حسن الحدیث ہوں گے۔

تیسرا احتمال اگر کہیں تو یہ تو ہمارے حق میں جاتا ہے کیونکہ اگر ایک طریق کا شاہد میں کوئی کذاب راوی بھی ہو تو وہ شاہد بن سکتی ہے تو ہم آپ کو ایک سے زیادہ طریق بطور نمونہ دیتے ہیں جس میں عطیہ نہیں اور یوں یہ طریق خود اس احتمال کے سایہ میں حسن ہوجائے گا فھوا مرادنا۔ الحمد للہ۔

473 - حدثني أبو الحسن الفارسي قال : ، حدثنا : الحسين بن محمد الماسرجسي قال : ، حدثنا : جعفر بن سهل ببغداد ، قال : ، حدثنا : المنذر بن محمد القابوسي قال : ، حدثنا : أبي قال : ، حدثنا : عمي ، عن أبيه ، عن أبان بن تغلب : ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، عن علي بن الحسين ، عن أبيه ، عن علي قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله فاطمة (ع) فأعطاها فدكاً.

الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل جلد1 صفحه 442

608 - أخبرنا : عقيل بن الحسين قال : ، أخبرنا : علي بن الحسين قال : ، حدثنا : محمد بن عبيد الله ، قال : ، حدثنا : أبو مروان عبد الملك بن مروان قاضي مدينة الرسول بها سنة سبع وأربعين وثلاث مائة قال : ، حدثنا : عبد الله بن منيع ، قال : ، حدثنا : آدم قال : ، حدثنا : سفيان ، عن واصل الأحدب ، عن عطاء : ، عن إبن عباس قال : لما إنزل الله : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله (ص) فاطمة وأعطاها فدكاً وذلك لصلة القرابة

الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل جلد1 صفحه 570

تو جناب اب یہ دونوں اسناد جن میں عطیہ نہیں ہے اس عطیہ والی روایت کو حسن کر رہی ہیں چاہے یہ ضعیف ہی ہوں کیونکہ آپ نے بڑی بھڑکیں مارتے ہوئے یہ اصول خود ثابت کردیا۔

اب ضد مت کیجئے گا جناب۔اپنی بات کے تابع رہئے گا

اگلی بات یہ کہ ہم نےدلیل دی تھی ۔

ابو داود کی بھی اس غریب روایت میں عطیہ ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ»

اسکے جواب جناب نے کیا ہی جواب دیا۔

//////////
اس روایت کی سند میں بھی عطیہ العوفی منفرد راوی نہیں ہے، کیونکہ امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کو ایک ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں عطیہ کا کوئی وجود نہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ , حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ , عَنْ أَبِي غَالِبٍ , عَنْ أَبِي أُمَامَةَ , قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُولَى , فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ , أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : فَسَكَتَ عَنْهُ , وَلَمْ يُجِبْهُ , ثُمَّ سَأَلَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ , فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ , فَلَمَّا رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ , وَوَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ , قَالَ : " أَيْنَ السَّائِلُ ؟ " قَالَ : " كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ "

دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل
///////////

جناب اسکو آپ دلیل کہتے ہیں؟ ہم آپکو ابوداود میں سے غریب حدیث دکھا رہے ہیں اور آپ بھاگ گئے مسند احمد کی طرف؟ سبحان اللہ۔

اس سادگی پر کون نہ مر جائے خدا

اگر ابوداود والا سلسلہ دیکھیں تو ایمان سے بتائیں ہمارا دعوی ابوداود سے دکھانے کا تھا مسند احمد سے نہیں کیونکہ اگر سند ضعیف ہوتی تو ابوداود دو بار نقل کرتے لیکن ابوداود نے صرف ایک بار ہی نقل کیا ۔ دیگر روایات سے متابعت پیش کرنا فائدہ مند نہیں کیونکہ یہ کس طرح ثابت کیا جائے کہ ابوداود کے پیش نظر وہ روایت بھی تھی؟ ہرگز نہیں تھی۔ صرف گمان سے تھوڑی ثابت ہوگا جناب؟ یہ قیاس خود تک محدود رکھیں آپکو فائدہ دیگا مگر مناظرہ کے میدانوں میں ایسے بھونڈے دلائل سے کام نہیں چلتا۔جناب یہاں ابوداود کی روایت میں عطیہ کا تفرد ہی ہے اور ابوداود کا سکوت اسکی تحسین ہے کیونکہ بقول آپکے منفرد راوی کی تحسین ہوتی ہے۔ آپ فقط خیالات سے کام نہیں چلا سکتے ثابت کریں کہ ابوداؤد کے پیش نظر یہ طریق بھی تھا

نوٹ: خود شعیب ارنووط نے اس روایت کو حسن لذاتہ نہیں کہا بلکہ لغیرہ کہا جو ان کے نزدیک بھی ضعف کی علامت پر دلالت کرتا ہے (سند کے اعتبار سے)۔ یعنی یہ ثابت ضرور کیجئے گا کہ ابو داود کے نزدیک یہ طریق حسن تھا اور دوسرا ضعیف۔

باقی ہم نے جو دو حوالہ دئے تھے اس پر کچھ نہیں کہا، پھر دے دیتے ہے:

علامہ عینی حنفی جن کی مشہور کتاب عمدتہ القاری ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہے:

واختلف عليه فيه ولكن أبا داود لما رواه سكت عنه وسكوته دليل رضاه به

اس راوی کی توثیق پر اختلاف واقع ہوا ہے لیکن ابو داود نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداود کا سکوت اس راوی سے راضی ہونا (یعنی اس کی تعدیل) پر دلالت کرتا ہے۔
عمدتہ القاری جز 9 ص 436

ظفر تھانوی صاحب خود اعلاء السنن میں ایک راوی ابراہیم بن اسماعیل جو بعض ناقدین کے نزدیک مجہول تھا اس کے بارے میں فرماتے ہے اور کہا کہ چونکہ ابوداود نے اس پر سکوت کیا تو
فهوا مقارب الحال عنده کہہ کر توثیق کی گئی۔

اب ایک نیا حوالہ دیتا ہوں۔ حافظ ابن ملقن شافعی نقل کرتے ہے:

هَذَا الحَدِيث إِسْنَاده حسن، إِلَّا رجلا وَاحِدًا لَا أتحقق حَاله، وَقد سكت عَنهُ أَبُو دَاوُد فَلم يُضعفهُ

اس روایت کی سند حسن ہے اور ایک راوی ایسا ہے جس کا مجھے حال نہیں معلوم لیکن اس (کی روایت) پر ابو داود خاموش رہے اور جراح نہ کی (چنانچہ وہ حسن الحدیث ہوا جب ہی حسن کہا)

البدر المنير في تخريج الأحاديث والأثار الواقعة في الشرح الكبير، جلد 5، ص 220۔

تو جناب ایک مجہول راوی کی تحسین ابوداود کے سکوت سے ثابت ہےتو کہاں عطیہ
جس پر جرح مفسر ثابت کرنے سے آپ ابھی تک قاصر ہیں

____

آپ نے آگے کہا۔

////
عاجز انسان، یہ قول آپ کو کیا فائدہ دیتا ہے؟ ذہبی نے فرمایا ہے کہ "اور ایسے بہت سے ثقات ہیں جن سے صحیحین میں روایتیں نہیں لی گئیں، اور ان میں سے وہ بھی ہیں جن کی روایات کو ترمذی اور خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔
لیکن چونکہ آپ نے ذہبی کا تذکرہ چھیڑ ہی دیا ہے، لہٰذا ہم بھی انہی کا قول ترمذی کے تساہل پر پیش کرتے ہیں۔
امام ذہبی "میزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں:

حسنه الترمذي مع ضعف ثلاثة فيه، فلا يغتر بتحسين الترمذي، فعند المحاققة غالبها ضعاف

اس روایت کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں تین راوی ضعیف ہیں، تو امام ترمذی کی تحسین سے دھوکہ مت کھائیں، کیونکہ محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال، ج 4 ص 416

لو جی، امام ذہبی نے تو خود امام ترمذی کے تساہل پر واضح بات کی ہے، آپ انہی سے ہی امام ترمذی کے
//// تساہل کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ

دیکھیں تساہل والی بات اب نہ ہی کیجئے تو اچھا ہے، خود ذھبی کا اقرار موجود ہے کہ کس طرح توثیقات کا کشف کیا جائے گا اور پھر آپ واہی گھسی پٹی تساہل کی بات لے آتے ہیں، تساہل چلیں مان بھی لیں تو توثیق تو ترمذی سے ثابت ہوجاتی ہے فھوا مرادنا۔
آپ تو اصل توثیق ہی کے منکر تھے اور ہم نے پھر پرانے حوالے جات میں سے ایک نقل کردیتے ہیں کہ ترمذی کی تحسین یا تصحیح راوی کی توثیق ہوگی۔

مغلطائی الحنفی اپنی شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہے:

حديث إسناده حسن؛ للاختلاف في حال كثير؛ فإنه ممن صحح له الترمذي

یہ روایت حسن ہے کیونکہ کثیر نامی راوی پر کافی اختلاف ہے (جرح و تعدیل کے اعتبار سے) لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو دلیل تحسین بنی سیاق کی دلیل سے)

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام، جلد ١، ٣٠٩، باب ما جاء في إسباغ الوضوءِ

اور بھی کتنے سارے ہم نے فقط ترمذی کی تصحیات و تحسینات سے کشف توثیق راوی پر کئے ہیں لیکن آپ وہی ایک بات لے کر بیٹھیں ہیں کہ اس سے ثوثیق راوی مراد نہیں ہوتی بلکہ حسن لغیرہ ہوتی ہے پھر حسن غریب دکھایا کہ اس میں حسن لغیرہ کا قاعدہ نہیں چل سکتا تو پھر آپ تساہل کو لے آئے۔

بھائی تساہل اور توثیق میں کوئی نسبت نہیں کہ اگر تساہل دیکھا دیا تو توثیق بیکار ہوجاتی ہے، تساہل کا معاملہ اس وقت لے لیتے جب مثال کے طور پر اس پر جرح مفسر ہوتی اور وہ پایہ اعتبار سے ساقط کرتی لیکن ادھر ایسا کچھ نہیں۔ خود اب میں مثال دیتا ہوں جہاں ذھبی نے ترمذی کی تحسین سے فقط استدلال کیا ہے:

3063- عبد الله بن يزيد الدمشقي عن ربيعة القصير وعطية بن قيس وعنه عبد الله بن عقيل حسن له الترمذي

الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، جلد 1، ص 609
3071- عبد الله أبو بكر الحنفي عن أنس وعنه الاخضر حسن له الترمذي
الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، جلد 1، ص 610

وقد حسن له الترمذي في الفضائل: حسين منى وأنا من حسين .
ميزان الاعتدال، جلد 2، ص 135، رقم 3170

له قصة الكفل، حسن له الترمذي.
ميزان الاعتدال، جز 2، ص 125، رقم 3130

اس سے یہ ہرگز مراد نہ لیا جائے کہ ترمذی کی تحسین و تصحیح کوڑے میں پھینک دی جائے، اگر یہی قاعدہ چلائیں تو کتنے ہی آپ کے علماء متشدد ہے جرح میں تو کیا ان کو کوڑے میں پھینکا جائے ہاں یا نا میں جواب دیجئے گا؟

پھر آپ نے کہا۔

///
ہمیں غصہ اس بات پر آتا ہے جناب کہ ترمذی کا تساہل ثابت کر چکے ہیں، اور آپ پھر بھی میں نہ مانوں والی رٹ لگائے ہوئے ہیں، غصہ تو آئے گا۔ اب ایک عالم کی جرح کے مقابلے میں امام ترمذی کی تحسین سے احتجاج کرنا الگ معاملہ ہے، یہاں تو عطیہ العوفی کا معاملہ ہے جس کی تضعیف کرنے والوں کی لمبی چھوڑی فہرست ہےجو اختتام کا نام ہی نہیں لیتی۔ ایسی صورت میں متساہل علماء سے آپ تحسین پیش کریں گے تو غصہ لازمی آئے گا۔///

اس غصہ کو تھوک دی جئے، یہ مسلم قاعدہ آپ کی کتب میں لکھا ہے اور اس پر حوالے جات گذر چکے ہیں کہ تعدیل مبہم قوی ہوتی ہے جرح مبہم پر چنانچہ اب اگر 1000 جرح مبہم لائیں گے بالفرض اور کوئی ایک مفسر نہ ہو تو خود آپ لوگوں کا قاعدہ کی توثیق راجح ہوگی بھائی یہ ہمارا قاعدہ نہیں۔ خود جب ترمذی کے نزدیک توثیق ہے اور دیگر علماء کے ہاں تو ضد کیا؟

///

جناب ہم امام بیہقی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، کہ جرح مفسر وہاں مانگی جاتی ہے جہاں راوی کی عدالت ثابت ہو جائے۔ جب راوی کی عدالت ہی ثابت نہ ہو، تو جرح مفسر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ آپ پہلے اس کا جواب دیں، پھر جرح مفسر کی رٹ لگائیں۔///

جواب: آب بتائیں کہ راوی کی عدالت کیسے ثابت ہوتی ہے؟ جب روایت کو حسن و صحیح کہا جائے اور جب توثیق کا اطلاق کیا جائے تو اس کا معروف ہونا اور عادل ہونا تو ثابت ہوچکا، اب جہالت رفع ہوکر اصل عدالت ثابت ہوئی اور جرح مفسر ہی کے ذریعہ وہ ٹوٹے گی۔ اگر آپ نہیں دکھا سکتے جرح مفسر تو کہہ دیں نہیں ہے۔۔ یہ مصادر علی المطلوب ہیں بھائی۔ ابھی اپنی طرف سے خود قاعدہ بناکر زبردستی عطیہ پر فٹ کرنا صحیح نہیں

آپ نے کہا۔

////
باقی آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا، تو میرے نزدیک کسی فقیہ کا احادیث کی روایت کرنے میں ثقہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا آپ یہ بحث میرے سامنے اٹھائیں ہی نہی////

بھائی قاعدہ آپ کا اور حوالے جات دو میں دے چکا ہوں ایک مزید دیکھ لیجئے۔۔۔ کس طرح آپ جان چھڑاسکتے ہیں جب کہ ہم نے دو حوالے دئے، ایسے تو بھائی میں، میں بھی جان چھڑاتا رہوں جو میرے مطلب کی بات نہ ہو جھٹ سے کہہ دوں میں یہ نہیں مانتا اور آگے بڑھوں، ایسا مناظرہ ہوتا ہے؟

اب اعلاء السنن کا ہی ایک حوالہ دیتا ہوں ایک راوی پر کافی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہے:

میں کہتا ہوں ابوحنیفہ نے اس سے روایت کی۔۔۔ اور جیسے کہ مقدمہ کتاب میں بیان کرچکا ہوں تمام شیوخ (اساتذہ) ابوحنیفہ ثقہ ہیں ہمارے نزدیک۔۔ کیونکہ ابو حنیفہ روایت نقل کرنے میں کافی شدید تھے، اور کافی خدا ترسی، تقوی، جانچ پڑتال، اور راویان کی خالص معرفت کے بعد ہی روایت کرتے تھے لہذا ناصح (راوی) ثقہ ہے بالخصوص اگر ابوحنیفہ کے علاوہ دیگر نے بھی توثیق کی ہو چنانچہ جن لوگوں نے بغیر سبب کے جراح کی (غیر مفسر) اس کی طرف ہرگز مت دیکھو، اور (ناصح کی) حدیث حسن ہے۔

اعلاء السنن، جلد 8، ص 238، باب کفن الرجل و نوعہ، طبع کراچی

آپ نے شائد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو ہی پڑھا ہے، کبھی موقع ملے تو امام انور شاہ کشمیری اور امام عبد الحئی لکھنوی کی کتب ضرور پڑھئے گا، کیونکہ وہ بھی حنفی ہیں۔ آپ مجھے ایک حنفی عالم کا قول نقل کرتے ہیں، میں احناف کے قول ہی پیش کروں تو عطیہ العوفی اس سے بھی ضعیف ثابت ہو جائے گا۔ باقی جہاں کسی حنفی عالم کا جمہور کے خلاف قول آئے گا، تو آپ کو کس نے یہ بتایا ہے کہ حنفی عالم کاقول ہی ماننا لازم ہوگا؟ کیا حنفی عالم کا قول غلط نہیں ہوسکتا؟ آپ جس طرح کا

استدلال کر رہے ہیں، آپ اپنے ساتھیوں کو خوش ضرور کر لیں گے لیکن اس کی کوئی //// علمی وقعت نہیں ہے۔

جواب: ہم نے اعلاء السنن کی تعریف شروع میں لکھ دی ہے تو آپ اس ہی طرف دیکھ لیجئے، جمہور تو بہرحال اس کتاب کی کافی تعریف کرتے ہیں اور خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ باقی آپ عبدالحئ لکھنوی کی کہانی نہ کھلوائیں تو بہتر ہے ادھر کیونکہ ان کے حنفی ہونے پر بھی کلام کیا جاتا ہے لیکن وہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ آپ حوالے جات دیں، ہمیں بار بار مطالعہ کی دعوت نہ دیں، حوالہ ہے بات کریں ورنہ میں کہتا ہوں کہ آپ نے فقط انور شاہ کو پڑھا ہے یا عبدالحئی کاندھلوی، عثمانی، سہارنپوری، نانوتوی، گنگوہی کو نہیں پڑھا

اور جناب ابھی بھی ابوداود کی جرح پربضد ہیں؟ اب ہم کیا کریں جب آپ اپنی کتب نہیں مان رہے تو آپکو کہاں سے دلیل دی جائے؟

اسکرین شاٹ دیا گیا ہے جس میں جناب نے دوبارہ ضد میں آکر ابوداود کی تضعیف سے کام لیا جبکہ ہم نے زبیر علی زئی سےآجری کو مجہول قرار دیا ہے اور اسکی کتاب کو غیر معتمد قرار دیا۔ حدہے۔

دوبارہ حوالہ جات دیکھ لیں۔

لایحتج بھم ولایحتج بمرویاتھم۔۔وابی عبید الاجری۔
(انوار الصحیفہ صفحہ ٦)

اجری کی عدالت نامعلوم ہے اور اسکی ابواود سے نقل مردودہے۔
(القول المتین ص ٣٠)

ابوعبید الاجری مجہول الحال۔
(الفتح المبین صفحہ٣٠)

جناب نے اتنی دونمبری کیوں کی؟ آپکو تین دفعہ یہ حوالہ دیا جاچکا ہے لیکن آپکے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔جناب اتنی ضد بھی ٹھیک نہیں۔

یہ رہا اسکرین شاٹ جس میں جناب نے دوبارہ بضد ہوکر ابوداود والی تضعیف کی بات کی

ہم نے آپ ہی کے پیش کردہ دلائل سے یہ اصول دیا تھا، اور
ہمیں بار بار یہی بات دہراتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ مناظرہ
اس مقام پر آگیا ہے، آپ نے خود زبیر علی زئی کے حوالے
سے یہ اصول پیش کیا تھا
حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ تصحیح الحدیث وتحسینه
توثیق لرواته فیما انفردوا فیه الا ما خصص بالدلیل یعنی حدیث
کی تصحیح یا تحسین سے اس کے تمام ان راویوں کی توثیق
سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، لیکن اس
صورت میں نہیں جب ان کے متعلق کوئی خاص دلیل موجودہوں۔
یہاں پر خاص دلیل موجود ہے، اولاً تو اس روایت کی سند میں
ابو داؤد منفرد نہیں، ثانیاً خاص دلیل موجود ہے کہ امام ابوداؤد
نے عطیہ العوفی کی تضعیف کی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہی پیش
کردہ اصولوں کی پابندی کریں، حوالہ جات کی بھرمار سے آپ
کی بات ثابت نہیں ہو پائے گی۔
پھر آپ نے فرمایا

اب ہم جناب کو ابوداود والی تضعیف کا رد دیتے ہیں اسکین پیجز کے ساتھ اب اسکو غور سے دیکھئے گا دوبارہ ضد بازی مت کیجئے گا۔

اجری کی عدالت نامعلوم ہے اور اسکی ابواود سے نقل مردودہے۔
القول المتین ص ۳۰)

آجری نے ابوداود سے روایت کیا کہ محمد بن عوف نے کہا: "ما أشك أن إسحاق بن زبريق يكذب" (ایضاً)

ابوداود نے (بہ روایت الآجری) کہا: "ليس بشيء" (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)

ذہبی نے کہا "ضعیف" ابن حجر نے کہا: "صدوق يهم كثيراً و أطلق محمد بن عوف أنه يكذب" (التقریب: ۳۳۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

① جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

② ذہبی کا قول ان کی تصحیح کے معارض ہے۔ "وإذا تعارضا تساقطا"

③ نسائی کے قول کی سند تاریخ دمشق لابن عساکر (۸/۷۷) میں موجود ہے، اس قول کا راوی، امام نسائی کا بیٹا عبدالکریم ہے جس کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۲۹۹) اور الانساب للسمعانی (۵/۳۸۳) میں ہے لیکن توثیق مذکور نہیں لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔ یعنی یہ قول امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔

④ آجری کی عدالت نامعلوم ہے لہٰذا اس کی ابن عوف وابوداود سے نقل مردود ہے۔

⑤ یہ جرح حسد پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے۔

اسحاق ابن ابراہیم سے بڑے بڑے اماموں نے حدیث بیان کی ہے مثلاً یعقوب بن سفیان الفارسی، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابوحاتم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی اور بخاری وغیرہم۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ۲/۳۶۹)

یعقوب الفارسی اور امام بخاری صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی / البخاری ۱۹۰، ۲۲۲، ۲۳۳ و التنکیل للیمانی / یعقوب، ج ۱ ص ۴۳)

لہٰذا اسحٰق بن ابراہیم الزبیدی کو کذاب کہنا انتہائی غلط ہے۔

معلوم ہوا کہ اسحاق بن ابراہیم مذکور: حسن الحدیث ہے۔

الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين — ٣٠

(١/١٤) ع/طاووس بن كيسان اليماني التابعي المشهور، ذكره الكرابيسي في المدلسين وقال: أخذ كثيراً من علم ابن عباس رضي الله عنهما، ثم كان بعد ذلك يرسل عن ابن عباس، وروى عن عائشة، فقال ابن معين: "لا أراه سمع منها" ☆

وقال أبو داود: لا أعلمه سمع منها. ☆☆

(١٤/ ١) ثقة حجة وقال الحافظ ابن حجر: "ثقة، فقيه، فاضل" (التقريب: ٣٠٠٩)

توفي سنة ١٠٦هـ.

وقال العلائي: "ولم أر أحدًا وصفه بذلك يعني غير الكرابيسي" (جامع التحصيل ص١٠٧)

وانظر الرقم المتقدم: ٥

قلت: كتاب الكرابيسي في المدلسين لم أجده، والله أعلم

وذكره في المدلسين: الحلبي (ص٣٤) والعلائي وأبوزرعة ابن العراقي (٣٠) والسيوطي (٢٦) والدميني (١/٣٣) و ابن طلعت في معجم المدلسين (ص ٢٦٢) وهو بريءٌ من التدليس، والله أعلم.

☆ انظر المراسيل لابن أبي حاتم (ص٩٩) وسنده صحيح.

☆☆ تهذيب التهذيب (٢/ ٢٣٥) بدون سند عن الآجري عنه و ابو عبيد الآجري مجهول الحال، لم أجد من وثقه.

أنوار الصحيفة — ٦ — المقدمة

"حديث: ٤٢

عبدالله بن يحيى التوأم: ضعيف (تق: ٣٦٩٨)" [ضعيف سنن أبي داود]

تق = أي تقريب التهذيب

ثم إذا تكرر الحديث في السنن فاكتفيت بكلامي في الكتاب المتقدم فأشرت إليه، مثلاً:

"حديث: ١٤

إسناده ضعيف/ د ٤١" [ضعيف سنن الترمذي]

٣) توثيق الجمهور

كنت أقول جمهور المحدثين في رواة الحديث الذين اختلف فيهم عند تعسر الجمع والتوفيق بين الأقوال المتعارضة وهذا منهجي في جميع تحقيقاتي، مثلاً:

"وعبدالله بن محمد بن عقيل: ضعيف، ضعفه الجمهور وضعفه راجح" (ضعيف سنن أبي داود: ١٢٨)

٤) توثيق المتساهل

لم آخذ بتوثيق المتساهل فيما انفرد به كابن حبان والحاكم والترمذي وغيرهم ولكن من وثقه المتساهلان فصاعداً ولم يضعفه أحد فهو حسن الحديث عندي ولم أبال من جهله من العلماء بعد توثيق الاثنين فصاعداً من أئمة الحديث، مثلاً:

نافع بن محمود المقدسي، راوي حديث قراءة الفاتحة خلف الإمام، جهله الحافظ ابن عبدالبر والحافظ ابن حجر وغيرهما ولكن وثقه ابن حبان والدارقطني والبيهقي وغيرهم فهو ثقة عندي والحمدلله.

٥) أئمة الجرح والتعديل

أئمة الجرح والتعديل على أقسام:

١: الثقات ومن يحتج بهم ويعتبر برواياتهم كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والنسائي وغيرهم.

٢: الضعفاء والمجروحون ومن لا يحتج بهم ولا يحتج بمرويات‍هم كالأزدي والدولابي ومسلمة بن القاسم وأبي عبدالرحمن السلمي (راوي السؤالات) وأبي عبيد الآجري (راوي سؤالات أبي داود) وابن خراش وغيرهم.

٣: الأئمة المعتدلون وهم كثيرون كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والعجلي وغيرهم.

تنبيه: زعم بعض المتأخرين في الإمام العجلي رحمه الله بأنه متساهل وهذا الزعم لا دليل عليه كقول عباس بن

www.ircpk.com www.ahluhadeeth.net

اور آگے جناب نے حد کردی کہ آپکی اجری پر تحقیق ہی نہیں؟ آپ نے خود کہا کہ اس پر مزید تحقیق کرتے ہیں ہےیعنی پہلے آپکی کوئی تحقیق ہی نہیں اس پر؟
تو جناب ہم کہتے ہیں کہ جب آپکی تحقیق ہی نہیں اس پر تو بلاوجہ اس پر آپ بضد ہیں؟
آپ تو خود اپنے ہی علماء کے مطابق حرام کام کے مرتکب ٹھہرے کیونکہ جناب کہ اپنے ممدوح رشیدگنگوہی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ بغیر علم کامل کے مناظرہ کرنا حرام ہے۔
لیں ایک تو آپ اپنی کتب سے جاہل ہیں اور حرام کام بھی کر رہے ہیں

آپ صرف سکین پر اکتفاء نہ کریں، مذکورہ قول لکھ لیا کریں تو ہمارے مطالعہ میں آئے گی۔ آپ نے ایک چیزکے بارے میں کچھ لکھا نہ ہو، اور صرف سکین ہی ڈال دیا ہو، تو اس کے بارے میں ہمیں الزام نہ دے۔ اب ہم اس بارے میں مزید تحقیق کرتے ہیں۔

جناب ہم نے آپکو آپکی کتاب سے اجماع کی تعریف بتائی کہ۔

اجماع کی تعریف میں علم اصول الفقہ میں مرقوم ہے:

الرابع: أن يتحقق الاتفاق من جميع المجتهدين على الحكم، فلو اتفق أكثرهم لا ينعقد باتفاق الأكثر إجماعٌ مَهما قل عدد المخالفين وكثر عدد المتفقين لأنه ما دام قد وجد اختلاف وجد احتمال الصواب في جانب والخطأ في جانب، فلا يكون اتفاق الأكثر حجة شرعية قطعية ملزمة.
چوتھی شرط اجماع یہ ہے کہ تمام مجتہدین کا اتفاق ایک حکم پر ہو، چنانچہ اگر اکثر کا اتفاق ایک امر پر ہوجائے تو اجماع منعقد نہیں ہوگا اگرچہ ایک حکم کے خلاف بہت کم ہوں اور حکم کے موافق کافی سارے، کیونکہ جب تک اختلاف اس نوعیت تک کا بھی موجود ہے تو صحیح اور غلط ہونے کا احتمال بہرحال رہے گا چناچنہ اکثر کا اتفاق کرلینا حجت شرعیہ نہیں جو قطعی ہوتا ہے اور لازم عمل ہوتا ہے۔
علم اصول الفقہ از عبدالوھاب خلاف ص 45 طبع دار القلم۔
اسکے جواب میں جناب نے کہا۔
///////////
آپ اگر سنی ہوتے تو شائد ہمیں تفصیل سے سمجھانا پڑتا، لیکن چونکہ آپ شیعہ ہیں، لہٰذا آپ کو سمجھانا بہت آسان ہے۔ آپ کے مذہب میں راویوں کے ایک گروہ کو "اصحاب الاجماع " کا نام دیا گیا ہے، آپ کے علماء نے بارہا لکھا ہے کہ
أجمعت العصابة على تصحيح ما يصح عن هؤلاء وتصديقهم لما يقولون
ہمارے گروہ نے مندرجہ بالا راویوں سے نقل شدہ صحیح روایات کی تصحیح پر اور ان کی باتوں کی تصدیق پر اجماع کیا ہے
یہ اصول آپ کے اتنے علماء نے نقل کیا ہے کہ مجھے حوالہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ۔
اب مجھے آپ بتائیں، کیا آپ کے ہاں ان چھ راویوں کی روایتوں کی تصحیح پر کوئی اختلاف نہیں۔ اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم آپ کو اختلاف دکھاتے ہیں، ورنہ دوسری صورت میں آپ کے لئے خاموشی بہتر ہے۔ اور آپ کو ماننا پڑے گا کہ عطیہ العوفی کی تضعیف پر بھی اجماع ہے۔
//////////

جناب مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب آپکے پاس جواب نہیں ہوتا تو آپ بھاگتے ہیں ہماری کتب کی طرف؟ جناب ہمارے مطابق اجماع سے مراد ایک بندہ ہو یا دوبندے ہوں یا سب ہوں اس سے آپکو کیا سروکار؟ اس وقت میرا ماخذ آپکی کتب ہیں اور آپ نے انکا جواب دینا ہے اگر میری کتابیں آپ پر حجت ہوں تو بتادیں اس بحث کو چھوڑ کر ہماری کتب سے شروع کر لیتے ہیں ورنہ اس پر اکتفاء کریں جو آپکی کتب میں ہے اعر جو اجماع کی تعریف آپکی کتب میں ہے وہی آپکے لئے بھی دلیل ہے۔
لہذا آپکا دعوی اجماع کرنا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور اس دفعہ بھی آپ نے دوبارہ بضد ہوکر اجماع ہی کی بات کی جناب جھوٹ کی حدیں پار نہ کریں۔

باقی چلیں یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس تسمیہ میں غلطی ہے اگر بالفرض آپ الفاظ کا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں، ہمیں اس میں کہنے میں کوئی عار نہیں، بات یہ کہ دعوی اجماع کرنا ہی غلط ہے اگر مخالفت موجود ہو۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ اصحاب اجماع (جو کہ متاخرین تشیع کی طرف سے ٹرم استعمال کی گئی متقدمین نے اس کو مختلف طریقہ سے لیا) نہیں تھے بالفرض تو ہمیں کوئی عار نہیں، ہم انہیں اصحاب جمہور کہہ دیں گے، باقی جو مدلول الفاظ کشی ہے اس میں کافی بحث کی جاسکتی ہے، لیکن یہ بحث کو ادھر کھولنا صحیح نہیں جو اہم بات ہے کہ آپ نے خود جمہور کا لفظ کہہ کر اجماع کی نفی کردی یعنی اگر منطقی زبان میں کہوں تو اجماع موجبہ کلیہ ہے اور جمہور موجبہ جزئیہ جس میں سالبہ جزئیہ بھی بدلالت التزامی پنہاں ہے اور موجبہ کلیہ کی نقیض ہی سالبہ جزئیہ ہے چنانچہ اجماع اور جمہور کو بیک وقت استعمال کرنا اجتماع نقیضین ہے۔

اور جناب نے ابن حجر کی دوبارہ سے بات کی تو اس پر بھی جوابات لیتے جائیں اب۔

کچھ حوالہ جات ادھر پیش کردیئے جائیں کہ ہم سے بار بار مطالبہ کیا جارہا ہے کہ کہاں لکھا ہے کہ متاخرین کا قول حجت نہیں تو اس میں کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ عقلی بات ہے کہ جتنا بعد زمانہ ہوتا جاتا ہے اتنا ہی رجال کے حالات کی معرفت کے وسائل اور طرق کم ہوتے جاتے ہیں اور متاخرین دراصل نقل کرنے والوں سے زیادہ نہیں ہوتے اور ان کی رائے فقط اور فقط ان کے اجتہاد پر مبنی ہوتی ہے اور وہ تابع ہوتے ہیں متقدمین کے جو دیگر پر ہرگز حجت نہیں ہوتا۔

ابن حجر ابان بن صالح قرشی کے حالات میں ابن معین عجلی اور ابو حاتم وغیرہ سے اسکی توثیق نقل کرتے ہیں اور بعد میں علماء سے جرح نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

١۔وقال ابن عبد البر في التمهيد حديث جابر ليس صحيحا لان ابان بن صالح ضعيف وقال ابن حزم في المحلى عقب هذا الحديث ابان ليس بالمشهور انتهى

اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔

وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف ابان هذا أحد قبلهما ويكفي فيه قول ابن معين ومن تقدم معه والله أعلم.
(تہذیب التہذیب جلد ١ صفحہ ٨٢)

ابن حجر خود کہتے ہیں کہ یہ انکی غفلت ہے کیونکہ ان سے قبل ابان کی تضعیف نہیں کی گئی اور ابن معین (کا توثیق والا قول) ان سے متقدم ہے۔

٢۔ البانی متاخرین میں سے بعض پر اعتراض کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

أن هذه الطريق مع صحتها أغفلها كل من خرج الحديث من المتأخرين كالزيلعي، وابن حجر، وغيرهما ممن ليس مختصا في التخريج۔
یہ طریق صحیح ہونے کے باوجود اس طریق سے متاخرین میں سے زیلعی، ابن حجر وغیرہ جو تخریج میں اختصاص نہیں رکھتے تھے غافل رہے۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة جلد 1 ص 88 طبع رياض۔

٣۔ البانی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔
وهو ثقة اتفاقا محتج به
عند الشيخين وجميع المحدثين، فمن ضعف حديثه هذا من المتأخرين، فقد خالف سبيل المؤمنين،

یہ راوی بالاتفاق ثقہ ہے اور اس کی احادیث سے احتجاج کیا ہے بخاری مسلم اور تمام محدثین نے اور جن متاخرین نے اس روایت پر ضعف کا حکم لگایا ہے وہ مومنین کے راستہ کے مخالف ہے۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة جلد 4 ص 40 طبع رياض۔

٤۔ البانی کا ایک فیصلہ کن قول فرمادیتے ہیں تاکہ آپکی مزیدتسلی ہو جائے۔

فرجعت إلى المصادر القديمة التي هي عمدة المتأخرين في التراجم كالبخاري وابن أبي حاتم وغيرهما

میں نے قدیم مصادر (کتب) کی طرف رجوع کیا جو دراصل متاخرین کے لئے بھی مورد اعتماد ہیں جیسے بخاری، ابن ابی حاتم اور ان کے علاوہ۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة ج 6 ص 594 طبع رياض۔

ثابت ہوا کہ البانی بھی اس قاعدے کے قائل ہیں کہ اصل متقدمین کے اقوال ہیں اور متاخرین کا مرجع بھی وہی ہیں اور متاخرین کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے فی نفسہ کیونکہ ان کا مادہ اجتہاد بھی متقدمین کا طریقہ ہے۔ اور یہی ہماری مراد ہے۔

۵۔ ابن حجر جو خود متاخرین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

وَأَغْرَبَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ فَزَعَمَ أَن طَرِيقُ حُسَيْنٍ مُعَلَّقَةٌ وَهُوَ غَلَطٌ

بعض متاخرین نے بڑی عجیب بات کہی کہ حسین کا طریق معلق ہے مگر یہ بات بالکل صحیح نہیں۔

فتح الباری، جلد 1ص 57 طبع بیروت۔

خود ابن حجر نے متاخرین کی بات کو حجت نہیں مانا تو آپ کس طرح توقع کرتے ہے کہ ہم ابن حجر کی غلط رائے کو حجت مان لیں۔

یہی آگےجاری ہے

۷۔ ارنووط اپنی کتاب تحریر تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

۱۔ ہم نہیں جانتے کہ جو حافظ ابن حجر نے راویان پر حکم اپنے اجتہاد کے موافق لگایا ہے کیا وہ اس قابل بھی ہے کہ ان کو لیا جائے یا رد کیا جائے اور وہ غیر قطعی ہے۔

۲۔ ابن حجر کا تناقص بھی کافی عجیب ہے راویان پر حکم لگانے میں کہ ایک راوی کی توثیق یا تضعیف کریں گے ادھر اور دوسری کتاب یا مقام پر اس ہی راوی کی تضعیف (بمقابلہ توثیق) یا توثیق (بمقابلہ تضعیف) کردیں گے۔

تحریر تقریب التھذیب جلد ۱ ص 16 طبع بیروت۔

۸۔ ایک اور مثال مولانا شمس الدین عظیم آبادی ہے جو حافظ ابن حجر کی ایک سخت غلطی پر تعاقب کرتے ہیں:

وهو ذهول من مثل ذلك الحافظ الإمام المحقق

اور یہ حافظ المحقق ابن حجر کا ذھول ہے

عون المعبود ج 8 ص 293، طبع بیروت۔

۹۔ ہماری تیسری مثال البانی ہے جو کہتے ہیں۔

وهو من أوهامه كما نبهت على ذلك في تعليقي على كتابي مختصر صحيح البخاري

حافظ ابن حجر کا روایت کا انتساب کرنا ان کے وھم میں سے ہے اور اس پر میں نے اپنی کتاب مختصر صحیح بخاری کی تعلیق پر توجہ دلائی تھی

ظلال الجنة في تخريج السنة لابن أبي عاصم، ج ١ ص 231 طبع بيروت۔

علاوہ ازیں ہم نے آپکو تحریرتقریب التہذیب دیکھنے کا کہا تھا لیکن جناب نے دیکھنے کی زحمت نہیں کی خیر ہم کچھ حوالے آپکی نذر کرتے ہیں کہ ابن حجر نے جرح کی کچھ راویوں پر لیکن اسکا تعاقب کہا گیا کیونکہ ان سے پہلے کسی نے یہ جرح نہیں کی تھی۔ (انکے اسکین بھی دئے گئے ہیں)

احمد بن محمد بن عون القواس پر ابن حجر نے ًلہ اوھامٌ کی جرح کی لیکن اسکا تعاقب کرتے ہوئے شعیب ارنووط اور بشار عواد لکھتے ہیں۔

لہ اوھام" لم نجد لہ فیہ سلفا۔"
یہ کہنا کہ ان کو اوھام ہیں (غلط ہے) کیونکہ سلف میں سے (جو ثابت کرتا ہے کہ ابن حجر متاخر ہے اور ان کا قول حجت نہیں) کسی نے ایسا نہیں کہا
(تحریر تقریب جلد ١ صفحہ ۷۵)

پھر ابن حجر ابراہیم بن الحجاج پر ًیہم قلیلاً کی جرح کرتے ہیں لیکن اسکا تعاقب بھی کیا گیا اور لکھا گیا قولہ "یہم قلیلا" لم اجد لہ فیہ سلفا۔
(تحریر تقریب جلد ١ صفحہ ۸۵)

پھر اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم الکرابیسی پر ابن حجر نے ًلین الحدیثٌ کی جرح کی جسکے تعاقب میں لکھا گیا کہ۔
قولہ "لین الحدیث" لم نجد لہ فیہ سلفا۔
(تحریر تقریب جلد ١ صفحہ ۳۲۹)

لہذا جناب اب تو آپکو سمجھ جانا چاہئے کہ جرح علماء متقدمین سے نقل کی جاتی ہے اور یہ بھی آپکو پتہ لگ جانا چاہئے کہ ابن حجر کتنے اوھام اور غلطیوں کا شکار تھے لیکن اگر اب بھی آپکی ضد وہیں ہے تو آپکا اللہ ہی حافظ ہے۔

اب نیچے اسکین دیکھ لیں

شعیب ارنووط اور بشار عواد لکھتے ہیں۔

لہ اوھام" لم نجد لہ فیہ سلفا۔"

یہ کہنا کہ ان کو اوہام ہیں (غلط ہے) کیونکہ سلف میں سے (جو ثابت کرتا ہے کہ ابن حجر متاخر ہے اور ان کا قول حجت نہیں) کسی نے ایسا نہیں کہا
تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۷۵)

تحرير تقريب التهذيب
للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
المتوفى سنة ٨٥٢ هـ
تأليف
الدكتور بشار عواد معروف
الشيخ شعيب الأرنؤوط
الجزء الأول
مؤسسة الرسالة

أحمد بن المفضل ——— ٧٥

١٠٤ ـ أحمد بن محمد بن الوليد بن عُقبة بن الأزرق بن عَمرو الغَسّانيُّ، أبو محمد وأبو الوليد: ثقةٌ، من العاشرة، مات سنة سبع عشرة، وقيل سنة اثنتين وعشرين. خ.

١٠٥ ـ أحمد بن محمد بن عَوْن القَوّاس، أبو الحسن المقرىء: صدوقٌ له أوهام، من العاشرة، مات سنة خمس وأربعين. تمييز.

● قوله: «له أوهام» لم نَجِدْ له فيه سلفاً سوى قول ابن حبان: ربما خالف. والصوابُ أنه: صدوقٌ، فقد روى عنه جمعٌ منهم بَقِيُّ بن مَخْلَد الأندلسي ـ وهو لا يروي إلا عن ثقة ـ، وذكره ابن حبان في «الثقات».

١٠٦ ـ أحمد بن محمد بن يحيى بن سعيد القَطّان، أبو سعيد البَصْريُّ: صدوقٌ، من الحادية عشرة، مات سنة ثمان وخمسين. ق.

● بل: ثقة، فقد روى عنه جمع منهم عبد الرحمن ابن أبي حاتم الرازي، وقال: صدوقٌ. وهذه اللفظةُ غالباً ما يستعملُها لشيوخه الثقات، وكذلك يفعل أبوه، ويَعْضُدُه قول ابن حبان: «كان متقناً»، وابن حبان لا يطلق مثل هذه الأقوال إلا بعد دراسة حديث الرجل. وأيضاً فإننا لا نعرفُ فيه جرحاً.

١٠٧ ـ أحمد بن مُصَرِّف بن عَمْرو اليَامِيُّ، بالتحتانية، الكُوفيُّ: صدوقٌ، من الحادية عشرة. س.

● بل: ثقة، فقد روى عنه جمع منهم أبو عبد الرحمن النَّسائي، وذكره ابنُ حبان في كتاب «الثقات»، وقال: مستقيم الحديث، وهي عبارة تدلُّ على دراسته لحديثه ومعرفته به، والله أعلم.

١٠٨ ـ أحمد بن المُعَلَّى بن يزيد الأَسَدِيُّ الدِّمشقيُّ، أبو بكر: صدوقٌ، من الثانية عشرة، مات سنة ست وثمانين. س.

١٠٩ ـ أحمد بن المُفَضَّل الحَفَرِيُّ، بفتح المهملة والفاء، أبو عليّ الكُوفيُّ: صدوقٌ شيعيٌ في حِفْظِه شيءٌ، من التاسعة، مات سنة خمس عشرة. د س.

پھر ابن حجر ابراہیم بن الحجاج پر ٗیہم قلیلاً کی جرح کرتے ہیں لیکن اسکا تعاقب بھی کیا گیا اور لکھا گیا قولہ "یہم قلیلا" لم اجد لہ فیہ سلفا۔
تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۸۵)

تحرير تقريب التهذيب

للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ٨٥٢هـ

تأليف

الدكتور بشار عواد معروف — الشيخ شعيب الأرنؤوط

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

لا نعلمُ فيه جرحاً، فهو ثقة.

١٦٠ - إبراهيم بن الحارث بن مُصْعَبْ بن الوليد بن عُبادة بن الصَّامِت: صدوقٌ، من الثانية عشرة. ل.

١٦١ - إبراهيم بن حبيب بن الشَّهيد الأزْديُّ، أبو إسحاق البَصْريُّ: ثقةٌ، من التاسعة، مات سنة ثلاث ومئتين. س.

○ - إبراهيم بن أبي حَبيبة، هو: ابن إسماعيل. تقدَّمَ. [=١٤٦].

١٦٢ - إبراهيم بن الحَجّاج بن زيد السَّاميُّ، بالمهملة، أبو إسحاق البَصْريُّ: ثقةٌ يَهِمُ قليلاً، من العاشرة، مات سنة إحدى وثلاثين أو بعدها[1]. س.

● قوله: «يهمُ قليلاً» لم أجِدْ له فيه سلفاً، وكل ثقة يهمُ قليلاً مثل شعبة وسفيان وغيرهما، فالأولى حذفها.

١٦٣ - إبراهيم بن الحَجّاج النِّيليُّ، بكسر النون، أبو إسحاق البَصْريُّ: ثقةٌ، من العاشرة أيضاً، مات سنة اثنتين وثلاثين. تمييز[2].

● هكذا ذكره تمييزاً، وهو صنيعُه في «تهذيب التهذيب»، وإنما هو من رجال النسائي، فقد أخرج له حديثاً واحداً عن أبي عوانة، عن سماك بن حَرْب، عن قِرْصافة، عن عائشة، قالت: اشربوا في الظروف ولا تسكروا. (٨/ ٣٢٠).

١٦٤ - إبراهيم بن الحَسن بن الهَيْثم الخَثْعَميُّ، أبو إسحاق المِصِّيصيُّ المِقْسَميُّ: ثقةٌ، من الحادية عشرة. د س.

(١) ذكر موسى بن هارون أنه توفي سنة ٢٣٣هـ، وهو التاريخ الذي صححه الذهبي في «تاريخ الإسلام».

(٢) ومما يستدرك عليه، وقبله على المزي: إبراهيم بن حرب، أبو إسحاق العسقلاني، نخن آدم بن أبي إياس. روى عن: حفص بن ميسرة، وأبي نعيم، وغيرهما. روى عنه أبو داود فيما قال أبو علي الغساني في «شيوخ أبي داود». قال العقيلي: حدث بمناكير. وذكره ابن حبان في «الثقات». توفي سنة ٢٢٩هـ.

پھر اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم الکرابیسی پر ابن حجر نے لّین الحدیثؒ کی جرح کی جسکے تعاقب میں لکھا گیا کہ۔

قولہ "لین الحدیث" لم نجد لہ فیہ سلفا۔

تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۲۹)

تحرير تقريب التهذيب

للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ٨٥٢هـ

تأليف

الدكتور بشار عواد معروف — الشيخ شعيب الأرنؤوط

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

وأربعين. ق.

● بل: صدوقٌ حسنُ الحديث، فقد قال ابن حبان حينما ذكره في «الثقات»: مستقيمُ الحديث. وقال الذهبي: صدوقٌ. أما مَسْلَمة بن قاسم الأندلسي الذي جَهّله فكأنه ما عَرَفَه، وقد روى عنه ثلاثة منهم ابنُ ماجه.

٤٢٠ - إسماعيل بن إبراهيم الكَرَابيسيُّ، أبو إبراهيم البَصْريُّ، صاحبُ القُوهيِّ، بضم القاف: لَيِّنُ الحديثِ، من الثامنة، مات سنة أربع وتسعين. ق.

● بل: صدوقَ، وقوله: «لَيِّن الحديثِ» لم نَجِدْ له فيه سلفاً، وكأنه أخذه من قول العُقيلي - في حديثه الذي رواه من طريق أبي هريرة مرفوعاً -: «ليس لحديثه أصلٌ مسنَدٌ إنما هو موقوفٌ من حديث ابن عون». لكن العقيلي ذكر أن الحديثَ رُوِيَ عن عطاء، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ بإسناد صالح. (وانظر «مسند أحمد»: ٢/ ١٦١ و٤٩٥، والترمذي (٢٦٤٩)، وكذلك أحمد: ٢/ ٢٦٣ و٣٠٥ و٣٤٤ و٣٥٥، وأبو داود (٣٦٥٨)، والحاكم: ١/ ١٠٢) فمتنه صحيح.

فالرجل روى عنه جمعٌ، ولم يُؤثَرْ فيه جرح، وذكره ابنُ حبان في «الثقات».

٤٢١ - إسماعيل بن إبراهيم الأحْولُ، أبو يحيى التَّيْميُّ، الكُوفيُّ: ضعيفٌ، من الثامنة. ت ق.

٤٢٢ - إسماعيل بن إبراهيم، عن رجلٍ من بني سُلَيْم، مجهولٌ، من الثالثة. د.

○ - إسماعيل بن إبراهيم، تقدم في: إبراهيم بن إسماعيل. [=١٥٢].

٤٢٣ - إسماعيل بن أبي إدريس، أظنه ابن رِياح الآتي: مجهولٌ، من الثالثة. س. [=٤٤٤].

٤٢٤ - إسماعيل بن أبي الحارث: أسدِ بن شاهِين البَغْداديُّ، أبو إسحاق: صدوقٌ، من الحادية عشرة، مات سنة ثمان وخمسين. د ق.

امام عجلی کے بارے میں مزید تحقیق کہ وہ ہرگز ہرگز متساہل نہیں اور چودھویں صدی سے قبل کسی نے ان کو متساہل نہیں کہا۔

1۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب کے بقول ۔

ہمارے علم کے مطابق چودھویں صدی ہجری سے پہلے کسی عالم نے امام عجلی کو متساہل نہیں کہا بلکہ سب کا ان کی توثیق و تعریف پر اجماع ہے اور یہ بھی باحوالہ بیان کردیا گیا ہے کہ بڑے بڑے علماء انہیں امام احمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین رحمہما اللہ جیسا بڑا امام مانتے تھے لہذا انہیں ذہبی عصر علامہ معلمی یمانی رحمہ اللہ اور ان کے پیروکاروں کا متساہل قرار دینا باطل اور مردود ہے۔

تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات جلد 3 ص 353 ۔

٢۔ صفدی نے ان کی کتاب کی تعریف کی اور اس پر الزام تساہل نہیں لگایا بلکہ ان کے قوی حفظ پر دلیل قرار دیا اور وہ قول نقل کیا کہ ان مقام احمد بن حنبل اور ابن معین جیسا ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت۔

أَحْمد بن عبد الله بن صَالح أَبُو الْحسن الْكُوفِي الْعجلِي الْحَافِظ الزَّاهِد نزيل طرابلس الغرب روى عَنهُ ابْنه صَالح بن أَحْمد كِتَابه فِي الْجرْح وَالتَّعْدِيل وَهُوَ كتابٌ مُفِيد يدل على إِمَامَته وسعة حفظه قَالَ عَبَّاس الدوري كُنَّا نعده مثل ابْن حَنْبَل وَابْن معِين

الوافي بالوفيات، جلد ٧ ص 51 طبع بیروت۔

٣۔ ابن عماد الحنبلی بھی بعینہ یہی بات فرماتے ہے:

أحمد بن عبد الله بن صالح أبو الحسن العجلي الكوفي نزيل طرابلس المغرب وصاحب التاريخ والجرح والتعديل وله ثمانون سنة نزح إلى المغرب أيام محنة القرآن وسكنها روى عن حسين الجعفي وشبابة وطبقتهما قال ابن ناصر الدين كان إماما حافظا قدوة من المتقنين وكان يعد كأحمد بن حنبل ويحي بن معين وكتابه في الجرح والتعديل يدل على سعة حفظه وقوة باعه الطويل

شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 2 ص 141۔

لہذا ان تینوں علماء کے اقوال سے عجلی کی طرف تساہل کے الزام کا رد ہوتا ہے۔

یہی آگے جاری ہے

اب ہم ارمان اور ان کے پیچھے ٹیم کی حماقت والی لسٹ کی طرف آتے ہیں ان کے مناظرانہ استدلال کا جنازہ سب کے سامنے پیش کیا جائے گا ان میں سے کچھ آپ کو بطور نمونہ بتاتا ہوں کیونکہ نقل کے لئے عقل چاہئے لیکن لگتا ہے ہمارے فاضل مناظر نے کاپی پیسٹ کے چکر میں اس لسٹ کو چیک نہیں کیا بہرحال ہم بتاتے ہیں اس کاپی پیسٹ کی ہوئی لسٹ کی دونمبری۔

پہلاراوی۔ الجراح مولی ام حبیبہ:
ادھر ارمان صاحب کا کاپی پیسٹ کام نہیں آیا کیونکہ ابن حبان نے بھی انکو ثقات میں
سے کہا ہے (تو آپ کا دعوی باطل ہوا کہ فقط عجلی نے تساہل کی وجہ سے کہا)۔ پھر
اس کا صحیح نام ابو جراح ہے فقط جراح نہیں
ابن حبان کہتے ہے:

مولى أم حبيبة بنت أبي سفيان ، يروي عن أم حبيبة ، روى عنه سالم ، ونافع ، ومن قال :
الجراح فقد وهم .

الثقات، جز 5، ص 561 راوی 6241

اس لئے کہتے ہیں کاپی پیسٹ مت کریں اور تحقیق کرلیا کریں۔

2۔ جرمی بن کلیب:
اس کو عجلی کے ساتھ ساتھ ابن حبان نے ثقہ کہا اور ترمذی نے اس کی حدیث کو
حسن صحیح کہا ہے تو بھائی ادھر کہاں تساہل ہے جب دو مزید آپ کے علماء کا یہی
قول ہے۔
(سنن الترمذی ح 1504)
(ثقات ابن حبان ج 4 ص 117)

3۔ سلیم بن عبدالسلولی:
اس میں بھی فقط عجلی نے توثیق نہیں ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے اور بخاری نے
ترجمہ بغیر جرح کے نقل کیا (جو بعض احناف کے نزدیک دلیل توثیق ہوتی ہے) اور خود
قاسم بن قُطْلُوْبَغَا السُّوْدُوْنی الحنفی نے اس کو ثقات میں سے شمار کیا ہے
(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستہ جلد 5 ص 79)
(الثقات ابن حبان، جلد 4 ص 330)

ہم نے فقط تین پر ہی اکتفاءکیا ہے تاکہ آپکا جھوٹ آشکار ہوجائے۔جناب بار بار جھوٹ و
دجل سے کام لے رہے ہیں۔

آگے جناب نے کہا۔

//////
جناب اگر ایک محقق تحقیق کر کے ثابت کر دے کہ ایک عالم توثیق میں متساہل ہے، اور
پھر دوسرا محقق ان تساہل کی فہرست بھی آپ کے ہاتھ میں تھما دے، تو پھر آپ
کوچاہئے کہ یا تو مناسب اور تحقیقی جواب دیں، یا خاموشی کی راہ اختیار کریں۔ خواہ
مخواہ میں نہ مانوں والی بات نہ کریں/////

ہم نے جو علم منطق سے دلائل پیش کئے تھے آپ نے ان میں سے ایک بھی جواب نہیں
دیا، یہ استقراء ناقص ہے یا اگر اچھے الفاظ میں کہوں تو یہ تمثیل منطقی ہے جو قیاس
فقہی جیسا ہوتا ہے یعنی یہ کہ بعض علل کو اپنی طرف سے خود کشف کیا جائے (جو
اگرچہ خود منصوص نہ ہو) اور اس جزئی کا اطلاق کلی پر کیا جائے، ہمارے پڑھنے والے
شاید پریشان ہوجائیں تو ایک مثال سے سمجھا دیتا ہوں۔ کہ زکات اگر سونا، چاندی،
گائے، اونٹ وغیرہ کی ایک مقدار پر واجب ہے تو شرع نے فقط ان موارد کا ذکر کیا ہے اور
علت (جو مصلحت اور وجہ سے مختلف ہے چونکہ جہاں علت ہوگی وہاں معلول ہونا
ضروری ہے) کا ذکر نہیں کیا تو ایک محقق صاحب آئیں اور خود اپنی طرف سے کوئی علت
نکال لیں کہ یہ فلاں فلاں وجہ ہے جو منصوص نہ ہو اور اس کو ہر چیز پر قرار دے دیں

جیسے کپڑوں کی ایک خاص مقدار، آنگھوٹیوں کی ایک خاص مقدار تو اس کو تمثیل منطقی کہتے ہیں کہ جو چیز جزئی طور پر نظر آئے اس کو آپ کلیہ قرار دے دیں۔۔ یہی غلطی ارمان اینڈ کمپنی کررہی ہے۔ اور علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں باقی لسٹ کی اوقات تو اوپر ہم نے بتائی ہی دی۔ اور خود مقبول کہتے تو مقبول خود ابن حجر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔آگے جناب نے کہا۔

/////
مقبول کے بارے میں خود ابن حجر فرماتے ہیں

من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله وإليه الإشارة) (بلفظ مقبول حيث يتابع وإلا فلين الحديث

جس کی احادیث بہت ہی کم ہوں، اور اس کے بارے میں ایسی جرح ثابت نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی حدیث ترک کی جائے، تو اس کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اس کی متابعت کی جائے، اور اگر اس کی متابعت نہ کی جائے تو وہ حدیث میں کمزور ہو گا۔
ابن حجر کیا فرما رہے ہیں اور آپ کیا فرما رہے ہیں۔ دونوں میں فرق بہت واضح ہے اور آپ کی تدلیس کی نشاندہی کر رہا ہے

یہی جاری ہے

ارمان صاحب، ادھر بھی آپ فحاش غلطی کررہے ہیں اور تدلیس کا الزام مجھے دے رہے ہیں، ایک مفہوم ہے اور دوسرا مصداق، منطق میں ان دونوں کا اطلاق مختلف ہوتا ہے۔ جیسے ناطق اور انسان دو الگ مفہوم ہیں لیکن اس کا اطلاق ایک ہی مصداق پر کیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی ابن حجر کا حال ہے کہ ہم اس کے منکر نہیں مقبول اور حسن الحدیث دو الگ مفہوم ہیں لیکن مصداق تو خود ابن حجر کی تعلقیات کے مطابق ایک ہے میں اتنی آسان مثال دی تھی کہ ایک راوی کے بارے میں حافظ مقبول کہتے ہیں اور اس ہی کی روایت سند حسن کہتے ہے پھر غور کیجئے سند حسن۔۔ چنانچہ میں نے ایک مثال نقل کی تھی جس پر آپ نے ہرگز بات نہیں کی نہ ہی تبصرہ کیا اب میں ایک اور مثال دیتا ہوں۔

ایک راوی محمد بن میمون کے بارے میں حافظ مقبول کہتے ہے اور اس ہی کی ایک متفرد روایت کو نقل کرکے 'وَهَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ' کہتے ہے
(ملاحظہ ہو تغلیق تعلیق اور تقریب التہذیب)
تو اب آپ پر دو قرض موجود ہیں ایک ابو عمرو اللیثی کہا اور دوسرا محمد بن میمون ، ((دونوں کی تفرد شدہ روایات کو حسن کہا گیا
آپ اپنی غلطی کیوں نہیں مان لیتے۔آگے جناب نے کہا۔

/////
ایک تو آپ کی دلیل اتنی بودی ہوتی ہے کہ ہمیں افسوس ہوتا ہے آپ کو مناسب دلیل پیش کرنا بھی نہیں آتا۔ اب علامہ عجلی ایک راوی کو لیس بالقوی کہہ رہے ہیں، اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس راوی سے روایت اخذ کی ہے، تو اللہ آپ کو عقل دے، اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ وہ راوی ضرور علامہ عجلی کے نزدیک اسی پائے کا راوی ہوگا؟ یہ کہاں لکھا ہے کہ متساہل اگر کسی راوی کو لیس بالقوی کہے ، اور امام مسلم اس راوی سے صحیح میں روایت نقل کرے، تو متساہل کا اس کو لیس بالقوی کہنا اس

کے حسن الحدیث ہونے کی نشانی ہے؟ یہ تو آپ کی حالت ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص متساہل امام کے نزدیک تو ضعیف ہو، لیکن کسی معتدل امام نے اس کو ثقہ تسلیم کیا ہو؟خواہش تو ہماری بہت ہے لیکن اب امید کم ہوتی جارہی ہے کہ آپ اگلی بار دلیل پختہ لائیں گے/////

جواب: بھائی میں منطقی انداز میں بات کو لکھ دیتا ہوں تاکہ سمجھ آجائے

عطیہ پر عجلی کی لیس بالقوی کی جرح ہے1 ،
ہر وہ راوی جس پر عجلی کی لیس بالقوی کی جرح ہو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے2 ،
نتیجتہ کہا گیا عطیہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

ہمارا اعتراض کبریٰ پر تھا یعنی شق نمبر 2 پر اور اس کا نقص ہم نے پیش کیا کہ ایک راوی صحیح مسلم کا ہے جس سے احتجاج کیا گیا (استشہاد نہیں جیسے آپ پہلے احمقانہ طریقہ سے کہنا چاہتے تھے) تو اگر وہ اس جرح کے باوجود اس کی روایات قابل استدلال ہیں تو پھر عطیہ نے کیا گناہ کیا۔ اور یوں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ وہ اثبات میں سے نہیں اگرچہ ثقہ ضرور ہے۔آگے اپکا کہنا ہے۔

/////
دراصل آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ ایک اصول پڑھتے ہیں، اور پھر ہر جگہ اس کا اطلاق کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ دوسرے اصول بھی موجود ہیں۔ اب آپ نے علامہ البانی کا قول پڑھا ہے، حالانکہ وہ اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن ہر جگہ اس کا اطلاق کرنا ہی غلط ہے۔اب دیکھئے، ایک راوی کے متعلق امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

قال أبو حاتم ليس بالقوي يكتب حديثه ولا يحتج به

امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ سہیل بن ابی حزم "لیس بالقوی" ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

تہذیب التہذیب، ج 4 ص 261

اب یہاں پر آپ مجھے بتائیں کہ ابو حاتم کے نزدیک سہیل بن ابی حزم کہاں سے حسن الحدیث بنے گا جب کہ اس کے بارے میں امام ابو حاتم نے یہ بھی کہہ دیا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔
اب آپ کہتے ہیں کہ امام عجلی نے ابوسفیان راوی کے متعلق لیس بالقوی کہا تو اس سے ضعف لازم نہیں آتا۔ ضعف لازم نہ آئے، جب متساہل امام اس کو لیس بالقوی کہہ رہے ہیں، تواس کا مطلب ہے کہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ راوی اتنا مضبوط نہیں
//////

یہ قیاس ہے۔ کیونکہ خود ابوحاتم کی جرحیں صحیحین کے راویان پر ہیں تو کیا کہیں گے؟ بھائی حل کی طرف آئیں جو آپ اتے نہیں ہیں وہ یہ کہ ایسا کلمہ کبھی بھی حد فاصل نہیں ہوسکتا جو خود ثقات بالاتفاق کے بارے میں ہو۔

اب دوسرا حوالہ دیتا ہوں کہ لیس بالقوی جو عجلی نے کہاتو جناب معلمی بھی البانی کی مثل قول لکھتے ہیں۔

بين العبارتين: (ليس بقوي) و (ليس بالقوي) عند النَّسائي فرق لا أراه يخفي على عارف بالعربية، فكلمة: (ليس بقوي) تنفي القوة مطلقاً، وإن لم تثبت الضعف مطلقاً، وكلمة: (ليس بالقوي) إنما تنفي الدرجة الكاملة من القوة

التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل ج ١ ص 442

اور جناب توضیح الاحکام ص١٦٩ ، ارشادالحق اثری دیکھ لیں ذرا کہ لیس بالقوی جرح مفسد نہیں ہے اور نہ ہی یہ قابل اعتماد جرح ہے اور نہ ہی یہ راوی کے حسن الحدیث ہونے کے منافی ہے۔
(اسکین دیکھ لیں)

لہذا جناب اب جھوٹ کے پلندے مت پھینکئے گا کیونکہ آپ خود اپنے اصولوں کو لیکر اضطراب کا شکار ہیں اور نہ ہی آپ اصطلاحات کا علم رکھتے ہیں کیونکہ جو جرح قابل اعتماد ہی نہیں آپ اسکو پکڑے بیٹھے ہیں۔

باقی آخری حوالہ بھی لیتے جائیں زبیر علی زئی کا کہ وہ لکھتے ہیں کہ عجلی کے تساہل پر کوئی دلیل نہیں۔
انوار الصحیفہ صفحہ٦, ٧) اسکا بھی اسکین دیکھ لیں)

توضیح الاحکام ص١٦٩ ، ارشادالحق اثری دیکھ لیں ذرا کہ لیس بالقوی جرح مفسد نہیں ہے اور نہ ہی یہ قابل اعتماد جرح ہے اور نہ ہی یہ راوی کے حسن الحدیث ہونے کے منافی ہے۔

توضیح الکلام — 169

نقل (التمهيد ص ٢١٥ ج ٢٠) کہ علاء ثقہ ہیں، ان سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ اس پر کلام کرنے والوں میں سے کسی کے پاس کوئی حجت و دلیل نہیں اور علاء جو نقل کرتا ہے، حجت ہے۔ جس میں گویا انھوں نے امام ابن معینؒ کے اس قول کی تردید کی کہ علاءؒ کی حدیث حجت نہیں۔ اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ ان کا اور دیگر جارحین کا قول بلا دلیل و برہان ہے۔ حجت وہ ہے جو علاءؒ بیان کرتے ہیں۔ بتلایئے اس سے بڑھ کر ہم اپنے مہربان کی اور کیا تسلی کر سکتے ہیں؟

168 رہا امام ابوزرعہؒ کا قول تو ان کے اصل الفاظ ہیں: ''لیس بالقوی'' اور یہی ایک قول امام ابن عدیؒ اور امام ابن معینؒ سے بھی منقول ہے۔ لیکن یہ لفظ بھی راوی کے ضعف پر صریح دال نہیں بلکہ مولانا امیر علی نے تو لکھا ہے:

يطلق ليس بالقوى على الصدوق۔ (التذنیب: ص ٢٤)

کہ لیس بالقوی کا لفظ صدوق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اور مولانا عبدالرحمٰن المعلمی مرحوم لکھتے ہیں:

و كلمة ليس بالقوى انما تنفى الدرجة الكاملة من القوة۔ (التنكيل: ص ٢٣٢ ج ١)

169 کہ لیس بالقوی کے کلمہ سے راوی کی توثیق میں درجہ کاملہ کی نفی مراد ہوتی ہے۔

مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں: ان مجرد الجرح بكون الراوى ليس بالقوى لا ينافى فى كون حديثه حسنا ان لم يكن صحيحًا۔ (غيث الغمام: ص ١٥٨)

کہ راوی پر صرف ''لیس بالقوی'' کی جرح کا ہونا اس کی حدیث کے حسن ہونے کے منافی نہیں اگر چہ وہ صحیح نہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ليس بالقوى ليس بجرح مفسد کہ لیس بالقوی جرح مفسد نہیں۔ (الموقظة: ٨٢)

لہذا یہ کلمہ بھی کوئی قابل اعتماد جرح نہیں۔ اس کے برعکس امام ابن عدیؒ سے ''لا بأس به'' کے الفاظ بھی منقول ہیں۔

امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علاءؒ کے متعلق اپنے والد امام ابوحاتمؒ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: صالح قلت فهو اوثق او العلاء بن المسيب فقال العلاء بن عبدالرحمٰن عندى اشبه۔

(الجرح والتعديل: ص ٣٥٧ ج ٣ ق ١)

اور العلاءؒ بن المسیب کے متعلق دیکھئے۔ وہ فرماتے ہیں: '' صالح الحديث ''

(الجرح والتعدیل: ص ٣٦١ ج ٣ ق ١، تہذیب: ص ١٩٣ ج ٨)

اسی طرح ان سے علاءؒ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں یہ قول بھی مروی ہے۔

روى عنه الثقات و لكنه انكر من حديثه اشياء۔ (الجرح والتعدیل: ص ٣٥٧ ج ٣ ق ١)

جسے مولانا صاحب نے نقل کیا ہے لیکن یہ جملہ بھی اس کی تضعیف پر دال نہیں جب کہ ثقات کی بعض روایات سے انکار شذوذ کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔ اور ہم ذکر کر آئے ہیں کہ انھوں نے خود اسے صالح قرار دیا ہے۔

منکر کا استعمال

رہا امام ابوداودؒ کا یہ قول کہ: ''محدثین نے صیام شعبان کی روایت ان کی منکر روایتوں میں شمار کی ہے۔''

زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ عجلی کے تساہل پر کوئی دلیل نہیں۔
(انوار الصحیفہ صفحہ٦, ٧)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

أنوار الصحيفة — ٦ — المقدمة

* حديث : ٤٢

عبدالله بن يحيى التوأم : ضعيف (تق: ٣٦٩٨)" [ضعيف سنن أبي داود]

تق = أي تقريب التهذيب

ثم إذا تكرر الحديث في السنن فاكتفيت بكلامي في الكتاب المقدّم فأشرت إليه ، مثلاً:

* حديث : ١٤

إسناده ضعيف / د ١٤ " [ضعيف سنن الترمذي]

٣) توثيق الجمهور

قدّمت قول جمهور المحدثين في رواة الحديث الذين اختلف فيهم عند تعسر الجمع والتوفيق بين الأقوال المتعارضة وهذا منهجي في جميع تحقيقاتي ، مثلاً :

* وعبدالله بن محمد بن عقيل : ضعيف ، ضعفه الجمهور وضعفه راجح " (ضعيف سنن أبي داود : ١٢٨)

٤) توثيق المتساهل

لم آخذ بتوثيق المتساهل فيما انفرد به كابن حبان والحاكم والترمذي وغيرهم ولكن من وثقه المتساهلان فصاعداً ولم يضعفه أحد فهو حسن الحديث عندي ولم أبال من جهله من العلماء بعد توثيق الإثنين فصاعداً من أئمة الحديث ، مثلاً :

نافع بن محمود المقدسي ، راوي حديث قراءة الفاتحة خلف الإمام ، جهله الحافظ ابن عبدالبر والحافظ ابن حجر وغيرهما ولكن وثقه ابن حبان والدارقطني والبيهقي وغيرهم فهو ثقة عندي والحمدلله .

٥) أئمة الجرح والتعديل

أئمة الجرح والتعديل على أقسام :

١: الثقات ومن يحتج بهم وبمر وياتهم كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والنسائي وغيرهم .

٢: الضعفاء والمجروحون ومن لا يحتج بهم و لا يحتج بمر و ياتهم كالأزدي والدولابي ومسلمة بن القاسم وأبي عبدالرحمٰن السلمي (راوي السؤالات) وأبي عبيد الآجري (راوي سؤالات أبي داود) وابن خراش وغيرهم .

٣: الأئمة المعتدلون وهم كثيرون كالإمام البخاري و مسلم وأحمد والعجلي وغيرهم .

تنبيه : زعم بعض المتأخرين في الإمام العجلي رحمه الله بأنه متساهل و هذا الزعم لا دليل عليه قال عباس بن

Free downloading facility of Videos,Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

---

ارمان صاحب بڑے طمطراق سے یہ پیش کررہے ہیں کہ چونکہ عطیہ پر جمہور کی جرح موجود ہے تو عطیہ ضعیف الحدیث ہے۔ منطقی حوالہ سے اس کا استدلال کچھ یوں بنتا ہے

1، عطیہ پر جرح جمہور نے کی جرح کی ہے
2، ہر وہ راوی جس پر جمہور کی جرح ہو وہ ضعیف الحدیث ہے
3، نتیجہ) عطیہ ضعیف الحدیث ہے)

ہم نے اس کے جواب میں کبروی بحث کی تھی اور کہا تھا کہ یہ کس نے کہا دیا کہ اگر جمہور کی جراح غیر مفسر ہو تو اس کو بھی قبول کیا جائے گا اور اس پر ہم نے درج ذیل مثالیں دیں تھیں۔

اگر جمہور جمہور کا ہی قاعدہ دیکھنا ہے تو اپنے 'امام اعظم اور سراج امت' کی خبر لیجئے جن کو جمہور نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ حافظ زبیر علی زئی نے اپنی آرا نقل کی ہے جس کا مفہوم یوں ہے :

ابو حنیفہ ضعیف فقیہ ہے. جمہور نے اسکو ضعیف کہا ہے جیسے مالک , شافعی , احمد بن حنبل , یحیی بن سعد القطان , عبدالرحمان بن مہدی , بخاری , مسلم , نسائی وغیرھم ... اور اسکی توثیق کسی ایک محدثین سے ثابت ہی نہیں ہے جیسے کہ ابن مبارک , شعبہ, یحیی ابن معین , مدائنی. انکی طرف سے تمام توثیق باطل ہے , اسکی تفصیل ھم نے اپنی کتاب ” الاسانيد الصحيحة في الاخبار ابي حنيفة ” میں بیان کی ہے ......

تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری – تحقیق حافظ زبیر علی زائی، ص 113-114 طبع پاکستان

آپ یقینا کہیں گے کہ ان پر جتنی جرح موجود ہیں وہ حسد یا غیر مفسر ہیں (اس بحث میں ہم نہیں جاتے کیونکہ ہماری نزدیک ابوحنیفہ مفسر طور پر مجروح ہیں لیکن ادھر ہمارا کام مناظرہ آگے بڑھانا ہے)

چلیں اگر بہانہ بنائیں کہ یہ تو زبیر علی زئی کی کتاب ہے تو ہم دو مثالیں مزید دیتے ہیں۔

1۔ حجاج بن ارطاہ ان کے بارے میں درج زیل اقوال ملاحظہ ہوں:

ان کے بارے میں نووی فرماتے ہے:

وَالْحَجَّاجُ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ:
حوالہ: المجموع شرح التہذیب، جلد اول ص 274 طبع دار الفکر

اور یہی بات ابن حجر فرماتے ہے تلخیص الحبیر میں
الْحَجَّاجِ فَإِنَّ الْأَكْثَرَ عَلَى تَضْعِيفِهِ

حجاج بن ارطاہ کی اکثر ناقدین نے تضعیف کی ہے

تلخیص الحبیر جز 2 ص 493، طبع بیروت

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں

حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنبذ التمر طبع کراچی

دوسری مثال حارث الاعور الھمدانی کی ہے ان کو بھی بقول ناقدین رجال جمہور نے ضعیف قرار دیا

جیسے ہیثمی فرماتے ہے کہ جمہور نے انہیں ضعیف کہا (مجمع الزوائد جز 9 ص 149 طبع بیروت)

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں۔

حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی

ہمارے پاس بہت سی مثالیں جیسے واقدی وغیرہ جو آپ لوگوں کے نزدیک حسن الحدیث ہے لیکن وہ ابھی ہمارا موضوع نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ جیسا منہج ظفر تھانوی کا ہے وہی منہج اپنائے کیونکہ آپ حنفی ہے (یاد رہے یہ کتاب اشرف تھانوی حکیم الامت کی پسند فرمودہ بھی ہے)

اگر آپ کے بقول فقط جمہور کا ضعیف کہہ دینا کافی ہے تو خود ان جمہور کی آراء کے خلاف کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی ہم اب تک ہم آپکے ہی اصول کو پکڑے ہوئے ہیں اور بار بار جرح مفسر کی بات کرتے ہیں لیکن وہ نہیں آتی۔

لیکن جناب نے اسکے جواب میں صرف عالم کو غلط کہہ دیا ؟ سبحان اللہ علم مناظرہ کوئی آپ سے سیکھے۔

اب ذیل میں ہم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی بھی دو مثالیں نقل کردیتے ہیں کہ وہ تحقیق کے بعد وہ راویان جن پر جمہور کی جرح تھی انہیں حسن الحدیث کہتے ہیں۔ (یہ بحث صغروی کے اعتبار سے ہے نہ کہ کبروی)

1، پہلی مثال ابراہیم بن عینیہ کی ہے، ہیثمی کے بقول اکثر ناقدین نے اس کو مجروح کہا ہے
(مجمع الزوائد جلد 1 ص 24)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق وہ حسن الحدیث ہے (تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص 385)

2، عبدالرحمان بن ابی زناد جیسا کہ ہیمثمی نے کہا جمہور نے ضعیف کہا ہے
(مجمع الزوائد جلد 4 ص 224)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق حسن الحدیث ہے
(تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص 394)

اب یہ بھی غلط ہوگئے؟ آپکے علماے اعلا السنن کے بارے میں کچھ کہتے ہیں آپ کچھ کہتے علمی جواب کی طرف آئیں تو ہم بھی مانیں نہ۔

آگے آتے ہیں جناب طبری اور طحاوی کی طرف آپ نے کہا۔
////
15 # آپ ابن جریر طبری کی اصل کتاب سے حوال پیش کریں۔ منتخب سے نہ کریں۔ یہ منتخب تو کسی اور نےلکھی ہے۔ اصل کتاب کا حوالہ ہو تو پیش کریں، ورنہ یہ توثیق پیش نہ کریں۔
////

جواب: بہرحال اصل کتاب 'ذیل المذیل من تاریخ الصحابۃ والتابعین' ہی ہے جو بقول محققین طبری ہی کی کتاب ہے، اور اس ہی کا حوالہ ہم نے دیا ہے (یعنی اس سے منتخب شدہ کا)۔

(ملاحظہ ہو الاعلام جلد 8 ص 309)

چنانچہ یہی طبری کی کتاب اصل ہے جو فی الحال ہمارے پاس موجود نہیں تو اس ہی کے منتخب نسخہ جو منسوب ہے طبری کی طرف اس سے استدلال کیا ہے۔

طحاوی کا قول پھر سے پڑھیں واضح طور پر لکھا ہے (جس کا ترجمہ بالکل غلط کیا آپ نے):

وإقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم بما يصح به مثله من
اس کتاب میں ان دلائل سے حجت قائم کروں گا جو میرے نزدیک صحیح ہوں۔۔۔

واضح طور پر ادھر طحاوی نے ان ہی روایات سے استدلال کا کہا جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔ اور عطیہ کی روایت طحاوی نے نقل کی ہے۔۔ درج ذیل دیکھئے:
1818 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: ثنا أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ كَمَا ذَكَرَهُ مُعَاذُ ابْنُ عَفْرَاءَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
شرح معانی الآثار، جلد 1، ص 303

5168 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ , قَالَ: ثنا أَبُو الْوَلِيدِ , قَالَ: ثنا قَيْسُ بْنُ رَبِيعٍ , قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ , عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ , عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ قَالَ هُمَا لِمَنْ غَلَبَ»
شرح معانی الآثار، جلد 3 ص 221

7104 - حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا عَدْوَى , وَلَا طِيَرَةَ , وَإِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ , وَالْفَرَسِ , وَالدَّارِ» فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ , مَا يَدُلُّ عَلَى غَيْرِ مَا فِي الْفَصْلِ الَّذِي قَبْلَ هَذَا الْفَصْلِ. وَذَلِكَ أَنَّ سَعْدًا , انْتَهَرَ سَعِيدًا حِينَ ذَكَرَ لَهُ الطِّيَرَةَ , وَأَخْبَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا طِيَرَةَ» ثُمَّ قَالَ إِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ , فَفِي الْمَرْأَةِ , وَالْفَرَسِ , وَالدَّارِ. فَلَمْ يُخْبِرْ أَنَّهَا فِيهِنَّ , وَإِنَّمَا قَالَ إِنْ تَكُنْ فِي شَيْءٍ فَفِيهِنَّ أَيْ: لَوْ كَانَتْ تَكُونُ فِي شَيْءٍ , لَكَانَتْ فِي هَؤُلَاءِ , فَإِذَا لَمْ تَكُنْ فِي هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ , فَلَيْسَتْ فِي شَيْءٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ , كَانَ عَلَى غَيْرِ هَذَا اللَّفْظِ
شرح معانی الآثار جلد 4 ص 314

یہی جاری ہے

اب اس ہی طحاوی کا ایک اور حوالہ لیجئے طحاوی اپنی کتاب شرح مشکل الاثار کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَإِنِّي نَظَرْتُ فِي الْآثَارِ الْمَرْوِيَّةِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَسَانِيدِ الْمَقْبُولَةِ الَّتِي نَقَلَهَا ذَوُو التَّثَبُّتِ فِيهَا وَالْأَمَانَةِ عَلَيْهَا , وَحُسْنِ الْأَدَاءِ لَهَا ,

ابوجعفر طحاوی کہتے ہے: میں نے ان اثار (روایات) کو دیکھا جو رسول ص سے مروی ہیں اسانید (سند کی جمع) مقبولہ (قبول کرنے کے لائق) کے ساتھ جن کو ثبت (حفظ) کے

حامل افراد نے نقل کی اور نہایت ستھری امانت اور صحیح ادائگی کے ساتھ نقل کی۔
((حسن ادا ضبط پر دلالت کرتا ہے
شرح مشکل الآثار جلد 1، ص 7، طبع موسستہ الرسالتہ۔

اس میں طحاوی عطیہ سے بغیر نکیر کہ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

768 - حَدَّثَنَا فَهْدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَيْتِي: {إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33] فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ فَقَالَ: " أَنْتِ عَلَى خَيْرٍ إِنَّكِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَفِي الْبَيْتِ عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ، وَالْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ
شرح مشکل الآثار جلد 2، ص 241، طبع موسستہ الرسالتہ

- حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ الْكُوفِيُّ، وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ الْكَيْسَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُرَاسَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ:
شرح مشکل الآثار جلد 8، ص 158، طبع موسستہ الرسالتہ

لہذا ہم نے طحاوی کی کی کتب سے ثابت کردیا کہ طحاوی سے عطیہ کی اجمالی توثیق ثابت ہے۔

آپ نے کہا۔

////
جناب یہ اصول آپ کسی معتدل عالم سے لائیں جو علم حدیث سے واقف بھی ہو۔ آپ جن علماء کا قول پیش کر رہے ہیں، ان کی تردید ان سے اوثق احناف علماء نے کی ہے، جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے کئی شیوخ کو ضعیف ٹھرایا ہے۔ لہٰذا آپ ان کی بات پیش مت کریں، کسی معتدل عالم مثلاً انور شاہ کشمیری، عبد الحئی لکھنوی، امام طحاوی کا قول پیش کریں تو بات بنے گی۔ اگر ایسے ہی لوگوں کی توثیق ثابت کرنی ہے تو میرے پاس علامہ شاہرودی کی کتاب ہے" الاعلام الهادية الرفيعة في إعتبار الكتب الأربعة المنيعة"۔
اس کتاب کو لے کر جب میں تمام شیعہ راویوں کی توثیق ثابت کرنے لگوں گا، اور تمام شیعہ روایتوں کی تصحیح ثابت کرنے لگوں گا، تو آپ کو معلوم پڑ جائے گا کہ دلائل سے توثیق کیسے ثابت ہوتی ہے۔ پھر آپ کو مشکل پڑ جائے گی، لہٰذا ایسی بات نہ کریں جس پر قائم رہنے کی آپ کو ہمت نہ ہو۔
/////

جواب: ہم نے کتاب اعلاء السنن کی تعریف دکھا دی کتنے علماء اور یہ بھی کہ یہ مرجع ہوگی اختلافات میں اور اس سے بڑھ کر احناف کے متاخرین علماء کا اسے استدلال کے دلائل بھی دئیے گئیں ہیں، چنانچہ یہ بات آپ ان کو سمجھائیں مجھےنہیں۔ اور باقی شیعہ راویان پر جب بات آئے گی تو وہ بھی دیکھ لیں گے۔

////
یہ دوسرا مقدمہ تو آپ کا سارا ہی فضول ہے، کیونکہ ہم نے ثابت کیا تھا کہ عطیہ اس روایت میں منفرد نہیں ہے۔ اب یہ مقدمہ آپ خود ہی ہضم کریں۔

جناب یہ آپ کی 14 توثیقات کا جنازہ نکل گیا ،اب دیکھنا ہے کہ آپ اس کا کس طرح ماتم کرتے ہیں
////

ماتم کی فی الحال ضرورت نہیں جناب ابھی سنت حضرت عائشہ پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں یہ تو پتہ چل ہی جائیگا کہ کس کا ماتم اور کس کا جنازہ۔
آپ نے ہمارے اصول کو باطل نہیں کیا بلکہ خود اپنے لئے مصیبت کی ہے اور اب ہمارا جواب پڑھیں۔

///۔
پھر جناب آپ نے حوالہ دیا کہ امام ابو حنیفہ کہ تمام شیوخ ثقہ ہیں۔جبکہ اس میں کلبی بھی
آتا ہے آپ کے دئے ہوئے حوالے سے،پھر آپ تمام شیوخ کو ثقہ بھی ثابت کر رہے ہیں اور خود کلبی پر جرح بھی کر رہے ہیں ۔ حد ہے ! اس کے بعد جناب آپ امام ابوحنیفہ کہ تمام شیوخ کو ثقہ گرداں رہے ہیں اور خود امام ابوحنیفہ پر جرح بھی کر رہے ہیں ۔ کمال ہے۔ بندہ خود آپ کے نزدیک ضعیف ہے پر اس کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ یہ حالت ہے آپ کی ۔
//////

جواب: ہمیں کوئی مسئلہ نہیں، اگر ہم کلبی کو تسلیم بھی کرلیں تو ہمیں ڈبل فائدہ ہے لیکن اس کا ذکر انشاء اللہ پھر کبھی، آپ لکھ کر دے دیں کہ کلبی آپ کے ہاں موثق باقی اس تفسیر کو ثابت کرنا اور کلبی نے دیگر جو رزائل ثلاثہ لکھے ہیں وہ ثابت کرنا ہمارا کام ہے۔

باقی جناب آخری بات کہ اب یہ توثیقات آپکے پلے ہوئیں۔

١۔ ابن معین جسکا جواب آپکو دے دیا گیا۔
٢۔عجلی جسکا تساہل ثابت نہیں۔
٣۔طبری جسکی اپنی ہی کتاب سے ہم نے دلیل توثیق دی۔
٤۔ابن شاہین جس پر جناب نے کوئی تبصرہ ہی نہیں کیا۔
٥۔تصحیح امام طحاوی جس پر جناب نے ڈنڈی ماری لیکن دوسری کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا۔
٦۔تحسین ترمذی جسکا تساہل ہو بھی تو جناب کے کسی کام کا نہیں۔
٧۔تحسین ابوداود۔
٨۔آپکے اپنے اصول کے مطابق تحسین مع الروایت ضعیفہ فی المتابعت۔
٩۔امیر علی حنفی جسکا جناب نے ذکر کیا بھی لیکن خودساختہ جرح اسی پر کر دی۔
١٠۔احمد محمد شاکر اسکا بھی جواب نہیں آیا۔
١١۔مولانا رشد اللہ سندی اسکا بھی جواب نہیں آیا۔
١٢۔ علماء نے عطیہ کی منفرد روایت کی تحسین یا تصحیح کی ہے۔
١٣۔حافظ دمیاطی۔
١٤۔حافظ منذری۔
١٥۔زاہد کوثری۔

۱٦۔تصحیح ابن خزیمہ۔
۱۷۔مشائخ ابوحنیفہ کی تو ثیق والا قاعدہ جس میں سیوطی، حقانی اور اوکاڑوی شامل تھے لیکن اس میں آپکے ممدوح ظفر تھانوی صاحب بھی شامل ہوگئے۔
۱۸۔ابن القطان نے بھی عطیہ کو حسن الحدیث قرار دیا۔
جناب یہ ۱۸ توثیقات آپکے ذمہ ہیں انکا مدلل جواب دیجئے گا اور اس دفعہ جمہور جمہور یا اجماع اجماع کی رٹ لگا کر شور نہ کرئے گا فقط جرح مفسر پیش کریں ہمیں اپنے اصول کے تحت ضد سے پرہیز کریں۔خود سے کسی کو صحیح یا غلط قرار مت دیں۔

یہاں پر میرا جواب ختم ہوا۔ میں جناب سے اس دفعہ علمی جواب کی امید کرتا ہوں ان پر جرح مت کیجئے گا جن پر آپکی تحقیق مکمل نہیں مثلا آجری۔

وہابی مناظر ارمان علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یہ جواب مذکورہ نکات پر مشتمل ہے۔
1۔ یحیی ابن معین کے قول میں تعارض کے متعلق ائمہ اہلسنت کے اصول۔
2۔ قاعدہ جلیلہ کے متعلق بحث۔
3۔ حافظ ابن حجر کے حوالے سے مزید توضیحات۔
4۔ بحق السائلین والی روایت کے متعلق عطیہ العوفی کے تفرد کا جواب۔
5۔ امام ابو داؤد کے سکوت کے متعلق جواب۔
6۔ امام ترمذی کے متعلق جواب۔
7۔ جرح مبہم اور تعدیل پر بحث۔
8۔ امام ابوحنیفہ کے حوالے سے عطیہ العوفی کی توثیق کی کوشش کا جواب۔
9۔ بغیر علم کے مناظرے کے حوالے سے الزام کا جواب۔
10۔ اجماع اور جمہور کے متعلق خود شیعہ کے گھر کی کہانی۔
11۔ متاخرین کی جرح کو رد کرنے کے حوالے سے شیعہ علماء کی گواہی۔
12۔ امام عجلی کے تساہل اور ان کی جانب سے عطیہ العوفی کی توثیق پر بحث۔
13۔امام طبری کی کتاب سے کسی عالم کے انتخاب کا حوالہ دینے پر رد۔
14۔امام طحاوی کی کتب میں عطیہ العوفی کے تذکرے کے حوالے سے جواب۔
15۔ جرح مفسر کے متعلق بحث۔
16۔ عطیہ العوفی کے متعلق جرح مفسر۔
17۔ عدالت ثابت ہونے سے کیا مراد ہے۔
18۔ قسور کے (غیبی مددگار) خیر طلب کے اصولوں کے تحت عطیہ کی تضعیف۔
آپ نے کہا
(جناب آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں تمام اصولوں پر چلوں حالانکہ آپ خود اپنے اصول اور علماء کے منکر ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ نے ابن معین کی فقط تضعیف والا قول پکڑ رکھا ہے اور اسکی توثیق کی طرف سرے سے ہی نہیں آئے)

ہم نے ابن معین کے اقوال میں تعارض کی صورت میں یہ قواعد پیش کئے تھے ابھی تک
آپ نے نہ اس کا جواب دیا اور نہ ہی اپنے قریب تک آنے دیا صرف قاعدہ جلیلہ کی رٹ
لگائے رکھی ہے ۔
دیکھیں ہم نے کہا تھا :
اب اگر آپ ابن معین کے دونوں اقوال میں تعارض کو تسلیم کرتے ہیں، اور ان دونوں کی
تطبیق قاعدہ جلیلہ کے مطابق کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں، اور بلاشبہ صورتحال ایسی
ہی ہے، تو اب بات یہ ہوگی کہ جب ابن معین کے اقوال میں ہی تعارض آ جائے تو ایسی
صورت میں کیا قاعدہ ہوگا؟
اس کا قاعدہ ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ
اختلفت الرواية عن يحيى بن معين في مبارك بن فضالة والربيع بن صبيح واولاهما ان يكون
مقبولا [منهما - 1] محفوظا عن يحيى ما وافق احمد وسائر نظرائه
یحیی بن معین سے مبارک بن فضالہ اور ربیع بن صبیح کے متعلق مختلف روایتیں آئی
ہیں، اور ان میں سے افضل روایت وہی ہے جو کہ یحیی بن معین سے مقبول اور محفوظ
طریقے سے یحیی بن معین سے نقل ہوئی ہو، جس کی موافقت امام احمد اور
ایسے ہی مقام والے ائمہ کریں۔
الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج 8 ص 339
شریف حاتم بن عارف العونی اپنی کتاب "المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس" میں فرماتے
ہیں:
وھذہ القاعدة لما اختلفت فیہ اقوال الناقد الواحد قاعدة حسنۃ مھمۃ
اور یہ ہی قاعدہ ہے جب ایک ہی ناقد کے اقوال میں اختلاف آ جائے، اور یہ قاعدہ بہت
عمدہ اور اہم ہے۔
المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس، ص 354
اسی طرح کی بات ابن شاہین نے بھی کی ہے، جس سے آپ نے عطیہ کی توثیق لائی
ہے، انہی کا بیان ہے کہ
وهذا القول في أبي قتادة يوجب التوقف فيه حتى يتبع شهادة أخرى على أحد القولين،
فيعمل بحسب ذلك
ابو قتادہ کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ ایک تیسری شہادت ان دو اقوال
میں سے ایک پر آ جائے، تو عمل اسی کے مطابق ہوگا (جس کے متعلق تیسری شہادت
آجائے)۔
المختلف فیھم، ص 79
ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں،
وهذا الخلاف في عثمان من يحيى وحده يوجب التوقف فيه حتى يعينه عليه آخر، فيكون
أحد كلامي يحيى معه والعمل فيه على ذلك
اور عثمان راوی کے متعلق یحیی کے اقوال میں اختلاف آیا ہے، تواس کے بارے میں توقف
کرنا ضروری ہے ، یہاں تک کہ ایک دوسرا قول آ جائے اور یحیی کا ایک قول اسی کے
موافق ہو تو عمل اسی پر کیا جائے گا۔
المختلف فیھم ص 48
یہ تو قاعدہ ہو گیا اس بارے میں کہ اگر یحیی بن معین کےاپنے اقوال میں تعارض پیدا ہو
جائے تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا۔
ابن شاہین نے تو ایک تیسرا قاعدہ بھی پیش کیا ہے، جس کے مطابق اگر امام احمد اور
یحیی بن معین کے قول میں اختلاف پیدا ہو جائے ،تو توقف کیا جائے گا۔ پھر اور مقامات پر
کہا کہ دیکھا جائے گا کہ دیگر ائمہ کیا کہتے ہیں، پھر اسی کے مطابق فیصلہ دیا جائے
گا۔
وهذا الكلام في صالح بن رستم يوجب التوقف لاختلاف أحمد ويحيى فيه، والله أعلم
اور صالح بن رستم کے بارے میں توقف کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق امام احمد
اور امام یحیی بن معین میں اختلاف ہے، واللہ اعلم۔
المختلف فیھم ص 78

اور پھر یہ قاعدہ کہ اگر دونوں ائمہ کے اقوال تضعیف یا توثیق میں موافق ہو جائیں، تو اسی پر عمل کیا جائے گا جس میں دونوں کا فیصلہ موافق ہو۔
وهذا الخلاف في عطاف يوجب التوقف، وليحيى فيه قولان، وهو عندي إلى قوله: إنه ليس به بأس، أقرب، وقد وافقه على ذلك أحمد بن حنبل
المختلف فيهم ص 49
وهذا الخلاف في سالم، عن أحمد ويحيى يوجب تعديله، لأن أحمد ويحيى في أحد قوليه قد قوياه
المختلف فيهم ص 33
آپ نے اس پر بالکل بات ہی نہیں کی۔ اس کا جواب دینے کی بھی زحمت نہیں کی۔ جناب اگر آپ یہی معاملہ کریں گے، اصل سوال کا جواب نہیں دیں گے اور پھر وہی بات دہرائیں گے تو مناظرہ آگے کیسے بڑھ سکتا ہے۔ آپ اس کا جواب دیں تاکہ مناظرہ آگے بڑھے۔
اگر اسکے بعد بھی آپ ان قواعد کی بناء پر عطیہ کو نہیں دیکھتے ،اور دوبارہ قاعدہ جلیلہ کی دوبارہ رٹ لگائیں گے جس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں تو آپ کے جواب کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ یہ معاملہ جوں کا توں ہی رہے گا۔
پھر آپ نے کہا
(جبکہ ابن معین کی توثیق والا قول ہی مشہور ہے آپکو دکھاتے ہیں۔امام ہیثمی لکھتے ہیں۔وفيه عطية العوفي وثقه ابن معين مجمع الزوائد جلد ٨ صفحہ ١٦٧۔ اس سے کیا ثابت ہوا؟ دوسرا حوالہ بھی لے لیں کہ ابن القطان کے نزدیک بھی ابن معین سے اسکی توثیق ہی مروی ہے اور ساتھ میں انہوں نے عطیہ کو حسن الحدیث بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔ نصب الرایہ جلد ٤ صفحہ ٦٨۔اسکے باوجود بھی اگر آپ ضد پر ہی اٹل ہیں جو کہ آپ رہیں گے ہی تو اسکا علاج تو کچھ نہیں پھر)
آپ نے انتہائی فضول بات کی ہے۔ میں آپ کو خاص دلیل پیش کر رہا ہوں، اور آپ مجھے عام دلیل پیش کر رہے ہیں، جو محض ظن کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل کی اہمیت ہی کیا ہے؟ دیکھیں میں باسند امام یحیی بن معین سے روایت پیش کر رہا ہوں، جس کو آپ جھٹلا کر ایک متاخر عالم کا قول پیش کر رہے ہیں۔ باسند کے مقابلے میں بے سند کی کیا حیثیت ہے، یہ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔
مزید ابن القطان کا حوالہ دیا کہ آپ نے کہ ابن القطان نے عطیہ کو حسن الحدیث لکھا ہے۔ تو عرض ہے کہ
اولاً ابن القطان کو خود اس کتاب میں شدید اوہام ہوئے ہیں، جس کے بارے میں علامہ زرکلی نے اپنی کتاب "الاعلام " میں ابن ناصر الدین سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے
قال ابن ناصر الدين: ولابن القطان فيه وهم كثير نبه عليه أبو عبد الله الذهبي في مصنف كبير
ابن ناصر الدین نے کہا ہے کہ ابن قطان کو اس کتاب میں بہت سے وہم ہوئے ہیں، جن سے امام ذہبی نے ایک بڑی کتاب میں خبردار کیا ہے۔
الاعلام، ج 4 ص 331
ثانیاً ابن قطان نے اسی کتاب میں عطیہ العوفی کو ضعیف قرار دیا ہے۔
عَن عَطِيَّة، عَن أبي سعيد. وعطية هُوَ الْعَوْفِيّ، ضَعِيف
دیکھئے "بیان الوھم والایھام ج 4 ص 633"
ثالثاً اس کتاب کے محقق 'الحسین آیت سعید" نے اسی کے حاشیے پر عطیہ العوفی کو ضعیف قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ "وعطية بن سعد المذكور ضعيف ضعفه الجمهور ...
بیان الوھم ، ج 4 ص 363
پھر آپ نے کہا
(علاوہ ازیں ابن معین کا ٗ یکتب حدیثہٗ کہنا راوی کے ضعف پر نہیں بلکہ اعتبار کے لئے آتے ہیں جیسا کہ آپکے ہی محقق شعیب ارنووط اور بشار نے تحریر تقریب میں لکھا ہے ملاحظہ ہوں اسکین۔)
آپ کو اعتبار کا مطلب بھی ہم بتا دیتے ہیں کہ مصطلح حدیث میں اعتبار کا مطلب کیا ہوتا ہے۔

هو تتبع طرق حديث انفرد بروايته راو ليعرف هل شاركه في روايته غيره او لا
اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے طرق معلوم کئے جائیں جس میں ایک راوی منفرد ہو ، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا راوی بھی شریک ہے یا نہیں۔
دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ص 107
یعنی ابن معین جب فرما رہے ہیں کہ راوی کی حدیث لکھی جائے ، تو وہ صرف بطور اعتبار کے طور پر ہے، تاکہ اس حدیث میں تحقیق کی جائے کہ آیا اس کی اور متابعات ہیں جو کہ صحیح ہیں یا نہیں۔ ضعیف حدیث کی دو قسمیں ہوتی ہیں،ضعیف یعتبر بہ، اور ضعیف لا یعتبر بہ۔
اب دیکھئے، لسان المحدثین میں لکھا ہے
" والرابعة والخامسة للذين يستشهد بهم ، ولا يحتج بهم"
یعنی چوتھا اور پانچواں طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی روایت شاہد کے طور پر مانی جائے گی، لیکن ان سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔ پھر "یکتب حدیثہ " کو پانچویں طبقے میں رکھا ہے۔
لسان المحدثین ج 5 ص 76
پس اب آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ الفاظ ایک راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ابن معین نے عطیہ العوفی کا ضعف بھی بتا دیا، اور اس کے ضعف کا درجہ بھی بتا دیا کہ اس کی حدیث شاہد کے طور پر مانی جائے گی، لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکے گا۔ یہ بالکل واضح جرح ہے۔
پھر آپ نے کہا
ایک اور بات یہاں نوٹ کر لیں کہ خود ابن معین کے ہی شاگردوں سے بلاواسطہ عطیہ)
(کی توثیق ثابت ہے حوالہ ملاحظہ کریں۔ اسکین دیا گیا ہے۔
آپ کےپاس دلیل ختم ہوگئی ہے تو اب پرانی فلمیں دوبارہ چلا رہے ہیں۔ جناب ، یہ روایت تو آپ نے ابن معین کی جانب سے عطیہ کی توثیق کے لئے پیش کی تھی، اب آپ اس سے ابن معین کے شاگرد کی جانب سے بھی عطیہ کی توثیق ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کل کو کہیں گے کہ اس کتاب کو نشر کرنے والے نے بھی عطیہ نے بلاواسطہ توثیق کی ہے۔ پھر یہ کہیں گے کہ اس کتاب کو پڑھنے والوں نے بھی سکوت کرکے عطیہ کی توثیق مان لی ہے۔ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ جس روایت سے آپ ابن معین کی جانب سے عطیہ کی توثیق ثابت کرنا چاہ رہے تھے، وہ یہی تو روایت تھی۔ اب آپ اس کو لے کر ابن معین کے شاگردوں کی جانب سے عطیہ کی توثیق ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ فیا للعجب۔
پھر آپ نے کہا
اب ابن معین پر درجذیل نکات ہیں۔)
١۔ابن معین نے اسکی توثیق کی ہے جو کہ بلاواسطہ اسکے شاگرد سے نقل ہوئی۔
٢۔یکتب حدیثہ کی اصطلاح اعتبار کے لئے ہے نہ کہ تضعیف کے لئے۔
٣۔ابن معین جسکو ضعیف کہتے تھے اسکی حدیث نہیں لکھواتے تھے۔
٤۔اب ابن معین کی توثیق و تضعیف آگئی تو قاعدہ جلیلہ ہی لاگو ہوگا۔ کیونکہ اسی کا (راجح ہونا آپکے علماء سے دکھا دیا گیا ہے۔
اولاً : ابن معین سے بلاواسطہ شاگرد نے نقل کی ہو تو کیا ہوا، ہم نے تضعیف بھی باسند پیش کی ہے۔ بلکہ تضعیف میں ہم نے دو روایتیں پیش کی ہیں۔
ثانیا : ہم نے دوبارہ ثابت کر دیا کہ یکتب حدیثہ تضعیف کے لئے ہے۔
ثالثاً :ابن معین نے راویوں کو مختلف درجات میں تقسیم کیا، عطیہ کو ان ضعفاء میں شمار کیا، جن کی روایات لکھی جائیں۔
رابعاً : قاعدہ جلیلہ سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوا، کیونکہ آپ دونوں روایتوں میں تطبیق نہ دے سکے۔
پھر آپ نے کہا
آگے جناب نے احتمال کی بات کی تو جناب غور سے دیکھیں کہ میں نے کیا کہا تھا۔ یہ)
فقط الزامی جواب تھا جو آپ ہی کہ منطق کو مدنظر رکھ کے دیا گیا۔جلدبازی نہ کیا کریں
(جناب۔

جناب، آپ نے مان لیا کہ اس میں احتمال ہے، ہم نے اسی کے پیش نظر کہہ دیا کہ جب احتمال ہے اور آپ نے تسلیم کر لیا تو آپ کا استدلال ہی باطل ہو گیا۔ اب آپ کے پاس اس کا جواب ہے تو دیں۔
پھر آپ نے کہا
آگے جناب کہتے ہیں کہ عطیہ کی عدالت ہی ثابت نہیں؟ استغفراللہ۔آپ کافی عرصہ) پرانے میں نہ مانوں والے طرز پہ ابھی سے آگئے جناب؟ ابھی تو بڑی لمبی منزل ہے۔خود امام ہیثمی لکھتے ہیں۔ رواه أحمد وفيه عطية بن سعيد وفيہ كلام وقد وثق مجمع الزوائد، (ج 3، ص 120
جناب آپ بھول رہے ہیں کہ ایک راوی کی عدالت ثابت ہونے کیلئے اس کا مجروح نہ ہونا لازمی شرط ہے۔ اگر ایک راوی کو سو لوگ رد کر دیں، تو کسی ایک کی توثیق سے اس کی عدالت ثابت کرنا کسی دیوانے کا خواب ہو سکتا ہے، لیکن فی الحقیقت وہ راوی ضعیف ہی رہے گا۔ آپ ایک دو توثیقات لے کر عطیہ العوفی کی عدالت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس سے عطیہ العوفی کی عدالت ثابت نہیں ہونی۔ آپ سو سال مناظرہ کر لیں، تب بھی اس طرح کی حرکتوں سے عطیہ کی عدالت ماننے کو کوئی تیار نہیں ہوگا۔
آپ نے کہا
آگے جناب نے ابوداود کی بات کی تو جناب یہاں تو آپ نے کمال ہی کر دیا ۔ ہم نے) پچھلے جواب میں مقدمہ نمبر ۲ میں یہ روایت نقل کی تھی جسکی ہر سند میں عطیہ ہے۔عن النبي صلى الله عليه وسلم ال: من ال حين يخرج إلى الصلاة: "اللهم إني أسألك بح السائلين عليك، وبح ممشاي۔۔۔الخ یہ روایت درج ذیل کتب میں ہے باسناد عطیہ۔ جو روایت آپ نے ابن السنی سے نقل کی اس میں الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ کذاب ہے۔۔ اس کے بارے میں حاکم کا قول ہی کافی ہے کہ وہ موضوع روایات نقَل کَرتا تھاَ (لسان المیزان جلد 8 ص 367 رقم 8323) اور ابن حبان کے مطابق یہ موضوعات نقل کرتا تھا (المجروحین باب الواو)یاد رہے کہ اس راوی کے بارے میں کوئی اچھا کلمہ میری نظروں سے نہیں گذرا۔ اور اس پر دیگر علماء کی طرف سے بھی شدید جرح موجود ہیں۔ اور دو علماء اہلسنت نے (بالجزم اس کو جھوٹا کہا ہے موضوعات کی نسبت دےکر۔
جناب یہ آپ کا حق نہیں کہ آپ متعین کریں عالم نے کس سند کی توثیق کی ہوگی۔ لہٰذا آپ دیگر اسناد کی تضعیف پر وقت ضائع نہ کریں، ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ عطیہ اس روایت میں ہرگز متفرد نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہی پیش کردہ اصولوں پر پورا نہیں اتر رہے۔ اب باقی آپ کے پاس احتمالات کی کہانیاں ہونگی، لیکن اصول یاد رکھئے، جہاں احتمال آ جائے، تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔
اور ہم اس روایت کی ایک اور سند بھی پیش کرتے ہیں۔
أخبرنا محمد بن أحمد ، قال : حدثنا محمد بن الحسين الحراني ، قال : حدثنا أبو العباس أحمد بن يعقوب الأهوازي الخطيب ، قال : حدثنا جعفر بن حمدويه ، قال : حدثنا عبد الله بن رشيد ، قال : حدثنا أبو عبيدة ، عن الحسن ، قال : حدثني عبد الله الأسلمي ، أن رسول الله صلى الله عليه كان إذا أتى الصلاة ، قال : " اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وإقبالي إليك لم أقبل أشرا ولا بطرا ولا رياء ولكن أقبلت ابتغاء طاعتك ، تنزيها عن سخطك ، فاغفر لي ذنوبي ، فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت " . قال : " من قالها أقبل الله بوجهه إليه ، " وحفت حوله الملائكة حتى يفرغ من صلاته
(الأول من مشيخة أبي الحسين بن المهتدي بالله)
اس سند میں نہ ہی عطیہ العوفی ہے، اور نہ ہی وازع بن نافع موجود ہے۔
پھر آپ نے چند احتمالات بیان کئے، اور ان کا جواب خود ہی دینے لگے۔ اور وازع بن نافع کے بارے میں فرمانے لگے
اس کی سند واہ ہے ضعیف بھی نہیں اور کذاب راوی موجود ہے جس کی توثیق بھی) (موجود نہیں
معذرت کے ساتھ، اگر قسور کا ہی قاعدہ استعمال کریں، تو ان کو راوی پر کذاب کی جرح مشکل ہو جائے گی۔ امام حاکم سے یہ سند لا نہیں سکتے، اور ابن حبان نے راوی کو

کذاب کہا نہیں ہے، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ وازع بن نافع موضوع روایات نقل کرتا تھا۔ نقل کرنے میں اور گھڑنے میں فرق ہے۔ ابن حبان خود فرماتے ہیں
(أنه لم يكن المتعمد لذلك بل وقع ذلك في روايته لكثرة وهمه)
یعنی دانستہ طور پر ایسا نہیں کرتا تھا، بلکہ اس کو وہم بہت زیادہ ہوتا تھا،
اس لئے اس کی روایات میں یہ چیز وقوع پذیر ہوئی۔ لہٰذا کذاب کی جرح تو ہوئی باطل۔ باقی رہ گئی ضعف کی جرح، تو احتمال ہے کہ جن علماء نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، وہ اسی کی توثیق کی بنا پر کہا ہے۔ لہٰذا، اور سناؤ۔امید ہے قسور بھائی اس کو ہضم کر لیں گے۔
اس کے بعد مناظر صاحب فرماتے ہیں
(اس ہی طریق کو علماء نے حسن کہا ہے اور اس پر ہی علماء کا جزم ہے)،
ہم کہتے ہیں کہ کہاں سے آپ نے یہ سمجھ لیا کہ علماء نے اس ہی طریق کو حسن کہا ہے، جبکہ دو طرق اور بھی موجود ہیں۔ جب تک تمام علماء سے آپ اس سند کو حسن لذاتہ نہیں ثابت کرتے، تب تک احتمال قائم ہی رہے گا۔
پھر مناظر صاحب فرماتے ہیں
اگر ایک طریق کا شاہد میں کوئی کذاب راوی بھی ہو تو وہ شاہد بن سکتی ہے تو ہم آپ)
کو ایک سے زیادہ طریق بطور نمونہ دیتے ہیں جس میں عطیہ نہیں)،
موصوف کا یہ بیان پہلے شروع میں ہی بے محل ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ وازع راوی کذاب ہرگز نہیں۔
پھر چند اور اسناد لا کر عطیہ کی فدک والی روایت کو حسن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں
اب یہ دونوں اسناد جن میں عطیہ نہیں ہے اس عطیہ والی روایت کو حسن کر رہی ہیں)
چاہے یہ ضعیف ہی ہوں)
تو عرض ہے کہ ہم نے یہ اصول لایا ہی نہیں کہ تین اسناد سے بحق السائلین والی روایت حسن ہو گئی۔ لہٰذا آپ خواہ مخواہ روڈ پر اپنا کمرہ نہ بنائیں۔ یہ اصول ہم نے پیش ہی نہیں کیا۔
یاد رکھئے، ہم یہاں پر صرف الزامی جواب دے رہے ہیں، کیونکہ قسور صاحب عطیہ کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے زمین آسمان ایک کر رہے ہیں، گزارش صرف اتنی ہے کہ ان طریقوں سے کم و بیش سارے ہی راوی ثقہ ہو جائیں گے۔ اور قسور صاحب کو پروا اس لئے نہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اہلسنت کا علم حدیث ہے، جو چاہے الٹا سیدھا بول دو۔ لیکن ہم ان کو قواعد کا پابند کر کے رہیں گے۔
پھر ہم نے ان کی سنن ابو داؤد سے پیش کردہ ایک روایت کے متعلق کہا کہ اس روایت کی سند میں بھی عطیہ العوفی متفرد نہیں ۔ اس کے جواب میں موصوف فرماتے ہیں:
ہم آپکو ابوداود میں سے غریب حدیث دکھا رہے ہیں اور آپ بھاگ گئے مسند احمد کی)
طرف؟ ۔۔اگر ابوداود والا سلسلہ دیکھیں تو ایمان سے بتائیں ہمارا دعوی ابوداود سے دکھانے کا تھا مسند احمد سے نہیں کیونکہ اگر سند ضعیف ہوتی تو ابوداود دو بار نقل کرتے لیکن ابوداود نے صرف ایک بار ہی نقل کیا ۔ دیگر روایات سے متابعت پیش کرنا فائدہ مند نہیں کیونکہ یہ کس طرح ثابت کیا جائے کہ ابوداود کے پیش نظر وہ روایت بھی تھی؟
برگز نہیں تھی۔ صرف گمان سے تھوڑی ثابت ہوگا جناب؟)
جناب آپ علم حدیث کے متعلق باتین کر رہے ہیں۔ یہاں بچگانہ باتیں کرنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ علم حدیث سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ ایک عالم چاہے اپنی کتاب میں ضعیف سند ہی کیوں نہ پیش کرے، اگر وہ جانتا ہے کہ ایک حدیث صحیح ہے، تو اس ضعیف سند کے باوجود اس حدیث کو صحیح کہہ سکتا ہے۔ اسی کے لئے ہی تو حسن لغیرہ کی اصطلاح بنی ہے۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ اس روایت کی کئی اسناد ہیں، لیکن ابو داؤد نے عطیہ العوفی والی سند کو ہی مستند سمجھا ہے، تو اس کی پختہ دلیل لائیں۔ ابو داؤد سے حسن لذاتہ یا صحیح لذاتہ یا اسنادہ حسن کے الفاظ دکھائیں ۔ ورنہ آپ کے صرف کہنے سے یہ ثابت نہیں ہو جائے گا کہ ابو داؤد کے نزدیک یہ سند حسن یا صحیح ہے۔ اس کی دلیل آپ کو مستند پیش کرنی ہوگی۔ آپ کو علم حدیث کا کچھ پتہ نہیں، اپنا بھی وقت ضائع کر رہے ہیں اور دوسروں کا وقت بھی ضائع کر رہے

ہیں۔آپ کو بنیادی باتیں سمجھانے میں اتنا وقت صرف ہو جاتا ہے کہ اصل موضوع پر بات ہی کم ہوتی ہے۔
پھر موصوف نے وہی حوالے پیش کئے، اور ہم اس پر مزید تبصرہ کر کے وقت ضائع نہیں کریں گے، کیونکہ ہم نے اس کا جواب پہلے ہی دیا ہے۔ ہمارا مقابلہ ایک ایسے مناظر سے ہو رہا ہے جس کو حوالے پر حوالہ پیش کرنے کا شوق ہے، لیکن جواب دینے کی استطاعت نہیں۔ موصوف کو اپنے ناکارہ حوالوں کے جواب کی سمجھ نہیں آتی، تو دوبارہ وہی حوالے اٹھا کر پوسٹ کر دیتے ہیں ۔ خود بھی فارغ ہیں اور ہمیں بھی فارغ سمجھا ہوا ہے۔ہم نے اس سے پہلے ہی اس کا جواب دیا ہے جب انہوں نے یہ حوالے بھیجے تھے۔
جواب ادھر ہی ملاحظہ کر لیں۔
آپ نے کہا
تساہل چلیں مان بھی لیں تو توثیق تو ترمذی سے ثابت ہوجاتی ہے فھوا مرادنا۔ آپ تو) اصل توثیق ہی کے منکر تھے اور ہم نے پھر پرانے حوالے جات میں سے ایک نقل کردیتے (ہیں کہ ترمذی کی تحسین یا تصحیح راوی کی توثیق ہوگی۔
امام ترمذی کے اپنے ہی اصولوں سے میں نے عطیہ کا غیر حجت ہونا ثابت کیا تھا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، اور آپ پھر وہی پرانے حوالہ جات نقل کرنے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ آپ وہی پرانا مال ہی بار بار لا رہے ہیں، جن کا جواب ہو چکا ہوتا ہے۔ نیا مال ہوتا تو پرانا مال بار بار لانے کی نوبت نہ ہوتی۔ بہرحال، میں دو محققین یعنی محمود محمد شاکر اور احمد محمود شاکر کی تفسیر الطبری پر تحقیق سے ان کا قول پیش کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:
وقد رجحنا ضعفه في شرح حديث المسند و شرح الترمذي وانما حسن الترمذي ذاك الحديث لمتابعات , ليس من اجل عطية
اور ہم نے (عطیہ) کے ضعف کوشرح حدیث المسند اور شرح ترمذی میں ترجیح دی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو متابعات کی وجہ سے حسن کہا ہے، عطیہ کی وجہ سے حسن نہیں کہا۔
تحقیق ، تفسیر الطبری، ج 1 ، ص 264
یہ لیں، مزید دو محققین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ خود امام ترمذی کے نزدیک عطیہ کی حیثیت حسن درجے تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ صرف متابعات کی وجہ سے عطیہ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔
اور یہی قول امام نووی کا ہے ، چنانچہ فرماتے ہیں
قَالَ النَّوَوِيّ إِنَّما حسنه التِّرْمِذِيّ لشواهده
امام نووی نے فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو شواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے۔
دیکھئے اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، ج 1 ص 323
فتدبر
اور ہم نے کہا تھا کہ جو راوی کثیر الخطا ہو تو وہ امام ترمذی کے نزدیک حجت نہیں ہوتا، لہٰذا امام ترمذی کے اصول کے تحت آپ عطیہ العوفی کی روایت سے ہاتھ دھو لیں۔
وكذلك من تكلم من أهل العلم في مجالد بن سعيد، وعبد الله بن لهيعة وغيرهما، إنما) تكلموا فيهم من قبل حفظهم وكثرة خطئهم. وقد روى عنهم غير واحد من الائمة، فإذا تفرد (أحد من هؤلاء بحديث. ولم يتابع عليه لم يحتج به
یعنی کئی حضرات نے مجالد بن سعید اور ابن لہیعہ پر سوء حفظ اور کثرت خطاء کی وجہ سے اعتراض کیا، لیکن کئی ائمہ ان سے احادیث نقل کرتےہیں۔ پس جب ان میں سے کوئی حدیث میں منفرد ہو، اور اس کا کوئی متابع نہ ہو، تو اسکی روایات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔
جامع الترمذی ج 2 ، ص 808
باقی ہم نے امام ترمذی کے متعلق اس سے قبل جو کچھ کہا ، اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ مدمقابل مناظر پرانے مال کو دوبارہ بیچنے پر ہی اکتفا کر رہا ہے۔
: یعنی اولاً : امام ترمذی کا تساہل جس کے متعلق امام ذہبی نے فرمایا
فلا يغتر بتحسين الترمذي، فعند المحاققة غالبها ضعاف

یعنی امام ترمذی کی تحسین سے دھوکہ مت کھائیں، کیونکہ محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔
دیکھئے میزان الاعتدال، ج 4 ص 416
آپ نے کہا
بھائی تساہل اور توثیق میں کوئی نسبت نہیں کہ اگر تساہل دیکھا دیا تو توثیق بیکار) ہوجاتی ہے، تساہل کا معاملہ اس وقت لے لیتے جب مثال کے طور پر اس پر جرح مفسر ہوتی اور وہ پایہ اعتبار سے ساقط کرتی لیکن ادھر ایسا کچھ نہیں۔ خود اب میں مثال دیتا (ہوں جہاں ذھبی نے ترمذی کی تحسین سے فقط استدلال کیا ہے
جواباً عرض ہے کہ امام ذہبی نے کوئی استدلال نہیں کیا، بلکہ صرف ترمذی کی تحسین کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اگر متساہل امام ایک راوی کے متعلق جمہور کی موافقت کرے، تو اس راوی کے بارےمیں اگر متساہل امام کا قول ہی نقل کر دیا جائے، تو کیا فرق پڑتا ہے؟
پھر آپ نے دوبارہ وہی فضول بات کی
اس سے یہ ہرگز مراد نہ لیا جائے کہ ترمذی کی تحسین و تصحیح کوڑے میں پھینک دی) جائے، اگر یہی قاعدہ چلائیں تو کتنے ہی آپ کے علماء متشدد ہے جرح میں تو کیا ان کو (کوڑے میں پھینکا جائے ہاں یا نا میں جواب دیجئے گا؟
تو جناب، ہم نے کب کہا ہے کہ ان کی توثیق یا تعدیل کوڑے میں پھینکی جائے گی۔ ہم توکہتے ہیں کہ جو جرح میں سخت ہیں ، یا جو تعدیل میں متساہل ہیں، اگر جمہور کی مخالفت کریں تو جمہور کے قول پر فیصلہ کریں۔ لیکن آپ ہی تو ماننے سے منکر ہیں، اور ہر بار وہی چیزدوبارہ پوسٹ کرتے رہتے ہیں۔
پھر آپ نے کہا۔
اس غصہ کو تھوک دی جئے، یہ مسلم قاعدہ آپ کی کتب میں لکھا ہے اور اس پر حوالے) جات گذر چکے ہیں کہ تعدیل مبھم قوی ہوتی ہے جرح مبھم پر چنانچہ اب اگر 1000 جرح مبھم لائیں گے بالفرض اور کوئی ایک مفسر نہ ہو تو خود آپ لوگوں کا قاعدہ کی توثیق راجح ہوگی بھائی یہ ہمارا قاعدہ نہیں۔ خود جب ترمذی کے نزدیک توثیق ہے اور دیگر (علماء کے ہاں تو ضد کیا؟
ہم نے اس سے قبل امام بیہقی کا قول پیش کیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جرح مبہم اس صورت میں ضرور بالضرور راجح ہوگی جب راوی کی عدالت ثابت نہ ہو۔ آپ کی عام دلیل لانے سے ہماری خاص دلیل کا رد نہیں ہوگا۔ یہ اصول ہم نے آپ کو بتا دیا ہے، آپ کے پاس اس کا جواب ہے تو دیں ، نہیں ہے تو فضول بحث کرکے اپنا اور ہمارا وقت نہ برباد کریں۔
آپ نے کہا
آب بتائیں کہ راوی کی عدالت کیسے ثابت ہوتی ہے؟ جب روایت کو حسن و صحیح کہا) جائے اور جب توثیق کا اطلاق کیا جائے تو اس کا معروف ہونا اور عادل ہونا تو ثابت ہوچکا، اب جہالت رفع ہوکر اصل عدالت ثابت ہوئی اور جرح مفسر ہی کے ذریعہ وہ ٹوٹے گی۔ اگر آپ نہیں دکھا سکتے جرح مفسر تو کہہ دیں نہیں ہے۔۔ یہ مصادر علی المطلوب ہیں (بھائی۔ ابھی اپنی طرف سے خود قاعدہ بناکر زبردستی عطیہ پر فٹ کرنا صحیح نہیں۔
ہرگز نہیں۔ آپ ہی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق راوی کی توثیق اس وقت ثابت ہوگی جب ایسی روایت کی تصحیح یا تحسین کی جائے جس میں راوی متفرد ہو۔ اور پھر آپ ہی کے پیش کردہ اصولوں سے ہم نے آپ کو پڑھایا، (کیونکہ آپ نے پوسٹ تو کیا، لیکن آدھی عبارت حذف کر لی) کہ اس کے باوجود کوئی خاص دلیل موجود ہو، تو پھر بھی راوی کی توثیق لازم نہیں آئے گی۔ آپ دوبارہ سے ہمارے جواب کا مطالعہ کریں، اور کسی پڑھے لکھے کو ساتھ بٹھائیں تاکہ آپ کو سمجھا بھی سکے۔آگے دوڑ پیچھے چھوڑ سے کام نہیں بنے گا۔
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ نے کہا
بھائی قاعدہ آپ کا اور حوالے جات دو میں دے چکا ہوں ایک مزید دیکھ لیجئے۔۔۔ کس طرح) آپ جان چھڑاسکتے ہیں جب کہ ہم نے دو حوالے دئے، ایسے تو بھائی میں، میں بھی جان چھڑاتا رہوں جو میرے مطلب کی بات نہ ہو جھٹ سے کہہ دوں میں یہ نہیں مانتا اور آگے بڑھوں، ایسا مناظرہ ہوتا ہے؟ اب اعلاء السنن کا ہی ایک حوالہ دیتا ہوں ایک راوی پر کافی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہے:

میں کہتا ہوں ابوحنیفہ نے اس سے روایت کی۔۔ اور جیسے کہ مقدمہ کتاب میں بیان
کرچکا ہوں تمام شیوخ (اساتذہ) ابوحنیفہ ثقہ ہیں ہمارے نزدیک۔ کیونکہ ابو حنیفہ روایت
نقل کرنے میں کافی شدید تھے، اور کافی خدا ترسی، تقوی، جانچ پڑتال، اور راویان کی
خالص معرفت کے بعد ہی روایت کرتے تھے لہذا ناصح (راوی) ثقہ ہے بالخصوص اگر
ابوحنیفہ کے علاوہ دیگر نے بھی توثیق کی ہو چنانچہ جن لوگوں نے بغیر سبب کے جراح
کی (غیر مفسر) اس کی طرف ہرگز مت دیکھو، اور (ناصح کی) حدیث حسن ہے۔
(اعلاء السنن، جلد 8، ص 238، باب کفن الرجل و نوعہ، طبع کراچی۔
میرا خیال ہے کہ آپ پوری حنفیت کو اعلاء السنن میں ہی مقید کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی جو
اصول اس کتاب میں منقول ہوا، بس وہی احناف کے ہاں حرفِ آخر ہے۔
میں اس کا جواب تین طرح سے دیتا ہوں۔
اولاً: یہ قول کہ امام ابو حنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں، استقراء پر مبنی ہے، اور استقراء
کو آپ نے خود مردود قرار دیا ہے۔ لہٰذا اب آپ اس سے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں
نہیں۔
ثانیاً: احناف نے امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی خود تضعیف کی ہے، علامہ انور شاہ
کشمیری حنفی،علامہ مغلطائی اور علامہ بدر الدین عینی نے خود عطیہ العوفی کی
تضعیف کی ہے۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں کسی غیر حنفی یا اعلاء السنن کی کتاب کا
اس معاملے پر حوالہ دینا سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔
ثالثاً: شیخ ابو غدہ نے علامہ ظفر علی تھانوی کی کتاب پر تعلیق کی ہے، اور اس میں
اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (هذا ایضا علی الاغلب الاکثر) یعنی اس
سے مراد یہ ہے کہ اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ
معاملہ اغلبی ہے ، یعنی اکثرو بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، اور کلی نہیں ہے۔
قواعد فی علوم الحدیث ص 220
یہی بات حافظ ابن حجر نے بھی کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں
وقد أسند البيهقي عن الشافعي أنه كذبه ولا يقال فكيف روى عنه لأنا نقول رواية العدل
ليست بمجردها توثيقا فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي وثبت عنه أنه قال ما رأيت
أكذب منه
اور امام بیہقی نے شافعی سے باسند روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے واقدی کو جھوٹا
کہا ہے، اور یہ نہیں کہا کہ پھر انہوں نے کیسے اس سے روایت کی ہے، کیونکہ ہم کہتے
ہیں کہ ایک عادل کی کسی راوی سے روایت بذات خود کوئی توثیق نہیں ، کیونکہ امام
ابو حنیفہ نے جابر جعفی سے روایت کی ہے، اور ا ن سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے
جابر کے متعلق کہا کہ میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا ہے۔
فتح الباری، ج 9، ص 113
اب آپ اپنے مذہب کے اصول ہی دیکھئے، آپ کے بہت سے علماء کے نزدیک آپ کے ائمہ
کے وکلاء ثقہ شمار ہونگے،چنانچہ آپ کے عالم بروجرودی فرماتے ہیں
أن مجرد الوكالة كاف في الوثاقة، وقد ذهب إليه العلامة والميرزا وشيخنا البهائي، وغيرهم
من أئمة الرجال
یعنی مجرد امام کی وکالت بھی توثیق کے لئے کافی ہے، اور علامہ، میرزا، شیخ بہائی
اور دیگر ائمہ رجال کا یہی موقف ہے۔
طرائف المقال ، ج 2 ص 328
لیکن علامہ خوئی نے اس اصول کو ہی رد کر دیا۔ اور فرماتے ہیں:
أن الوكالة لا تلازم الوثاقة ولا الحسن
ائمہ کی وکالت سے نہ توثیق ثابت ہوتی ہے، اور نہ ہی تحسین۔
معجم رجال الحديث ، ج 1 ص 280
اور ان کی ویب سائٹ پر بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔ نیز فرماتے ہیں
فإنّه إذا ثبت في موارد روايتهم من الضعفاء : وإن كانوا ثقات عندهم : لم يمكن الحكم بصحّة
مراسليه، إذ من المحتمل أنّ الواسطة هو من ثبت ضعفه عنه، فكيف يمكن الاخذ بها؟.
ولذلك قال المحقّق في المعتبر في آداب الوضوء: (ولو إحتجّ بما رواه ابن أبي عمير عن بعض
أصحابنا... كان الجواب الطّعن في السّند لمكان الارسال، ولو قال مراسيل ابن أبي عمير

يعمل بها الاصحاب، منعنا ذلك، لانّ في رجاله من طعن الاصحاب فيه، وإذا أرسل أحتمل أن
(يكون الراوي أحدهم
یعنی اگر اصحاب الاجماع سے ضعیف راویوں سے روایت ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوں، تب بھی ان کی مرسل کی تصحیح کا حکم لگانا ممکن نہیں، کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ امام اور اس کے درمیان کا راوی ضعیف ہو، تو اس قول سے کیسے حجت پکڑی جا سکتی ہے (کہ جو وہ روایت کریں، وہ صحیح ہے)۔ اسی وجہ سے محقق نے المعتبر فی آداب الوضوء میں فرمایا ہے (اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن ابی عمیر نے بعض اصحاب سے روایت نقل کی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کی سند پر ارسال کے باعث اعتراض کیا جائے گا، اور اگر کہا جائے کہ ابن ابی عمیر کی مراسیل پر ہمارے اصحاب نے عمل کیا ہے، تو ہم اس سے منع کرتے ہیں، کیونکہ وہ ایسے لوگوں سے بھی روایت کرتا ہے جن پر اصحاب نے جرح کی ہے، اور جب ابن ابی عمیر ارسال کرتا ہے، تو یہ احتمال موجود رہتا ہے کہ وہ راوی انہی مجروحین میں سے ہو۔
http://www.alkhoei.net/.../8-%20%D9%83%D9%84%D9%8A%D8%A7%D8%A...
اسی طرح شیخ ابوغدہ نے ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ضعیف راویوں سے بھی روایات لی ہیں، لہٰذا اب یہ استدلال کرنا کہ عطیہ العوفی ثقہ ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے شیوخ میں شامل ہے، سراسر غلط ہے اور تحقیق کے خلاف ہے۔
پھر آپ نے کہا
ہم نے اعلاء السنن کی تعریف شروع میں لکھ دی ہے تو آپ اس ہی طرف دیکھ لیجئے،) جمہور تو بہرحال اس کتاب کی کافی تعریف کرتے ہیں اور خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ باقی آپ عبدالحئ لکھنوی کی کہانی نہ کھلوائیں تو بہتر ہے ادھر کیونکہ ان کے حنفی ہونے پر بھی کلام کیا جاتا ہے لیکن وہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ آپ حوالے جات دیں، ہمیں بار بار مطالعہ کی دعوت نہ دیں، حوالہ ہے بات کریں ورنہ میں کہتا ہوں کہ آپ نے فقط انور شاہ کو پڑھا ہے یا عبدالحئی کاندھلوی، عثمانی، سہارنپوری، نانوتوی، (گنگوہی کو نہیں پڑھا
کتابوں کی تعریف لکھنے سے آپ کا کام پورا نہیں ہوگا۔ اس طرح کی تعریف ہم بھی ان علماء اور کتب کی پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے عطیہ العوفی کی تضعیف کی ہے۔ آپ کا طریقہ ہمیں معلوم ہے کہ جس شخص کا قول آپ کو اپنے موافق نظر آئے، اس کی تعریفوں کے پل باندھ لیتے ہیں، اور جس کا قول آپ کو مخالف نظر آئے، اس پر اعتراض کرنے کی ہرممکن سعی کرتے ہیں۔ اور رہے علامہ عبد الحئی لکھنوی، تو عرض ہے کہ اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے ۔ آپ ان کی کہانی کھلوانے کی دھمکی نہ دیں، ہم شیخ صدوق وغیرہم کے متعلق تمام کہانیاں جانتے ہیں جو کہ آپ کو ہضم نہیں ہونگی۔
باقی آپ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا قاسم نانوتی اور مولانا رشید گنگوہی کا تذکرہ کیا تو مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "ہدایۃ الشیعہ ص 241 تا ص 311" میں ہبہ فدک والی روایت پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، کبھی موقع ملے تو ضرور پڑھئے گا۔ پھریہ نہ کہنا کہ ہم نے پڑھا نہیں۔
پھر آپ نے کہا
اور جناب ابھی بھی ابوداود کی جرح پربضد ہیں؟ اب ہم کیا کریں جب آپ اپنی کتب نہیں) مان رہے تو آپکو کہاں سے دلیل دی جائے؟
اسکرین شاٹ دیا گیا ہے جس میں جناب نے دوبارہ ضد میں آکر ابوداود کی تضعیف سے کام لیا جبکہ ہم نے زبیر علی زئی سےآجری کو مجہول قرار دیا ہے اور اسکی کتاب کو (غیر معتمد قرار دیا۔
ہم نے ابو عبید الآجری کی روایت کے بارے میں کہا تھا کہ اس کے بارے میں ہم تحقیق کریں گے، لیکن چونکہ ہمیں اس کی توثیق نہیں ملی ، لہٰذا ہم عطیہ العوفی پر امام ابو داؤد کی جرح کے حوالے سے سکوت اختیار کرتے ہیں جب تک یہ معاملہ واضح نہیں ہو جاتا۔

اور رہا آپ کا یہ الزام کہ ہمارے نزدیک بغیر علم کے مناظرہ کرنا حرام ہے، تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے ہاں علم ہونے کے باوجود بھی مناظرہ کرنا حرام ہے۔ اور آپ کے امام فرماتے ہیں
لا تخاصموا الناس في دينكم یعنی دین کے معاملے میں لوگوں سے مقابلہ مت کرو۔
بلکہ آپ کی کتاب الکافی میں پورا باب ہے باب في ترك دعاء الناس یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ لوگوں کو دین کی طرف دعوت ترک کر دی جائے۔ پھر اس کی روایات إياكم والناس) ، (مالكم وللناس، كفوا عن الناس ولا تدعوا أحدا إلى أمركم)، (اجعلوا أمركم) هذا لله ولا تجعلوه للناس) ، سمجھدار کے لئے کافی ہیں۔
الكافي - الشيخ الكليني - ج ٢ - الصفحة ٢١٢
اور رہی یہ بات کہ امام ابوداؤد نے عطیہ کی روایت پر سکوت اختیار کیا، تو اس بارے میں ہم نے کافی بحث کی تھی، لیکن آپ اس کا جواب کیا دیتے، بس وہی حوالے دوبارہ دہرا دیئے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کے پاس ہمارے دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ورنہ آپ حوالے دوبارہ نقل کرنے کی بجائے ضرور جواب دیتے۔
ہم مختصراً دوبارہ ذکر کرتے ہیں۔
اولاً : جس قول کی بنیاد پر امام ابو داؤد کے سکوت سے احادیث کی صحت کی بات کی گئی ہے، وہ امام ابو داؤد کے یہ الفاظ ہیں (وما فيه وهن شديد بينته، وما لم أذكر فيه شيئًا فهو صالح) یعنی جس میں شدید وہن یعنی کمزوری تھی، اس کو میں نےبیان کر دیا، اور جس کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا، تو وہ صالح ہے۔ان الفاظ سے قطعاً حدیث کی تصحیح یا تحسین ثابت نہیں ہوتی، بلکہ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صالح ہے، متابعات و شواہد میں کام آتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ بذاتہ حسن یا صحیح ہو۔
ثانیاً: امام سبکی نے امام ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد کے قول کے متعلق کہا (فإنه بين الضعف الظاهر وسكت عن الضعف المحتمل فما سكت عنه لا يكون حسنا عنده ولابد بل قد يكون مما فيه ضعف) یعنی انہوں نے واضح ضعف کو بیان کر دیا، اور ایسی روایات پر سکوت اختیار کیا ، جن میں ضعف کا احتمال موجود ہو، پس جس روایت پروہ سکوت اختیار کریں، تو ضروری نہیں کہ وہ حسن ہو، بلکہ بعض اوقات ان میں بھی ضعف ہوتا ہے۔
طبقات الشافعية الكبرى ج 2 ص 218
ثالثاً:امام ذہبی اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:فلا يلزم من سكوته - والحالة هذه - عن الحديث أن يكون حسنا عنده
یعنی ان کے سکوت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ مذکورہ حدیث ان کے ہاں حسن درجے کی ہو۔
سیر اعلام النبلاء، ج 12، ص 214
رابعاً : محققین نے سنن ابو داؤد کی تحقیق میں کئی ضعیف راویوں کی نشاندہی کی ہے، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ امام ابو داؤد جس حدیث پر سکوت اختیار فرمائیں، وہ حدیث ان کے ہاں حسن ہوگی۔
خامساً: آپ نے جو احادیث نقل کی ہیں، ان میں عطیہ العوفی متفرد راوی نہیں ہے، آپ کو سب سے پہلے ان احادیث میں عطیہ العوفی کا تفرد ثابت کرنا چاہئے تھا، باقی باتیں تو بہت بعد کی ہیں۔
پھر آپ نے کہا
جناب مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب آپکے پاس جواب نہیں ہوتا تو آپ بھاگتے ہیں ہماری) کتب کی طرف؟ جناب ہمارے مطابق اجماع سے مراد ایک بندہ ہو یا دوبندے ہوں یا سب ہوں اس سے آپکو کیا سروکار؟ اس وقت میرا ماخذ آپکی کتب ہیں اور آپ نے انکا جواب دینا ہے اگر میری کتابیں آپ پر حجت ہوں تو بتادیں اس بحث کو چھوڑ کر ہماری کتب سے (شروع کر لیتے ہیں ورنہ اس پر اکتفاء کریں جو آپکی کتب میں ہے
ہم نے آپ کو آپ کی کتاب سے دلیل اس لئے دی ہے تاکہ آپ پر حجت قائم ہو۔ آپ کے پاس جواب ہو تو دیں ، ورنہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔جیسے آپ نے اس وقت اپنا ماخذ میری کتب کو بنایا ہے، اسی طرح میں نے بھی

اتمامِ حجت کے واسطے آپ کی کتابوں کا حوالہ دیا۔ اور ہمیں معلوم تھا کہ آپ سے کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔
پھر آپ نے کہا
لہذا آپکا دعوی اجماع کرنا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور اس دفعہ بھی آپ نے دوبارہ)
(بضد ہوکر اجماع ہی کی بات کی جناب جھوٹ کی حدیں پار نہ کریں۔
آپ یہ بات تب کریں، جب آپ اپنے علماء کے متعلق تسلیم کریں کہ انہوں نے جھوٹ بولا۔ اگر ان کے متعلق آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ، تو یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تم ہمارے علماء کو جھوٹا ثابت کر لو گے۔
پھرآپ نے کہا
باقی چلیں یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس تسمیہ میں غلطی ہے اگر بالفرض آپ الفاظ کا کھیل)
(کھیلنا چاہتے ہیں، ہمیں اس میں کہنے میں کوئی عار نہیں
یعنی آپ سے اور کوئی جواب نہ ہوا، تو کہہ دیا کہ آپ کے علماء نے تسمیہ میں غلطی کی ہے۔ سبحان اللہ۔ آپ کے علماء نے تو اس بارے میں پوری نظم لکھی ہے
قد أجمع الكل على تصحيح ما * يصح عن جماعة فليعلما
وهم أولو نجابة ورفعة * أربعة وخمسة وتسعة
فالستة الأولى من الأمجاد * أربعة منهم من الأوتاد
زرارة كذا بريد قد أتى * ثم محمد وليث يا فتى
كذا الفضيل بعده معروف * وهو الذي ما بيننا معروف
والستة الوسطى أولو الفضائل * رتبتهم أدنى من الأوائل
جميل الجميل مع أبان * والعبدلان ثم حمادان
والستة الأخرى هم صفوان * ويونس عليهم الرضوان
ثم ابن محبوب كذا محمد * كذاك عبد الله ثم أحمد
آخر میں فرماتے ہیں
وما ذكرناه الأصح عندنا * وشذ قول من به خالفنا
اور جو چیز ہم نے ذکر کی ہے، وہ ہمارے نزدیک اصح ہے، اور جس نے ہماری مخالفت کی ہے، اس کا قول شاذ ہے۔
الرسائل الرجالية لابی المعالي محمد بن محمد ابراهيم الكلباسي ، ج 2، ص 37
اورآپ نے کتنی آسانی سے کہہ دیا ہے کہ ان سے تسمیہ میں غلطی ہوئی ہے۔ یہ رام کہانی آپ کسی اور کو سنائے گا، یہاں پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔
اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسی اجماع کے قول کو آپ کے جگری دوست خیر طلب نے نقل کیا، اور اس سے ایک راوی کی ثقاہت ثابت کی، (سکین موجود ہے) اب یہ وقت آیا ہے کہ آپ کو یہ اجماع کا قول غلط دکھائی دیتا ہے۔ سبحان اللہ
پھر آپ نے فرمایا :
بات یہ کہ دعوی اجماع کرنا ہی غلط ہے اگر مخالفت موجود ہو۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ)
اصحاب اجماع (جو کہ متاخرین تشیع کی طرف سے ٹرم استعمال کی گئی متقدمین نے اس کو مختلف طریقہ سے لیا) نہیں تھے بالفرض تو ہمیں کوئی عار نہیں، ہم انہیں
(اصحاب جمہور کہہ دیں گے
آپ کی سادگی پر ہنسی آ رہی ہے۔ چلیں آپ اپنی تمام کتبِ اصول میں جہاں جہاں اصحاب الاجماع لکھا ہے، وہاں اصحاب الجمہور لکھ دیں، اور ان کے مصنفین و مولفین کو غلط قرار دے دیں۔ پھر آپ کی بات مانی جائے گی۔ ورنہ دوسری صورت میں آپ کا قول باطل ہے۔
باقی جو مدلول الفاظ کشی ہے اس میں کافی بحث کی جاسکتی ہے، لیکن یہ بحث کو)
ادھر کھولنا صحیح نہیں جو اہم بات ہے کہ آپ نے خود جمہور کا لفظ کہہ کر اجماع کی نفی کردی یعنی اگر منطقی زبان میں کہوں تو اجماع موجبہ کلیہ ہے اور جمہور موجبہ جزئیہ جس میں سالبہ جزئیہ بھی بدلالت التزامی پنہاں ہے اور موجبہ کلیہ کی نقیض ہی
(سالبہ جزئیہ ہے چنانچہ اجماع اور جمہور کو بیک وقت استعمال کرنا اجتماع نقیضین ہے۔
اجماع کو آپ نے موجبہ کلیہ کہاں سے قرار دے دیا؟ کیا نہج البلاغہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت پر اجماع کا دعوی نہیں کیا تھا، جبکہ اہل شام نے

سرے سے بیعت کی ہی نہیں تھی۔ آپ کے اپنے عالم میرزا قمی ایک مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں
وادعى عليه الاجماع جماعة من الأصحاب ومخالفة الراوندي وابن حمزة لو ثبتت في خصوص ما جففته الشمس لا تضر
ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اس کے متعلق اجماع کا دعوی کیا ہے، اور اگر راوندی اور ابن حمزہ کی مخالفت ثابت بھی ہو جائے ، تب بھی اس سے اجماع کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔
غنائم الأيام ج 2 ص 207
اسی طرح علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں
لأن مذهب الجمهور أن مخالفة الأقل لا تضر الإجماع
جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑے افراد کی مخالفت سے اجماع کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔
عمدة القاری، ج 4ص 254
پھر آپ نے کہا
(ہم سے بار بار مطالبہ کیا جارہا ہے کہ کہاں لکھا ہے کہ متاخرین کا قول حجت نہیں تو اس میں کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ عقلی بات ہے کہ جتنا بعد زمانہ ہوتا جاتا ہے اتنا ہی رجال کے حالات کی معرفت کے وسائل اور طرق کم ہوتے جاتے ہیں)
ہمیں معلوم تھا کہ آپ نے اس معاملے پر عقلی گھوڑے ہی دوڑائے ہیں، اور آپ کے پاس دلیل کوئی نہیں۔ بہرحال اس قول کو آپ کے ہی بعض علماء نے رد کیا ہے، اور بالخصوص آپ کے عالم محي الدين الموسوي الغريفي اپنی کتاب میں لکھتے ہیں
إذ كم استدرك المتأخرون على القدماء أموراً فاتتهم.
کتنے ہی امور ہیں جن کا استدراک متاخرین کو ہوا، اور جو کہ متقدمین سے نظر انداز ہو چکے تھے۔
قواعد الحدیث ، ص 186
پھر آگے فرماتےہیں
فلا إشكال في توثيقات العلامة من أجل كونه من المتأخرين
پس متاخر ہونے کی وجہ سے علامہ کی توثیقات میں کوئی اشکال نہیں ۔
قواعد الحدیث ، ص 188
اور اسی طرح کا قول آپ کے شہید ثانی کا ہے جو فرماتے ہیں
ولكن، ينبغي للماهر في هذه الصناعة، ومن وهبه الله تعالى أحسن بضاعة.، تدبر ما ذكروه، ومراعاة ما قرروه ، فلعله يظفر بكثير مما أهملوه، ويطلع على توجيه - في المدح والقدح - قد أغفلوه ، كما اطلعنا عليه كثيرا "، ونبهنا عليه في مواضع كثيرة، وضعناها على كتب القوم ، خصوصا " مع تعارض الاخبار، في الجرح والقدح
الرعاية في علم الدراية ص 179
پس آپ کی عقلی دلیل کا جواب آپ کے ہی علماء نے دے دیا ہے۔
پھر آپ نے علامہ البانی سے اپنا متقدمین والا اصول ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی، جس پر فی الحال وقت ضائع نہیں کر سکتا کیونکہ سب خس و خاشاک دلائل ہیں جن کی وقعت کوئی نہیں، اور نہ ان سے کچھ ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ صرف متاخرین کی بعض امور میں خطا دکھانے سے یہ ثابت کرنا ہی کم عقلی ہے کہ متاخرین کی جرح و تعدیل میں کوئی حیثیت نہیں۔ اس طرح کی غلطیاں متقدمین سے بھی ہوئی ہیں، جیسا کہ میں نے آپ کے شہید ثانی کے قول سے ثابت کیا ہے ، جبکہ وہ فرماتے ہیں
ويطلع على توجيه - في المدح والقدح - قد أغفلوه ، كما اطلعنا عليه كثيرا "، ونبهنا عليه " في مواضع كثيرة"
یعنی ایک ماہر فن کو چاہئے کہ وہ غورو فکر کرے ، تاکہ ایک راوی کے متعلق مدح و قدح کے جو وجوہات ہیں، اس پر مطلع ہو سکے، جن سے پہلے وال؟

پوسٹ میں کچھ چیزیں رہ گئی ہیں ان کو یہاں سے جاری کرتا ہوں ....

جن سے پہلے والے لوگ غافل تھے، جیسا کہ ہم نے کئی بار بیان کیا ہے، اور کئی مقامات پر خبردار کیا ہے۔
لہٰذا صرف متاخرین کی خطاؤں کے تذکرے سے یہ ثابت کرنا ہی سراسر بکواس ہے کہ ان کی جرح و تعدیل میں کوئی اہمیت نہیں۔ یہ میں نے اصولی بات کی ہے، اب اپنے تمام حوالوں پر اس کو لاگو کرو تو آپ کے حوالوں میں کیا بچتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔

آپ نے کہا

امام عجلی کے بارے میں مزید تحقیق کہ وہ ہرگز ہرگز متساہل نہیں اور چودھویں صدی) سے قبل کسی نے ان کو متساہل نہیں کہا۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب کے بقول(ہمارے علم کے مطابق چودھویں صدی ہجری سے پہلے کسی عالم نے امام عجلی کو متساہل نہیں کہا بلکہ سب کا ان کی توثیق و تعریف پر اجماع ہے) ۔ صفدی نے ان کی کتاب کی تعریف کی اور اس پر الزام تساہل نہیں لگایا بلکہ ان کے قوی حفظ پر دلیل قرار دیا اور وہ قول نقل کیا کہ ان مقام احمد بن حنبل اور ابن معین جیسا ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت۔أَحْمد بن عبد الله بن صَالح أَبُو الْحسن الْكُوفِي الْعجلِي الْحَافِظ الزَّاهِد نزيل طرابلس الغرب روى عَنهُ ابْنه صَالح بن أَحْمد كِتَابه فِي الْجرْح وَالتَّعْدِيل وَهُوَ كتابٌ مُفِيد يدل على إِمَامَته وسعة حفظه قَالَ عَبَّاس الدوري كُنَّا نعده مثل ابْن حَنْبَل وَابْن معِين ۔ الوافي بالوفيات، جلد ۷ ص 51 طبع بیروت۔ ابن عماد الحنبلی بھی بعینہ یہی بات فرماتے ہے:
أحمد بن عبد الله بن صالح أبو الحسن العجلي الكوفي نزيل طرابلس المغرب وصاحب التاريخ والجرح والتعديل وله ثمانون سنة نزح إلى المغرب أيام محنة القرآن وسكنها روى عن حسين الجعفي وشبابة وطبقتهما قال ابن ناصر الدين كان إماما حافظا قدوة من المتقنين وكان يعد كأحمد بن حنبل ويحي بن معين وكتابه في الجرح والتعديل يدل على سعة حفظه وقوة باعه الطويل
(لہذا ان تینوں علماء کے اقوال سے عجلی کی طرف تساہل کے الزام کا رد ہوتا ہے۔

اس کا جواب تین طرح سے دیتا ہوں۔

اولاً : علامہ زبیر علی زئی کا یہ قول لائق التفات نہیں کہ سب کا ان کی تعریف و توثیق پر اجماع ہے، کیونکہ متساہل پر اس کے توثیق یا تعریف کے حوالے سے اعتراض نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے تساہل کی بنیاد پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا شمار امام احمد بن حنبل اور ابن معین میں شمار ہوتا ہے، تو اس سے دو امور مراد ہو سکتے ہیں۔ یا تو امام عجلی جرح و تعدیل میں امام احمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین کی طرح ہوں، اور یہاں صورتحال ایسی نہیں۔ پھر جس تعداد میں امام احمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین کے اقوال جرح و تعدیل کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں، اس کے مقابلے میں علامہ عجلی کے اقوال ہی بہت کم تعداد میں نقل کئے گئے ہیں۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ اور ہم نے پوری تحقیق پیش کی ، جس سے بالکل اس بات کی نفی ہوتی ہے۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ علامہ عجلی کو امام احمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین کی طرح احادیث حفظ تھیں، تو جواب یہ ہے کہ امام ترمذی بھی اسی پائے کے عالم تھے، لیکن اس کے باجود ان کے تساہل کو تسلیم کیا گیا ہے

رہا یہ اعتراض کہ علامہ عجلی کے تساہل کی نشاندہی کیوں نہیں کی گئی، تو جواب یہ ہے کہ اگر ان کی کتاب کو ایسی ہی قبولیت ملتی جیسا کہ دیگر کتب کو قبولیت ملی تو لازماً علماء اس بات کی طرف اشارہ کرتے۔ کتب تراجم میں ان کی کتاب پر تبصرہ ہی بہت کم کیا گیا ہے۔

اس کے بعد شیعہ مناظر نے ہمارے پیش کردہ 27 راویوں میں سے تین کے متعلق دیگر ائمہ سے توثیق لاکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام عجلی کا تساہل ثابت نہیں۔
اور جب ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے مدمقابل نے یہاں پر بھی خانہ پری کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے جن تین راویوں کی توثیقات لائیں، تو وہ بھی (تین) ابن حبان اور (ایک) امام ترمذی سے (اور وہ بھی روایت کی تحسین)۔ اور پھر فخر سے کہتے ہیں کہ "امام عجلی کا تساہل کہاں ہے"؟
اس کے بعد ہم اس پر مزید کہتے ہیں کہ علامہ عجلی سے عطیہ العوفی کی توثیق اصح نسخے میں موجود نہیں۔ کیونکہ
اولا : عطیہ العوفی امام ہیثمی کے نسخے میں نہیں، جس کو اس کتاب کے محقق "عبد العظیم البستوی" نے "ادق في الترتيب واقرب الى الصحة" قرار دیا ہے۔
ثانیا : عطیہ العوفی کے متعلق ابن حجر عسقلانی نے عجلی کی توثیق نقل نہیں کی، حالانکہ ان کو بھی یہ کتاب پہنچی تھی۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی عجلی کی کتاب میں عطیہ کی توثیق موجود نہیں۔
ثالثا : امام ہیثمی نے خود دو نسخوں پر اعتماد کیا، لیکن اس کے باوجود عطیہ العوفی کا تذکرہ نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ عطیہ العوفی معتبر نسخوں میں نہیں ہے

رابعاً : اس کتاب کے محقق عبد العظیم البستوی نے عطیہ العوفی کے متعلق صراحت کی ہے، کہ اس کا تذکرہ فقط امام سبکی کے نسخے میں ہے، لہٰذا عطیہ العوفی کو بریکٹ میں بند کیا ہے، اور حاشیے میں کہا ہے کہ یہ زیادت ہے جوکہ امام سبکی کے نسخے میں ہے۔
خامساً: اس کتاب کے ایک اور محقق عبد المعطي أمين قلعجي نے امام ہیثمی کے نسخے کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ان کی جانب سے چھاپ شدہ مطبوعے میں عطیہ العوفی کا کوئی تذکرہ نہیں۔
سادساً: یعنی حافظ ہیثمی، ابن حجر عسقلانی،محقق عبدالعظیم البستوی اور محقق عبد المعطی امین قلعجی کے نزدیک اصح نسخے میں عطیہ العوفی کا کوئی وجود نہیں۔
پس یہ بات ہرگز یقینی نہیں کہ آیا امام عجلی نے واقعی عطیہ العوفی کی توثیق کی ہے یا نہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے نہیں کی، کیونکہ اصح نسخوں میں عطیہ العوفی کا تذکرہ موجود نہیں

پھر آپ نے فرمایا

ہم نے جو علم منطق سے دلائل پیش کئے تھے آپ نے ان میں سے ایک بھی جواب) نہیں دیا، یہ استقراء ناقص ہے یا اگر اچھے الفاظ میں کہوں تو یہ تمثیل منطقی ہے جو قیاس فقہی جیسا ہوتا ہے یعنی یہ کہ بعض علل کو اپنی طرف سے خود کشف کیا جائے (جو اگرچہ خود منصوص نہ ہو) اور اس جزئی کا اطلاق کلی پر کیا جائے، ہمارے پڑھنے والے شاید پریشان ہوجائیں تو ایک مثال سے سمجھا دیتا ہوں۔ کہ زکات اگر سونا، چاندی، گائے، اونٹ وغیرہ کی ایک مقدار پر واجب ہے تو شرع نے فقط ان موارد کا ذکر کیا ہے اور علت (جو مصلحت اور وجہ سے مختلف ہے چونکہ جہاں علت ہوگی وہاں معلول ہونا ضروری ہے) کا ذکر نہیں کیا تو ایک محقق صاحب آئیں اور خود اپنی طرف سے کوئی علت نکال لیں کہ یہ فلاں فلاں وجہ ہے جو منصوص نہ ہو اور اس کو ہر چیز پر قرار دے دیں جیسے کپڑوں کی ایک خاص مقدار، آنگھوٹیوں کی ایک خاص مقدار تو اس کو تمثیل منطقی کہتے ہیں کہ جو چیز جزئی طور پر نظر آئے اس کو آپ کلیہ قرار دے دیں۔۔۔ یہی غلطی ارمان اینڈ کمپنی کررہی ہے۔ اور علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں باقی لسٹ کی اوقات تو اوپر ہم نے بتائی ہی دی۔ اور خود مقبول کہتے تو مقبول خود ابن حجر (کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

ہم نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا، اور اب بھی آپ کو کہتے ہیں، کہ آپ نے جو امام ابو حنیفہ کے شیوخ ہونے کی بنا پر یا امام بخاری کے سکوت سے عطیہ العوفی کے ضعف کو وثاقت میں بدلنے کی کوشش کی ہے، تو یہ سب استقراء ہی پر مبنی ہیں۔ اس کو آپ آڑے ہاتھوں قبول کر رہے ہیں، اور ہم اسی اصول کے تحت آپ کو جواب دیں تو آپ کو ہضم نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہم جس استقراء سے دلیل پکڑ رہے ہیں، وہ استقراء التام ہے، اور آپ جس استقراء سے دلیل پکڑ رہے ہیں، وہ استقراء ناقص کے زمرے میں آتا ہے۔
ہم نے جس استقراء سے دلیل پکڑی ہے، اس میں تمام جزئیات کا کلی احاطہ کیا گیا ہے، اور آپ نے جس استقراء سے دلیل پکڑی ہے، اس میں چند جزئیات کو دیکھ کر تمام پر فیصلہ صادر کیا گیا ہے، اور آپ پر افسوس ہے کہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ ہم استقراء ناقص کی بنا پر بات کر رہے ہیں۔

آپ نے کہا
ارمان صاحب، ادھر بھی آپ فحاش غلطی کررہے ہیں اور تدلیس کا الزام مجھے دے رہے) ہیں، ایک مفہوم ہے اور دوسرا مصداق، منطق میں ان دونوں کا اطلاق مختلف ہوتا ہے۔ جیسے ناطق اور انسان دو الگ مفہوم ہیں لیکن اس کا اطلاق ایک ہی مصداق پر کیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی ابن حجر کا حال ہے کہ ہم اس کے منکر نہیں مقبول اور حسن الحدیث دو الگ مفہوم ہیں لیکن مصداق تو خود ابن حجر کی تعلیقات کے مطابق ایک ہے میں اتنی آسان مثال دی تھی کہ ایک راوی کے بارے میں حافظ مقبول کہتے ہیں اور اس ہی کی روایت سند حسن کہتے ہے پھر غور کیجئے سند حسن۔ چنانچہ میں نے ایک مثال نقل کی تھی جس پر آپ نے ہرگز بات نہیں کی نہ ہی تبصرہ کیا اب میں ایک اور مثال دیتا (ہوں۔
آپ پر افسوس ہے، ہم آپ کو ابن حجر کا اپنا قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں
من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله وإليه الإشارة بلفظ مقبول حيث يتابع وإلا فلين الحديث
جس کی احادیث بہت ہی کم ہوں، اور اس کے بارے میں ایسی جرح ثابت نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی حدیث ترک کی جائے، تو اس کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اس کی متابعت کی جائے، اور اگر اس کی متابعت نہ کی جائے تو وہ حدیث میں کمزور ہو گا۔
اور آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فلاں راوی کو مقبول کہا، اور اس کی حدیث کو حسن کہا۔ آپ پورا جواب دیں، کتر وبیونت سے کام نہ لیں۔ آپ کو میں نے ابن حجر کا جو قول نقل کیا ہے، وہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ بعض ایسے راوی ہیں جن کی احادیث بہت کم ہیں، اور ان کے بارے میں جرح ثابت نہیں ہے، (اور یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن حجر کو معتدل عالم کی توثیق بھی اس راوی کے بارے میں نہیں ملی ہوتی) ، تو ایسے راوی کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، اور وہ بھی اس صورت میں جب اس کی متابعت کی جائے۔

اب آپ پھر وہی پرانا حوالہ پیش کر کے ہماری دلیل کا جواب دیئے بغیر ہی اپنا مدعی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ایسے ہوگا نہیں۔ اور آپ تو اکثرو بیشتر ایسے ہی کر رہے ہیں،ہمیں وہ تمام دلائل یاد ہیں جن کا آپ نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔ آگے دوڑ پیچھے چھوڑ کی پالیسی سے آپ کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ہم مناظرے کے اختتام پر سارے دلائل پیش کریں گے، جن کا جواب آپ نہ دے سکے۔
اور آپ کی اپنی حالت تو یہ ہے کہ ہم آپ کے دلائل کا دو دو تین تین بار جواب دیتے ہیں، اور کبھی تو دوسری بار اورکبھی تیسری بار بھی آپ بات کی سمجھ نہیں آتی، اور وہی پرانے حوالے دوبارہ چھاپ دیتے ہیں جن کا جواب دیا جا چکا ہوتا ہے۔

باقی آپ نے یہ کہا کہ ابن حجر نے فلاں مقبول راوی کی منفرد روایت کو حسن کہا ، تو اولاً ابن حجر نے اپنا اصول بتلا دیا ہے، آپ نے اس کا جواب دیا نہیں، جبکہ آپ پر اس کا جواب دینا قرض ہے، ثانیاً ابن حجر نے وضاحت کر دی ہے کہ اگر مقبول راوی کی حدیث کی متابعت ہو تو حسن مان لو، ورنہ لین الحدیث سمجھ لو۔ لہٰذا ہماری طرف سے یہی جواب کافی ہے۔ ثالثاً آپ ابن حجر سے ثابت تو کریں کہ یہ مقبول راوی اس روایت میں متفرد ہیں، اور رابعاً اگر راوی متفرد ثابت ہو جائے تو ہمارے دوسرے قول کی طرف رجوع کریں۔

آپ نے کہا

جواب: بھائی میں منطقی انداز میں بات کو لکھ دیتا ہوں تاکہ سمجھ آجائے 1، عطیہ پر) عجلی کی لیس بالقوی کی جرح ہے 2، ہر وہ راوی جس پر عجلی کی لیس بالقوی کی جرح ہو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، نتیجتہ کہا گیا عطیہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ ہمارا اعتراض کبریٰ پر تھا یعنی شق نمبر 2 پر اور اس کا نقص ہم نے پیش کیا کہ ایک راوی صحیح مسلم کا ہے جس سے احتجاج کیا گیا (استشہاد نہیں جیسے آپ پہلے احمقانہ طریقہ سے کہنا چاہتے تھے) تو اگر وہ اس جرح کے باوجود اس کی روایات قابل استدلال ہیں تو پھر عطیہ نے کیا گناہ کیا۔ اور یوں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ وہ اثبات (میں سے نہیں اگرچہ ثقہ ضرور ہے۔

آپ خوب مناظرے جیتے گے اگر یہی فرسودہ طریقہ کار اپناتے رہے۔ ہم نے کہا تھا کہ متساہل امام بھی عطیہ العوفی پر لیس بالقوی کی جرح کرے ، تو عطیہ کی حالت کا خود ہی اندازہ لگا لو۔ ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس جرح کے نتیجے میں اس متساہل امام کے نزدیک عطیہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوگیا، بلکہ یہ کہا کہ متساہل امام بھی عطیہ کے بارے میں لیس بالقوی کہہ رہا ہے، اور متساہل امام کی جانب سے بھی یہ الفاظ عطیہ کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ فتدبر

پھر آپ نے ایک راوی کا تذکرہ کیا، جس کے بارے میں عجلی نے لیس بالقوی کے الفاظ کہے، اور امام مسلم نے اس سے روایت لی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ میری بات کو سرے سے سمجھے ہی نہیں ورنہ یہ دلیل پیش نہ کرتے۔ کیونکہ میری دلیل یہ تھی کہ عطیہ پر اوروں نے خوب جرح کی ہے، اور آپ کے پاس جو تھوڑی بہت نام کی توثیقات ہیں، ان میں بھی عطیہ کے بارے میں ایسے الفاظ ہیں جو اتنے مثبت نہیں۔ باقی جس راوی سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا، اس کی توثیق کا درجہ اسی صحیح کا راوی ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ گیا، اگرچہ عجلی نے اس کے بارے میں لیس بالقوی کہا ہو، لیکن عطیہ العوفی کے بارے میں تو گن چن کر آپ جو چند دلائل میں سے یہ دلیل لا رہے ہیں، اس میں بھی لیس بالقوی کے الفاظ ہیں ۔ آپ دونوں راویوں کا موازنہ کر نے میں شدید غلطی کر رہے ہیں۔ اور فقط چند علماء کی جانب سے تعدیل پر مبنی اقوال کی بنا پر عطیہ کو ضعیف سے ثقہ بنانے میں شدید غلطی کر رہے ہیں، آپ آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ "وہ اثبات میں سے نہیں اگرچہ ثقہ ضرور ہے" حالانکہ اس پر جمہور کی جرح ہے۔ وہ ثقہ کیا خاک بنے گا

پھر آپ نے کہا

یہ قیاس ہے۔ کیونکہ خود ابوحاتم کی جرحیں صحیحین کے راویان پر ہیں تو کیا کہیں) (گے؟

قیاس تو خود آپ کر رہے ہیں ۔ ہم نے تو قطعی دلیل پیش کی ہے، جس کو آپ قیاس کے کھاتے میں ڈال کر رفع کرنا چاہتے ہیں۔ اور جہاں تک ابو حاتم کی صحیحین کے راویوں پر جرح کا تعلق ہے، تو یہاں معاملہ جرح و تعدیل کا بیان نہیں کرر ہا، بلکہ فقط "لیس بالقوی"

کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ اس کو آپ نے قیاس کے کھاتے میں ڈال کر کوئی جواب نہیں دیا، اور جس بات کا یہاں پر موقع نہیں، اسکا تذکرہ کر دیا۔ اس کو آپ جواب کہتے ہیں؟

پھرآپ نے فرمایا
(لہذا جناب اب جھوٹ کے پلندے مت پھینکئے گا کیونکہ آپ خود اپنے اصولوں کو لیکر اضطراب کا شکار ہیں اور نہ ہی آپ اصطلاحات کا علم رکھتے ہیں کیونکہ جو جرح قابل اعتماد ہی نہیں آپ اسکو پکڑے بیٹھے ہیں۔باقی آخری حوالہ بھی لیتے جائیں زبیر علی زئی کا کہ وہ لکھتے ہیں کہ عجلی کے تساہل پر کوئی دلیل نہیں۔)
آپ زبیر علی زئی کا حوالہ اپنے پاس رکھیں، کیونکہ علامہ البانی اور معلمی نے وضاحت کر دی ہے کہ علامہ عجلی متساہل ہیں۔ بہرحال اب تو خود علامہ عجلی سے عطیہ العوفی کی توثیق پر ہی شدید قسم کا سوالیہ نشان کھڑا ہو گیا ہے، آپ پہلے اس کا تو جواب دیں۔ باقی علامہ عجلی کے تساہل پر ہماری پیش کردہ تحقیق زبردست دلیل ہے جس کا جواب آپ سے ابھی تک نہ بن پایا۔

آپ نے کہا
(ارمان صاحب بڑے طمطراق سے یہ پیش کررہے ہیں کہ چونکہ عطیہ پر جمہور کی جرح موجود ہے تو عطیہ ضعیف الحدیث ہے۔ منطقی حوالہ سے اس کا استدلال کچھ یوں بنتا ہے۔1، عطیہ پر جرح جمہور نے کی جرح کی ہے 2، ہر وہ راوی جس پر جمہور کی جرح ہو وہ ضعیف الحدیث ہے 3۔نتیجہ عطیہ ضعیف الحدیث ہے)
یہ نیم منطقی انسان جو یہ سب کچھ لکھ رہا ہے، اپنے منطق سے سورج کو انڈا اور انڈے کو چاند ثابت کرتا رہتا ہے، اس کے غیر منطقی دلائل سے نتائج اخذ کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہمارے استدلال کی ترتیب یوں بنتی ہے۔
1 ۔ عطیہ پر جمہور نے جرح کی ہے۔ 2۔ عطیہ پر جرح مفسر بھی موجود ہے، اور جرح مبہم بھی موجود ہے۔ 3 ۔ ہر راوی جس کی عدالت ثابت نہ ہو، اس کے متعلق جرح مبہم بھی تسلیم کی جائے گی۔ 4۔ عطیہ کی عدالت ثابت نہیں ہے۔ 5۔ عطیہ ضعیف ہے۔
اب آپ اپنے منطقی گھوڑے دوڑائیے ، اور اپنے ممدوح کو اپنے منطق کی مدد سے بچا لیں اگر بچا سکتے ہیں۔ آپ صغری کبری ملائیں، تب تک ہم آپ کے ممدوح کی مزید خبر گیری کرتے ہیں۔

پھر ہم نے کہا کہ طبری کی اصل کتاب کا حوالہ دیا جائے، تو اس کے متعلق قسور فرماتے ہیں

پھر آپ نے کہا
(جواب: بہرحال اصل کتاب 'ذیل المذیل من تاریخ الصحابة والتابعین' ہی ہے جو بقول محققین طبری ہی کی کتاب ہے، اور اس ہی کا حوالہ ہم نے دیا ہے (یعنی اس سے منتخب شدہ کا)۔ (ملاحظہ ہو الاعلام جلد 8 ص 309) چنانچہ یہی طبری کی کتاب اصل ہے جو فی الحال ہمارے پاس موجود نہیں تو اس ہی کے منتخب نسخہ جو منسوب ہے طبری کی طرف اس سے استدلال کیا ہے۔)
ہم پھر عرض کرتے ہیں، ہمیں منتخب سے کوئی سروکار نہیں۔آپ کے پاس امام طبری کی اصل کتاب ہے تو پیش کریں۔

آپ نےکہا

طحاوی کا قول پھر سے پڑھیں واضح طور پر لکھا ہے جس کا ترجمہ بالکل غلط کیا آپ)
نے۔ وإقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم بما يصح به مثله من .. اس کتاب میں ان
(دلائل سے حجت قائم کروں گا جو میرے نزدیک صحیح ہوں
جناب آپ کا ترجمہ سراسر غلط ہے۔ دیکھئے پوری عبارت پڑھئے۔ امام طحاوی فرما رہے
ہیں
أذكر في كل كتاب منها (میں اس تصنیف کی ہر کتاب میں ذکر کروں گا) ما فيه من الناسخ
والمنسوخ (جن میں ناسخ و منسوخ بھی شامل ہیں) وتأويل العلماء (اور علماء کی
تاویلات بھی شامل ہیں) واحتجاج بعضهم على بعض(اور بعض علماء کا دیگر علماء کے
خلاف دلائل سے احتجاج) وإقامة الحجة (اور حجت کا قیام) لمن صح عندي قوله (جس کا
قول میرے نزدیک صحیح ہو) منهم (ان میں سے کسی عالم کا) بما يصح به مثله (جیسے
کہ صحیح ثابت ہواسی کی طرح کا قول) من كتاب أو سنة (کتاب یا سنت سے) أو إجماع
(یا اجماع سے) أو تواتر من أقاويل الصحابة (یا صحابہ کے اقوال میں تواتر سے) أو تابعيهم
((یا پھر ان کے تابعین میں سے
آپ کہہ رہے ہیں کہ وإقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں
نے اس کتاب میں صرف صحیح روایات نقل کی ہیں، حالانکہ سراسر غلط ہے۔ اس سے تو
یہ مراد ہے کہ امام طحاوی فرما رہے ہیں میں اس کتاب میں اس عالم کے قول کو حجت
سے قائم کروں گا، جس کا قول میرے نزدیک صحیح ہو۔
اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ اس کتاب کی تمام روایات صحیح ہوں، کیونکہ بعض اوقات
حجت کے طور پر کئی روایات پیش کی جاتی ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ اس باب میں
سب ہی صحیح ہوں، اور خاص طور پر یہ کہ وہ صحیح لذاتہ بھی ہوں۔ یہ تو آپ قیاس مع
الفارق سے کام لے رہے ہیں، اور اس سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے

آپ نے کہا
اب اس ہی طحاوی کا ایک اور حوالہ لیجئے طحاوی اپنی کتاب شرح مشکل الاثار کے)
:مقدمہ میں لکھتے ہیں
قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَإِنِّي نَظَرْتُ فِي الْآثَارِ الْمَرْوِيَّةِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَسَانِيدِ الْمَقْبُولَةِ
, الَّتِي نَقَلَهَا ذَوُو التَّثَبُّتِ فِيهَا وَالْأَمَانَةِ عَلَيْهَا , وَحُسْنِ الْأَدَاءِ لَهَا
ابوجعفر طحاوی کہتے ہے: میں نے ان اثار (روایات) کو دیکھا جو رسول ص سے مروی ہیں
اسانید (سند کی جمع) مقبولہ (قبول کرنے کے لائق) کے ساتھ جن کو ثبت (حفظ) کے
حامل افراد نے نقل کی اور نہایت ستھری امانت اور صحیح ادائگی کے ساتھ نقل کی۔
(حسن ادا ضبط پر دلالت کرتا ہے۔شرح مشکل الآثار جلد 1، ص 7، طبع موسستہ
(الرسالتہ۔
میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام راوی ثقہ ہونگے۔
اولاً : امام طحاوی فرما رہے ہیں (وانی نظرت فی الآثار المرویۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم)
یعنی میں نے ان احادیث کا مطالعہ کیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول
ہیں۔۔۔ یہاں سے یہ دلیل پکڑنا ہی غلط ہے کہ امام طحاوی نے فقط صحیح احادیث ہی اس
کتاب میں لکھی ہونگی۔
ثانیاً: یہاں پر صرف اسانید مقبولہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اس میں ایسے راوی بھی
موجود ہو سکتے ہیں جن کی احادیث صرف متابعات و شواہد میں پیش ہو سکتی ہے۔ لہٰذا
اس قول سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔
ثالثاً: ہم آپ کے علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں، اور آپ ہمیں بتائیں کیا آپ اپنی کتب کے
تمام راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہیں یا نہیں۔
:کلینی اپنی کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں
وقلت: إنك تحب أن يكون عندك كتاب كاف يجمع [فيه] من جميع فنون علم الدين، ما
يكتفي به المتعلم، ويرجع إليه المسترشد، ويأخذ منه من يريد علم الدين والعمل به بالآثار

الصحيحة عن الصادقين عليهم السلام والسنن القائمة التي عليها العمل، وبها يؤدي فرض الله عز وجل وسنة نبيه صلى الله عليه وآله، وقلت: لو كان ذلك رجوت أن يكون ذلك سببا " يتدارك الله [تعالى] بمعونته وتوفيقه إخواننا وأهل ملتنا ويقبل بهم إلى مراشدهم.

اور تم نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ ایک ایسی کتاب تمہارے پاس ہو کہ جس میں دینی علوم کے جمیع فنون شامل ہوں جو کہ ایک طالبعمل کی کفایت کریں، ہدایت دینے والے کیلئے مرجع کا کام ادا کرے، اور جسے وہ شخص استعمال کرے جو دینی علوم سیکھنا چاہتا ہو اور سچے آئمہ علیہم السلام کے آثارِ صحیحہ اور سننِ قائمہ پر عمل کرنا چاہتا ہو جس پر لوگ عمل کرتے ہوں اور جس کے ذریعے فرائض اور سنت کی ادائیگی ممکن ہو۔

اس کے بعد کلینی کہتا ہے :
وقد يسر الله وله الحمد تأليف ما سألت وأرجو أن يكون بحيث توخيت

اللہ تعالٰی نے میرے لئے آسان بنا دیا ہے کہ میں ایسی کتاب کی تالیف کروں جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ اور میں پر امید ہوں کہ یہ کتاب تمہاری منشا کے مطابق ہوگی۔

ابن بابویہ القمی اپنی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" کے مقدمے میں فرماتے ہیں

ولم أقصد فيه قصد المصنفين في إيراد جميع ما رووه، بل قصدت إلى إيراد ما أفتي به وأحكم بصحته وأعتقد فيه أنه حجة فيما بيني وبين ربي

میں نے اس کتاب میں یہ ارادہ نہیں کیا کہ وہ سب کچھ بیان کر دوں جو انہوں نے روایت کی ہے جیسے کہ مصنفین کرتے ہیں، بلکہ اس کتاب میں میں نے وہی کچھ لکھنا کا ارادہ کیا ہے جس پر میں فتوی دیتا ہوں اور جس کی صحت کے متعلق میں حکم لگاتا ہوں اور جس کے متعلق میرا اعتقاد ہے کہ وہ میرے اور میرے رب کے درمیان حجت ہے۔

آپ ان دو کتب کے متعلق فرما دیں کہ انکی تمام احادیث صحیح ہیں، اور ان کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ جب آپ یہ مان لیں گے ،تو ہم آ پکے دلائل پر غور و فکر کریں گے۔ اب گیند آپ کے کورٹ میں ہے

آپ نے کہا

جواب: ہم نے کتاب اعلاء السنن کی تعریف دکھا دی کتنے علماء اور یہ بھی کہ یہ مرجع) ہوگی اختلافات میں اور اس سے بڑھ کر احناف کے متاخرین علماء کا اسے استدلال کے دلائل بھی دئیے گئیں ہیں، چنانچہ یہ بات آپ ان کو سمجھائیں مجھےنہیں۔ اور باقی (شیعہ راویان پر جب بات آئے گی تو وہ بھی دیکھ لیں گے۔

تعریف تو ہم بھی الکافی اور من لا یحضرہ الفقیہ کی بیان کریں گے، تو صفحات پر صفحات کالے ہو جائیں گے۔ اور آپ شیعہ راویوں پر بات بعد میں نہ کریں، ہم نے بحث چھیڑ دی ہے۔ اب اس کو نبھیڑ لو اگر ہمت ہے۔

آخر میں ہم چند مزید وضاحت کر دیتے ہیں۔
جرح مفسر کب درکار ہوتی ہے، اس کے حوالے سے ہم نے پچھلی دفعہ امام بیہقی کا قول نقل کیا تھا، اب "اتحاف النبیل" سے اس پر مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔

س 113 : اذا تعارض جرح مفسر مع تعديل ، فقد قالوا : الجرح مقدم على التعديل ، فهل اذا كان الجرح مجملاً يقدم التوثيق؟
ج : هناك من يقول : ان الرجل اذا ثبتت له منزلة الثقة فلا يزحزح عنها الا بامر جلي وهو تفسير الجرح وهذا يحمل على من اشتهر توثيقه فمن تكلم فيه بعد ذلك فلا يسلم له الا بامر جلى واضح اما من اختلف في توثيقه و تضعيفه, كان يقول ابن معين : ثقة , ويقول أحمد : ضعيف , فلا تتنزل هذه القاعدة, وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا, لِمَا مع الجارح من زيادة علم, فلا يلزم من ذلك ان يقدموا التعديل, ويهدروا الجرح , لانه مجمل
سوال : جب جرح مفسر اور تعدیل میں تعارض پیدا ہو جائے، تو بعض کہتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی، پس کیا جرح مجمل کو بھی توثیق پر فوقیت دی جائے گی؟
جواب : بعض کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی ثقاہت ثابت ہو جائے، تو اس کو سوائے امر جلی کے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ جرح مفسر ہی ہے، اور یہ قاعدہ اس شخص پر محمول ہو گا جس کی وثاقت مشہور ہو، تو اگر اس کے بعد اس پر کوئی اعتراض کیا جائے تو سوائے امر جلی (یعنی جرح مفسر) کے کوئی چیز نہیں تسلیم کیا جائے گا، لیکن جس کی توثیق اور تضعیف میں اختلاف پیدا ہو جائے، مثلا ابن معین کہے کہ ثقہ ہے، اور امام احمد کہے کہ ضعیف ہے، تو یہ قاعدہ یہاں پر لاگو نہیں ہو گا، ایسی صورت میں علماء جرح کو تعدیل پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ جرح کرنے والے کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے ، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعدیل کو فوقیت دی جائے، اور جرح کو اس وجہ سے رد کر دیا جائے کہ وہ مجمل ہے۔
إتحاف النبيل بأجوبه اسئله علوم الحديث و العلل و الجرح و التعديل، ص 253

عطیہ العوفی پر جرح مفسر بھی موجود ہے۔
امام دارقطنی فرماتے ہیں :
وَعَطِيَّةُ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ
اور عطیہ مضطرب الحدیث ہے۔
العلل الواردة في الأحاديث النبوية، ج 11، ص 290

علامہ ابوالحسن مصطفی بن اسماعیل اپنی کتاب "شفاء العليل بالفاظ وقواعد الجرح والتعديل" میں فرماتے ہیں
فلان سیء الحفظ , فهذا جرح مفسر .... وكذا قولهم فلان مضطرب الحديث هو جرح مفسر
یعنی اگر کسی راوی کے متعلق کہاں جائے کہ فلاں سیئ الحفظ ہے، تو یہ جرح مفسر شمار ہوگی ۔۔۔ اور اسی طرح اگر ائمہ کسی کے بارے میں مضطرب الحدیث کہہ دیں ، تو یہ بھی جرح مفسر ہی شمار ہوگی۔
شفاء العليل بالفاظ وقواعد الجرح والتعديل ، ج 1 ، ص 523

لہٰذا عطیہ العوفی پر دو مفسر جرحیں ہیں۔ ایک سیئ الحفظ کی جرح، اور ایک مضطرب الحدیث کی جرح

عدالت ثابت ہونے سے کیا مراد ہے۔
محمد خلف سلامہ فرماتے ہیں:
معنى قولهم (فلان ثبتت عدالته) أنه انتهى التحقيق إلى ترجيح كونه عدلاً

علماء کا یہ قول (فلاں کی عدالت ثابت ہو چکی ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ تحقیق سے یہ بات راجح قرار پائی ہے کہ ایسا شخص عادل ہے۔
لسان المحدثین، 3/4
عدالت ثابت ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ایسے شخص کو ایک دو تین علماء نے ثقہ یا صالح قرار دیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کی عدالت تحقیق سے تضعیف کے مقابلے میں راجح قرار پائی ہے۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:
فالرجل إذا ثبتت عدالته لم يقبل فيه الجرح الا إذا كان مفسرا بأمر قادح
اور جس کی عدالت ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں جرح قبول نہیں کی جائے گی، سوائے مفسر جرح کے جو کہ اس کی عدالت کو گرا دے۔
فتح الباری، ج 1 ص 189
پس یہاں مراد یہ ہے کہ جرح مفسر اس شخص کے متعلق مانگی جائے گی جس کی عدالت ثابت ہو جائے، اور جس کی عدالت ثابت ہی نہ ہو، بلکہ جس کے متعلق جرح ہی ثابت ہو، تو ایسے شخص کے واسطے جرح مفسر مانگنا ہی غلط ہے۔

خیر طلب کے اپنے اصول کیا ہیں، ملاحظہ کریں۔
امام جعفر کے قول (ولدنی ابوبکر مرتین) کے حوالے سےایک روایت کے متعلق خیر طلب فرماتے ہیں
اس روایت کی بعض اسناد کو ضعیف قرار دیتے ہیں تو فرماتے ہیں ---روایت نمبر 1 : --- اسکی سند میں حفص بن غیاث ہے جن کا جعفر بن محمد (امام صادق) سے روایت کرنا منکر روایت کے ضمرے میں آتا ہے۔ لہٰذا ایسی جھوٹی منکر روایت سے استدلال کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

روایت نمبر 2 : --- اسکی سند میں اسماعیل بن محمد بن فضل ہے جو ابن عساکر کے شیوخ میں سے تھا جس کا حافظہ کمزور ہے تھا بقول ابن عساکر اور ابو سعد --- کمزور حافظہ یقیناً غیر شیعہ مناظرین کیلئے بہت بڑی جراح ہے (اگر ثبوت درکار ہو تو دے دیا جائے گا) لہٰذا یہ دلیل حجت نہیں۔

حالانکہ دونوں کے متعلق صرف یہ لکھا ہے کہ انہوں نے اسماعیل بن محمد کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے، اور ان کا حافظہ کمزور ہو چکا تھا۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس سے پہلے ابن عساکر نے اسے دیکھا نہیں۔ اور ابو القاسم اسماعیل بن محمد اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے، اور امام سیوطی نے طبقات المفسرین میں علامہ سمعانی سے ابو القاسم اسماعیل کے متعلق "عديم النظير لا مثل له في وقته" جیسے الفاظ نقل کئے ہیں۔

اب شیخ الاسلام ابو القاسم اسماعیل اگر عمر رسیدہ ہو جائیں، اور اس کی وجہ سے ان کے حافظے میں کمی آ جائے، تو اس کو خیر طلب سخت جرح قرار دیتے ہوئے ضعیف کے درجے تک پہنچا دیتے ہیں، اور اس کے متعلق توثیق کی طرف التفات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، لیکن میں عطیہ العوفی کے متعلق سیئ الحفظ یعنی برے حافظے والا جیسے الفاظ نقل کر رہا ہوں، تو مناظر صاحب کو پروا بھی نہیں ہوتی۔یہ دوہرا معیار دیکھئے اور یہ دعوے دیکھئے

پھر خیر طلب نے ایک اور مقام پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق امام جعفر کے قول "ھما حبیبائی" یعنی وہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے حبیب ہیں" والی روایت کا رد کرتے ہوئے اسکی سند میں صرف ایک راوی مسور بن صلت پر کلام کیا، اور کہا

"اسکی سند میں مسور بن صلت ہے جس کو بخاری، احمد بن حنبل، ابو زعہ اور ابو حاتم نے ضعیف کہا اور نسائی نے متروک کہا۔۔جب یہی متروک ہے تو باقی سند کا کیا کہا جائے۔ امید ہے یہ جواب کافی و شافی ہے۔"

اب مسور بن صلت کے متعلق امام یحیی بن معین فرماتے ہیں "شیخ صدوق" دیکھئے المجروحین۔ نیز ابن حبان فرماتے ہیں "وأما يحيى فحسن القول فيه' یعنی امام یحیی بن معین اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ دیکھئے المجروحین۔

اب "دل پر ہاتھ رکھ کر" بتائیں کہ آپ نے مسور بن صلت پر کوئی جرح مفسر نہیں لائی، تو کیا مسور بن صلت کی حدیث حسن ہو گئی۔

پھر خیر طلب نے کتنی ہی الکافی کی روایتوں کا انکار کیا ہوا ہے، جبکہ شیخ کلینی خود فرماتے ہیں:
کلینی اپنی کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:
وقلت: إنك تحب أن يكون عندك كتاب كاف يجمع [فيه] من جميع فنون علم الدين، ما يكتفي به المتعلم، ويرجع إليه المسترشد، ويأخذ منه من يريد علم الدين والعمل به بالآثار الصحيحة عن الصادقين عليهم السلام والسنن القائمة التي عليها العمل، وبها يؤدي فرض الله عز وجل وسنة نبيه صلى الله عليه وآله، وقلت: لو كان ذلك رجوت أن يكون ذلك سببا " يتدارك الله [تعالى] بمعونته وتوفيقه إخواننا وأهل ملتنا ويقبل بهم إلى مراشدهم.

اور تم نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ ایک ایسی کتاب تمہارے پاس ہو کہ جس میں دینی علوم کے جمیع فنون شامل ہوں جو کہ ایک طالبعمل کی کفایت کریں، ہدایت دینے والے کیلئے مرجع کا کام ادا کرے، اور جسے وہ شخص استعمال کرے جو دینی علوم سیکھنا چاہتا ہو اور سچے آئمہ علیہم السلام کے آثارِ صحیحہ اور سننِ قائمہ پر عمل کرنا چاہتا ہو جس پر لوگ عمل کرتے ہوں اور جس کے ذریعے فرائض اور سنت کی ادائیگی ممکن ہو۔

اس کے بعد کلینی کہتا ہے :
وقد يسر الله وله الحمد تأليف ما سألت وأرجو أن يكون بحيث توخيت

اللہ تعالٰی نے میرے لئے آسان بنا دیا ہے کہ میں ایسی کتاب کی تالیف کروں جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ اور میں پر امید ہوں کہ یہ کتاب تمہاری منشا کے مطابق ہوگی۔

پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب ان کے مطابق صحیح روایتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن خیر طلب نے پھر بھی اس کتاب کی روایتوں کو ضعیف کہا ، اور ان سے انکار کیا۔
قارئین، یہ لوگ خود تو اپنے اصولوں پر ٹک نہیں سکتے، اورموضوع اور مقام کی مناسبت سے نت نئے اصول وضع کرتے رہتے ہیں۔ کیا اسی طرح عطیہ العوفی کی توثیق ثابت ہوگی؟ ہرگز نہیں

بحث کا خلاصہ

1 ۔ ابن معین کے قول میں تعارض کے متعلق ہم نے امام ابن ابی حاتم اور ابن شاہین کا اصول پیش کیا تھا۔ ایک اصول اس بارے میں تھا کہ جب تعارض ہو گا تو وہی قول مانا جائے گا جس کی موافقت دیگر ائمہ بالخصوص امام احمد کے قول کے ساتھ ہو۔ دوسرا اصول یہ تھا کہ اگر امام یحیی بن معین اور امام احمد کے اقوال میں اختلاف آ جائے، تو توقف کیا جائے گا۔ اس کا جواب آپ نے نہیں دیا۔

2 ۔ قاعدہ جلیلہ کے متعلق ہم نے عرض کیا تھا کہ وہ اس صورت میں لاگو ہو گا جب آپ ابن معین کے اقوال میں تطبیق دیں، جو ابھی تک آپ لا نہ سکے۔ "یکتب حدیثہ" کے الفاظ پر ہم نے تفصیلی بات کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ یہ الفاظ ضعف کی نشاندہی کرتے ہیں۔

3 ۔ آپ نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے خود کو ہی نقصان پہنچایا، جبکہ انہوں نے واضح طور پر عطیہ کو ضعیف کہا۔ لہٰذا اس کے بعد اگر وہ کسی روایت کو حسن کہے جس کی سند میں عطیہ ہو، تو اس کو حسن لغیرہ ہی سمجھا جائے گا الا یہ کہ آپ واضح طور پر سند کی تحسین ثابت کر دیں۔ بہرحال، ابن حجر کے حوالے سے ہم نے کئی حوالے پیش کئے، اور ثابت کیا کہ ان کے نزدیک عطیہ العوفی مکمل طور پرضعیف راوی ہے۔

4 ۔ آپ نے بحق السائلین والی روایت سے عطیہ العوفی کی توثیق کئی ائمہ سے ثابت کرنا چاہی، لیکن ہم نے ثابت کر دیا کہ اس روایت میں عطیہ کا کوئی تفرد نہیں۔ بلکہ اس کی دو دیگر اسناد بھی ہیں۔ اور جبکہ عطیہ کا تفرد موجود نہیں، لہٰذا آپ ہی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق عطیہ کی توثیق ثابت نہ ہوئی۔ لہٰذا ان سب ائمہ سے آپ کی عطیہ کی توثیق باطل ثابت ہوئی۔

5 ۔ آپ نےامام ابو داؤد کے سکوت سے عطیہ کی تحسین ثابت کرنا چاہی، جس کو ہم نے مکمل طور پر غلط ثابت کر دیا۔ اس حوالے سے امام ابو داؤد کے اپنے قول کی وضاحت بھی کر دی، اور امام ذہبی کا قول بھی بیان کر دیا۔

6 ۔ امام ترمذی کے متعلق ہم نے کئی باتیں کہیں، جس کا ابھی تک جواب نہیں آیا۔ اولاً ہم نے ان کے تساہل کو ثابت کیا، ثانیاً ہم نے ان کے اصولوں سے ثابت کیا کہ عطیہ کی روایت سے اس کے کثیر الخطا ہونے کی وجہ سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

7 ۔ آپ نے دوبارہ تعدیل کو جرح مبہم پر راجح قرار دینے کی بات کی، تو ہم نے اس حوالے سے امام بیہقی کا قول پہلے بھی پیش کیا تھا، اور اس بار کئی دیگر علماء سے یہ ثابت کیا ہے کہ تعدیل کو جرح مبہم پر فوقیت اس صورت میں ہوتی ہے جب راوی کی توثیق ثابت ہو، اور راوی کی توثیق ثابت ہونے سے مراد یہ ہے کہ تحقیق سے اس کی توثیق راجح قرار پائی ہو۔ اب اس کی عدالت جرح مفسر سے ہی گرے گی۔ آپ کے ممدوح کی عدالت ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا یہ قاعدہ اس پر لاگو نہیں ہوتا۔

8 ۔ آپ نے امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی ثقاہت کا تذکرہ کیا، تو میں نے علماء کے اقوال سے یہ بات ثابت کی کہ یہ بات ہرگز کلی نہیں ہے، اور اس کا ثبوت میں نے شیخ ابو غدہ سے پیش کیا۔ نیز احناف علماء کی جانب سےعطیہ پر جرح سے یہ بات ثابت کی کہ اس بات کو ہرگز کلی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

9 ۔ پھر آپ نے کہا کہ ہمارے مذہب میں بغیر علم کے مناظرے سے منع کیا گیا ہے، تو اس کا جواب ہم نے دے دیا ہے، اور گیند آپ کے کورٹ میں ہے۔

10 ۔ پھر آپ نے اجماع اور جمہور پر اپنی منطق جھاڑی تو ہم نے آپ کی کتب سے حوالے دیئے کہ کس طرح آپ کے علماء نے اختلاف کے باوجود بعض امور پر اجماع کا دعوی کیا۔ اور اس دعوے کو نقل کرکے راویوں کو ثقہ قرار دینے والوں میں آپ کے جگری دوست خیر طلب بھی شامل ہیں۔

11 ۔ پھر آپ نے متاخرین کی جرح کو رد کرنے کے اصول کا تذکرہ کیا، اور اس کی دلیل میں عقلی گھوڑے دوڑائے، لیکن ان عقلی گھوڑوں کو ہم نے آپ ہی کے علماء کے اقوال کی روشنی میں لگام دی۔ اب آپ ان عقلی گھوڑوں کو سنبھال کر رکھ لیں۔

12 ۔ پھر آپ نے امام عجلی کے تساہل کا انکار کیا، اور اس پر تحقیق کو بھی رد کر دیا، بہرحال ہم نے نہ صرف تساہل ثابت کیا، بلکہ یہ بھی ثابت کیا کہ ان کی کتاب کے صحیح ترین نسخوں میں عطیہ العوفی کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ لہٰذا یہاں پر بالجزم نہیں کہا جا سکتا کہ عطیہ ان کے نزدیک واقعی ثقہ ہے یا نہیں۔

13 ۔ پھر آپ نے امام طبری کی اصل کتاب کا حوالہ تو پیش نہ کیا، ان کی کتاب سےکسی عالم نےانتخاب کیا تو اس کو آپ نے پیش کیا، جس پر ہمارا اعتماد نہیں۔ اصل کتاب آپ پر پیش کرنا لازم ہے۔

14 ۔ اس کے بعد آپ نے امام طحاوی کی دو کتب کے حوالوں سے عطیہ العوفی کی توثیق ثابت کرنا چاہی، لیکن ہم نے ثابت کر دیا کہ دونوں سے عطیہ کی توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ دونوں کتب میں اور بھی کئی متفق علیہ ضعیف راوی ہیں۔

15 ۔ اس کے بعد ہم نے جرح مفسر کے حوالے سے بحث کی، ایک امام بیہقی کا قول پہلے پیش کیا تھا، اس بار "اتحاف النبیل" سے مزید وضاحت بیان کر دی ہے، اور ان شاء اللہ اس کی مزید وضاحت بھی بیان کی جا سکتی ہے۔

16 ۔ پھر ہم نے عطیہ العوفی پر دو مفسر جرحیں بھی پیش کر دی ہیں۔ ایک سیء الحفظ کی جرح، اور ایک مضطرب الحدیث کی جرح۔ خود خیر طلب کے نزدیک بھی سیء الحفظ سے راوی کی حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔

17 ۔ پھر ہم نے اس پر بھی بحث کی کہ عدالت ثابت ہونے سے کیا مراد ہے، اور ثابت کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کی عدالت بعد تحقیق راجح قرار پائی ہو۔

18 ۔ آخر میں قسور کے جگری دوست (غیبی مددگار)خیر طلب کے اپنے اصول پیش کئے ہیں، اور انہی کی روشنی میں عطیہ العوفی کو ضعیف ثابت کر دیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

جناب میں جواب دینے لگا ہوں اس دفعہ کتب کے صفحات ذیادہ ہونگے لہذا انکو غور سے دیکھئے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب آپ بار بار احتمال احتمال کی رٹ لگا رہے ہیں حالانکہ آپکو الزامی جواب دیا گیا تھا۔باقی جناب آپ نے کہا کہ مناظرہ کے آخر میں آپ وہ چیزیں بتائیں گے جنکا جواب نہیں دیا گیا تو ہم آپکو ابھی وہ چیزیں بتاتے ہیں جنکا آپ نے جواب دیا اور کیسا دیا۔

١۔ہم نے ابن معین سے عطیہ کی توثیق پیش کی آپ نے اسکی تضعیف پیش کی اسی عالم سے۔
یہاں اختلاف و تناقص۔

٢۔ہم نے قاعدہ جلیلہ سے تطبیق پیش کی تھی اسکے برعکس آپ کچھ اور قواعد اٹھا کر لے آئے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٣۔ہم نے ترمذی کی تحسین پیش کی آپ نے ترمذی کو متساہل کہا جبکہ ہم نے اسی ترمذی کی تحسین سے آپکے علماء کااستدلال دکھایا۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٤۔ہم نے ابوداود کے سکوت سے تحسین روایت والا قاعدہ دکھایا آپ نے اسکے برعکس دلائل دئے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٥۔ہم نے عجلی سے توثیق ثابت کی آپ نے عجلی کو متساہل کہا ہم نے اسکے رد پر دلائل دئے لیکن یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٦۔ابن حجر عطیہ کی روایات کو اپنے ہی قاعدہ سے حسن یا صحیح کہتا ہے اوردوسری جگہ اسکی تضعیف بھی کرتا ہے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٧۔ہم نے جرح مفسر والا قاعدہ پیش کیا لیکن آپ اسکے مقابلہ میں بیہقی سے کچھ اور لا رہے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٨۔ہم نے اجماع کی تعریف آپکی کتاب سے دی آپ اسکے جواب میں اپنی ہی کتاب سے اجماع کے بارے میں کچھ اور نقل کررہے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

٩۔آپ جمہور جمہور کی رٹ لگائے ہوئے ہیں جبکہ آپکے ہی علماء سے ہم جمہور کے خلاف فیصلے بتاچکے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔

اور مجھے امید ہے کہ آگے بھی انشاءاللہ آپ مزید تناقصات و اختلافات واضح کرینگے۔

تو جناب اب اتنا کچھ تو آپ نے اپنی فقہ کے ساتھ کر ڈالا تھوڑا کچھ ہمیں بھی کرنے دیں۔

آپکے ممدوح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

کثرۃ الاختلاف فی شیء دلیل کذبہ۔

کسی چیز میں کثرت اختلاف اسکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔
(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ٤٧٤)

لہذا اب سمجھ تو آپ گئے ہونگے جناب

بارھویں صدی ہجری کی لاجواب تالیف

مجیدیہ هدیہ

ترجمہ

تحفۂ اثنا عشریہ

مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ مولانا محمد عبدالمجید خاں

پیدائش و تاریخ مذہب شیعہ۔ ان کی مختلف شاخیں۔ ان کے اسلاف علماء اور کتب کا بیان۔ الوہیت، نبوت، امامت اور معاد کے بارے میں ان کے عقائد۔ ان کے فقہی مسائل فقہیہ۔ صحابہ کرام۔ ازواج مطہرات اور اہل بیت کے حق میں ان کے اقوال و افعال اور مطاعن۔ مکائد شیعہ کی تفصیل۔ ان کے اوہام، تعصبات اور ہفوات کا بیان۔ تولا اور تبرا کی حقیقت۔ یہ سب باتیں مذہب شیعہ کی معتبر کتب سے نقل کی گئی ہیں۔

مع اضافہ افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما۔

آیات قرآن اور مستند شیعہ کتب کے حوالوں سے حضرت شیخین اور دیگر صحابہ کا مومن کامل ہونا ثابت کیا ہے۔ ان مقدس ہستیوں کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی اسلام سے خروج کا باعث ہے (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق

انجمن تحفظ ناموس اسلام کراچی

درامامت — ۴۷۴ — باب ہفتم

اس صورت میں کچھ اندیشہ نہیں ہے لِاَنَّ الْخَبَرَ یَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ (اس واسطے کہ خبر میں احتمال جھوٹ سچ دونوں کا ہوتا ہے)۔

یہ عبارت قَتَلَهُ اللّٰهُ وَاَنَا مَعَهُ بطور توریہ کے تھی یعنے چھپا کر بنظر ضرورت عمل میں لائے جیسے هٰذِہٖ اُخْتِیْ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کے معاملہ میں کہا یعنے یہ میری بہن ہے۔ حضرت امیر نے بھی بلوے اور فتنہ فساد قاتلان عثمان کے خوف سے جو لشکر میں تھے مصلحتاً فرمایا۔ بلکہ خوف یہ تھا کہ خود حضرت امیر کے قتل کا قصد کریں۔

حاصل کلام تو اسب شیعہ دونوں فرقوں کی شیطان نے راہ ماری ہے۔ جو لوگ خدا کے دوست ہیں اُن کی عیب جوئی کی طرف کہ یہی اس کی آرزو ہے، دوڑا کر اپنا کام اُن کے ہاتھوں سے لیتا ہے۔ شعر

ہر کہ را خواہد خدا پردہ درد ❊ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

تتمۃ بحث الامامۃ

قدر مشترک یعنی کلیہ تمام فرقوں میں شیعہ کے جس پر ان کو اتفاق ہے یہی ہے کہ حضرت امیر امام ہیں بلافصل اور امامت خلفائے ثلاثہ کی باطل و بے اصل ہے۔ پس اسی قدر مشترک میں اہل سنت کے گفتگو ان کے ساتھ روشن اور واضح ہے۔ اور فروع اور شاخوں میں اس کی جو مخالفت اس فرقہ کی ہے نصوص قرآنی اور قول اہل بیت طاہرہ سے جو مذکور ہوئے ظاہر ہو گئی۔ لیکن بعد اس قدر مشترک کے بھی بڑے اختلاف اس فرقہ میں پڑے ہیں۔ بعض نے ان میں سے بعض کو منسوب بگمراہی اور کفر اور ابطال اور بدی کیا ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (کافی ہے اللہ مومنوں کو لڑائی کے واسطے) حاصل یہ کہ وہ خود اُن کو سمجھ لیگا۔

پس اس کتاب میں کہ گفتگو سنی شیعہ کی ہے اُن اختلافات کا ذکر کرنا کچھ ضروری نہیں ہے نہ کچھ اہل سنت کو اُن اختلافات سے ضرر کہ گوشت خردندان سگ لیکن بدیں نظر کہ کَثْرَۃُ الْاِخْتِلَافِ فِیْ شَیْءٍ دَلِیْلُ کِذْبِہٖ (کثرت اختلاف کی کسی شے میں اُس کے جھوٹ ہونے پر دلیل ہے) نقل کر ان کے قولوں کا امامت کی شرطوں اور معنے امامت اور عدد اماموں میں منظور ہوا تو نشانیاں اس کے جھوٹ کی بہت طرفوں سے قائم ہوں، اور وہ طعن کہ اہل سنت پر بابت اختلاف فقہ کے کرتے ہیں لوٹ کر انہی پر پڑیں نہایت فحش وجہ کے ساتھ۔ اس واسطے کہ ان کو تو اختلاف اپنے اصول میں ہے اور اختلاف اہل سنت کا فروع میں۔ اگلے پیغمبروں کے دین بھی فروع میں مختلف ہوتے ہیں لیکن اصول

سب سے پہلے ہم ایک مقدمہ بنا رہے ہیں اور ٣٠ عدد حوالہ جات دیتے ہیں کہ روایت کی تصحیح یا تحسین اصل میں راوی کی توثیق ہے۔کیونکہ آپ بار بار متفرد کا رونا رو رہے ہیں۔

1

(ابن قطان (جو ذهبی نقل کرتے ہیں بحوالہ نصب الرایہ

وفي تصحيح الترمذي إياه توثيقها

ابن قطان فرماتے ہے) ترمذی کا اس کی روایت کو صحیح کہنا اس کی توثیق پر دال ہے)

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٤، طبع جده

2

:۔ ابن ملقن فرماتے ہیں

وَقَالَ غَيره: فِيهِ جَهَالَة، مَا رَوَى عَنهُ سُوَى ابْنِ خُنَيْس. وَجزم بِهَذَا الذَّهَبِيّ فِي «الْمُغنِي» فَقَالَ: لَا يعرف لَكِن صحّح الْحَاكِم حَدِيثه - كَمَا ترَى - وَكَذَا ابْن حبَان، وَهُوَ مُؤذن بمعرفته وثقته."

اور دوسروں نے کہا کہ اس میں جہالت ہے کیونکہ ابن خنیس کے علاوہ کوئی بھی اس " سے روایت نہیں کرتا، اور ذھبی نے تو جزم کے ساتھ یہ بات المغنی میں کہی ہے کہ: وہ معروف نہیں ہے لیکن - جیسا کہ آپ نے دیکھا - الحاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے، اور اسی طرح ابن حبان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، اور وہ اپنی معرفت اور ثقاہت کی وجہ سے پکارا جاتا ہے۔

البدر المنير، جز ٤، ص ٢٦٩، طبع رياض

3
:، ترکمانی حنفی فرماتے ہیں

وقد صحح الترمذي لابن عياش عدة احاديث من روايته عن اهل بلده

ابن عیاش پر جراح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہے ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو اس کی توثیق پر دال ہے) جو اس نے اپنے شہر والوں سے کی ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد ٩، ص٣٢٥ طبع دار الفكر

4

:، ابن ہمام الحنفی کے بقول

تحسين الترمذي الحديث فرع معرفته حاله وعينه

ترمذی کی (راوی کی روایت کو) تحسین کرنا اس بات کے بعد ممکن ہے کہ وہ راوی ترمذی کے ہاں معروف ہو اور مورد ایقان۔

حوالہ: فتح القدیر، جلد ٢ ص ٤٢٩ طبع دار الفکر۔

5

:، عینی حنفی کے بقول

وقال ابن حزم: مجهول. قلت: ليس كذلك، فإن ابن حبان ذكره فى الثقات، وصحح الحاكم حديث
ابن حزم کا راوی کو مجہول کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا اور حاکم نے اس راوی کی حدیث کو صحیح کہا (جو بدلالت التزامی اس کی توثیق پر دال ہے)

مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار، جلد ١، ص ٦٩، طبع بيروت

6

:، مغلطائی الحنفی اپنی شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہے

حديث إسناده حسن؛ للاختلاف في حال كثير؛ فإنه ممن صحح له الترمذي

یہ روایت حسن ہے کیونکہ کثیر نامی راوی پر کافی اختلاف ہے (جرح و تعدیل کے اعتبار سے) لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (جو دلیل تحسین بنی سیاق کی دلیل سے)

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام، جلد ١، ٣٠٩، باب ما جاء في إسباغ الوضوءِ

یہی جاری ہے

7
حافظ ابن حجر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہے (اس میں ترمذی واے اعتراض کا بھی جواب ہے)

وقال الترمذي حسن غريب وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف
ترمذی نے (راوی کی حدیث کو) حسن غریب کہا اور یہ متقاضی ہے کہ یہ راوی ترمذی کے نزدیک صادق لھجتہ معروف ہو۔

تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، جلد ١، ص ٧٥١ طبع بيروت

8
عبداللہ بن عتبہ کے بارے میں حافظ کہتے ہے

أخرج ابن خزيمة حديثه في صحيحه فهو ثقة عنده
ابن خزیمہ نے اس سے حدیث اپنی صحیح میں لی جو اس کے ثقہ ہونے پر دال ہے

حوالہ: تہذیب التہذیب جلد ٥، ص ٢٧٢ طبع دار الفکر

پھر حافظ صاحب نے فرمایا میاں یوں مت جاؤ کچھ اور بھی انمول تحفے لے جاؤ تاکہ لوگ میری طرف غلط انتساب نہ کریں

9
:حافظ ابن حجر عبیداللہ بن مغیرہ کے ترجمہ میں فرماتے ہے
أخرجه الضياء في المختارة ومقتضاه أن يكون عبيدالله عنده ثقة
ضیاء نے مختارہ میں اس سے حدیث کا اخراج کیا اور یہ متقاضی کہ عبیداللہ ان کے نزدیک ثقہ ہو

حوالہ: تہذیب التہذیب، جلد ٧، ص ٤٥ طبع دار الفکر

10

، شمس الدین ذھبی بھی اس قاعدہ کی موافقت کرتے ہے اور جب حافظ ابن قطان کا یہ
اعتراض سامنے آتا ہے کہ ایک راوی کی عدالت ساقط ہے تو جواب دیتے ہیں:

وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزك وغيرهما فذلك توثيق له.

اس راوی کی حدیث کو ابن منذر اور ابن حزک اور دیگر نے صحیح کہا جو اس کے ثقہ ہونے
پر دال ہے

الكاشف في معرفة من له رواية في كتب الستة، جلد ١ ص ٢٥، طبع جده

11

شیخ تقی الدین کا قول جیسا کہ زیلعی حنفی نے نقل کیا یوں ایک حنفی عالم سے
بھی تصدیق مل گئی

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ فِي الْإِمَامِ: وَمِنْ العجب كون الْقَطَّانِ لَمْ يَكْتَفِ بِتَصْحِيحِ التِّرْمِذِيِّ فِي
مَعْرِفَةِ حَالِ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، مَعَ تَفَرُّدِهِ بِالْحَدِيثِ، وَهُوَ قَدْ تقل كَلَامَهُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَحِيحٌ، وَأَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ أَنْ يَقُولَ: هُوَ ثِقَةٌ، أَوْ يُصَحِّحَ لَهُ حَدِيثٌ انْفَرَدَ بِهِ

شخ تقی الدین فرماتے ہے کہ کتنی عجیب بات کہ حافظ قطان کو ترمذی کی تصحیح
کافی نہیں رہی عمرو بن بجدان کے حوالے سے اگرچہ وہ متفرد تھا روایت حدیث میں،
اگرچہ ترمذی نے حسن صحیح کہا اس کی روایت کو۔ بھلا کیا فرق ہے کہ اگر ثقہ کہا
جائے یا منفرد حدیث کو صحیح کہا جائے۔

نصب الرایہ جلد ١ ص ٢٢٠ طبع دار الحدیث۔

12

علامہ مبارکپوری بھی ایک راوی کی توثیق کے بارے میں کہتے کہ
أخرجه الضياء في المختارة. ومقتضاه أن يكون عبيد الله عنده ثقة
مختارہ میں ضیاء المقدسی نے روایت کی عبیداللہ سے جو اس کی ثقاہت پر دال ہے

مرعاتہ المفاتیح جلد 1 ص 352 طبع ہند

13

ابن حجر کہتے ہے:

أخرج حديثه الترمذي والنسائي، وقال الترمذي حسن غريب، وهذا يقتضي أنه عنده صدوق
معروف

ترمذی ۔ نسائی نے روایت نقل کی اور ترمذی نے حسن غریب کہا جو اس بات کا
متقاضی ہے کہ ترمذی کے نزدیک مصدوق معروف ہے

تعجیل المنفعہ جلد 1، ص 110۔ طبع دار البشائر الاسلامیہ

14

ذھبی کہتے ہے ایک راوی کے بارے میں
ما علمت روى عنه سوى أبي التياح، ففيه جهالة، لكن صحح الترمذي حديثه.

میں نہیں جانتا کہ اس سے فقط اس کے والد نے روایت کی ہے تو اس میں جہالت پائی جاتی لیکن (وہ رفع ہوجاتی ہے) ترمذی نے اس کی روایت کی تصحیح کی ہے

میزان الاعتدال، جلد 1 ص 559 رقم 2125

15
ذھبی ایک راوی کے بارے میں کہتے ہے

قال ابن القطان: لم تثبت عدالته، وصحح حديثه ابن المنذر، وابن حزم، وغيرهما، فذلك توثيق له

ابن قطان نے کہا اس کی عدالت ثابت نہیں البتہ ابن منذر، ابن حزم نے اس کی روایت کو صحیح کہا جو اس کی توثیق پر دال ہے

میزان الاکبر جلد 4 ص 558 رقم 10478

یہی جاری ہے

16
ابن ملقن ذھبی کے ایک قول سے راوی کی توثیق پر یوں استدلال کرتے ہے

. لا يعرف لكن صحح الحاكم حديثه - كما ترى - وكذا ابن حبان ، وهو مؤذن بمعرفته وثقته

اس راوی کے حالات معلوم نہیں لیکن حاکم نے اس کی روایت کو صحیح کہا اور ابن حبان نے بھی چناچنہ اس سے توثیق کی طرف اشارہ ملتا ہے

البدر المنیر جلد 4 ص 269، کتاب الصلاتہ

17
ذھبی اپنی مشہور کتاب الموقظہ میں کہتے ہے

الثقة: مَن وثَّقَه كثيرٌ، ولم يُضعَّف. ودُونَه: مَن لم يُوَثَّق ولا ضُعِّف. فإن خُرِّج (?) حديثُ هذا في "الصحيحين"، فهو مُوَثَّق بذلك. وإن صَحَّح له مثلُ الترمذيِّ وابنِ خزيمة، فجيِّدٌ أيضاً. وإن صَحَّحَ له كالدارقطنيِّ والحاكم، فأقلُّ أحوالهِ: حُسْنُ حديثه.

ثقہ وہ ہے جسے (محدثین کی) اکثریت ثقہ کہیں، اور اس کی تضعیف نہ کی گئی ہو۔ اُس سے نچلے درجے میں وہ ہے جس کی نہ توثیق کی گئی اور نہ تضعیف پس اگر ایسے شخص کی حدیث اگر صحیحین میں مروی ہو تو اس وجہ سے وہ اس کی توثیق ہو گی، اور اگر اس کی حدیث کی ترمذی، اور ابن خزیمہ جیسے محدثین تصحیح کریں تو وہ بھی اسی طرح جید ہو گی، اور اگر الدارقطنی اور الحاکم جیسے اس کی حدیث کی تصحیح کریں تو اس کا کم سے کم حال یہ ہو گا کہ وہ حسن الحدیث ٹھہرے گا"

الموقظتہ ص 78 طبع حلب

ابن حجر ایک فرماتے ہے:

وأخرج بن حبان في صحيحه من طريق أبي سلام عنه أحاديث صرح فيها بالتحديث ومقتضاه أنه عنده ثقة ۔"
" اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو سلام کے حوالے سے ان سے روایات لی ہیں جن میں انہوں نے تحدیث کی صراحت بھی کی ہے، اور یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ ان کے نزدیک ثقہ تھے

تعجیل المنفعہ جلد 1 ص 708 طبع دار البشار الاسلامیہ

19
البانی ایک قاعدہ کا ذکر کرتے ہے

وكذلك وثقه كل من صحّح حديثه؛ إما بإخراجه إياه في "الصحيح" كمسلم وأبي عوانة؛ أو بالنص على صحته كالترمذي.

" اور اسی طرح ان تمام محدثین نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے جنہوں نے اس کی حدیث کی تصحیح کی چاہے وہ اس کی حدیث کو "صحیح" میں روایت کرنے کی صورت میں ہو جیسے مسلم اور ابو عوانہ، یا وہ اس کی صحت پر صراحتاً حکم کے ساتھ ہو جیسے ترمذی"

سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها جلد 7 ص 16 طبع رياض

20

محقق ابن عبدالھادی ایک راوی پر جرح کا رد یوں کرتے ہے

وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ حَدِيثَ قَيْسٍ حَسَنٌ أَوْ صَحِيحٌ ، وَلَمْ يَأْتِ مَنْ ضَعَّفَهُ بِحُجَّةٍ ، بَلْ أَنَّ مَا تَكَلَّمَ فِيهِ لِرِوَايَتِهِ هَذَا الْحَدِيثَ ، وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِرِوَايَتِهِ لَهُ ، وَهَذَا دَوْرٌ . وَقَدْ وَثَّقَ قَيْسًا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ - فِي رِوَايَةِ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الدَّارِمِيِّ - ، وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعِجْلِيُّ : قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ ، يَمَامِيٌّ ، تَابِعِيٌّ ، ثِقَةٌ ، وَأَبُوهُ طَلْقٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَدْ احْتَجَّ - بِحَدِيثِ قَيْسٍ ، عَنْ أَبِيهِ - : النِّسَائِيُّ ، وَصَحَّحَهُ أَبُو حَاتِمٍ الْبُسْتِيُّ ، وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ .

(اس راوی کی توثیق ابن معین، عجلی نے کی اور نسائی نے اس سے احتجاج کیا اور ابوحاتم نے اس کی روایت کو صحیح کہا اور ترمذی نے حسن کہا (مختصرا

تعليقة على علل ابن أبي حاتم ص 78

21 ۔ ڈیروی صاحب اپنی کتاب نور الصباح میں محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی کی تضعیف کے جواب میں توثیقی کلمات نقل کرتے اور کہتے ہے:

اس لئے تو امام ترمذی نے سنن ترمذی ج 2 ص 17 میں اس کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے تحسین تو کئی مواضع پر کی ہے

نور الصباح ص 165، طبع ڈیرہ اسماعیل خان

، امام اہلسنت سرفراز صفدر کہتے ہے (معاویہ نے صالح کی توثیق پیش کرتے ہوئے) 22
حاکم ان کی سند سے ایک روایت کو صحیح

احسن الکلام جلد 1 ص 129 طبع گجرانوالہ

:، امام اہلسنت سرفراز صفدر آدم بن ابی ایاس کی توثیق کرتے ہوئے کہتے ہے23

امام حاکم نے اس کی سند سے۔۔۔ چند حدیثیں نقل کی ہیں اور ہر مقام پر امام حاکم اور ذہبی ان کو صحیح کہتے ہیں

احسن الکلام جلد 1 ص 136 طبع گجرانوالہ

:، زبیر علی زئی کہتے ہے24

امام ترمذی، امام دار القطنی، امام ابن خزیمہ، حافظ ابن حبان اور امام ابو داؤد وغیرھم نے امام مکحول کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے کہ صریح توثیق ہے

مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص 61 طبع مکتبہ اسلامیہ

یہی جاری ہے

:، زبیر علی زئی کہتے ہے مومل بن اسماعیل کی توثیق بیان کرتے ہوئے25

تعدیل کرنے والے) ترمذی نے اس کی روایت کو صحیح کہا، حاکم نے اس کی روایت کو)
صحیح کہا، دار القطنی نے اس کی روایت کو صحیح کہا

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص 17

، زبیر علی زئی سلیمان بن موسی الاموری کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہے26

تعدیل کرنے والے) حاکم نے اس کی روایت کو صحیح کہا)

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص 24

، محدث ارشاد الحق اثری بھی محمد بن اسحاق کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہے27

امام حاکم نے متعدد مقامات پر ابن اسحاق کی حدیث کو 'صحیح علی شرط مسلم' کہا ہے

توضیح الکلام، ص 256 طبع فیصل آباد

:، عینی حنفی ایک راوی کے بارے میں کہتے ہے28

.فإن قلت: في إسناد الحديث الوليد بن وردان وهو مجهول الحال
قلت: أبو داود لما رواه سكت عنه فهذا يدل على رضاه به على قاعدته

اگر کہا جائے کہ اس میں ولید مجہول الحال تو میں کہوں گا کہ ابوداود نے اس سے روایت کی اور خاموش رہے جو ان کی اس راوی (کی تعدیل) سے رضا کی دلیل ہے ان کے قاعدے کے مطابق

البنایہ، جلد 1 ص 222، طبع بیروت

، ابن عبدالبر کہتے ہے29

وَقَدْ تَكَلَّمَ الْبُخَارِيُّ فِي أَحَادِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى وَطَعَنَ فِيمَا انْفَرَدَ بِهِ مِنْهَا وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ يُصَحِّحُونَ حَدِيثَهُ بِأَنَّهُ إِمَامٌ مِنْ أَئِمَّةِ أَهْلِ الشَّامِ وَفَقِيهٌ من جلة فقهائهم

بخاری نے سلیمان بن موسی کی روایت پر طعن کیا جس میں منفرد ہو (تو جواب کے طور پر فرمایا) اکثر اہل علم نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔۔۔الخ

الاستذکار جلد 5 ص 67 طبع بیروت

، مغلطائی حنفی کہتے ہے30

رواه أبان بن صالح، وليس بالمشهور، فقول مردود لما أسلفنا من توثيقه عند من صحح حديثه

اس کو ابان صالح نے نقل کی اور یہ کہنا کہ وہ مشہور نہیں مردود کیونکہ اس کی توثیق جیسا کہ گذر چکا ہے ثابت ہے ان علماء سے جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے

شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام ج 1 ص 120 طبع مکتبہ ابن باز

ان تیس کے علاوہ ہمارے پاس کافی مفصل حوالے اب بھی موجود ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ راویان کی توثیق اصل ہے جب روایات کو صحیح کہا جائے

آپکا جواب پڑھا جناب جتنا اس میں آپ نے طعنہ زنی پر ذور دیا اتنا ہی کبھی دلائل پر ذور دیتے تو دلائل بہتر ہوجاتے۔

ہم نے شروع سے ہی آپکو ابن معین کے تعارض کی صورت میں قاعدہ جلیلہ کا راجح ہونا حنفی علماء سے ہی دکھایا لیکن کبھی اسکے مقابلے میں آپ کچھ لے آتے ہیں کبھی کچھ

اول تو ہمیں یہ بتائیں کہ ہم نے آپکو مبارکپوری ، ابن حجر، سخاوی اور عبدالحئی حنفی سے اسی قاعدہ کا راجح ہونا دکھایا لیکن آپ اسکو قبول کرنے پر راضی نہیں بغیر کسی وجہ کہ؟ آپکے بتائے ہوئے شاذ قواعد سے کس نے استدلال کیا جبکہ آپکے علماء قاعدہ جلیلہ سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

لیں اسی پر آپکو مزید دلائل دیتے ہیں اب۔

حافظ محمد صاحب گوندلوی بھی اسی قاعدہ جلیلہ کو نقل کرتے ہیں ایک راوی پر بحث کرتے ہوئے اور اسی قاعدے کو معتبر جانتے ہیں کہ ایک راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کے مقابلہ میں اسکو ضعیف کہہ دیتے ہیں۔۔۔
(خیر الکلام صفحہ ١٧٤)

تو اب یہ مولوی ان قواعد سے جاہل تھے؟ یہ بھی قاعدہ جلیلہ سے ہی تعارض میں ےتطبیق کرتے ہیں نہ کہ آپکے پیش کردہ شاذ قواعد سے۔

اسی پر آپکو ایک اور دھچکا دیتے ہیں آپکے اسی عالم کی زبانی۔

حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔

جہاں کہیں بھی جرح و تعدیل کے علماء سے اس قسم کا اختلاف ہو تو تطبیق کی یہی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ جرح کرنے والا اگر متعنت اور متشدد ہوتواسی توثیق تو معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں۔۔۔متشددین میں ابوحاتم، نسائی، ابن معین، ابن قطان کو بھی شمار کرتے ہیں۔
(خیر الکلام صفحہ٤٦)

اور جناب دوسرا حوالہ بھی اسی کے ضمن میں لیتے جائیں کہ آپکے ممدوح دیوبندی صفدر اوکاڑوی صاحب بھی اسی اصول کو درج کرتے ہیں کہ جرح کرنے والا متشدد نہیں ہونا چاہئے۔
(تجلیات صفدر جلد ٢ صفحہ ٦٧)

آگے صفحہ ٦٨ پہ لکھتے ہیں کہ ابن معین بھی متشدد تھے۔
تو کیا خیال ہے جناب؟ اس عالم کا انکار کرنے کے علاوہ علمی جواب ہوتوعنایت کیجئے گا۔
آپکی اپنی کتب اور قواعد آپکے لئے پریشان کن ہیں تو قصوروار ہمیں نہ ٹھہرائیں۔

باقی جناب ایک اور پھکی بھی لیتے جائیں کہ ابن
معین کا ضعیف کہنا جرح مبہم ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں۔
(خیر الکلام صفحہ ١٤٣)

اسی کتاب کے صفحہ ١٥٨ پر جرح مبہم کی ایک لسٹ موجود ہے جس میں ضعیف لفظ بھی ہے۔

اور جناب آپکے متقدمین کی جرح بھی غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہی ہوتی ہیں۔

دیکھیں قافلہ حق شمارہ ٢٣ صفحہ ٣٥۔
باقی اب جناب ابن معین سے جرح مفسر ہی ثابت کیجئے گا۔
عین کا ضعیف کہنا جرح مبہم ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں۔
(خیر الکلام صفحہ ١٤٣)

اسی کتاب کے صفحہ ١٥٨ پر جرح مبہم کی ایک لسٹ موجود ہے جس میں ضعیف لفظ بھی ہے۔

اور جناب آپکے متقدمین کی جرح بھی غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہی ہوتی ہیں۔

دیکھیں قافلہ حق شمارہ ٢٣ صفحہ ٣٥۔
باقی اب جناب ابن معین سے جرح مفسر ہی ثابت کیجئے گا۔

نیچے اسکے صفحات دیکھیں

جہاں کہیں بھی جرح و تعدیل کے علماء سے اس قسم کا اختلاف ہو تو تطبیق کی یہی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ جرح کرنے والا اگر متعنت اور متشدد ہوتواسی توثیق تو معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں۔۔۔۔متشددین میں ابوحاتم، نسائی، ابن معین، ابن قطان کو بھی شمار کرتے ہیں۔
خیر الکلام صفحہ٤٦)

خیر الکلام فی وجوب فاتحہ خلف الامام 46

بَاسٌ (اس میں کوئی خرابی نہیں) تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ١٥)
عثمان داری کہتے ہیں۔ میں نے امام ابن معین سے علاء بن عبدالرحمن عن ابیہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا لَیْسَ بِہٖ بَاسٌ (اس میں کوئی خرابی نہیں) میں نے پوچھا آپ کے نزدیک یہ اچھا ہے یا سعید مقبری تو فرمایا سعید زیادہ ثقہ ہے۔ اور علاء ضعیف ہے۔ یعنی سعید جیسا ثقہ نہیں۔
جہاں کہیں جرح و تعدیل کے آئمہ سے اس قسم کا اختلاف وارد ہو تو اس میں اسی طرح تطبیق دینی چاہئے۔ جرح کرنے والا اگر متعنت اور متشدد ہو تو اس کی توثیق تو معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ یحیٰی بن سعید متشدد ہے۔ متشددین میں ابو حاتم، نسائی، ابن معین، ابن قطان کو بھی شمار کرتے ہیں۔
جب کسی عداوت یا غصہ کی وجہ سے جرح صادر ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے جو مغازی کے امام محمد بن اسحاق کے متعلق فرمایا ہے۔ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَۃِ (دجالوں میں سے ایک دجال ہے) جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام مالک کا یہ قول منافرت کی وجہ سے ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔
حَقَّقُوْا اَنَّہٗ حَسَنُ الْحَدِیْثِ وَاحْتَجَّتْ بِہٖ اَئِمَّۃُ الْحَدِیْثِ (الدفع والتکمیل ص ٣٩)
بلکہ یہ تحقیق سے ثابت کیا گیا کہ اس (امام محمد بن اسحاق) کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ آئمہ حدیث نے اس کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔

تدلیس کا بیان

جب کوئی راوی کسی راوی سے ایسے لفظ کے ساتھ روایت کرے جس میں سماع کی تصریح نہ ہو۔ اور اس سے فی الجملہ سماع ثابت ہو۔ مگر یہ حدیث نہ سنی ہو تو اس کو تدلیس کہتے ہیں۔
تدلیس کے متعلق محقق مسلک یہی ہے کہ جس سے تدلیس بکثرت ثابت ہو اگرچہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو جب تک سند میں ایسا لفظ نہ بولے جس سے سماع کا پتہ چلتا ہو اس وقت تک اس کی سند صحیح نہیں ہوتی۔

حافظ محمد صاحب گوندلوی بھی اسی قاعدہ جلیلہ کو نقل کرتے ہیں ایک راوی پر بحث کرتے ہوئے اور اسی قاعدے کو معتبر جانتے ہیں کہ ایک راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کے مقابلہ میں اسکو ضعیف کہہ دیتے ہیں۔۔۔۔
خیر الکلام صفحہ ١٧٤)

خیر الکلام فی وجوب فاتحہ خلف الامام 174

ہوتا بلکہ ثقہ کہنے کی اور وجہ ہے اور ضعیف کہنے کی اور وجہ ہے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ قَوْمٍ مِنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَ ضَعَّفُوْهُمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ وَ وَثَّقَهُمْ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَئِمَّةِ بِجَلَالَتِهِمْ وَصِدْقِهِمْ وَاِنْ كَانُوْا قَدْ وَهِمُوْا فِيْ بَعْضِ مَارَوَوْا۔ (کتاب العلل ص ۲۳۶)

"بعض اہل حدیث نے بڑے بڑے اہل علم میں کلام کیا ہے۔ حافظہ کی بنا پر ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسرے آئمہ نے سچائی اور بزرگی کی بنا پر ثقہ کہا ہے اگرچہ بعض روایات میں انہوں نے وہم کیا ہو"۔

مولوی عبدالحق فتح المغیث سے نقل کرتے ہیں۔

وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ اَكْثَرُ مَا وَرَدَ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فِيْ كَلَامِ اَئِمَّةِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ مِمَّنْ وَ ثَّقَ رَجُلًا فِيْ وَقْتٍ وَجَرَحَهٗ فِيْ وَقْتٍ (الدفع والتکمیل ص ۱۸)

"جرح تعدیل کے اماموں کے کلام میں جو اکثر اختلاف واقع ہوتا ہے ایک آدمی کو ایک وقت ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک وقت ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ اس کا محمل یہی ہے"۔

کہ ان کا مطلب ثقہ اور ضعیف کہنے سے مختلف وجوہ کا لحاظ کرنا ہوتا ہے۔ پس امام دارقطنی نے جو بعض روات کو ثقہ اور ضعیف کہا ہے۔ تو مختلف لحاظ سے کہا ہے۔ یعنی، صداقت کی بناء پر وہ ثقہ ہے اور حافظہ کی بنا پر وہ ضعیف ہے۔ اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی فی نفسہٖ ثقہ ہوتا ہے۔ مگر دوسرے راوی کی نسبت کم درجہ کا ہوتا ہے تو اس درجہ کی کمی کا اظہار ضعیف کہنے سے کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ علاء بن عبدالرحمٰن کے متعلق یحییٰ ابن معین نے ایک جگہ کہا ہے۔ ضعیف ہے۔ اور ایک جگہ لاباس بہ کہہ کر اپنی اصطلاح کے مطابق ثقہ کہہ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علاء بن عبدالرحمٰن فی نفسہٖ ثقہ ہے۔ مگر سعید کے مقابلہ میں کم درجہ کا ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۵)

پھر امام دارقطنی نے ثقہ اور ضعیف دو لفظ استعمال کر کے اس کی وجہ بھی ذکر کر دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے ثقہ ہے مگر حافظہ ٹھیک نہیں اور ضعیف کہنے کا بھی یہی مطلب ہے۔
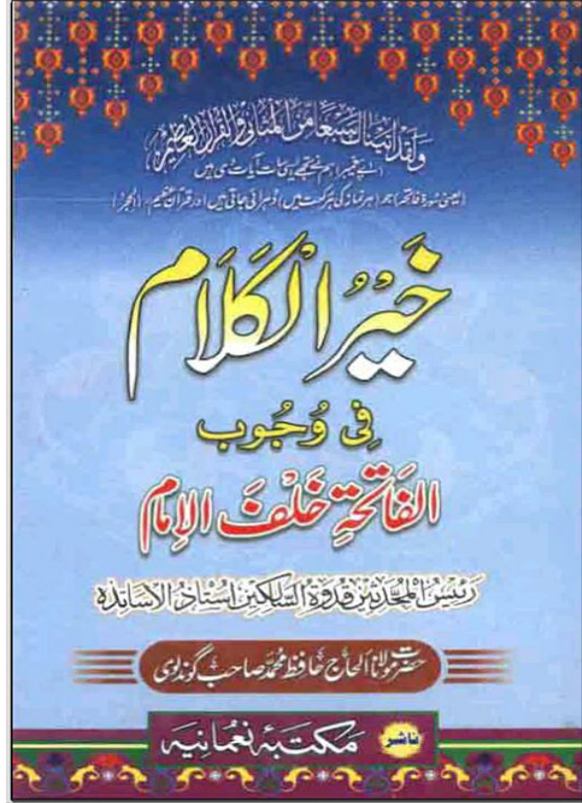
باقی جناب ایک اور پھکی بھی لیتے جائیں کہ ابن معین کا ضعیف کہنا جرح مبہم ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں۔
خیر الکلام صفحہ ١٤٣)

"ائمہ حدیث اگر کسی راوی پر جرح غیر مفسر کریں تو وہ معتبر نہیں ہوتی"۔

پس علاء بن عبدالرحمٰن ثقہ ٹھہرا امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے استشہاد کیا ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں بھی ثقہ ہوا۔ امت نے مسلم کی ان روایات کو جن پر تنقید نہیں ہوئی صحیح تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بالاجماع صحیح ہوئی۔ اور علاء بن عبدالرحمٰن بالاتفاق ثقہ ٹھہرے۔ پہلا اختلاف پچھلے اجماع کی بنا پر معدوم ہو گیا۔

اب اس روایت کا حال سنئے جس میں استثناء وارد ہوا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں امام ابوبکر بن اسحٰق کہتے ہیں جس روایت میں اس متن کے بعد یہ لفظ وارد ہے۔

اِلاَّ صَلٰوۃً خَلْفَ اِمَامٍ

"مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو"۔

اس میں نظر ہے۔ جن کو حدیث کی معرفت ہے۔ وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے (یعنی بے سمجھ جو اس فن سے ناواقف ہیں وہی اس کو صحیح قرار دیتے ہیں) ان (امام ابوبکر) کا خیال ہے کہ اس حدیث میں خالد نے غلطی کی ہے۔ اور حدیث کا متن بدل دیا ہے۔ متن میں یہ لفظ تھے۔ (راوی کہتا ہے) میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔ (مگر) راوی (خالد) نے بھول کر اس کو اِلاَّ صَلٰوۃً خَلْفَ اِمَامٍ (مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو) بنا دیا ہے۔ اس (استثناء) کے غلط ہونے کی یہ دلیل ہے۔ کہ حدیث میں یہ لفظ تھے۔ جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز مردہ ہوتی ہے (راوی کہتا ہے) میں نے کہا اگرچہ میں امام کے پیچھے ہوں تو اس پر (ابو ہریرہ نے) فرمایا کہ (اس وقت) فاتحہ آہستہ پڑھ۔ (امام بیہقی کہتے ہیں) ہمیں ابو عبداللہ نے کہا کہ ہمارے استاد ابوبکر کو اس حدیث کی علت معلوم ہو گئی کہ اصل لفظ یہ تھے اور اس میں تبدیلی واقع ہوئی۔ وہم کی جگہ بھی بتائی (مگر جو وہم کی نسبت خالد کی طرف کی ہے صحیح نہیں) میرے نزدیک یہ عبدالرحمٰن بن اسحاق کا وہم ہے۔ اس وہم کی نسبت اس سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ یحیٰی بن معین نے کہ (جب ان سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کے متعلق پوچھا گیا) کہا وہ ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ (یہ جرحیں اگرچہ مبہم ہیں۔ مگر ان سے راوی مرتبہ سے گر جاتا ہے اس لئے غلط کی نسبت میں ان کا ذکر کرنا ٹھیک ہے) امام بیہقی فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ کا مسلک قراۃ خلف
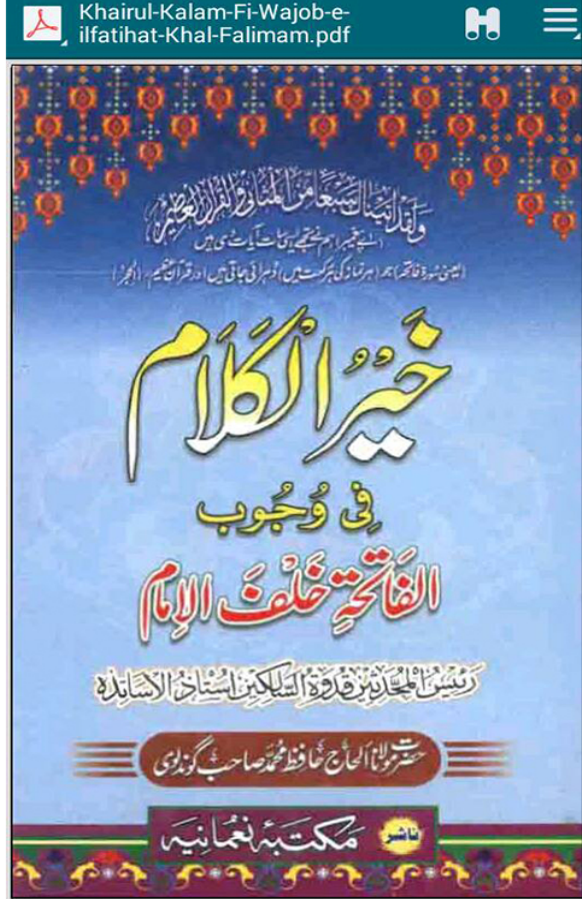
اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۸ پر جرح مبہم کی ایک لسٹ موجود ہے جس میں ضعیف لفظ بھی ہے

Khairul-Kalam-Fi-Wajob-e-ilfatihat-Khal-Falimam.pdf

158 خیر الکلام فی وجوب فاتحہ خلف الامام

اس کی سند حسن ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث کو روایت کیا امام احمد نے امام بخاری نے جزء القرأت میں اور اس کو صحیح کہا ہے ابو داؤد' ترمذی' دار قطنی' ابن حبان' حاکم اور بیہقی نے"۔

یہ روایت اپنے مفہوم میں بالکل صریح ہے۔ اور فریق ثانی کے مطالبہ کے مطابق ہے مگر پھر بھی ان کی طرف سے اس پر کافی بحث ہے۔ بعض ابحاث کا سند سے اور بعض کا تعلق متن سے ہے۔

ہم پہلے ان ابحاث کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا تعلق سند ہے۔ اس کی سند پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں۔

① محمد بن اسحق پر محدثین نے جرح کی ہے۔
② مکحول مدلس ہے۔
③ سند میں اضطراب ہے۔
④ یہ حدیث اصل میں موقوف ہے جو مرفوع کے ساتھ بعض روایت کی غلطی سے مخلوط ہو گئی ہے۔

امام محمد بن اسحق پر جو جرحیں ہیں۔ ان میں سے بعض غیر مفسر ہیں۔ اور جو جرح غیر مفسر ہو۔ توثیق کے بعد اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ غیر مفسر جرحیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قوی نہیں' (۲) ضعیف ہے۔ (۳) اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ (۴) وہ محض ہیچ ہے۔ (۵) امام احمد سنن میں اس سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ (۶) ابن اسحاق حجت نہیں۔ (۷) جب منفرد ہو تو حجت نہیں۔ (۸) اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس میں کلام کیا گیا ہے۔ (۹) یہ صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں۔ (۱۰) حلال و حرام میں اس سے احتجاج درست نہیں۔ (۱۱) اس کی روایت منکر ہے۔ یہ سب جرحیں مبہم غیر مفسر ہیں۔ اور مبہم جرح توثیق کے بعد مقبول نہیں ہوتی۔ محمد بن اسحاق کی توثیق کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے۔

محمد بن اسحاق پر بعض ایسی جرحیں بھی ہیں جو قابل التفات نہیں۔ مثلاً یہ جرح کہ وہ اہل کتاب سے روایات بیان کرتا ہے حالانکہ اہل کتاب سے روایات لینا کوئی جرم نہیں۔

محمد بن اسحاق پر جو سنگین جرحیں ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ وہ کذاب ہے۔ دجال
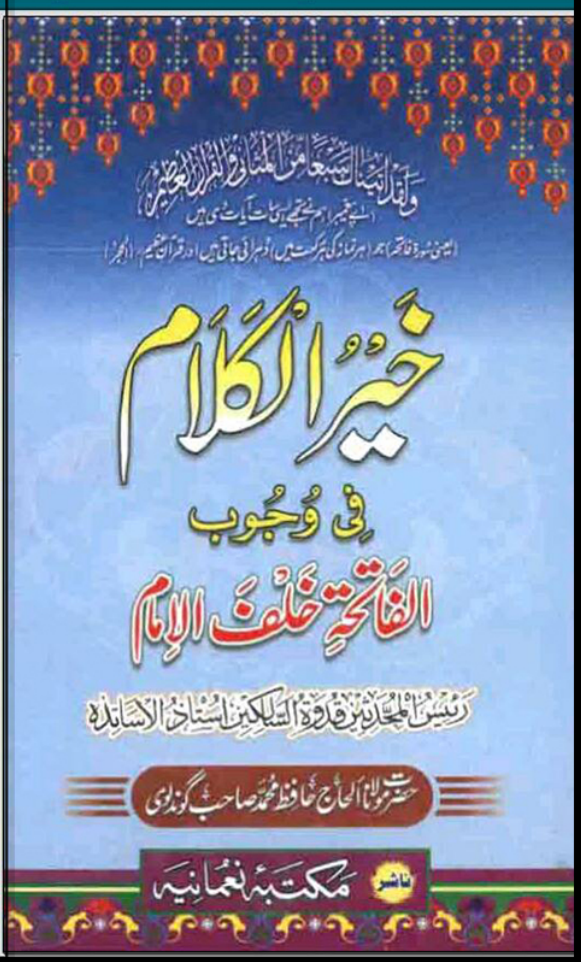
اور جناب دوسرا حوالہ بھی اسی کے ضمن میں لیتے جائیں کہ آپکے ممدوح دیوبندی صفدر اوکاڑوی صاحب بھی اسی اصول کو درج کرتے ہیں کہ جرح کرنے والا متشدد نہیں ہونا چاہئے۔
تجلیات صفدر جلد ۲ صفحہ ٦٧)

تجلیاتِ صفدر جلد۲ 67 جرح وتعدیل

سکتا تھا تو بھی اس کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اسی طرح اسباب جرح بھی دو قسم کے ہیں متفق علیہ اور مختلف فیہ۔

اقسام جارحین:

بعض جارح متشدد ہوتے ہیں جو معمولی باتوں پر جرح کر دیتے ہیں۔ بعض متعنت ہوتے ہیں جو مختلف فیہ اسباب سے بھی ایسی سخت جرحیں کر جاتے ہیں جو متفق علیہ اسباب پر ہوتی ہیں اور بعض معتدل ہوتے ہیں جو صرف متفق علیہ سبب جرح ثابت ہونے پر ہی جرح کرتے ہیں اور بعض متعصب ہوتے ہیں جو اپنے مذہب والوں سے درگزر کرتے ہیں مگر مخالف مذہب والوں پر جرح میں بڑے دلیر ہوتے ہیں۔ اس لئے جرح میں تین باتوں کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

(۱) جس راوی پر جرح ہو رہی ہے وہ مشہور امام نہ ہو۔

(۲) سبب جرح مفسر ثابت کرے اور وہ سبب متفق علیہ ہو۔

(۳) جارح ناصح ہو، نہ متشدد ہو، نہ متعنت ہو، نہ ہی متعصب ہو۔ اب ائمہ جرح وتعدیل کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......... امام اعظمؒ کوفی (۱۵۰ھ): آپ نہایت ناصح تھے، آپ سے ایک بھی جرح کا ایسا قول ثابت نہیں کیا جا سکتا جس میں تشدد، تعنت یا تعصب کی بو ہو۔

(۲)......... امام شعبہ بن الحجاجؒ بصری (۱۶۰ھ)

(۳)......... امام سفیان بن سعید ثوریؒ کوفی (۱۶۱ھ): ان میں شعبہ بہت متشدد تھے اور سفیان معتدل تھے اگرچہ ابتداء میں امام صاحب سے کچھ معاصرانہ چشمک رہی۔ امام عبد اللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ کا اتفاق ہو جائے تو کون ان کے سامنے ٹھہر سکتا ہے (مناقب صیمری ص ۱۳۵) یاد رہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے، ترک قرأت خلف الامام، آہستہ آمین اور تحریمہ کے بعد ترک رفع

آگے صفحہ ٦٨ پہ لکھتے ہیں کہ ابن معین بھی متشدد تھے۔

تجلیات صفدر جلد۲ — 68 — جرح وتعدیل

یدین پر امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ دونوں کا اتفاق ہے۔

(۴)......یحییٰ بن سعید القطانؒ بصری (۱۹۸ھ): علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ متعنت تھے (میزان الاعتدال ص ۱۷۱، ۲۵۲ رج ۲)

(۵)......امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ بصری (۱۹۸ھ): کبھی احادیث کو ضعیف کہہ دیتے۔ پھر فرماتے یہ راوی قیامت کو مجھ سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس ہمارے ضعف کی کیا دلیل تھی تو میں کیا کہوں گا، پھر ان کو صحیح قرار دے دیتے۔ (فقہ اہل العراق ص ۸۶ بحوالہ قوت القلوب)

(۶)......علی بن عبد اللہ المدینیؒ بصری (۲۳۴ھ): امام سفیانؒ ان کو حیۃ الوادی کہتے تھے۔ مسئلہ خلق قرآن میں معتزلہ کا ساتھ دیا۔ کبھی سنی کہلاتے کبھی شیعہ۔ (میزان الاعتدال)

(۷)......امام یحییٰ بن معینؒ بغدادی (۲۳۳ھ): انہوں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ اتنے بڑے محدث ہو کر بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے لیکن جرح میں بہت متشدد تھے۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۸۷)

(۸)......امام احمد بن حنبلؒ: مزاجاً معتدل تھے مگر فتنہ خلق قرآن کی آزمائش میں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر جن قاضیوں نے تشدد کیا وہ عقیدتاً معتزلی اور فروعاً حنفی تھے اس لئے فطری طور پر آپ کا دل اہل کوفہ سے بہت رنجیدہ تھا اس لئے اہل کوفہ کے بارے میں وہ متشدد تھے اگرچہ آخر عمر میں یہ تشدد باقی نہ رہا مگر پہلے اقوال بھی کتابوں میں درج ہیں۔ اس کے باوجود اس حقیقت کا برملا اعتراف فرماتے" کہ کسی مسئلے میں تین ائمہ کا اتفاق ہو جائے تو ان کے خلاف کسی کی بات نہیں سنی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا وہ تین امام کون ہیں؟ فرمایا امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ۔ فرمایا امام ابوحنیفہؒ قیاس میں سب سے زیادہ بصیرت کے مالک تھے۔ امام ابو یوسفؒ اس زمانہ کے لوگوں میں حدیث میں سب سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے اور امام محمدؒ لغت عرب میں سب سے زیادہ اہل بصیرت تھے (التعلیق الممجد ص ۳۰)۔ بات بھی ظاہر ہے کہ جب ہر فن کے سپیشلسٹ موجود ہوں تو ان کی مخالفت کی تاب کون لا سکتا ہے۔

آگے جناب نے ہیثمی والے قول پربے جا جرح کی جناب آپکو یہ بتایا گیا تھا کہ ہیثمی بھی ابن معین کی توثیق والے قول کو ہی راجح کہتے ہیں ورنہ دلیل خاص و عام کا قاعدہ ہیثمی صاحب کے پلے نہیں تھا شاید۔

جناب قیاس آرائیوں سے جوابات نہ دیا کریں آپکو قاعدہ جلیلہ کے محکم ہونے کے دلائل دئے گئے ہیں اور آپکے یہ عالم آپکی طرح متعصب نہیں وہ جانتے ہیں کہ ابن معین سے جرح مبہم آئی ہے اور توثیق بھی تو انہوں نے توثیق ابن معین کو ہی راجح و محکم جانا۔

علاوہ ازیں آپ نے ابن قطان پر وہم کی بات کی تو جناب ابن قطان اس قول میں منفرد نہیں بلکہ محقق احمدشاکر نے بھی عطیہ کو حسن الحدیث کہا ہے جسکا آپ نے جواب دینا مناسب بھی نہیں سمجھا تھا۔

باقی رہی بات وہم کی تو یہی قول ابن حجر پر بھی لاگو ہے۔ لہذا انکا قول بھی حجت نہ ہوا دلائل آگے آرہے ہیں ابن حجر کے ضمن میں ساتھ میں آپکی دونمبری بھی بتاتے ہیں آپکو۔اور ابن قطان نے عطیہ کو ضعیف قرار دیا بھی تو جرح مبہم؟ جناب شروع سے ہی آپکو ہم کہہ رہے ہیں کہ جرح مفسر پیش کریں

جناب نے عجیب و غریب بات کہہ دی کہ

///////////
جناب آپ بھول رہے ہیں کہ ایک راوی کی عدالت ثابت ہونے کیلئے اس کا مجروح نہ ہونا لازمی شرط ہے۔ اگر ایک راوی کو سو لوگ رد کر دیں، تو کسی ایک کی توثیق سے اس کی عدالت ثابت کرنا کسی دیوانے کا خواب ہو سکتا ہے، لیکن فی الحقیقت وہ راوی ضعیف ہی رہے گا۔ آپ ایک دو توثیقات لے کر عطیہ العوفی کی عدالت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس سے عطیہ العوفی کی عدالت ثابت نہیں ہونی۔ آپ سو سال مناظرہ کر لیں، تب بھی اس طرح کی حرکتوں سے عطیہ کی عدالت ماننے کو کوئی تیار نہیں ہوگا۔
////////////

ایک دو دوثیقات سے عطیہ کی توثیق ثابت نہیں ہونی؟ لیں جناب آپکی آنکھیں کھولتے ہیں پھر۔

آپکے ہی ممدوح ظفر تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

لایقبل الجرح المبہم ویقبل فیمن لم یوثقہ احد۔
جرح مبہم قابل قبول نہیں لیکن قبول ہے اگر کسی ایک نے بھی اس راوی کی توثیق نہ کی ہو۔

(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ١٦٧)

اسی کتاب میں آگے لکھتے ہیں۔

والحاصل۔۔۔واذ وثقہ احد فلا یقبل فیہ الجرح مبہما۔
اور حاصل یہ کہ جب کسی ایک نے بھی راوی کی توثیق کی ہو تو اسکے بارے میں جرح مبہم قبول نہیں۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ١٧٣)

نیچے اسکا سکین دیکھیں

قواعد في علوم الحديث

للعلامة المحقق المحدث الفقيه ظفر أحمد العثماني التهانوي

ولد سنة ١٣١٠ وتوفي سنة ١٣٩٤
رحمه الله تعالى

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه
عبد الفتاح أبو غدة

الناشر
مكتب المطبوعات الإسلامية
حلب ـ باب الحديد ـ مكتبة النهضة ـ هاتف ٣٥٢٩١
بيروت ص. ب ٦٣٤٧ ـ هاتف ٢٢٥٢٧١

الفصل السابع

في أصول الجرح والتعديل وألفاظهما وأسباب الجرح

لا يقبل الجرح المبهم ، ويقبل فيمن لم يوثقه أحد :

١ ـ التعديل يقبل مبهماً بدون بيان السبب،لأن أسبابه كثيرة فيثقل ذكرها، وأما الجرح فانه لا يقبل إلا مفسَّراً مبيَّناً سبَبُ الجرح، لأن الجرح يحصل بأمر واحد فلا يشق ذكره، ولأن الناس مختلفون في أسباب الجرح، فيُطلِق أحدُهم الجرحَ بناءً على ما اعتقده جرحاً، وليس بجرح في نفس الأمر؛ فلا بد من بيان سببه ليظهر أهو قادح أوْ لا ؟

قال ابن الصلاح: وهذا ظاهر مقرَّر في الفقه وأصوله[1]، وذكر الخطيب[2] أنه مذهب الأئمة من حفاظ الحديث كالشيخين وغيرهما[3]،

(١) قلت : وهو مذهب أئمتنا السادة الحنفية أيضاً . قال في « كشف الأسرار شرح أصول البزدوي » ٣ : ١٦٨ : أما الطعن من أئمة الحديث فلا يقبل مجملاً ، أي مبهماً بأن يقول : هذا الحديث غيرُ ثابت ، أو منكَرٌ ، أو فلانٌ متروكُ الحديث ، أو ذاهبُ الحديث ، أو مجروحٌ ، أو ليس بعدل ، من غير أن يذكر سبب الطعن . وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثين . اهـ . ومثله في « المنار » وشروحه ـ مثل « فتح الغفار » لابن نجيم ٢ : ١٠٣ ، و « شرح المنار » لابن مَلَك ص ٦٦٤ ـ و « التوضيح » ٢ : ١٤ و « البناية شرح الهداية » ١ : ٢٣٤ و ٢٦٦ وغيرها . كذا في « الرفع والتكميل » ص ٧٨ ـ ٨١ . (ش) .

(٢) في « الكفاية » ص ١٠٨ ـ ١٠٩ .

(٣) قلت : ويقابل هذا القولَ صحةً واعتماداً قولٌ ثان معتمد أيضاً ، وهو

قواعد في علوم الحديث

للعلامة المحقق المحدث الفقيه ظفر أحمد العثماني التهانوي

ولد سنة ١٣١٠ وتوفي سنة ١٣٩٤
رحمه الله تعالى

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه
عبد الفتاح أبو غدة

الناشر
مكتب المطبوعات الإسلامية
حلب ـ باب الحديد ـ مكتبة النهضة ـ هاتف ٣٥٢٩١
بيروت ص. ب ٦٣٤٧ ـ هاتف ٢٢٥٢٧١

والحاصلُ أن الراوي إذا لم يكن فيه توثيق من أحد، وجَرَحه واحدٌ جرحاً مبهماً تُوقِّف عن حديثه . وإذا وثَّقه أحد فلا يقبل فيه الجرح مبهماً، بل لا بد من كونه مفسراً ببيان السبب ، وهذا معنى ما قدمنا أولاً[1] أن المختلَفَ فيه حسَنُ الحديث ،أي الذي اجتمع فيه التعديلُ والجرحُ مبهمين . والمذكورُ منهما في الكتب المصنفة لأسماء الرجال كذلك غالباً ؛ فيقبل التعديل دون الجرح ويُحتجُّ بحديثه . وقد علمتَ أن قولهم : (ضعيف) أو (ليس بشيء) أو (واهٍ بمرة)وغيرَ ذلك كلُّه من الجرح المبهم ،فلا يؤثر ذلك فيمن كان فيه تعديلٌ وتوثيقٌ من أحد .

قال الحافظ في « مقدمة الفتح »[2] : عبدُ الملك بن الصبَّاح المِسْمَعي البصري من أصحاب شعبة، قال أبو حاتم: صالح، وذكره صاحب « الميزان » فنقل عن الخليلي أنه قال فيه : متَّهم بسرقة الحديث، وهذا جرح مبهم . اهـ .

قلت: فلم يلتفتوا إلى هذا الجرح بعد توثيق أبي حاتم له، واحتج به البخاري ومسلم والنسائي .

وقال[3] في ترجمة سعيد بن سليمان الواسطي : قال أبو حاتم: ثقة مأمون . وقال عبد الله بن أحمد عن أبيه : كان صاحبَ تصحيف ما

(١) في ص ٧٢ في المقطع ـ ٧ ـ من الفصل الثاني .

(٢) ص ٤٢٠ و ٢ : ١٤٥ .

(٣) أي الحافظ ابن حجر في « مقدمة الفتح » ص ٤٠٣ و ٢ : ١٣٠ .

ہم جناب کے پیش کردہ ایک قول کا جواب پہلے دیتے ہیں جس میں جناب نے دوبارہ دجل دے کام لیا۔

آپ نے کہا۔

//////////
آخر میں ہم چند مزید وضاحت کر دیتے ہیں۔
جرح مفسر کب درکار ہوتی ہے، اس کے حوالے سے ہم نے پچھلی دفعہ امام بیہقی کا قول نقل کیا تھا، اب "اتحاف النبیل" سے اس پر مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔
س 113 : اذا تعارض جرح مفسر مع تعديل ، فقد قالوا : الجرح مقدم على التعديل ، فهل اذا كان الجرح مجملاً يقدم التوثيق؟
ج : هناك من يقول : ان الرجل اذا ثبتت له منزلة الثقة فلا يزحزح عنها الا بامر جلي وهو تفسير الجرح وهذا يحمل على من اشتهر توثيقه فمن تكلم فيه بعد ذلك فلا يسلم له الا بامر جلى واضح اما من اختلف في توثيقه و تضعيفه, كان يقول ابن معين : ثقة , ويقول أحمد : ضعيف , فلا تتنزل هذه القاعدة, وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا, لِمَا مع الجارح من زيادة علم, فلا يلزم من ذلك ان يقدموا التعديل, ويهدروا الجرح , لانه مجمل
سوال : جب جرح مفسر اور تعدیل میں تعارض پیدا ہو جائے، تو بعض کہتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی، پس کیا جرح مجمل کو بھی توثیق پر فوقیت دی جائے گی؟
جواب : بعض کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی ثقاہت ثابت ہو جائے، تو اس کو سوائے امر جلی کے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ جرح مفسر ہی ہے، اور یہ قاعدہ اس شخص پر محمول ہو گا جس کی وثاقت مشہور ہو، تو اگر اس کے بعد اس پر کوئی اعتراض کیا جائے تو سوائے امر جلی (یعنی جرح مفسر) کے کوئی چیز نہیں تسلیم کیا جائے گا، لیکن جس کی توثیق اور تضعیف میں اختلاف پیدا ہو جائے، مثلا ابن معین کہے کہ ثقہ ہے، اور امام احمد کہے کہ ضعیف ہے، تو یہ قاعدہ یہاں پر لاگو نہیں ہو گا، ایسی صورت میں علماء جرح کو تعدیل پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ جرح کرنے والے کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے ، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعدیل کو فوقیت دی جائے، اور جرح کو اس وجہ سے رد کر دیا جائے کہ وہ مجمل ہے۔
إتحاف النبيل بأجوبه اسئله علوم الحديث و العلل و الجرح و التعديل، ص 253
////////

جناب نے دجل سے کام لیا یہاں ۔ یہ ساری عبارت ہمارے حق میں ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی اگر وہ مفسر ہو۔ آپ اپنا کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

فلا تتنزل هذه القاعدة, وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا

تو یہ قاعدہ یہاں پر لاگو نہیں ہو گا، ایسی صورت میں علماء جرح کو تعدیل پر فوقیت دیتے ہیں

آگے اذا کان مفسرا کے الفاظ بھی موجود ہیں جو جناب چھوڑ گئے یعنی جرح تعدیل پر مقدم ہوگی جبکہ وہ مفسر ہو۔

جناب آپ نے یہاں بھی دجل سے کام لیا ہے اور اب آپکی یہ خاص دلیل بھی ہمارے حق میں ہوئی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی اگر مفسر ہو۔ جرح کا مفسر ہونا یہاں بھی مشروط ہے۔

آگے آتے ہیں ابوداود کی طرف جناب نے کہا۔

/////////
اولاً : جس قول کی بنیاد پر امام ابو داؤد کے سکوت سے احادیث کی صحت کی بات کی گئی ہے، وہ امام ابو داؤد کے یہ الفاظ ہیں (وما فيه وهن شديد بينته، وما لم أذكر فيه شيئًا فهو صالح) یعنی جس میں شدید وہن یعنی کمزوری تھی، اس کو میں نےبیان کر دیا، اور جس کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا، تو وہ صالح ہے۔ان الفاظ سے قطعاً حدیث کی تصحیح یا تحسین ثابت نہیں ہوتی، بلکہ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صالح ہے، متابعات و شواہد میں کام آتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ بذاتہ حسن یا صحیح ہو۔

ثانیاً: امام سبکی نے امام ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد کے قول کے متعلق کہا (فإنه بين الضعف الظاهر وسكت عن الضعف المحتمل فما سكت عنه لا يكون حسنا عنده ولابد بل قد يكون مما فيه ضعف) یعنی انہوں نے واضح ضعف کو بیان کر دیا، اور ایسی روایات پر سکوت اختیار کیا ، جن میں ضعف کا احتمال موجود ہو، پس جس روایت پروہ سکوت اختیار کریں، تو ضروری نہیں کہ وہ حسن ہو، بلکہ بعض اوقات ان میں بھی ضعف ہوتا ہے۔ طبقات الشافعية الكبرى ج 2 ص 218

ثالثاً:امام ذہبی اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:فلا يلزم من سكوته - والحالة هذه - عن الحديث أن يكون حسنا عنده

یعنی ان کے سکوت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ مذکورہ حدیث ان کے ہاں حسن درجے کی ہو۔

سير اعلام النبلاء، ج 12، ص 214

رابعاً : محققین نے سنن ابو داؤد کی تحقیق میں کئی ضعیف راویوں کی نشاندہی کی ہے، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ امام ابو داؤد جس حدیث پر سکوت اختیار فرمائیں، وہ حدیث ان کے ہاں حسن ہوگی۔

خامساً: آپ نے جو احادیث نقل کی ہیں، ان میں عطیہ العوفی متفرد راوی نہیں ہے، آپ کو سب سے پہلے ان احادیث میں عطیہ العوفی کا تفرد ثابت کرنا چاہئے تھا، باقی باتیں تو بہت بعد کی ہیں۔
/////////

تو جناب ہم بھی کیا کریں جب آپ اپنے علماء کا انکار کرتے ہیں تو دوبارہ ہمیں دلائل دینے پڑتے ہیں تاکہ آپ پر حجت قائم ہو لیکن ابھی کہاں۔ عطیہ کی وجہ سے آپ پوری فقہ حنفی کا بھی انکار کرینگے۔

آپ نے کہا کہ ابوداود کے الفاظ سے تحسین ثابت نہیں ہوتی تو جناب آپ یہ بتائیں کہ آپکی حیثیت کیا ہے؟ آپ کے مطابق اس سے تحسین ثابت نہیں ہوتی اور آپکے علماء کے مطابق تحسین ثابت ہوتی ہے تو جناب آپ علماء کے تابع ہیں یا علماء آپکے؟ خود مجتہد نہ بنیں اور تابع ہی رہیں۔

آپ نے سبکی اور ذہبی سے اس قاعدہ کا رد پیش کرنے کی بھی کوشش کی۔ تو جناب دیکھیں کہ کتنے علماء کا اس پر اعتماد ہے۔١۔آپکے ممدوح ظفر تھانوی صاحب۔

(ابو داود کا سکوت حدیث حسن ہونے کی علامت ہے۔ (القواعد ص 87

:٢۔شوکانی

رواه أبو داود) . الحديث سكت عنه أبو داود والمنذري ، وقد قدمنا أن جماعة من أئمة الحديث صرحوا بصلاحية ما سكت عنه أبو داود للاحتجاج

نیل الاوطار جلد ٢ ص 266 طبع دار الحدیث

:٣۔منذری جیسے کہ ملا علی قاری اپنی شرح مشکوۃ میں نقل کرتے ہیں

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ: مَا سَكَتَ عَلَيْهِ لَا يَنْزِلُ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ

المرقات ج 1 ص 26، طبع لبنان

:٤۔اور ایک قول نصب الرایہ سے منذری کا یوں نقل کیا گیا

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِي "حَوَاشِيهِ": وَأَبُو الْأَحْوَصِ هَذَا، لَا يُعْرَفُ اسْمُهُ، وَهُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ، وَقِيلَ: مَوْلَى بَنِي غِفَارٍ، لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ الزُّهْرِيِّ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ الْكَرَابِيسِيُّ: لَيْسَ بِالْمَتِينِ2 عِنْدَهُمْ، قَالَ النَّوَوِيُّ فِي "الْخُلَاصَةِ": هُوَ فِيهِ جَهَالَةٌ، لَكِنَّ الْحَدِيثَ لَمْ يُضَعِّفْهُ أَبُو دَاوُد، فَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَهُ، انْتَهَى.

نصب الرایہ جلد ٢ ص 89 طبع بیروت

:٥۔علامہ عینی حنفی جن کی مشہور کتاب عمدتہ القاری ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہے

واختلف عليه فيه ولكن أبا داود لما رواه سكت عنه وسكوته دليل رضاه به

اس راوی کی توثیق پر اختلاف واقع ہوا ہے لیکن ابو داود نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداود کا سکوت اس راوی سے راضی ہونا (یعنی اس کی تعدیل) پر دلالت کرتا ہے

عمدتہ القاری جز 9 ص 436

http://islamport.com/d/1/srh/1/45/1293.html

٦۔ظفر تھانوی صاحب خود اعلاء السنن میں ایک راوی ابراہیم بن اسماعیل جو بعض ناقدین کے نزدیک مجھول تھا اس کے بارے میں فرماتے ہے اور کہا کہ چونکہ ابوداود نے اس پر سکوت کیا تو
فھوا مقارب الحال عندہ کہہ کر توثیق کی گئی۔

٧۔ترکمانی فرماتے ہیں۔

ولهذا اخرج أبو داود هذا الحديث وسكت عنه وهو حسن عنده

ابو داود کا روایت کرکے خاموش رہنا بلاشبہ ابوداود کے نزدیک اس کے حسن الحدیث ہونے پر دال ہے

الجوهر النقي على سنن البيهقي، جلد 9، ص 325، طبع دار الفكر

ترکمانی الحنفی کتاب الجوہر النقی باقاعدہ اسی قاعدہ سے استدلال کرتے ہیں اور سکوت ابوداود سے روایات کی تحسین کرتے ہیں۔

واخرجه أبو داود ايضا برجال مسلم وسكت عنه فهو حسن عنده
ج 1 ص 178

اخرجه أبو داود وسكت عنه فاقل احواله ان يكون حسنا عنده
ج 2 ص 338

اخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده

ج 9 ص 328

واخرجه أبو داود وسكت عنه فهو حسن عنده على ما عرف
ج 10 ص 271

وسكت عنه أبو داود فهو حسن عنده ايضا
ج10 ص 299

٨۔عینی حنفی ایک راوی کے بارے میں کہتے ہیں:

فإن قلت: في إسناد الحديث الوليد بن وردان وهو مجهول الحال.
قلت: أبو داود لما رواه سكت عنه فهذا يدل على رضاه به على قاعدته

اگر کہا جائے کہ اس میں ولید مجہول الحال تو میں کہوں گا کہ ابوداود نے اس سے روایت کی اور خاموش رہے جو ان کی اس راوی (کی تعدیل) سے رضا کی دلیل ہے ان کے قاعدے کے مطابق۔

البنایہ، جلد 1 ص 222، طبع بیروت

ولما روى أبو داود هذا الحديث سكت عنه، وذا يدل على أنه عنده حديث صحيح،

ابوداود نے روایت کی اور ساکت رہے جو ان کے نزدیک صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے
البنایہ جلد 1 ص 213 طبع بیروت

فإن قلت: في إسناد الحديث الوليد بن وردان وهو مجهول الحال.
قلت: أبو داود لما رواه سكت عنه فهذا يدل على رضاه به على قاعدته

اگر کہا جائے کہ اس میں ولید مجہول الحال تو میں کہوں گا کہ ابوداود نے اس سے روایت کی اور خاموش رہے جو ان کی اس راوی (کی تعدیل) سے رضا کی دلیل ہے ان کے قاعدے کے مطابق
البنایہ، جلد 1 ص 213، طبع بیروت

عینی ایک اور مقام پر کہتے ہیں۔

ولما أخرج أبو داود حديثه هذا سكت عنه، وذلك دليل رضاه بصحته.
ابو داود نے اس حدیث کو نقل کیا اور خاموش رہے جو اس کی صحت پر ان کی طرف سے رضا کی دلیل ہے
البنایہ جلد 3 ص 197

عینی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

ولهذا لما أخرج أبو داود هذا الحديث سكت عنه وهو حسن عنده على ما عرف

اس ہی وجہ سے ابوداود نے روایت کو نقل کیا اور خاموش رہے جو اس کی طرف سے حسن ہونے کی دلیل جیسا کہ معروف ہے
البنایہ جلد 11 ص 587

۹۔جناب آپکے ممدوح عبدالحئی حنفی صاحب بھی ہمارے ہی حق میں ہیں۔عبدالحئ لکھنوی کہتے ہیں:

وسكوت ابي داود يدل انه حسن عنده
ابوداود کا سکوت اس کا حسن ہونے کی دلیل ہے

السعاية ص 80 طبع ہند

علامہ عبدالحئ راوی کی توثیق نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

سكت عنه وكفي به حجة
ابوداود نے روایت کی اور سکوت اختیار کیا جو کافی ہے اس کے حجت ہونے پر

السعایہ ص 123، طبع ہند

لہذا جناب آپکی اس پر جرح باطل ہے اور عطیہ اس قاعدہ سے حسن الحدیث ثابت ہے۔اور اب تو آپکے ممدوح عبدالحئی بھی اس لسٹ میں آگئے

لہذا جناب میں آپکی ہی بات آپ پر لوٹاتا ہوں کہ یا تو انکو جھوٹا کہہ دیں یا پھر اسکو رد کرنا چھوڑ دیں۔

آپ یہ بات تب کریں، جب آپ اپنے علماء کے متعلق تسلیم کریں کہ انہوں نے جھوٹ بولا۔ اگر ان کے متعلق آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ، تو یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تم ہمارے علماء کو جھوٹا ثابت کر لو گے۔

جناب نے کہا۔
/////
جناب یہ آپ کا حق نہیں کہ آپ متعین کریں عالم نے کس سند کی توثیق کی ہوگی۔ لہٰذا آپ دیگر اسناد کی تضعیف پر وقت ضائع نہ کریں، ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ عطیہ اس روایت میں ہرگز متفرد نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہی پیش کردہ اصولوں پر پورا نہیں اتر رہے۔ اب باقی آپ کے پاس احتمالات کی کہانیاں ہونگی، لیکن اصول یاد رکھئے، جہاں احتمال آ جائے، تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

اور ہم اس روایت کی ایک اور سند بھی پیش کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن أحمد ، قال : حدثنا محمد بن الحسين الحراني ، قال : حدثنا أبو العباس أحمد بن يعقوب الأهوازي الخطيب ، قال : حدثنا جعفر بن حمدويه ، قال : حدثنا عبد الله بن رشيد ، قال : حدثنا أبو عبيدة ، عن الحسن ، قال : حدثني عبد الله الأسلمي ، أن رسول الله صلى الله عليه كان إذا أتى الصلاة ، قال : " اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وإقبالي إليك لم أقبل أشرا ولا بطرا ولا رياء ولكن أقبلت ابتغاء طاعتك ، تنزيها عن سخطك ، فاغفر لي ذنوبي ، فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت " . قال : " من قالها أقبل الله بوجهه إليه ، وحفت حوله الملائكة حتى يفرغ من صلاته "

(الأول من مشيخة أبي الحسين بن المهتدي بالله)

اس سند میں نہ ہی عطیہ العوفی ہے، اور نہ ہی وازع بن نافع موجود ہے
/////

پہلے تو جان لیجئے کہ اس میں ابو العباس ابوالفضل الاھوازی جس کے بارے میں جھوٹے ہونے کا اتہام ہے اور دوسری بات اس میں ایک راوی کا ترجمہ پیش کیجئے جعفر بن حمدویہ جو ابن رشید سے نقل کررہا ہے، ابن رشید مجھول العین لگتا ہے لہذا اس سے کس طرح استناد کیا جاسکا ہے۔

تھوڑی تو عقل استعمال کیجئے کس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان واضعین کے طرق پر حکم صحت لگایا ہو یا تو آپ اصول بتادیجئے گا کہ مجھول و جھوٹے راویان کی روایت کو بطور شاہد پیش کرنا صحیح ہے میں نے پورا مقدمہ بنایا تھا آپ اس طرف تو آئے ہی نہیں، میں قارئین کی سہولت کے لئے ان میں سے نکات نقل کردیتا ہوں

میں نہیں جانتا کہ آپ کا منہج کیا ہے ورنہ آپ کو اس کے مطابق جواب دیا جاتا لیکن ادھر کچھ احتمالات رکھے جاسکتے ہیں

1 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ دراصل حسن لغیرہ ہی تھی اور دراصل یہ اصل روایت ان کے نزدیک حسن تھی

2 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ دراصل عطیہ ہی کی وجہ سے کہی ہے اور یہ روایت ان کے نزدیک قابل احتجاج بھی نہ تھی اور نہ ہی قابل استشہاد۔

3 ۔ جن مصنفین نے عطیہ کی روایت کو حسن کہا وہ نہ عطیہ کی روایت کو کہا ہے منفردا اور نہ ہی اس کی روایت کی وجہ سے کہا ہے منفردا بلکہ دونوں کی ضعیف اور ضعیف مل کر حسن بن گئی

اب ہم ان تینوں احتمالات پر گفتگوں کرلیتے ہیں۔

پہلا احتمال تو بالجزم باطل ہے کیونکہ جو ہم نے حوالے دئے ہیں اس میں غالبا کسی میں اس طریق کا اعتبارا بھی ذکر نہیں ہے بلکہ علماء سے اس سند پر ضعیف کا کلمہ بھی کہنا مشکل دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کی سند واہ ہے ضعیف بھی نہیں اور کذاب راوی موجود ہے جس کی توثیق بھی موجود نہیں۔

دوسرا احتمال ہی قیاس ہے اور اس ہی طریق کو علماء نے حسن کہا ہے اور اس پر ہی علماء کا جزم ہے۔ چنانچہ اگر یہ دوسرا احتمال ثابت ہوتا ہے تو وہی ہماری مراد ہے کہ روایت کو حسن کہا تو سند حسن ہوئی اور سند حسن تو راویان علی الاقل حسن الحدیث ہوں گے۔

تیسرا احتمال اگر کہیں تو یہ تو ہمارے حق میں جاتا ہے کیونکہ اگر ایک طریق کا شاہد میں کوئی کذاب راوی بھی ہو تو وہ شاہد بن سکتی ہے تو ہم آپ کو ایک سے زیادہ طریق بطور نمونہ دیتے ہیں جس میں عطیہ نہیں اور یوں یہ طریق خود اس احتمال کے سایہ میں حسن ہوجائے گا فھوا مرادنا۔ الحمد للہ۔

473 - حدثني أبو الحسن الفارسي قال : ، حدثنا : الحسين بن محمد الماسرجسي قال : ، حدثنا : جعفر بن سهل ببغداد ، قال : ، حدثنا : المنذر بن محمد القابوسي قال : ، حدثنا : أبي قال : ، حدثنا : عمي ، عن أبيه ، عن أبان بن تغلب : ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، عن علي بن الحسين ، عن أبيه ، عن علي قال : لما نزلت : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله فاطمة (ع) فأعطاها فدكاً.

الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل جلد1 صفحه 442

608 - أخبرنا : عقيل بن الحسين قال : ، أخبرنا : علي بن الحسين قال : ، حدثنا : محمد بن عبيد الله ، قال : ، حدثنا : أبو مروان عبد الملك بن مروان قاضي مدينة الرسول بها سنة سبع وأربعين وثلاث مائة قال : ، حدثنا : عبد الله بن منيع ، قال : ، حدثنا : آدم قال : ، حدثنا : سفيان ، عن واصل الأحدب ، عن عطاء : ، عن إبن عباس قال : لما إنزل الله : وآت ذا القربى حقه ، دعا رسول الله (ص) فاطمة وأعطاها فدكاً وذلك لصلة القرابة

الحاكم الحسكاني - شواهد التنزيل جلد1 صفحه 570

تو جناب اب یہ دونوں اسناد جن میں عطیہ نہیں ہے اس عطیہ والی روایت کو حسن کر رہی ہیں چاہے یہ ضعیف ہی ہوں کیونکہ آپ نے بڑی بھڑکیں مارتے ہوئے یہ اصول خود ثابت کردیا۔

اب ضد مت کیجئے گا جناب۔اپنی بات کے تابع رہئے گا۔

یہی جاری ہے

اور اس کے علاوہ اگر آپ الفاظ پر غور کیجئے تو واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی مراد فقط حدیث ابی سعید خدری ہی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

1۔ حافظ عراقی کا قول
حَدِيث «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلك بِحَق السَّائِلين عَلَيْك وبحق ممشاي هَذَا إِلَيْك فَإِنِّي لم أخرج أشرا وَلَا بطرا وَلَا رِيَاء وَلَا سمعة، خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فأسألك أن تنقذني من النَّار وَأَن تغْفر لي ذُنُوبِي إِنَّه لَا يغْفر الذُّنُوب إِلَّا أَنْت»
من حَدِيث أبي سعيد الْخُدْرِيّ بِإِسْنَاد حسن

ادھر واضح طور پر سند پر حسن کا لگایا ہے اور وہ بھی ابو سعید خدری کی۔.

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار ص 384 طبع دار ابن حزم

2 ۔ حافظ دمیاطی کے مطابق اس روایت کی 'سند' حسن ہے، وہ لکھتے ہے:

رواہ ابن ماجتہ واسنادہ حسن انشاء اللہ۔

المتجر الرابح، ص 641، ح 131 طبع مكتبة ومطبعة النهضة الحديثة

3۔ ابن خزیمہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب التوحید میں ضمنا کیا ہے ۔

کتاب التوحید، ص 41، طبع ریاض

لیکن بوصیری کے بقول چونکہ ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں اس روایت کو نقل کیا لہذا یہ روایت ابن خزیمہ کے اصول کے تحت صحیح ہوگی۔

مصباح الزجاجتہ ص 98، طبع بیروت

باقی یہ علماء ہی کا اصول کہ ابن خزیمہ ک اپنی التوحید یا صحیح میں کسی راوی سے اخراج کرنا اس کی توثیق کی دلیل ہے ابن خزیمہ کے نزدیک۔ اور اس میں بھی فقط ابو سعید خدری کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے۔

5 ۔ حافظ منذری اس کو ابو سعید خدری ہی کے حوالہ سے اپنی کتاب میں دو جگہ نقل کرتے ہیں اور دونوں طرف مزے کی بات انتساب بھی ابن ماجہ کی طرف کرتے ہیں۔

پہلی مرتبہ ص 135 پر ابن ماجہ کے حوالہ سے فقط

دوسری مرتبہ بھی ابن ماجہ کی طرف اور پھر سند پر حکم لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

وَحسنه شَيخنَا الْحَافِظ أَبُو الْحسن رَحمَه الله

اس کی سند کو ابو الحسن مقدسی نے حسن کہا ہے

الترغیب و الترھیب جز ص 305، طبع بیروت

ادھر بھی دیکھیں کہ حکم سند پر لگا ہے۔

۔ ابن حجر کا بھی سنئے کہ وہ اس روایت کو نتائج الافکار ہی سے لاتے ہیں6

باقی آپ کتنا دفاع کی کوشش کررہے ہیں یہ سب ضائع ہے۔ دیکھئے خود ابن حجر جن کی جرح پر کافی ناز ہے آپ کو وہ کہتے ہے اس روایت کی سند پوزیشن پر

(قوله: ((وروينا في كتاب ابن السني عن بلال.
وبالسند الماضي إلى ابن السني مراراً ثنا عبد الله بن محمد البغوي، ثنا الحسن بن عرفة، ثنا علي بن ثابت الجزري، عن الوازع بن نافع، عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، عن بلال رضي الله عنه مؤذن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا خرج إلى الصلاة قال: ((بسم الله، آمنت بالله، توكلت على الله، لا حول ولا قوة إلا بالله، اللهم إني
أسألك بحق السائلين عليك وبحق مخرجي هذا، فإني لم أخرجه أشراً ولا بطراً، ولا رياءً ولا سمعةً، خرجت ابتغاء مرضاتك، واتقاء سخطك، أسألك أن تعيذني من النار وتدخلني الجنة)).
هذا حديث واهٍ جداً، أخرجه الدارقطني في ((الأفراد)) من هذا الوجه، وقال: تفرد الوازع به.
وقد نقل المصنف أنه متفق على ضعفه، وأنه منكر الحديث.
قلت: والقول فيه أشد من ذلك.
قال يحيى بن معين والنسائي: ليس بثقة.
وقال أبو حاتم وجماعة: متروك.
وقال الحاكم: روى أحاديث موضوعة.

وقال ابن عدي: أحاديثه كلها غير محفوظة.

ارمان کا نقل کردہ ابن سنی کا طریق): میں کہتا ہوں اس کہ حدیث واہ ہے،۔۔۔ وزاع نے) ادھر تفرد کیا تھا اور سب متفق ہیں اس کی تضعیف اور منکر حدیث ہونے پر
ابن حجر مزید کہتے ہے: فقط ضعف کی بات نہیں بلکہ ادھر اس سے زیادہ شدید جرح ہے، (اور پھر ان اقوال کو نقل کرتے ہیں)

اور پھر اگلے ہی صفحہ پر وہ عطیہ کی اس روایت کو بایں الفاظ حسن کہتے ہے:

هذا حديث حسن، أخرجه أحمد عن يزيد بن هارون عن فضيل بن مرزوق.
وأخرجه ابن ماجه عن محمد بن يزيد بن إبراهيم التستري، عن الفضل بن موفق.
وأخرجه ابن خزيمة في كتاب ((التوحيد)) من رواية محمد بن فضيل بن غزوان ومن رواية أبي خالد الأحمر.
وأخرجه أبو نعيم الأصبهاني من رواية أبي نعيم الكوفي.
كلهم عن فضيل بن مرزوق.

تمام طرق کو بقول ابن حجر کے مطابق فضیل بن مرزوق پر منتہی ہوتے ہیں (پڑھ لیجئے پوری عبارت)

نتائج الأفكارفي تخريج أحاديث الأذكار ص268 269 طبع دار ابن كثير

اس سے زیادہ بھی کوئی مزید واضح ارشاد ہوگا بھائی؟ واضح طور پر ابن حجر فقط اور فقط اس ہی سند کی بات کررہے ہیں۔

6۔زاھد کوثری بھی اس روایت کی تحسین کی طرف مائل ہیں۔ اور فقط اس ہی روایت ابی سعید کو نقل کرتے ہیں اور اس پر حکم لگاتے ہیں۔

کتاب محق التقول فی مسالتہ التوسل ص 4-5، طبع مکتب الازھریہ

آپ کس طرح ان سے استشہاد کررہے ہیں سمجھ نہیں آتا۔
لہذا ثابت ہوا کہ تمام حضرات کا مقصد فقط عطیہ کا ہی طریق پیش نظر تھا اور ہم نے ان کی عبارات سے ثابت کیا کہ کہی انہوں نے سند کی تحسین باقاعدہ کی جو یقینا تحسین پر دلالت کرتی ہے

آپ نے کہا۔

///
میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام راوی ثقہ ہونگے۔
اولاً : امام طحاوی فرما رہے ہیں (وانی نظرت فی الآثار المرویۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی میں نے ان احادیث کا مطالعہ کیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔۔۔ یہاں سے یہ دلیل پکڑنا ہی غلط ہے کہ امام طحاوی نے فقط صحیح احادیث ہی اس کتاب میں لکھی ہونگی۔
ثانیاً: یہاں پر صرف اسانید مقبولہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اس میں ایسے راوی بھی موجود ہو سکتے ہیں جن کی احادیث صرف متابعات و شواہد میں پیش ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس قول سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوا
////

یہ کہنا ہی باطل ہے کیونکہ ادھر آپ نے جو اپنے قیاس سے کام لیا ہے وہ نہیں چلے گا کیونکہ اگر الفاظ دیکھیں وہ یہ ہیں:

وَإِنِّي نَظَرْتُ فِي الْآثَارِ الْمَرْوِيَّةِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَسَانِيدِ الْمَقْبُولَةِ الَّتِي نَقَلَهَا ذَوُو التَّثَبُّتِ فِيهَا وَالْأَمَانَةِ عَلَيْهَا , وَحُسْنِ الْأَدَاءِ لَهَا

میں نے دیکھا ان آثار کو جو رسول اللہ ص ے مروی ہیں ان اسانید مقبولہ سے جن کو نقل کرنے والے (اب ادھر آپ کے تمام قیاس کا ابطال ہوتا ہے کہ ادھر مقبول سے جو آپ نے ادھر ادھر کی چیزیں مراد لی ہیں خود طحاوی اس کی تشریح کرتے ہے کہ اسانید مقبولہ کیا ہے) ثبت کے حامل ہیں ان اسانید میں اور نہایت امانت اور احسن طریقہ سے (پہنچایا ہے (ادھر ضبط کے اوپر مزید تکرار ہے

شرح مشکل الآثار ج 1 ص 6 طبع بیروت

اب آپ اپنی ذرا تفسیر اسانید مقبولہ دیکھئے اور خود طحاوی کا منشا دیکھیں جو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے

باقی آپ کا شیعہ علماء جنہوں نے التزام صحت کیا ہے ان کا نقل کرنا بہرحال وہ فائدہ مند نہیں کیونکہ ابھی ہم بحث صحیح اور غیر صحیح میں نہیں جاتے جو متقدمین کے نزدیک تھی اس کی ضرورت پڑی تو کبھی کریں گے اور دوسری بات، بات ادھر سنی علم اصول حدیث کی ہورہی ہے تو ہمیں اس ہی چیز کی پابندی کرنی ہوگی جس کی وہ خود کرتے ہیں۔

پھر جناب نے کہا۔

////
جناب آپ کا ترجمہ سراسر غلط ہے۔ دیکھئے پوری عبارت پڑھئے۔ امام طحاوی فرما رہے ہیں
أذكر في كل كتاب منها (میں اس تصنیف کی ہر کتاب میں ذکر کروں گا) ما فيه من الناسخ والمنسوخ (جن میں ناسخ و منسوخ بھی شامل ہیں) وتأويل العلماء (اور علماء کی تاویلات بھی شامل ہیں) واحتجاج بعضهم على بعض(اور بعض علماء کا دیگر علماء کے خلاف دلائل سے احتجاج) وإقامة الحجة (اور حجت کا قیام) لمن صح عندي قوله (جس کا قول میرے نزدیک صحیح ہو) منهم (ان میں سے کسی عالم کا) بما يصح به مثله (جیسے کہ صحیح ثابت ہواسی کی طرح کا قول) من كتاب أو سنة (کتاب یا سنت سے) أو إجماع (یا اجماع سے) أو تواتر من أقاويل الصحابة (یا صحابہ کے اقوال میں تواتر سے) أو تابعيهم ((یا پھر ان کے تابعین میں سے
آپ کہہ رہے ہیں کہ وإقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں صرف صحیح روایات نقل کی ہیں، حالانکہ سراسر غلط ہے۔ اس سے تو یہ مراد ہے کہ امام طحاوی فرما رہے ہیں میں اس کتاب میں اس عالم کے قول کو حجت سے قائم کروں گا، جس کا قول میرے نزدیک صحیح ہو۔
اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ اس کتاب کی تمام روایات صحیح ہوں، کیونکہ بعض اوقات حجت کے طور پر کئی روایات پیش کی جاتی ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ اس باب میں سب ہی صحیح ہوں، اور خاص طور پر یہ کہ وہ صحیح لذاتہ بھی ہوں۔ یہ تو آپ قیاس مع الفارق سے کام لے رہے ہیں، اور اس سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے
////

اس کی تفصیل تو بہرحال ظفر تھانوی کے اصول سے بالکل ختم ہوجاتی ہے اور اب ہمیں مزید اس پر کہنے کی حاجت نہیں آپ ایک احتمال لارہے ہیں اور میرے نزدیک بات یہی صحیح ہے کہ طحاوی صرف اس وہی وقت حجت کو قائم کرسکتے ہیں جب خود ان کے نزدیک وہ بھی بات صحیح ہو اور حجت کس طرح قائم ہوگی یہ آپ خود جانتے ہیں کہ کیا ایک عالم کا قول دوسرے پر پیش کرنے سے ہوگی یا آثار مرویہ سے ہوگی اور آثار مرویہ سے جب ہوگی تو خود جب تصریح موجود ہے کہ میرے نزدیک جو صحیح ہوگی اس ہی کرون گا تو یہ سارے احتمالات ختم ہوگئے بالخصوص ظفر تھانوی کی عبارت کے بعد

اگر الفاظ کو بھی دیکھ لیں تو دو بار صحت کا التزام آیا ہے

وَإِقَامَةَ الْحُجَّةِ لِمَنْ صَحَّ عِنْدِي قَوْلُهُ مِنْهُمْ بِمَا يَصِحُّ بِهِ مِثْلُهُ مِنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ أَوْ إِجْمَاعٍ أَوْ تَوَاتُرٍ مِنْ أَقَاوِيلِ الصَّحَابَةِ أَوْ تَابِعِيهِمْ

ایک بار جب حجت قائم کروں گا تو جو میرے نزدیک صحیح ہو جیسا کہ کتاب سنت، اجماع، تواتر اور 'صحابہ، تابعین کے اقوال' میں سے صحیح ہوں

تو بھائی صحت فرع ہے اسناد کے معتبر ہونے پر تو یہ اشکال تو خود طحاوی نے آپ کو باطل کردیا

طحاوی کے قول کی وضاحت

آپ نے طحاوی کے قول پر اپنی طرف سے لایعنی تشریحات کرکے کافی باتیں کیں۔ اس کے لئے یاد کیجئے کہ ہمارا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ طحاوی کا اپنی نظروں میں صحیح کہہ کر یا خود اسانید مقبولہ کہہ کر تمام اہلسنت بلکہ خود احناف کو ملتزم کریں کہ وہ تمام روایات کو صحیح مانیں بلکہ ہمارے نزدیک فقط طحاوی کا استدلال مراد ہے جو ان کے نزدیک ثقہ ہوگا۔

علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن کی جلد 4 ص 32 طبع کراچی میں کہتے ہیں۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ راوی مجہول ہے) میں کہتا ہوں کہ اس کی نہ جرح کی) گئی اور نہ تعدیل طحاوی نے اپنی کتاب میں بطور احتجاج اس سے روایت کی ہے تو کم سے کم وہ حسن تو ہوگا۔

یہی علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن، جلد 8، ص 371، طبع کراچی میں کہتے ہیں:

والاثر صالح للاحتجاج بہ لکون الطحاوی ذکرہ فی موضع الاحتجاج
یہ روایت احتجاج کے قابل ہے چونکہ طحاوی نے اس کو احتجاج کے طریق سے نقل کیا ہے

چناچنہ یہ ہم نے اپنی طرف سے قاعدہ وضع نہیں کیا بلکہ وہی کہا جیسا فہم حنفی بزرگ نے لیا ہے

جناب نے کہا۔

/////
امام ترمذی کے اپنے ہی اصولوں سے میں نے عطیہ کا غیر حجت ہونا ثابت کیا تھا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، اور آپ پھر وہی پرانے حوالہ جات نقل کرنے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ آپ وہی پرانا مال ہی بار بار لا رہے ہیں، جن کا جواب ہو چکا ہوتا ہے۔ نیا مال ہوتا تو پرانا مال بار بار لانے کی نوبت نہ ہوتی۔ بہرحال، میں دو محققین یعنی محمود محمد شاکر اور احمد محمود شاکر کی تفسیر الطبری پر تحقیق سے ان کا قول پیش کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:
وقد رجحنا ضعفه في شرح حديث المسند و شرح الترمذي وانما حسن الترمذي ذاك الحديث لمتابعات , ليس من اجل عطية
اور ہم نے (عطیہ) کے ضعف کوشرح حدیث المسند اور شرح ترمذی میں ترجیح دی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو متابعات کی وجہ سے حسن کہا ہے، عطیہ کی وجہ سے حسن نہیں کہا۔
تحقیق ، تفسیر الطبری، ج 1 ، ص 264
یہ لیں، مزید دو محققین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ خود امام ترمذی کے نزدیک عطیہ کی حیثیت حسن درجے تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ صرف متابعات کی وجہ سے عطیہ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اور یہی قول امام نووی کا ہے ، چنانچہ فرماتے ہیں
قَالَ النَّوَوِيّ إنَّما حسنه التِّرْمِذِيّ لشواهده

امام نووی نے فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو شواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے۔
دیکھئے اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، ج 1 ص 323
//////

ادھر یہ چیزیں ان تیس حوالوں کے آگے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جو ہم نے اوپر مقدمہ میں پیش کئے بالخصوص ان علماء کو معلوم ہونا چاہیے کہ ترمذی نے غریب طرق کی روایت تک کو حسن کہا ہے عطیہ کی تو اس ست یہ کہنا باطل ہے۔ اس کےساتھ ارمان صاحب یہاں تو احمد شاکر کی بات سے استدلال کررہے ہیں لیکن جو توثیق ہم نے پیش کی اس میں خود احمد شاکر عطیہ کی تحسین ترمذی کی تکثیر سے استدلال کرتے ہے تاکہ اسے حسن الحدیث قرار دیں

(سنن ترمذی حاشیہ جز 2 ص 343)

کیا خیال ہے کہ ہم آپ کے قول کو مانتے ہے اور آپ ہمارے؟

حاتم العوفی آپکا رد کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

فقول الترمذي –مثلا- عن حديث: "حسن غريب" فهذا يعني أنه حسن لذاته كما قرره أبو الفتح محمد بن محمد بن محمد بن سيد الناس اليعمري (ت 734 هـ) في (النفح الشذي شرح جامع الترمذي) وكما وافقه عليه الدكتور نور الدين عتر في كتابه (الإمام الترمذي) ، وعلى ذلك غيرهما وهو الصحيح الظاهر.
والحسن لذاته ، يعني أنه حسن الإسناد ، لكن يزيد التعبير بغرابة الحديث دلالة التحسين على الاحتجاج برواته ، كما سبق وأن شرحناه آنفا.
وقد وجدت تطبيقا عمليا للحافظ ابن حجر يقطع بذلك ، حيث قال في (تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة) في ترجمة (عبدالله بن عبيد الديلي) قال: "أخرج حديثه الترمذي والنسائي ، وقال: "حسن غريب" ، وهذا يقتضي أنه عنده صدوق معروف")

جب ترمذی کہتے ہیں حسن غریب تو اس سے مراد حسن لذاتہ ہی ہے (ہمارے مخالف بار بار حسن لغیرہ کی رٹ لگاتے ہیں) جیسا کہ ابو افلتح الیعمری نے شرح ترمذی میں تصریح کی ہے اور ڈاکٹر نور الدین عتر بھی اپنی کتاب میں اس کی موافقت کرتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی دیگر علماء یہی مانتے ہیں اور یہی ظاھری طور پر صحیح ہے

حسن لذاتہ سے مراد کہ اس کی سند حسن ہے (غور کیجئے محترم) لیکن اس پر تعبیر زیادہ ہوجاتی ہے غرابت کا حکم لگا کر جو دلالت کرتا ہے اس سند میں موجود راویان کی روایت سے احتجاج میں (اعتبار و شواھد فقط نہیں غور کیجئے) جیسے کہ پہلے بتایا جاچکا ہے۔

پھر ابن حجر کی تطبیق نقل کرتے ہے

المرسل الخفي وعلاقته بالتدليس جلد 1 ص 316 طبع دار الهجره

غور کیجئے اور ہمارے پاس دیگر حوالے جات بھی ہیں اور خود علمائے احناف کی تصحیحات ترمذی و تحسینات ترمذی سے استدلال ہیں

آگے جناب کہتے ہیں۔

//////////
آپ ہی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق راوی کی توثیق اس وقت ثابت ہوگی جب ایسی روایت کی تصحیح یا تحسین کی جائے جس میں راوی متفرد ہو۔ اور پھر آپ ہی کے پیش کردہ اصولوں سے ہم نے آپ کو پڑھایا، (کیونکہ آپ نے پوسٹ تو کیا، لیکن آدھی عبارت حذف کر لی) کہ اس کے باوجود کوئی خاص دلیل موجود ہو، تو پھر بھی راوی کی توثیق لازم نہیں آئے گی۔ آپ دوبارہ سے ہمارے جواب کا مطالعہ کریں، اور کسی پڑھے لکھے کو ساتھ بٹھائیں تاکہ آپ کو سمجھا بھی سکے۔آگے دوڑ پیچھے چھوڑ سے کام نہیں بنے گا۔
//////////

جناب اوپر مقدمہ بنایا گیا ہے اسکے جواب میں وہی کافی ہے۔

اور جناب میں نے کوئی عبارت حذف نہیں کی بلکہ آپکے الیاس گھمن صاحب بھی اتنی ہی عبارت سے استدلال کرتے ہیں جتنی سے میں نے کیا۔
ملاحظہ ہوں اسکین

قافلہ حق 50

5:امام ابوالحسین القدوری م428ھ(التجرید للقدوری ج1ص479)

6:امام ابو بکر السرخسی م490ھ(المبسوط للسرخسی ج1ص24)

7:امام ابو بکر الکاسانی م578ھ(بدائع الصنائع ج1ص469)

8:امام المرغینانی م593ھ(الہدایہ ج1ص86)

9:علامہ ضیاءالدین المقدسی م643ھ(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

10:امام ابو محمد المنبجی م686ھ(اللباب فی الجمع بین السنۃ و الکتاب: ج1 ص247)

11:علامہ ابن القیم م751ھ(بدائع الفوائد: ج3 ص73)

جواب نمبر2: غیر مقلد مولوی علی زئی صاحب لکھتے ہیں: روایت کی تصحیح وتحسین اس کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(مقدمہ جزء رفع یدین نص14 مترجم)

ہم ان محدثین ومؤلفین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ان احادیث کو صحیح یا حسن کہا ہے جن میں راوی مذکور عبدالرحمن بن اسحاق ہے، تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے یہ اس راوی کی توثیق ہوگی۔

امام ترمذی: حسن(ترمذی رقم3563)

1:امام حاکم: صحیح الاسناد(مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر)

2:امام ذہبی: صحیح الاسناد(مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر)

3:امام ضیاء الدین مقدسی:(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

تنبیہ: علی زئی صاحب کے نزدیک ضیاء مقدسی کا کسی حدیث کی تخریج کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔(تعداد رکعت قیام رمضان ص23)

جناب اب آتے ہیں ابوحنیفہ کے اساتذہ والے قاعدہ پر۔ آپ نے کہا۔

//////////

ہم نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا، اور اب بھی آپ کو کہتے ہیں، کہ آپ نے جو امام ابو حنیفہ کے شیوخ ہونے کی بنا پر یا امام بخاری کے سکوت سے عطیہ العوفی کے ضعف کو وثاقت میں بدلنے کی کوشش کی ہے، تو یہ سب استقراء ہی پر مبنی ہیں۔ اس کو آپ آڑے ہاتھوں قبول کر رہے ہیں، اور ہم اسی اصول کے تحت آپ کو جواب دیں تو آپ کو ہضم نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہم جس استقراء سے دلیل پکڑ رہے ہیں، وہ استقراء التام ہے، اور آپ جس استقراء سے دلیل پکڑ رہے ہیں، وہ استقراء ناقص کے زمرے میں آتا ہے۔
ہم نے جس استقراء سے دلیل پکڑی ہے، اس میں تمام جزئیات کا کلی احاطہ کیا گیا ہے، اور آپ نے جس استقراء سے دلیل پکڑی ہے، اس میں چند جزئیات کو دیکھ کر تمام پر فیصلہ صادر کیا گیا ہے، اور آپ پر افسوس ہے کہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ ہم استقراء ناقص کی بنا پر بات کر رہے ہیں۔
///////////

اللہ اکبر۔آپ کسی اہل علم سے جاکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیجئے کیا کہہ رہے ہیں۔ بھائی استقراء تام کا مجھے مفہوم بتائیں کیا ہوتا ہے؟ یعنی جیسے کہ میں ایک بکس میں 1000 لوہے کو دیکھوں کہ بار بار حرارت دینے پر تمام کے تمام پگھل جائیں تو کہا جائے گا کہ ادھر تمام لوہے جو بکس میں ہیں اس کا استقرا تام کے بعد یہ صحیح حکم لگایا جاسکتا ہے کلیتہ کہ تمام لوہے اس باکس میں حرارت سے پگھلتے ہیں۔ آپ کس طرح اس کو استقراء تام کہہ سکتے ہیں؟ یہ تمثیل کے حکم میں آئے گا جو کیا گیا یا بہت ہی وسعت دی تو اسقرا ناقص اور اس سے بھلا کلی حکم کس طرح اخذ کیا جاسکتا ہے؟

باقی جو آپ کہہ رہے ہیں کہ ابوحنیفہ کے شیوخ کو ثقہ کہنے کی استقراء ناقص وجہ تو بھائی یہ میرا کام نہیں کہ میں دلیل کو کشف کروں کہ کس وجہ سے یہ کہا گیا قاعدہ آپ کا ہے میرا نہیں۔ میرے نزدیک تو خود ابو حنیفہ ہی مجروح ہے یہ تمام جوابات الزامی طور پر دئے جارہے ہیں۔ اور جہاں تک ظفر علی تھانوی کی بات ہے تو اس نے جو تمام مشائخ ابی حنیفہ کو ثقہ کہا ہے وہ علامہ عبدالوھاب شعرانی کی کتاب میزان الکبری میں موجود عبارت کے تحت کہا ہے (جو فی الجملتہ احناف کا ماننا ہے یعنی تخصیص ہو تو ہو)۔

اور وہ قول میزان الکبری کی جلد 1 ص 68 پر دیکھا جاسکتا ہے۔

تو جناب اب درجذیل علماء اس قاعدہ میں شامل ہوئے۔

١۔سیوطی۔
٢۔حقانی دیوبندی۔
٣۔ظفر تھانوی دیوبندی۔
٤۔عبدالوہاب شعرانی۔
٥۔صفدر اوکاڑوی دیوبندی۔

جناب اپنے علماء کی مانیں قیاس آرائیوں سے پرہیز رکھیں۔

اور جناب یہ بات بھی زہن میں رکھیں کے ابوحنیفہ کی شرط بخاری و مسلم سے بھی کڑی تھی۔
مقام ابی حنیفہ صفحہ ١٣٥ مولانا سرفرازخان دیوبندی)

۱۳۵

ابوحنیفہؒ کا مذہب اور رائے نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وهذا مذهب شديد وقد استقر العمل على خلافه فلعل الرواة في الصحيحين ممن يوصف بالحفظ لا يبلغون النصف (تدريب الراوي ص ۱٦٠)	اور یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بخاری اور مسلم کے ان رواۃ کی تعداد جو شرط مذکور پر پورے اترتے ہوں نصف تک بھی نہ پہنچتی ہو۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی شرط امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرطوں سے بھی زیادہ کڑی ہے۔ اگرچہ جمہور محدثینؒ اس شرط میں امام موصوفؒ کا ساتھ نہیں دیتے مگر چونکہ علم حدیث میں بھی وہ کبار مجتہدین میں تھے اس لیے دیانۃً اپنے اجتہاد کے پیش نظر انھوں نے یہ شرط لگائی ہے اور اس شرط لگانے میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا جس طرح کہ حضرت امام بخاریؒ نے امکان لقاء کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا بلکہ حقیقتِ لقاء کی شرط لگائی ہے، اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہوئی ہو تاکہ تدلیس و عنعنہ کا شبہ باقی نہ رہے مگر جمہور محدثین نے جن میں خصوصیت کے ساتھ امام مسلمؒ پیش پیش ہیں، ان کی خوب تردید کی ہے (دیکھئے مقدمہ صحیح مسلم وغیرہ) اور جمہور نے ان کا ساتھ بالکل نہیں دیا۔ اور جیسا کہ امام بخاریؒ اور امام ابن العربیؒ حسن حدیث پر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتے لیکن جمہور انکے خلاف ہیں۔ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

والحق ما قاله الجمهور (نيل الأوطار ج ۱ ص ۲۲ طبع مصر)	حق جمہور کے ساتھ ہے۔

اہل علم جانتے ہی ہیں کہ عمل کے لیے صرف حدیث صحیح پر دار و مدار رکھنے سے حسن قسم کی تمام حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے، اور کتنی ہی حدیثیں ہیں جو حسن ہیں۔ امام عجلیؒ مشہور محدث حمادؒ بن سلمہؒ (المتوفی سنہ ۱٦۷ھ جو الامام الحافظ اور شیخ الاسلام تھے، تذکرہ ج ۱ ص ۱۸۹) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

ثقة رجل صالح حسن الحديث وقال ان عنده الف حديث حسن ليس عند غيره (بحوالہ تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۵)	وہ ثقہ مرد صالح اور حسن الحدیث ہیں اور فرمایا کہ ان کے پاس ایک ہزار حدیث حسن ہے جو اور کسی کے پاس نہیں ہے۔
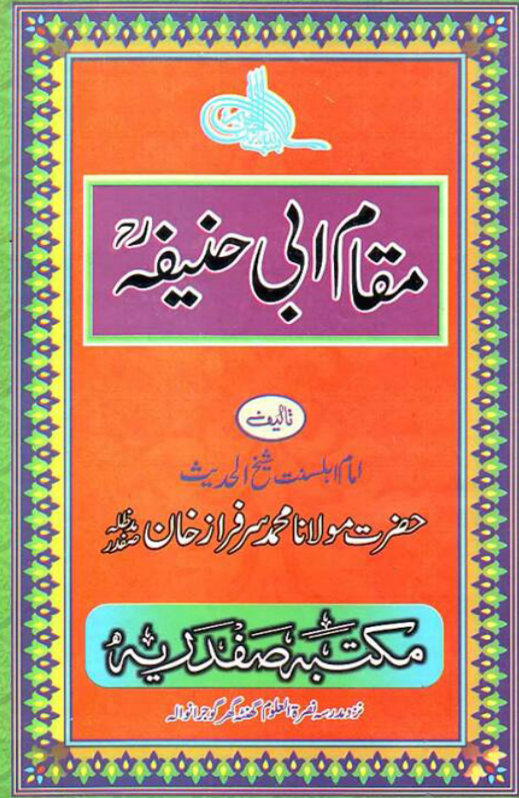
پھر آپکا کہنا کہ ہم حنفیت کو اعلاء السنن میں ہی مقید کرنا چاہتے ہیں تو جناب آپکے اپنے علماء کا ایسا ہی کہنا ہے۔ شاید آپ اس کتاب کو آڑے ہاتھوں لے رہے ہیں لیکن اس کتاب کو لکھا جانے کے کارنامے کو ابوحنیفہ کے کارنامہ کے قرض کی ادائیگی کہا جارہا ہے۔

آپکے عالم حافظ محمد اکبر بخاری دیوبندی لکھتے ہیں۔

ظفر تھانوی نے یہ کتاب اشرف تھانوی کے کہنے پر لکھی۔ جب دوجلدیں ظفر صاحب نے اشرف صاحب کو دکھائیں تو انہوں نے خوشی سے کہا
"علماء احناف پر ابوحنیفہ کا ۱۲۰۰ سال سے قرض چلا آرہا تھا الحمد للہ آج وہ ادا ہوگیا"

(۵۰جلیل القدر علماء صفحہ ۹٦)

پھر آپکے ممدوح زاہد کوثری اس کتاب کی حد سے ذیادہ تعریف کرتے ہیں اور اس میں موجود متن و سند کی تعریف بھی کرتے ہیں اور ساتھ میں اس کتاب میں انصاف کا دامن نہ چھوٹنے کا دعوی بھی کرتے ہیں۔
(۵۰جلیل القدر علماء صفحہ ۹۵)

علاوہ ازیں آپکے ایک اور دیوبندی عالم عبد الشکور ترمذی لکھتے ہیں۔

اعلاء السنن میں ان احادیث کا انتخاب ہے جو فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔
(تذکرۃ الظفر صفحہ ٤٨٧)

پھر اسی کتاب میں تقی عثمانی دیوبندی کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔
آپکی تالیف اعلاء السنن اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔
(تذکرۃ الظفر صفحہ ٤٧٤)

پھر مفتی جمیل تھانوی کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔
اعلاء السنن ایسا زبردست شاہکار ہے کہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر نہ آسکی۔

پھر عبدالحق دیوبندی کا قول لکھتے ہیں کہ
اعلاء السنن پر حنفی ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے۔

تو جناب ہم کیسے اس میں سے حوالے نہ دیں آپکو۔ اور آخر میں ہم آپکی ہی بات آپ پر پلٹاتے ہیں کہ آپ بھی مان لیں کہ یہ کتاب جھوٹ کا پلندہ ہے ورنہ اسکے جوابات دینا آپ پر لازم ہے۔

نیچے سکین دیکھیں

96 پچاس جلیل القدر علماء

اسلاف کی یادگار تھے ان کے علمی مقام کے لئے صرف ان کی ایک ہی کتاب "اعلاء السنن" جو اس صدی کا عظیم کارنامہ ہے پکی دلیل اور شاہد عدل ہے۔ (ماہنامہ الرشید ساہیوال)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "حق تعالیٰ نے حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت جلیلہ سے نواز تھا پھر حضرت حکیم الامت قدس سرہ جیسے مرشد وہادی کی رہنمائی اور سرپرستی میں علمی خدمات انجام دینے کا موقع عطا فرمایا اور اپنی ذہانت وتبحر علمی کی بدولت احادیث مبارکہ سے مذہب حنفی کی تائید و تقویت کا عظیم الشان کارنامہ "اعلاء السنن" جیسی تصنیف کی شکل میں انجام دیا جس پر حنفی دنیا بالخصوص اور تمام علمی دنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی" شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا عثمانی کی تصنیف "اعلاء السنن" حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے حکم سے لکھی گئی تھی' مولانا عثمانی جب پہلی جلد لکھ کر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے تو حضرتؒ نے دیکھا اور بہت پسند فرمایا۔ دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا' مولانا مرحوم نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی' حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا اور اتنا خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اوڑھادی اور فرمایا کہ "علمائے احناف پر امام ابوحنیفہؒ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آرہا تھا الحمدللہ آج وہ ادا ہوگیا" اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلند پایہ کتاب "فتح الملہم شرح صحیح مسلم" میں مولانا عثمانی کی مایہ ناز کتاب "اعلاء السنن" کے جگہ جگہ حوالے دیے ہیں غرض حضرت عثمانی کی علوم حدیث پر بہت گہری اور وسیع نظر تھی۔" (تذکرہ ادریس ۲۰۳)

بہر حال حضرت عثمانی قدس سرہٗ علوم ظاہری' حدیث وتفسیر اور فقہ اور جملہ علوم اسلامیہ کے امام تھے اور بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ اور قانون شرعیہ کے تبحر عالم تھے وہ شریعت کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے اور عقل سے تولتے تھے کوئی بات ذمہ داری اور تحقیق سے خالی نہیں ہوتی تھی اور وہ تمام عالم اسلام کے لئے چراغ ہدایت تھے۔ (تذکرۃ الظفر مولفہ مولانا سید عبدالشکور ترمذی)

گیا ہے کہ ہر حدیث پر فن حدیث کے تقاضوں کے مطابق متن پر بھی اور سند پر بھی اس طریقہ سے کام لیا گیا ہے کہ اپنے مذہب حنفی کی تائید پیش کرنے میں تکلیف کے آثار قطعاً نظر نہیں آتے بلکہ اہل مذاہب کی آراء پر گفتگو کرتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا' مجھے اس کتاب کے مصنف پر انتہائی درجے کا رشک ہونے لگا' مردوں کی ہمت اور بہادروں کی ثابت قدمی اس قسم کے نتائج فکر پیدا کیا کرتی ہے خدا ان کی زندگی کو خیر و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے کہ وہ اس قسم کی مزید تصنیفات پیش کر سکیں۔'' (المفتی دیوبند' ۱۳۵۷ھ)

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ ''اگر حضرت عثانی کی تصانیف میں اعلاء السنن کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تو بھی تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات' حدیث وفقہ ورجال کی قابلیت ومہارت اور بحث وتحقیق کے ذوق کو محنت وعرق ریزی کے سلیقہ کے لئے برہان قاطع ہے۔ اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی یہ کتاب ان کی شاہکار تصانیف اور فنی وتحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ حضرت عثانی مرحوم نے اس کتاب کے ذریعے جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں گے۔ (ماہنامہ بینات کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ)

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: ''حضرت عثانی ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کامل تھے جن کی رگ رگ میں دین بھرا ہوا تھا اس زمانے میں ان کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ دوسری بے شمار تصانیف کے علاوہ ان کی دو کتابیں ان کے علوم ومعارف کے تعارف کے لئے زندہ دلیلیں ہیں۔ ایک ''احکام القرآن'' اول کی دو منزلیں اور ''اعلاء السنن'' (اٹھارہ جلدوں میں) یہ تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گذشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آسکی تھی'' (تذکرۃ الظفر ص ۱۷۴)

شمس العلماء حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عثانی مرحوم کو حسن ظاہر اور حسن باطن سے نوازا تھا وہ علم وعمل کے سمندر اور متانت ووقار کے پہاڑ اور

بھی انہی کے لکھے ہوئے ہیں۔ علمی دینی اور سیاسی حیثیت سے علماء کی جماعت میں انہیں نمایاں مقام حاصل تھا۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو ان کے علم و فضل پر بڑا اعتماد تھا۔"

(دارالعلوم ص ۳۸ فروری ۱۹۷۵ء)

دارالعلوم جامعہ رشیدیہ ساہی وال کا علمی و دینی مجلہ کے تاثرات

"حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ"

"حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے انتقال کا زخم ابھی تازہ تھا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی ان کے ساتھ جا ملے اور پوری علمی دنیا اُن کے غم میں سوگوار ہوگئی۔ حضرت مولانا عثمانی ان عالمانِ دین قیم میں سے ایک تھے جن کے علم و عمل اور تقوے و طہارت سے اسلامی تاریخ کے اوراق روشن اور تابندہ ہیں اور جن کے تفقہ اور تدریس کی بدولت ہزارہا علماء کرام برصغیر پاک و ہند میں درس و تدریس میں مشغول و مصروف ہیں۔ خانوادہ قاسمی جن محقق علماء پر فخر کر سکتا ہے ان میں ایک نام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا ہے۔ آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء و حکم پر حدیث کی ایک کتاب "اعلاء السنن" ترتیب دی جس میں ذخیرہ احادیث سے ان احادیث کا انتخاب ہے جو فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ یہ کتاب کئی ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے۔ آپ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے ارشد تلامذہ اور حکیم الامت کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی صحبت و فیضان سے آپ میں عمیق رسوخ فی العلم والعمل پیدا ہوا۔ قیام پاکستان سے پہلے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں اور اب کئی برس سے اشرف العلوم ٹنڈو الٰہ یار ضلع حیدرآباد میں شیخ الحدیث تھے۔ پچاسی برس کے لگ بھگ عمر تھی جو ساری کی ساری درس و تدریس اور اشاعتِ علم دین میں گزاری۔

۱۷۱

مینارۂ نور تھی۔ ان کے وجود مسعود سے علم و دانش زہد و تقوے اور بصیرت و معرفت کی بنیادیں استوار تھیں۔ ان کے دم قدم سے علوم نبوت کا وقار قائم تھا وہ علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی و للّہیت کا بہترین نمونہ تھے۔ ان کی موت عقل و دانش، تدبر و انتظام اور مکارم اخلاق کی موت ہے۔ ان کے وجود سے علماء کا وقار قائم تھا۔ وہ حقیقۃً بقیۃ السلف تھے"۔ (مکتوب گرامی)

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ جامعہ اشرفیہ لاہور

"ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کامل جن کی رگ رگ میں دین بھرا ہوا تھا اس زمانے میں اُن کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ دوسری بے شمار تصانیف کے علاوہ اُن کی دو کتابیں ان کے علوم و معارف کے تعارف کے لیے زندہ دلیلیں ہیں۔ ایک "احکام القرآن" اوّل کی دو منزلیں اور "اعلاء السنن" اٹھارہ جلدوں میں یہ تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گذشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آسکی تھی"۔

مولانا محمد متین خطیب صاحب

"حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صرف ہند و پاکستان ہی کے لیے سرمایہ حیات نہ تھے بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے چراغ ہدایت تھے۔ آپ کا علمی فیضان بہت وسیع تھا اور آپ کی شخصیت بین الاقوامی شہرت کی مالک ہے۔ ایسی عظیم اور مقدس ہستیاں کہیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں"۔

مولانا اطہر علی صاحب سلہٹی

"مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اس وقت کے علماء اسلام کے امام ہیں"۔

آگے جناب نے کچھ حوالے ہماری کتب کے دئے لیکن انکا جواب دینا مجھ پر لازم نہیں کیونکہ میں اصول آپکے پیش کر رہاہوں اور انہی کو مدنظر رکھ کے دلائل دے رہاہوں اور آپ جناب انکے جوابات دینے سے قاصر ہوئے تو بھاگ پڑے شیعہ اصولوں کی طرف؟ سبحان اللہ۔

یہ کسی روایت کی بات نہیں کہ آپ اسکی متابعت مخالف فریق کی کتاب سے پیش کریں اور بات ختم بلکہ یہ اصول کی بات ہو رہی ہے اور آپکے اور ہمارے اصول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

رہی بات برادر خیرطلب کی تو وہ ہمارے بھائی قابل احترام ہیں لیکن انہوں نے بھی ماخذ آپکی کتب کو بنایا اور ہم بھی آپکی ہی کتب کو ماخذ قرار دے رہے ہیں لہذا اگر جواب نہیں بن پا رہا تو ان کو مستدل نہ ٹھہرائیں

آپ نے کہا۔

////////
جن سے پہلے والے لوگ غافل تھے، جیسا کہ ہم نے کئی بار بیان کیا ہے، اور کئی مقامات پر خبردار کیا ہے۔
لہٰذا صرف متاخرین کی خطاؤں کے تذکرے سے یہ ثابت کرنا ہی سراسر بکواس ہے کہ ان کی جرح و تعدیل میں کوئی اہمیت نہیں۔ یہ میں نے اصولی بات کی ہے، اب اپنے تمام حوالوں پر اس کو لاگو کرو تو آپ کے حوالوں میں کیا بچتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔
/////////

اللہ اکبر۔ اب جناب ابن حجر آپکے گلے کی ایسی ہڈی بن چکا ہے جو نہ نگلی جائے نہ اگلی جائے۔
آپ کو ہم نے ابن حجر پر کتنے حوالہ جات دئے تھے؟ کسی کا جواب دئے بغیر صرف اپنے قیاس سے ہی جواب دے دیا؟

ہم نے آپکو کتنے ہی حوالہ جات دئے کہ متاخرین کی جرح معتبر نہیں بالخصوص ابن حجر کی کیونکہ یہ خودکثیر الخطاء تھے اور انہیں وہم بھی ہوتے تھے۔ جس پر آپکو بے شمار دلائل دئے گئے تھے۔ دوبارہ نقل کئے دیتے ہیں اگر آپ بھول گئے ہیں۔

ارنووط اپنی کتاب تحریر تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:
١۔ ہم نہیں جانتے کہ جو حافظ ابن حجر نے راویان پر حکم اپنے اجتہاد کے موافق لگایا ہے کیا وہ اس قابل بھی ہے کہ ان کو لیا جائے یا رد کیا جائے اور وہ غیر قطعی ہے۔

٢۔ ابن حجر کا تناقص بھی کافی عجیب ہے راویان پر حکم لگانے میں کہ ایک راوی کی توثیق یا تضعیف کریں گے ادھر اور دوسری کتاب یا مقام پر اس ہی راوی کی تضعیف (بمقابلہ توثیق) یا توثیق (بمقابلہ تضعیف) کردیں گے۔

تحریر تقریب التہذیب جلد ١ ص 16 طبع بیروت۔

مولانا شمس الدین عظیم آبادی ہے جو حافظ ابن حجر کی ایک سخت غلطی پر تعاقب کرتے ہیں:

وهو ذهول من مثل ذلك الحافظ الإمام المحقق
اور یہ حافظ المحقق ابن حجر کا ذھول ہے۔

عون المعبود ج 8 ص 293، طبع بیروت

البانی کہتے ہیں۔

وهو من أوهامه كما نبهت على ذلك في تعليقي على كتابي مختصر صحيح البخاري

حافظ ابن حجر کا روایت کا انتساب کرنا ان کے وھم میں سے ہے اور اس پر میں نے اپنی کتاب مختصر صحیح بخاری کی تعلیق پر توجہ دلائی تھی۔

ظلال الجنة في تخريج السنة لابن أبي عاصم، ج ١ ص 231 طبع بیروت۔

اب مزید آپکو ابن حجر کے حالات دکھاتے ہیں کہ آپکے دیوبندی عالم نے بھی انکی خوب کلاس لی ہے۔

حافظ حبیب اللہ ڈیروی لکھتے ہیں۔

ابن حجر کا وہم ہے۔
(نورالصباح صفحہ ۲۳۰)

ابن حجر کا وہم ہے۔
صفحہ ۲۲۵

حافظ ابن حجر پہ افسوس آتا ہے۔ علماء نے انکی خبر لی ہے اور خطاءکار کہا ہے۔
۲۱۵

راوی کی توثیق میں ابن حجر کی غلطی۔
۲۱۳

حافظ ابن حجر پر تعجب آتا ہے کہ وہ غلط روایات کو صحیح کہتے ہیں۔
۱٤۰

حافظ ابن حجر کی ایک غلطی جو انکی جلدبازی کا نتیجہ ہے۔
۱۰۸

ابن حجر کی سخت غلطی۔
۱۰۷

ابن حجر اپنے امام شافعی کی مدح میں موضوع روایت بھی بیان کرلیتے ہیں اور اپنے امام کے مذہب کے خلاف صحیح روایت بھی موضوع کہہ دیتے ہیں۔
(یعنی ابن حجر متعصب بھی ثابت ہوا)

اب بھی کوئی گنجائش باقی ہے؟ اتنی غلطیاں اور اوہام تو ضعیف راوی بھی شاید نہیں کرتے ہونگے۔

آگے آتے ہیں متقدمین والی بات کی طرف کے ابن حجر متاخرین میں سے ہیں تو اس پر ہم نے یہ دلائل دئے تھے جنکا کچھ جواب نہیں آیا۔

۱۔احمد بن محمد بن عون القواس پر ابن حجر نے " لہ اوھامٌ کی جرح کی لیکن اسکا تعاقب کرتے ہوئے شعیب ارنووط اور بشار عواد لکھتے ہیں۔

لہ اوھام" لم نجد لہ فیہ سلفا۔"
یہ کہنا کہ ان کو اوھام ہیں (غلط ہے) کیونکہ سلف میں سے (جو ثابت کرتا ہے کہ ابن حجر متاخر ہے اور ان کا قول حجت نہیں) کسی نے ایسا نہیں کہا
(تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۷۵)

۲۔پھر ابن حجر ابراہیم بن الحجاج پر ؒ یہم قلیلاً کی جرح کرتے ہیں لیکن اسکا تعاقب بھی کیا گیا اور لکھا گیا قولہ "یہم قلیلا" لم اجد لہ فیہ سلفا۔
(تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۸)

یہی جاری ہے

پھر اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم الکرابیسی پر ابن حجر نے ؒ لین الحدیثؒ کی جرح کی جسکے تعاقب میں لکھا گیا کہ۔
قولہ "لین الحدیث" لم نجد لہ فیہ سلفا۔
(تحریر تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۲۹)

۳۔ ابن حجر ابان بن صالح قرشی کے حالات میں ابن معین عجلی اور ابو حاتم وغیرہ سے اسکی توثیق نقل کرتے ہیں اور بعد میں علماء سے جرح نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔وقال ابن عبد البر في التمهيد حديث جابر ليس صحيحا لان ابان بن صالح ضعيف وقال ابن حزم في المحلى عقب هذا الحديث ابان ليس بالمشهور انتهى

اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔

وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف ابان هذا أحد قبلهما ويكفي فيه قول ابن معين ومن تقدم معه والله أعلم.
(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۸۲)

ابن حجر خود کہتے ہیں کہ یہ انکی غفلت ہے کیونکہ ان سے قبل ابان کی تضعیف نہیں کی گئی اور ابن معین (کا توثیق والا قول) ان سے متقدم ہے۔

٤۔البانی متاخرین میں سے بعض پر اعتراض کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

أن هذه الطريق مع صحتها أغفلها كل من خرج الحديث من المتأخرين كالزيلعي، وابن حجر، وغيرهما ممن ليس مختصا في التخريج۔
یہ طریق صحیح ہونے کے باوجود اس طریق سے متاخرین میں سے زیلعی، ابن حجر وغیرہ جو تخریج میں اختصاص نہیں رکھتے تھے غافل رہے۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة جلد 1 ص 88 طبع رياض۔

۵۔البانی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

وهو ثقة اتفاقا محتج به عند الشيخين وجميع المحدثين، فمن ضعف حديثه هذا من المتأخرين، فقد خالف سبيل المؤمنين،

یہ راوی بالاتفاق ثقہ ہے اور اس کی احادیث سے احتجاج کیا ہے بخاری مسلم اور تمام محدثین نے اور جن متاخرین نے اس روایت پر ضعف کا حکم لگایا ہے وہ مومنین کے راستہ کے مخالف ہیں۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة جلد 4 ص 40 طبع رياض۔

٦۔البانی کا ایک فیصلہ کن قول فرمادیتے ہیں تاکہ آپکی مزیدتسلی ہو جائے۔

فرجعت إلى المصادر القديمة التي هي عمدة المتأخرين في
التراجم كالبخاري وابن أبي حاتم وغيرهما

میں نے قدیم مصادر (کتب) کی طرف رجوع کیا جو دراصل متاخرین کے لئے بھی مورد
اعتماد ہیں جیسے بخاری، ابن ابی حاتم اور ان کے علاوہ۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة ج 6 ص 594 طبع رياض

٧۔ابن حجر جو خود متاخرین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

وَأَغْرَبَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ فَزَعَمَ أَن طَرِيقُ حُسَيْنٍ مُعَلَّقَةٌ وَهُوَ غَلَطٌ
بعض متاخرین نے بڑی عجیب بات کہی کہ حسین کا طریق معلق ہے مگر یہ بات بالکل
صحیح نہیں۔
فتح الباری، جلد 1ص 57 طبع بیروت

لہذا ابن حجر متاخرین میں سے ہے اور اس نے جو جرح عطیہ پر کی وہ متقدمین سے
ثابت نہیں لہذا مردود ہے اور ویسے بھی ابن حجر خود اوہام اور غلطیوں کا شکار تھے لہذا
اس جہت سے بھی انکی جرح مردود ہوئی کیونکہ آپ نے خود ابن قطان کا رد اسکے وہم
سے ہی کیا۔

اور ابن حجر کےتابوت میں ہم آخری کیل لگاتے ہیں زبیر علی زئی صاحب کا کہ وہ لکھتے
ہیں کہ ابن حجر کی جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں دونوں اقوال ساقط ہیں۔
مقالات الحدیث صفحہ ٣٥٧)

357 مقالاتُ الحدیث

شہر بن حوشب حسن الحدیث ہے اگر چہ اس میں کچھ کمزوری ہے۔ (فتح الباری ۳/۶۵ ح ۱۱۹۰)
حافظ ابن حجر کی جرح اور تعدیل میں تعارض ہے، اس لئے دونوں اقوال ساقط ہیں۔
۳: الہیثمی: ''ضعیف'' (مجمع الزوائد ۵/۳۳۹)
مزید لکھا: ''فیه کلام و هو ثقة إن شاء الله'' (ایضاً ۲/۱۳۰)
وقال: ''وحدیثه حسن'' (ایضاً ۴/۲۱۷)
حافظ الہیثمی کے اقوال جرح اور تعدیل متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہیں۔
۴: السیوطی: جلال الدین السیوطی نے کہا: ''وأبوبکر ضعیف وکذا شهر''
ابوبکر (الهذلی) اور شہر (بن حوشب) دونوں ضعیف ہیں۔ (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴)
اور شہر بن حوشب عن اسماء بنت یزید کی سند سے ایک روایت کے بارے میں کہا:
''بسند حسن'' (الحاوی للفتاوی ۱/۳۵۶)
لہٰذا حافظ السیوطی کے دونوں اقوال ساقط ہیں۔
☆☆ الساجی اور ابو احمد الحاکم کی تضعیف مجھے باسند صحیح نہیں ملی۔ واللہ اعلم

شہر بن حوشب پر چوری کا الزام

بعض علماء نے شہر بن حوشب پر چوری کی جرح بھی نقل کی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:
① عباد بن منصور: دیکھئے الکامل لابن عدی (۵/۵۹ وفی نسخۃ ۴/۱۳۵۵)، کتاب المجروحین لابن حبان (۱/۳۶۱)
عباد بن منصور بذاتِ خود ضعیف عند الجمہور ہے۔ اسے امام نسائی، ابن مدینی، حافظ ذہبی اور ابو حاتم الرازی نے ضعیف، یحییٰ بن معین نے لیس بشی اور ابو زرعہ الرازی نے بصری لین کہا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال اور کتاب الجرح والتعدیل وغیرہما
حافظ نووی نے چوری والی اس روایت کے بارے فرمایا: ''غیر مقبول عند المحققین بل أنکروه والله أعلم'' یہ (روایت) محققین کے نزدیک غیر مقبول (یعنی
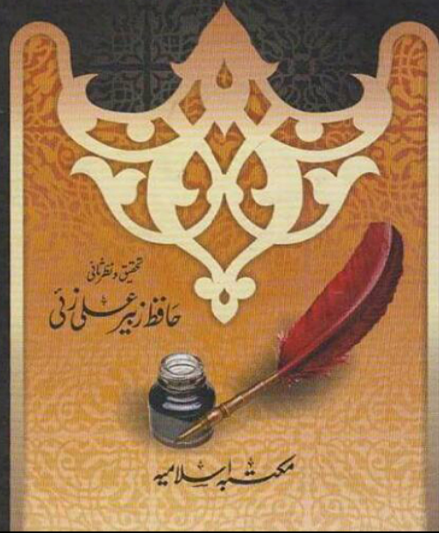
آگے دیکھیں نورالصباح کے صفحات جن میں بن حجر کی خوب کلاس لی گئی ہے۔

الی انه لا یرفع المصلی یدیه الا عند تکبیرۃ الاحرام الخ — ہیں کہ نمازی تکبیرہ احرام کے بعد رفع الیدین نہ کرے۔

اسکی چوتھی دلیل: امام محمد بن نصر مروزیؒ المتوفی ۲۹۴ھ فرماتے ہیں۔

لا نعلم مصرا من الامصار ترکوا باجمعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع الا اهل الکوفة الخ — تمام شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ ان کے بسنے والوں نے اجماعاً سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع الیدین چھوڑ دیا ہو مگر اہل کوفہ (کہ وہ سب ترک رفع الیدین کرتے ہیں)

بحوالہ تعلیقات سلفیہ ص ۱۰۳ ج ۱ لمولوی عطاء اللہ صاحب غیر مقلد والتعلیق الممجد ص ۹۱ (بحوالہ استذکار لابن عبدالبر) وشرح احیاء العلوم بحوالہ نیل الفرقدین ص ۶۶

قارئین کرام امام محمد بن نصر مروزیؒ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اہل کوفہ ترک رفع الیدین پر متفق ہیں کوئی کوئی بھی رفع الیدین کرنے والا نہیں لیکن دوسرے شہروں میں سب کا اتفاق ترک رفع الیدین پر نہیں بعض رفع الیدین کرنے والے بھی موجود ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کی ایک عبارت میں تین بڑی غلطیاں ملاحظہ ہوں — فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۱۸۲ ج ۲ طبع مصر میں ہے۔

وقال محمد بن نصر المروزی اجمع علماء الامصار علی مشروعیة ذالك الا اهل الکوفة وقال ابن عبد البر لم یرو احد عن مالك ترك الرفع فیهما الا ابن القاسم والذی نأخذ به الرفع لحدیث ابن عمرؓ اھ بلفظہ — اور محمد بن نصر مروزیؒ نے کہا ہے کہ تمام شہروں کے علماء کا رفع الیدین پر اجماع ہے مگر اہل کوفہ (کہ ان میں ترک رفع الیدین کرنے والے بھی بعض موجود ہیں) اور ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ امام مالک سے ترک رفع الیدین عند الرکوع وبعد الرکوع کسی نے بھی روایت نہیں کیا مگر ابن القاسمؒ نے اور ہم جس پر عمل کرتے ہیں وہ رفع الیدین ہے بوجہ حدیث ابن عمرؓ کے۔

نور الصباح

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة

(مسلم شریف)

نور الصباح

في ترك رفع اليدين بعد الافتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

غلطی اول: محمد بن نصر مروزیؒ کی عبارت کو حافظ ابن حجرؒ نے بالکل الٹا بیان کیا ہے چنانچہ اس ترجمہ میں اور اوپر محمد بن نصر مروزیؒ کی صحیح عبارت میں معمولی سی نظر کرنے سے آپ نے معلوم کر لیا ہو گا مگر بعض غیر مقلدین حضرات نے اس غلط عبارت کو اپنی تصنیفات میں لکھ مارا یا تو ان کے قلت تدبر و علم کی نشانی ہے یا تعصب کی چنانچہ علامہ قاضی شوکانیؒ نے الدراری المضیئۃ میں (بحوالہ نیل الفرقدین ص ۶۶) اور مولوی نور حسین صاحب گھر جاکھی نے قرۃ العینین ص ۶۷ میں پیش کیا ہے۔

دوسری غلطی: حافظ ابن حجرؒ نے علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ کا مذہب رفع الیدین بیان کیا ہے حالانکہ وہ تمہید شرح مؤطا مالک میں فرماتے ہیں کہ میں رفع الیدین نہیں کرتا بحوالہ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی ص ۱۳۶ ج ۱ طبع حیدر آباد دکن۔

حافظ ابن حجرؒ کی اس غلطی کا اصل سبب — علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے محمد بن عبداللہ ابن عبدالحکمؒ کا قول پیش کیا ہے کہ ابن عبدالحکم نے فرمایا کہ میں رفع الیدین کرتا ہوں حافظ ابن حجرؒ نے سمجھا کہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ میں رفع الیدین کرتا ہوں حالانکہ یہ ابن عبدالحکمؒ کا قول ہے چنانچہ علامہ زرقانیؒ نے شرح موطا ص ۱۴۳ ج ۱ میں اور علامہ شوکانیؒ غیر مقلد نے نیل الاوطار ص ۶۹ ج ۲ میں ابن عبدالحکمؒ کا قول پیش کیا ہے اور شرح تقریب ص ۲۵۴ ج ۲ میں (بحوالہ معارف السنن ص ۴۵۵ ج ۲) بھی ابن عبدالحکمؒ کا قول پیش کیا گیا ہے۔

تیسری غلطی: کہ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ امام مالکؒ سے ترک رفع الیدین ابن القاسمؒ کے سوا کسی ایک نے بھی روایت نہیں کیا یہ بھی حافظ ابن حجرؒ کی غلطی ہے کیونکہ یہ قول بھی ابن عبدالحکمؒ کا ہے نہ کہ ابن عبدالبرؒ کا دیکھئے شرح ترمذی علامہ محمد شاکرؒ وغیرہ

حافظ ابن حجرؒ کی ایک عبارت میں ایک اور غلطی — حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ص ۱۷۴ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔

لم ار للمالکیة دلیلا علی ترك — کہ میں نے مالکیہ حضرات کے ہاں ترک رفع الیدین

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة

(مسلم شریف)

نور الصباح

في ترك رفع اليدين بعد الافتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها
اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة
(مسلم شریف)

نور الصباح

في ترك رفع اليدين بعد الافتتاح

تالیف
مناظر اسلام
مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص۱۷۵ ج۲ میں لکھا ہے کہ پچاس صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے (جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں) آھ بلفظہ بالکل غلط ہے

اولاً تو اس لیے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جب یرفعهما ہی کی روایت ہی نہیں بلکہ لا یرفعهما کی بھی صحیح سند سے مروی ہے اور ان کا معمول بھی بعض اوقات ترک رفع یدین تھا تو مولانا روپڑی صاحب کا حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین کی روایت کو متواتر کہنا اور ان کی دوسری روایت لا یرفعهما کا ذکر تک نہ کرنا انصاف سے بعید ہے چونکہ مولانا روپڑی نے پہلے ہی سے تعصب کا شکار ہو کر یہ ٹھان لی ہے کہ رفع یدین ہی ثابت ہے نہ کہ ترک رفع یدین تو اس لیے ان سے پے بہ پے یہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں بقول شخصے

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا میرود دیوار کج

وثانیاً روپڑی صاحب کا پچاس صحابہؓ سے رفع الیدین ثابت کرنا دھوکہ ہے اور مقدمہ میں غیر مقلدین حضرات کا ایک اور دھوکہ کے عنوان کے تحت علامہ شوکانیؒ اور علامہ امیر یمانیؒ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابتداء نماز کے وقت رفع الیدین جو متفق علیہ ہے اس کے پچاس صحابہؓ راوی ہیں اور عند الرکوع وغیرہ رفع الیدین کے نہ تو پچاس صحابہؓ راوی ہیں نہ عشرہ مبشرہؓ۔ حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی کو ہم ان کی ہی عبارت یاد دلاتے ہیں وہ رفع یدین اور آمین کے ص۱۱۷ میں لکھتے ہیں اپنے مذہب کی پاسبانی کوئی بری چیز نہیں مگر تعصب کرنا اور دیانت داری کے خلاف قدم اٹھانا یہ مذہبی پاسبانی نہیں بلکہ خواہش نفسانی کی پاسبانی ہے آھ بلفظہ مگر روپڑی صاحب تمہیں عادت ہے بھول جانے کی۔ ع دیگراں را نصیحت خود را فضیحت۔

حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی سے ہم عرض کرتے ہیں ؎

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا — ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

دلیل ۲۷: مستخرج صحیح ابو عوانہ ص۹۱ ج۲ میں ہے۔

حدثنا الصائغ بمكة قال	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
حدثنا الحميدي قال حدثنا	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا
اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ
(مسلم شریف)

نور الصباح

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

تالیف
مناظر اسلام
مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

کیسے صحیح ہوا؟ وثالثاً امام مالکؒ سے ترک رفع الیدین کی صرف یہی روایت نہیں بلکہ اور روایات بھی ہیں و رابعاً مستخرج صحیح ابو عوانہ اور مسند حمیدی کے حوالہ سے ترک رفع الیدین کی روایات حضرت ابن عمرؓ سے گذر چکی ہیں جو اس روایت کی تصحیح کا مزید ثبوت فراہم کرتی ہیں وخامساً امام شافعیؒ کی مدح میں تو حافظ ابن حجرؒ موضوع حدیث بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور پھر سکوت کر جاتے ہیں. بحوالہ مقدمہ نصب الرایۃ ص۱ پتہ نہیں اس صحیح حدیث کو وہ موضوع کیوں کہتے ہیں شاید کہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے؟ اور حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ص۱۸۱ و درایہ ص۸۵ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت بیان کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر تک رفع الیدین کرتے رہے حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر مہر سکوت لگائی ہے (بحوالہ رفع یدین و آمین) حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی بحث آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ. معلوم نہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کے پاس حدیث پرکھنے کا کون سا آلہ ہے شاید کہ یہی ہو کہ جو حدیث موضوع ان کے امام کی مدح میں ہو اور ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہاں بیان کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جو حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہو اس پر کوئی نہ کوئی جرح کر ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرماوے آمین. حافظ ابن حجرؒ کی یہ پانچویں غلطی ثابت ہوئی کیونکہ چار پہلے باب میں ذکر ہو چکی ہیں.

(لطیفہ) حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ص۱۹۸ ج۲ میں لکھتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ کی ایک روایت بطور متابعت کے صحیح بخاری کتاب العتق میں موجود ہے حالانکہ صحیح بخاری ص۳۴۳ ج۱ میں وہ متابع حجاج بن حجاج اسلمی باہلی ہے اور بقول علامہ ذہبیؒ کے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں کہیں بھی اس کی روایت متابعۃً ذکر نہیں کی البتہ امام مسلمؒ نے متابعۃً پیش کی ہے چنانچہ الفاظ اس طرح ہیں لم یخرج لہ البخاری وقرنہ مسلم باٰخر تذکرۃ الحفاظ ص۱۷۵ ج۱ :-

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ

(مسلم شریف)

نور الصباح

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

میں اس کا نام ونشان تک نہیں البتہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں امام بخاریؒ کے رسالہ جزء رفع الیدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قال احمد وشیخہ ، یحیی بن آدم ھو ضعیف — کہ امام احمدؒ اور یحیی بن آدمؒ جو امام احمدؒ کے استاد ہیں دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے

لیکن حافظ ابن حجرؒ کی یہ سخت غلطی ہے کیونکہ جزء رفع الیدین میں کوئی تضعیف ان سے ذکر نہیں کی گئی۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قال احمد بن حنبل عن یحیی بن آدم قال نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم لم یعد فھذا اصح لان الکتاب احفظ عند اھل العلم جزء رفع الیدین ص ۱۲

امام احمدؒ اپنے شیخ یحیی بن آدمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن ادریس کی کتاب میں دیکھا جو انہوں نے عاصم بن کلیب سے روایت کی ہے اس میں ثم لم یعد کا جملہ نہ تھا (امام بخاریؒ فرماتے ہیں) یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں کتاب زیادہ محفوظ سمجھی جاتی ہے۔

قارئین کرام اس عبارت میں نہ تو امام احمدؒ سے کوئی جرح مذکور ہے اور نہ ان کے شیخ یحیی بن آدمؒ سے البتہ اس میں یہ بات ہے کہ عبد اللہ بن ادریس کی حدیث میں ثم لم یعد نہیں تھا اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ادریس کی حدیث میں ثم لم یعد نہیں ہے اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو شیخ یحیی بن آدمؒ عبد اللہ بن ادریسؒ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ جب ابن ادریسؒ کوفی ہیں اور ترک رفع الیدین پر عمل کرتے ہیں تو انہوں نے عاصم بن کلیب سے ثم لم یعد کا جملہ نقل کیوں نہیں کیا بلکہ غلطی کی ہے مناسب یہ تھا کہ نقل کرتے اور یہ توجیہ ان کی مرضی کے مطابق بھی ہے کیونکہ حضرت یحیی بن آدمؒ کوفی ہیں اور تمام اہل کوفہ کا ترک رفع الیدین پر اجماع ہے جیسے کہ باب اول میں گذر چکا ہے اور حضرت عمرؓ بن خطاب سے ترک رفع الیدین

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ (مسلم شریف)

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

روایت کرنے والے بھی یہی یحیی بن آدمؒ ہیں اور حافظ ابن حجرؒ درایہ ص۸۵ میں فرماتے ہیں وهذا رجاله ثقات "کہ حضرت عمرؓ سے ترک رفع الیدین کی روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس طرح حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ترک رفع الیدین شیخ یحیی بن آدمؒ کے ہاں نہایت صحیح ہے اس طرح امام احمدؒ بھی اپنے استاد کی اقتدار کرتے ہوئے اس حدیث کو مسند احمد میں دوبار ذکر کرتے ہیں جس میں ثم لم یعد کے ہم معنی الفاظ موجود ہیں۔ عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اُن سے بلا وجہ تضعیف نقل کرتے ہیں اس لیے علامہ محمد انور شاہؒ نیل الفرقدین ص۶۱ و ص۶۹ میں اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فتح الملہم ص۱۲/۲ میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کی یہ غلطی ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے جو ان سے سرزد ہوئی ہے۔ باقی امام بخاریؒ کا عبداللہ بن ادریسؒ کی روایت کو اصح قرار دینا یہ تو ترجیح ہے اور ترجیح وہاں ہوتی ہے جہاں دونوں باتیں ثابت ہوں پھر دلائل سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاریؒ کے ہاں بھی حضرت ابن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین کی وہ حدیث جس میں ثم لم یعد ہے صحیح ہے البتہ ابن ادریسؒ کی حدیث جس میں رفع الیدین صرف عندالافتتاح ہے پھر ثم لم یعد کے الفاظ نہیں اصح ہے یعنی زیادہ صحیح ہے۔ قارئین ترجیح کا تو ہر شخص کو حق پہنچتا ہے کہ دلائل سے وہ اپنے مذہب اور روایات کو ترجیح دے۔ لیکن یہ الگ بات ہے کہ ترجیح کے دلائل ہی مضبوط نہ ہوں جیسے امام بخاریؒ کی یہ ترجیح نہایت ہی کمزور ہے اولاً تو اس لیے حضرت ابن مسعودؓ سے پانچ سندوں سے یہ روایت مروی ہے اور اس میں ثم لم یعد یا ہم معنی لم یعد کے الفاظ موجود ہیں اور عبداللہ بن ادریسؒ کی حدیث میں اگر ثم لم یعد موجود نہیں تو یہی ایک روایت مرجوح ہونی چاہیے نہ کہ پانچ روایات و ثانیاً عبداللہ بن ادریسؒ کی حدیث اور ہے جس میں تطبیق وغیرہ کا ذکر ہے اور ان پانچ روایات میں تطبیق کا کوئی ذکر نہیں تو اس کی ان پر ترجیح کا کیا مطلب ؟ و ثالثاً حضرت سفیان ثوریؒ جب آمین بالجہر کی روایت بیان کرتے ہیں تو امام بخاریؒ کے ہاں وہ احفظ الناس

هو الفتاح العليم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ (مسلم شریف)

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

الناس فی القدر وقال ابن حبان فی الثقات ربما اخطاء الخ	استاد علی بن مدینیؒ نے کہا ہے کہ اگرچہ ثقہ تھا مگر تقدیر کا سخت منکر تھا اور ابن حبانؒ نے ثقات میں کہا ہے کہ اس نے اکثر غلطیاں کی ہیں۔

و ثالثاً مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد ابکار المنن ص۱۶۹ میں لکھتے ہیں کہ ابراہیمؒ کی علقمہ سے ملاقات ثابت نہیں، لیکن مبارکپوری کی یہ بات درست نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ پر تعجب آتا ہے کہ وہ ایسی غلط روایات کو صحیح کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن روپڑی صاحب پر بھی تعجب آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث اور غیر مقلد کہتے ہیں اور تقلید کو شرک اور مقلد کو مشرک قرار دیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ خود اس شرک میں ملوث ہو گئے اور حافظ ابن حجرؒ کی تقلید کرتے ہوتے ان غلط و موضوع روایات کو صحیح قرار دے دیا اور اس طرح فقیہ ابوبکرؒ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت ابن مسعودؓ کی صحیح حدیث ترک رفع الیدین کو حضرت ابن مسعودؓ کی غلطی قرار دے دیا ؎

لطف پر لطف ہے کہ اطلاع میں میرے یار کے　　جائے حلی سے گدح لکھتا ہے جائے حوز حمار

(لطیفہ) روپڑی صاحب غیر مقلد اپنے رسالہ رفع یدین کے ص۱۴۷ میں لکھتے ہیں یہ کوئی انوکھی شئی نہیں علماء دیوبند فن حدیث ـــــــــ میں کمزور ہیں اس لیے بہت مقامات میں ان سے مسامحت ہو جاتی ہے خدا معاف کرے آہ! بلفظہ روپڑی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو اس بُری مرض سے شفاء نصیب کرے جو کہ صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح کہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس دور میں علماء دیوبند سے بڑھ کر حدیث کو پرکھنے والا اور کوئی نہیں مگر افسوس کہ ؎

اہل گلشن کے لیے بھی باب گلشن بند ہے　　اس قدر کم ظرف کوئی باغبان دیکھا نہیں

غرض حضرت ابن مسعودؓ معوذتین کے قرآن ہونے پر متفق ہیں چنانچہ آخر میں ایک اور حدیث بھی ملاحظہ کر لیں۔

هو الفتاح العلیم

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ

(مسلم شریف)

نور الصباح

في ترك رفع اليدين بعد الإفتتاح

تالیف

مناظر اسلام

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

سابق استاذ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان

۲۲۵

حدیث انہ لیس یکاد لہ حدیث الا فیہ زیادۃ۔ (تہذیب التہذیب ص۱۹۷ ج۲) زیادت ہوتی ہے جو دوسرے محدثین کرام کے ہاں نہیں پائی جاتی اس کی کوئی حدیث بھی تقریباً زیادت سے خالی نہ ہوگی۔

قارئین کرام امام احمدؒ جو اس روایت کے راوی ہیں وہ خود اس کی سند کے راوی حجاج بن ارطاۃ کو متروک الحدیث قرار دیتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث زیادت سے خالی نہیں ہوتی چنانچہ اس حدیث میں بھی اس نے رفع الیدین کا اضافہ کر دیا ہے ورنہ تو اس حدیث میں رفع الیدین کا بیان کسی راوی نے بھی نہیں کیا۔ اور مبارکپوری غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ص۲۳۱ ج۱ میں لکھتے ہیں الحجاج بن ارطاۃ الکوفی احد الفقہاء صدوق کثیر الخطاء والتدلیس۔ اور علامہ عطاء اللہ صاحب غیر مقلد تعلیقات سلفیہ ص۲۵۶ ج۲ میں لکھتے ہیں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ومدلس۔

الجواب ۳ :- اس روایت میں ہر تکبیر میں رفع الیدین بیان کیا گیا ہے اور تم اس کے منکر ہو۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ ایسی کمزور وموضوع روایت سے گھر جاکھی صاحب اجماع صحابہؓ اور چودہ سو صحابہؓ کی شہادۃ بیان کرتے ہیں۔ فوا اسفا مولانا گھر جاکھی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صلح حدیبیہ میں شریک صحابہ کرامؓ کی تعداد چند رہ سو بھی آئی ہے دیکھیئے بخاری ص۵۹۸ ج۲ پھر اس روایت میں ہر تکبیر میں رفع الیدین کرنے پر بھی بقول گھر جاکھی صاحب اجماع ثابت ہوا اور گھر جاکھی صاحب ہر تکبیر میں رفع الیدین کے منکر ہیں معلوم ہوا کہ گھر جاکھی صاحب اجماع صحابہؓ کرام کے منکر ہیں ؎

دام گیسو میں پھنسا دل پاؤں میں زنجیر ہے وہ تمہارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے

(تنبیہ) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن ارطاۃ کی ایک روایت بطور متابعۃ کے جو کہ معلق ہے صحیح بخاری میں کتاب العتق کے اندر دیکھی ہے (تہذیب التہذیب ص۱۹۸ ج۲) لیکن یہ حافظ ابن حجر کا وہم ہے کیونکہ صحیح بخاری کتاب العتق ص۳۴۳ ج۱ میں

جناب نے کہا۔

/////

آپ پر افسوس ہے، ہم آپ کو ابن حجر کا اپنا قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں
من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله وإليه الإشارة بلفظ مقبول حيث يتابع وإلا فلين الحديث
جس کی احادیث بہت ہی کم ہوں، اور اس کے بارے میں ایسی جرح ثابت نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی حدیث ترک کی جائے، تو اس کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اس کی متابعت کی جائے، اور اگر اس کی متابعت نہ کی جائے تو وہ حدیث میں کمزور ہو گا۔
اور آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فلاں راوی کو مقبول کہا، اور اس کی حدیث کو حسن کہا۔ آپ پورا جواب دیں، کتر وبیونت سے کام نہ لیں۔ آپ کو میں نے ابن حجر کا جو قول نقل کیا ہے، وہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ بعض ایسے راوی ہیں جن کی احادیث بہت کم ہیں، اور ان کے بارے میں جرح ثابت نہیں ہے، (اور یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن حجر کو معتدل عالم کی توثیق بھی اس راوی کے بارے میں نہیں ملی ہوتی) ، تو ایسے راوی کے لئے لفظ مقبول استعمال کیا گیا ہے، اور وہ بھی اس صورت میں جب اس کی متابعت کی جائے۔

/////

دیکھئے آپ غلط بحث کررہے ہیں میں آسان کرکےسمجھا دیتا ہوں۔

ایک ہوتا ہے مفہوم جیسے ناطق جیسے انسان یا جیسے ضاحک وغیرہ یہ تمام اپنے مفہوم میں تباین رکھتے ہیں لیکن مصداق کے اعتبار سے مساوی ہے یعنی جس پر اطلاق ناطق ہو لازما اس پر اطلاق انسان ہوگا اور جس پر اطلاق ضاحک ہوگا لازما اس پر اطلاق انسان ہوگا۔ (یعنی ادھر افراد مفہوم کی طرف اشارہ ہے)

ہم بیشک آپ کی بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ادھر معنی میں مغائرت ہے لیکن کیا مصداق میں بھی مغائرت ہے تو یہ طے شدہ بات ہے کہ ایسا نہیں بلکہ ابن حجر نے مقبول راویان کی احادیث کو منفرد طور پر حسن کہا ہے اور کہیں اطلاق اسناد حسن بھی کیا ہے اور میں دو مثالیں دے چکا ہوں جس پر تاحال جواب نہیں آیا قارئین کی آسانی کے لئے دونوں مثالیں دوبارہ ادھر لکھ دیتا ہوں۔

١۔ ایک راوی محمد بن میمون کے بارے میں حافظ مقبول کہتے ہے اور اس ہی کی ایک متفرد روایت کو نقل کرکے 'وَهَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ' کہتے ہے
(ملاحظہ ہو تغلیق تعلیق اور تقریب التہذیب)

٢۔
ایک روایت ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہے:

3421 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، «أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَتَى سَارِيَةً فَصَلَّى عِنْدَهَا رَكْعَتَيْنِ»

المصنف جز 1 ص 299 طبع ریاض

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

حوالہ: تغلیق التعلیق، جز 2، ص 436، طبع اردہ

جب کہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عمرو اللیثی جس کو حافظ نے فقط مقبول فرمایا ہے۔
(تقریب التہذیب)

تو خود آپ کے قاعدے کے مطابق یہ مقبول بھی اگر ثابت ہوجائے تو ہماری مراد پوری ہوتی ہے اور راوی حسن الحدیث بنتا ہے

جناب نے کہا۔

/////
اس کے بعد شیعہ مناظر نے ہمارے پیش کردہ 27 راویوں میں سے تین کے متعلق دیگر ائمہ سے توثیق لاکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام عجلی کا تساہل ثابت نہیں۔ اور جب ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے مدمقابل نے یہاں پر بھی خانہ پری کی ہے۔

کیونکہ انہوں نے جن تین راویوں کی توثیقات لائیں، تو وہ بھی (تین) ابن حبان اور (ایک) امام ترمذی سے (اور وہ بھی روایت کی تحسین)۔ اور پھر فخر سے کہتے ہیں کہ "امام عجلی کا تساہل کہاں ہے"؟
/////

سرکار کتنی غلط بیانی سے کام لیں گے؟ اب دعوی تھا آپ کا بالاستعیاب استقراء کا جس کا بطلان اس ہی سے واضح ہے کہ آپ نے 27 راویوں کی کاپی پیسٹ لسٹ کی اور جب ہم نے آپ کی جہالت دکھائی کہ آپ نے نام تک صحیح نہیں لکھا تو فورا ڈھٹائی دکھائی مان کیوں نہیں لیتے اپنی غلطی کو؟ پھر یہ 27 راویوں سے (جو جز کل ہے) پورے منہج (یعنی کل راویان بتحقیق عجلی) پر حکم لگانا کسی بھی اہل منطق سے پوچھ لیں وہ اس کو استقراء کامل و قطع نہیں کہے گا بلکہ یہ تمثیل ہے اور تمثیل میں کتنی بار بتاچکا ہوں کہ ہماری اس بحث کی اس جہت میں حجت نہیں۔

اور اب میں خود زبیر علی زئی کا ایک اور قول نقل کرتا ہوں (جو عجلی کے حوالہ سے نہیں) کہ متساہلین کے بارے میں کیا رویہ ہونا چاہئے۔

میں متساہلین کے منفرد قول کو ہرگز دلیل توثیق نہیں سمجھوں گا جیسے ابن حبان، حاکم، ترمذی وغیرھم ہوں لیکن اگر دو متساہلین بھی یا دو سے زیادہ راوی کی توثیق کردیں تو وہ میرے نزدیک حسن الحدیث ہوگا اور مجھے ہرگز پرواہ نہیں کہ کون اس پر مجہول ہونے کا حکم لگاتا رہے

اانوار الصحیفة في الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة مع الأدلة ص 6 طبع پاکستان

لہذا ثابت ہوا کہ آپ لوگوں کے منہج کے مطابق بھی دو لوگ توثیق کردیں اگرچہ متساہل ہوں تو وہ قابل استدلال ہوگی اور ہم نے فقط دو سے نہیں بلکہ احناف بزرگ سے بھی توثیق دکھائی تھی جس پر آپ نے ہرگز التفات نہ کی۔ اور باقی خود عجلی کے اقوال سے 'امام اہلسنت' کی بات تو مان لیں جنہوں نے کتنی دفعہ عجلی کی توثیقات سے استدلال کیا ہے۔

آگے جناب نے کہا۔

////
اس کے بعد ہم اس پر مزید کہتے ہیں کہ علامہ عجلی سے عطیہ العوفی کی توثیق اصح نسخے میں موجود نہیں۔ کیونکہ
اولا : عطیہ العوفی امام ہیثمی کے نسخے میں نہیں، جس کو اس کتاب کے محقق "عبد العظیم البستوی" نے "ادق في الترتیب واقرب الی الصحة" قرار دیا ہے۔
ثانیا : عطیہ العوفی کے متعلق ابن حجر عسقلانی نے عجلی کی توثیق نقل نہیں کی، حالانکہ ان کو بھی یہ کتاب پہنچی تھی۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی عجلی کی کتاب میں عطیہ کی توثیق موجود نہیں۔
ثالثا : امام ہیثمی نے خود دو نسخوں پر اعتماد کیا، لیکن اس کے باوجود عطیہ العوفی کا تذکرہ نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ عطیہ العوفی معتبر نسخوں میں نہیں ہے

رابعاً : اس کتاب کے محقق عبد العظیم البستوی نے عطیہ العوفی کے متعلق صراحت کی ہے، کہ اس کا تذکرہ فقط امام سبکی کے نسخے میں ہے، لہٰذا عطیہ العوفی کو بریکٹ میں بند کیا ہے، اور حاشیے میں کہا ہے کہ یہ زیادت ہے جوکہ امام سبکی کے نسخے میں ہے۔

خامساً: اس کتاب کے ایک اور محقق عبد المعطي أمين قلعجي نے امام ہیثمی کے نسخے کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ان کی جانب سے چھاپ شدہ مطبوعے میں عطیہ العوفی کا کوئی تذکرہ نہیں۔
سادساً: یعنی حافظ ہیثمی، ابن حجر عسقلانی،محقق عبدالعظیم البستوی اور محقق عبد المعطی امین قلعجی کے نزدیک اصح نسخے میں عطیہ العوفی کا کوئی وجود نہیں۔
پس یہ بات ہرگز یقینی نہیں کہ آیا امام عجلی نے واقعی عطیہ العوفی کی توثیق کی ہے یا نہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے نہیں کی، کیونکہ اصح نسخوں میں عطیہ العوفی کا تذکرہ موجود نہیں
///

بحث اس میں نہیں کہ کس نسخہ میں ہے اور کس میں نہیں یاد رکھیں کہ یہ تشکیک ادھر نہیں چلے گی خود آپ احناف جب تحت السرتہ والی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو آپ لوگوں کے بقول المصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے تو اس وقت جب آپ کے مخالفین یہ اعتراض کریں کہ یہ فلاں نسخہ میں نہیں اور فلاں میں نہیں تو اس وقت جو جواب آپ لوگ دیتے ہیں وہی ہمارا سمجھیں۔

اور محقق ابو عمر دبیان کے نزدیک عطیہ کے بارے میں اقوال آئمہ جرح و تعدیل نقل کرتے ہیں اور اس میں عجلی کا قول وہی نقل کرتے ہے جو ہم نے کیا۔
الحيض و النفاس رواية و دراية ص 273

لہذا آپکی چالاکی ناکام ہوئی

جناب نے کہا۔

////////
آپ زبیر علی زئی کا حوالہ اپنے پاس رکھیں، کیونکہ علامہ البانی اور معلمی نے وضاحت کر دی ہے کہ علامہ عجلی متساہل ہیں۔ بہرحال اب تو خود علامہ عجلی سے عطیہ العوفی کی توثیق پر ہی شدید قسم کا سوالیہ نشان کھڑا ہو گیا ہے، آپ پہلے اس کا تو جواب دیں۔ باقی علامہ عجلی کے تساہل پر ہماری پیش کردہ تحقیق زبردست دلیل ہے جس کا جواب آپ سے ابھی تک نہ بن پایا۔
/////////

جناب کس جہت سے آپ زبیر علی زئی کا قول رد کررہے ہیں یہ آپکے خلاف جارہاہے اسلئے؟

تو میں آپ پر آپکا ہی قول لوٹاتا ہوں۔آپ بھی انکو جھوٹا مان لیں میں ان سےاستدلال چھوڑ دونگا ورنہ اپنا قیاس اپنے تک محدود رکھیں جبکہ آپکو ثابت بھی کیا گیا تھا کہ معلمی نے عجلی کو متساہل فقط استقراء سے کہا تھا۔یہ دلائل بھی ہم نے پیش کئے تھے۔

صفدی نے ان کی کتاب کی تعریف کی اور اس پر الزام تساہل نہیں لگایا بلکہ ان کے قوی حفظ پر دال قرار دیا اور وہ قول نقل کیا کہ ان مقام احمد بن حنبل اور ابن معین جیسا ہے، ملاحظہ ہو عبارت

أَحْمد بن عبد الله بن صَالح أَبُو الْحسن الْكُوفِي الْعجلِيّ الْحَافِظ الزَّاهِد نزيل طرابلس الغرب روى عَنهُ ابْنه صَالح بن أَحْمد كِتَابه فِي الْجرْح وَالتَّعْدِيل وَهُوَ كتابٌ مُفِيد يدل على إِمَامَته وسعة حفظه قَالَ عَبَّاس الدوري كُنَّا نعده مثل ابْن حَنْبَل وَابْن معِين

الوافي بالوفيات، جلد 7، ص 51، طبع بیروت

ابن عماد الحنبلی بھی بعینہ یہی بات فرماتے ہے:

أحمد بن عبد الله بن صالح أبو الحسن العجلي الكوفي نزيل طرابلس المغرب وصاحب التاريخ والجرح والتعديل وله ثمانون سنة نزح إلى المغرب أيام محنة القرآن وسكنها روى عن حسين الجعفي وشبابة وطبقتهما قال ابن ناصر الدين كان إماما حافظا قدوة من المتقنين وكان يعد كأحمد بن حنبل ويحي بن معين وكتابه في الجرح والتعديل يدل على سعة حفظه وقوة باعه الطويل

شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 2، ص 141

اسکی جناب نے فقط قیاس سے ہی تاویل کر دی کہ ایسا ہوگا ایسا نہیں ہوگا۔جناب آپ اپنےمطالب میں غلط تاویلات کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں ہم جانتے ہیں لیکن یہاں آپ مناظرے کے میدان میں ہیں کسی مسجد میں واعظ نہیں ہیں لہذا دلیل سے رد کریں۔

اور جناب نے جو مناظرہ کی بات کی شیعہ میں علم ہوتے ہوئے بھی مناظرہ کرنا حرام ہے۔

اللہ اکبر۔ جناب کچھ حکم عممومی ہوتے ہیں کچھ خاص ہوتے ہیں کسی معین وقت کے لئے اور دین چھپانے کا حکم اسی وقت تھا تک مخصوص تھا جب بنوامیہ اور بنوعباس جیسے سادات کے دشمن تحت پر قابض تھے لہذا یہ روایت آپکا مقصد بالکل حل نہیں کر رہی باقی جناب آپکو آپکی ہی کتاب سے مناظرہ کی نہی کا حکم دکھاتے ہیں۔

کتاب شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة صفحہ ١١٤ ، ١١٧

شرح

أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة

من

الكتاب والسنة وإجماع الصحابة والتابعين من بعدهم

تأليف

الشيخ الإمام العالم الحافظ

أبي القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي

٤١٨ هجرية

تحقيق

الدكتور أحمد سعد حمدان

المجلد الأول

سياق
ما روى عن النبي ﷺ في النهي عن مناظرة أهل البدع وجدالهم والمكالمة معهم والاستماع إلى أقوالهم المحدثة وآرائهم الخبيثة

١٧٦ ـ أخبرنا عبد الله بن أحمد بن علي المقري قال أخبرنا عبد الله بن محمد بن زياد قال / حدثنا يونس بن عبد الأعلى قال أخبرنا عبد الله بن [٥١] وهب قال أخبرني ابن أبي الزناد ومالك بن انس عن أبي الزناد عن الأعرج : عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال : (ذروني ما تركتكم فإنما أهلك من كان قبلكم كثرة سؤالهم واختلافهم على أنبيائهم فما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما أمرتكم به فأتوا منه ما استطعتم) أخرجه البخاري(١) .

١٧٧ ـ أخبرنا أحمد بن عبيد قال : أخبرنا علي بن عبد الله بن مبشر قال : حدثنا أحمد بن سنان قال : حدثنا عبد الله بن نمير عن حجاج بن دينار الواسطي عن أبي غالب : عن أبي امامة قال : قال رسول الله ﷺ : (ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل) ثم قرأ : ﴿ ما ضربوه لك إلا جدلاً بل هم قوم خصمون ﴾(٢)(٣) .

---

(١) في صحيحه / ح : ٧٢٨٨ / .

• والحديث : رواه مسلم ـ كتاب الفضائل ـ ح : ١٣٠ و ١٣١ وأحمد ٢ : ٢٥٨ .

• وورد من طرق أخرى : رواه الترمذي / ح : ٢٦٧٩ / والنسائي ٥ : ١١٠ وابن ماجة / ح : ٢ / وأحمد / ٢ : ٣١٢ و ٣١٣ و ٥١٧ .

(٢) آية : ٥٨ من سورة الزخرف .

(٣) سنده « ضعيف » .

فيه « أبو غالب » وقد تقدم .

• والحديث : رواه الترمذي وقال : حديث حسن صحيح إنما نعرفه من حديث حجاج بن دينار وحجاج ثقة مقارب الحديث / ح : ٣٢٥٣ / وأحمد / ٥ : ٢٥٢ و ٢٥٦ ورواه ابن بطة / الإبانة / ١ : ٤٦ ـ أ ـ وشك أحد رواته في رفعه / ورواه ابن ماجة ولكنه قال عن « أبي طالب » بدل أبي غالب / ح : ٤٨ / . وهذا مخالف لجميع الروايات السابقة .

شرح

أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة

من

الكتاب والسنة وإجماع الصحابة والتابعين من بعدهم

تأليف

الشيخ الإمام العالم الحافظ

أبي القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي

٤١٨ هجرية

تحقيق

الدكتور أحمد سعد حمدان

المجلد الأول

فأما زلة العالم فلا تقلدوه دينكم وإن زل فلا تقطعوا عنه أناتكم .

وأما جدال المنافق بالقرآن فإن للقرآن مناراً كمنار الطريق فما عرفتم فخذوه وما أنكرتم فردوه إلى عالمه .

وأما دنيا تقطع أعناقكم فمن جعل الله في قلبه الغني فهو الغني)(١) .

١٨٤ ـ أخبرنا عبيد الله بن أحمد قال : أخبرنا أحمد بن علي بن العلاء قال : حدثنا أبو الأشعث قال : حدثنا يزيد بن زريع قال : حدثنا عبد الرحمن بن إسحاق عن سعيد بن أبي سعيد :

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : (إن الله كره لكم ثلاثاً : قيل وقال وكثرة السؤال)(٢) .

١٨٥ ـ أخبرنا محمد بن علي بن النضر قال : أخبرنا علي بن عبد الله بن مبشر قال : حدثنا عبد الحميد بن بيان(٣) قال : حدثنا خالد بن عبد الله / [٥٣] عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : (إن الله تبارك وتعالى يرضى لكم ثلاثاً ويكره لكم ثلاثاً : يرضى لكم أن تعبدوه ولا تشركوا به شيئاً وأن تعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا وأن تناصحوا لمن ولاه الله عزّ وجلّ أمركم . ويكره لكم ثلاثاً : قيل وقال وإضاعة المال وكثرة السؤال)(٤) .

---

(١) حديث « منقطع » لأن عمرو بن مرة لم يسمع من معاذ .

قال الهيثمي : رواه الطبراني في الأوسط وعمرو بن مره لم يسمع من معاذ .

وعبد الله بن صالح كاتب الليث ـ في رواية الطبراني ـ وثقة عبد الملك بن شعيب ابن الليث ويحيى في رواية عنه وضعفه أحمد وجماعه / مجمع الزوائد ١ : ١٨٦ ـ ١٨٧ وفي لفظه اختلاف .

وسيأتي موقوفاً على معاذ / برقم : ١٩٨ / من طريق أخرى .

(٢) سنده « حسن » .

ما عدا « أحمد بن علي بن العلاء » فإنني لم أجده ولكن الطريق التي بعده مباشرة تقويه .

(٣) بيان ـ بفتح الباء والياء تقريب ١ : ٤٦٧ / .

(٤) رواه مالك / الموطأ / ح : ٢٠ ـ كتاب الكلام / ورواه مسلم / ح : ١٧١٥ ـ ما عدا قوله : (وإن تناصحوا لمن ولاه الله عزّ وجلّ أمركم) ـ/ وأحمد / ٢ : ٣٢٧ ، ٣٦٠ .

آگے جناب جمہور جمہور کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اورخود ساختہ اصول سے ہی جناب نے جمہور کی جرح مبہم کا سر پر بٹھا رکھا ہے لیکن اس بار ہم آپکے اس خودساختہ دعوے کو بھی توڑتے ہیں۔

پہلے نمبر پر آپکے ظفر تھانوی صاحب کا حوالہ جو کہ اوپر بھی دیا گیا ہے۔

لایقبل الجرح المبهم ویقبل فیمن لم یوثقہ احد۔
جرح مبہم قابل قبول نہیں لیکن قبول ہے اگر کسی ایک نے بھی اس راوی کی توثیق نہ کی ہو۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ١٦٧)

اسی کتاب میں آگے لکھتے ہیں۔

والحاصل۔۔۔واذ وثقہ احد فلا یقبل فیہ الجرح مبهما۔
اور حاصل یہ کہ جب کسی ایک نے بھی راوی کی توثیق کی ہو تو اسکے بارے میں جرح مبہم قبول نہیں۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ١٧٣)

اسی پہلے حوالہ سےہی آپکے جمہور کی کمر ٹوٹ جاتی ہے ٢۔ یہی ظفرتھانوی جمہور کا رد کرتے ہیں۔

حجاج بن ارطاه ان کے بارے میں درج زیل اقوال ملاحظہ ہوں:

ان کے بارے میں نووی فرماتے ہے:

وَالْحَجَّاجُ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ:
حوالہ: المجموع شرح التہذیب، جلد اول ص 274 طبع دار الفکر

اور یہی بات ابن حجر فرماتے ہے تلخیص الحبیر میں
الْحَجَّاجِ فَإِنَّ الْأَكْثَرَ عَلَى تَضْعِيفِهِ

حجاج بن ارطاه کی اکثر ناقدین نے تضعیف کی ہے
تلخیص الحبیر جز 2 ص 493، طبع بیروت

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں

حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی

دوسری مثال حارث الاعور الھمدانی کی ہے ان کو بھی بقول ناقدین رجال جمہور نے ضعیف قرار دیا

جیسے ہیمثمی فرماتے ہے کہ جمہور نے انہیں ضعیف کہا (مجمع الزوائد جز 9 ص 149 طبع بیروت)

لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں۔
حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی

٣۔اب ذیل میں ہم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی بھی دو مثالیں نقل کردیتے ہیں

پہلی مثال ابراہیم بن عینیہ کی ہے، ہیثمی کے بقول اکثر ناقدین نے اس کو مجروح کہا ہے
(مجمع الزوائد جلد 1 ص 24)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق وہ حسن الحدیث ہے (تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص 385)

عبدالرحمان بن ابی زناد جیسا کہ ہیمثمی نے کہا جمہور نے ضعیف کہا ہے
(مجمع الزوائد جلد 4 ص 224)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق حسن الحدیث ہے
(تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص 394)

توجناب یہی حوالہ جات آپکو پہلے بھی دئے تھے لیکن جناب نے فقط یہ کر جان چھڑائی کہ حنفی بھی غلطی کرسکتے ہیں۔ سبحان اللہ۔
توجب حنفی غلطی کرسکتے ہیں تو آپ غلطی نہ کریں بلکہ علمی جواب عنایت کریں۔

٤۔آپکے ممدوح جناب علامہ ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہوجائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی۔اگرچہ جارحین کا عدد معتدلین کے عدد سے ذیادہ ہو۔

اور آگے یہ دیوبندی عالم اسی قول پر اعتماد کی مہر لگاتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

اوراحتیاط بھی قبول کرنے ہی میں ہے ردکرنا خلاف احتیاط ہے۔
(سیرۃ المصطفیٰ جلد ١ صفحہ ١٠٦)

٥۔زبیر علی زئی ایک راوی پر جمہور کی جرح کا دعوی کرتے ہیں لیکن آپکے ممدوح مناظر الیاس گھمن صاحب یہ کہہ کر وہ جرح رد کرتے ہیں کہ جرح مبہم و غیر مفسر ہے۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٣ صفحہ ٣٤)

٦۔آخری حوالہ ہم ابن حزم کا دیتے ہیں کہ انہوں نے اخیر ہی کردی۔ آپکے ممدوح امام لکھتے ہیں۔

ولیس قول الجمہور حجة لانہ لم یات بذلک قرآن ولاسنة وما کان ھکذا فلا یعتمد علیہ فی الدین۔
(المحلی ابن حزم جلد ٩ صفحہ٣٣٦)

لیں جناب انکے نزدیک تو جمہور کا قول حجت ہی نہیں کیونکہ اس بارے میں قرآن و سنت میں کچھ نہیں اور نہ ہی دین میں یہ معتمد ہے۔

تو جناب اب جمہور جمہور کا رونا نہ روئیے گا کیونکہ جمہور کی دھجیاں اڑ گئی ہیں۔

نیچے اسکین دیکھیں۔

ادریس کاندھلوی کا حوالہ دیکھیں۔

انصاف سے کام لیا ہے کہ توثیق اور تعدیل کے قول کو اختیار کیا اور جارحین اور قادحین کی کثرت پر نظر نہیں کی اور فقہاء کا مسلک اختیار کیا کہ جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہا کا مسلک ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی۔ اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے رد کرنا خلاف احتیاط ہے۔ حافظ بدر الدین عینی کا شرح بخاری اور شرح ہدایہ میں اور شیخ ابن ہمام کا شرح ہدایہ میں یہی معمول ہے کہ توثیق اور تعدیل کو تضعیف اور جرح کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب تک کسی راوی کے ترک پر تمام اہل علم متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک امام احمد اس کی روایت کو ترک نہیں کرتے مسند میں از اول تا آخر اسی طریق پر روایتیں لائے ہیں۔ ابو داؤد اور نسائی بھی سنن میں اسی طریق پر چلے ہیں معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائی کا واقدی کی توثیق اور تعدیل کو ترجیح دینا اس اصول پر مبنی ہے تعصب پر مبنی نہیں واقدی کے بارے جو مختلف اقوال ہم نے نقل کیے ہیں وہ سب حافظ ذہبی کے میزان الاعتدال جلد ۳ سے نقل کیے ہیں۔ تعجب ہے کہ واقدی کے بارے میں آئمہ حدیث کا یہ تمام اختلاف حافظ ذہبی کے سامنے ہے اور پھر اخیر میں حافظ ذہبی یہ کہتے ہیں۔ واستقر الاجماع علی وھن الواقدی۔ حالانکہ اس قدر اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے

حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں فرماتے ہیں۔

مع ما فی الواقدی من الضعف	باوجود اس کے کہ واقدی میں ضعف ہے دنیا میں کوئی
لا یختلف اثنان ان الواقدی	دو شخص بھی اس بارے میں اختلاف نہیں رکھتے کہ واقدی
اعلم الناس بتفاصیل	سے زیادہ مغازی کے جاننے والے ہیں اور مغازی کے

۱؎ قال یعقوب قال لی احمد مذہبی فی الرجال انی لا اترک حدیث محدث حتی یجتمع اہل مصر علی ترک حدیثہ کذا فی التہذیب ص ۳۶۵

الیاس گھمن کا حوالہ دیکھیں۔

ترجمانِ فکرِ امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

مجلہ قافلہ حق سہ ماہی سرگودھا

جلد نمبر 6 | جولائی، اگست، ستمبر 2012ء | شمارہ 3

اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے تو
تیرے لیے ہے میری شعلہ نوا قندیل
(اقبال)

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

کشمیر کی سیر

رمضان اور عبادت

رمضان المبارک کو قیمتی بنائیے!

رفع یدین نہ کرنے پر علی زئی کے اعتراضات کی حقیقت

ناشر اتحاد اھل السنۃ والجماعۃ پاکستان

قافلہ حق 34

اور محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلس کی روایت مقبول ہے، اس کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں۔

(التدلیس والمدلسون للغوری ص 104، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص 113، روایات المدلسین للعواد الخلف ص 32)

اب چاہیے کہ علی زئی غیر مقلد اپنے "مشفق وبزرگ استاد" پر بھی کوئی فتویٰ صادر کریں۔ یاد رہے کہ محدثین نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر مدلس کا کوئی متابع مل جائے تو الزامِ تدلیس ختم ہو جاتا ہے اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دو محدثین نے متابعت تامہ بھی کر رکھی ہے۔

1: امام ابو بکر النہشلی (کتاب العلل للدار قطنی ج 5 ص 172 سوال 804)

2: امام وکیع بن جراح (التمہید لابن عبد البر ج 4 ص 189)

لہذا علی زئی کا یہ اعتراض باطلِ محض ہے۔

اعتراض نمبر 2: زئی صاحب نے لکھا: "اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف، خطا اور وہم قرار دیا ہے۔" (مضروب حق: 21 ص 33)

جواب: "محقق" علی زئی صاحب! "پرانے جال نئے شکاری" کی کہاوت کا مصداق نہ بنیں، وہ شبہات جن کے جوابات سے محققین حضرات سبکدوش ہو چکے ہیں انہیں بار بار دہرا کر "تحقیقِ انیق" نہ جتلائیں۔ جناب نے جن چند محدثین کے نام ذکر کیے ہیں ان کی جرح یا تو مبہم و غیر مفسر ہے، یا ایسی بنیاد پر ہے جو وجہِ جرح نہیں بنتی بلکہ بعض حضرات کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا، لیکن علی زئی نے جوں کی توں نقل کر دی اور حقیقتِ حال چھپانے میں عافیت سمجھی۔ مثلاً امام ابن مبارک اور امام ابو داود رحمہما اللہ کی جروح مبہم و غیر مفسر ہیں، اصول حدیث کی رو سے ناقابل قبول ہیں۔

(الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص 101، صیانۃ صحیح مسلم لابن الصلاح ص 96، توجیہ النظر ج 2 ص 550)

ابن حزم کا حوالہ دیکھیں

المحلّی

تصنيف الامام الجليل، المحدث الفقيه، الاصولى، قوى العارضة، شديد المعارضة، بليغ العبارة، بالغ الحجة، صاحب التصانيف الممتعة، فى المنقول، والمعقول، والسنة، والفقه، والأصول والخلاف، مجدد القرن الخامس، فخر الأندلس
أبى محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم
المتوفى سنة ٤٥٦ ﻫ

الجزء التاسع

عنيت بنشره وتصحيحه للمرة الأولى سنة ١٣٥١ ﻫ

إدارة الطباعة المنيرية

لصاحبها ومديرها محمد منير عبده أغا الدمشقى

بتحقيق محمد منير الدمشقى صاحب ومدير ادارة الطباعة المنيرية

حقوق الطبع محفوظة الى
ادارة الطباعة المنيرية بمصر بشارع الأزهر درب الاتراك رقم ١

٢٣٦ المحلى — لابن حزم

رسول الله ﷺ: « ان دماءكم وأموالكم عليكم حرام » فمن أحل الحرام فتحليله باطل وقوله مردود لكن ان أحب انفاذ عتق عبده فليعتقه هو بلفظه مبتدئا وان أحب بيعه فليبعه كذلك مبتدئا ولا بد، والتوكيل فى العتق لا يجوز لانه لم يأت باجازته قرآن ولا سنة وأما التوكيل فى البيع فجائز بالسنة فمن وكل بعتق عبده لم ينفذ عتقه أصلا ومن وكل فى بيعه جاز ذلك، وأما قولهم: العتق لا يلحقه فسخ وسائر الاشياء يلحقها فسخ فقد كذبوا وكل عقد من عتق أو غيره وقع صحيحا فلا يجوز فسخه الا أن يأتى بايجاب فسخه قرآن او سنة والعتق الصحيح قد يفسخ وذلك من أعتق عبدا نصرانيا ثم أن ذلك العبد النصرانى لحق بدار الحرب فسبى وقسم فان عتقه الأول يفسخ عندنا وعندهم فظهر فساد قولهم كله، وأما قولهم: انه قول جمهور العلماء فقد خالفهم من ليس دونهم كعطاء . وابن سيرين . والشعبى . والحسن . وليس قول الجمهور حجة لأنه لم يأت بذلك قرآن ولا سنة وما كان هكذا فلا يعتمد عليه فى الدين ، وأما قولهم: انه قول ابن عمر ولا يعرف له مخالف من الصحابة فانه عن ابن عمر لا يصح لانه من رواية أشعث بن سوار وهو ضعيف ولم يأمر الله تعالى بالرد عند التنازع الا الى كلامه، وكلام رسوله عليه الصلاة والسلام لا الى كلام صاحب ولا غيره فمن رد عند التنازع الى غير كلام الله تعالى وكلام رسوله ﷺ فقد تعدى حدود الله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه قال تعالى : (فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر)، وأما الرواية عن سعيد ابن المسيب مضت السنة أن يبدأ بالعتاق فى الوصية فهذا غير مسند ولا مرسل أيضا، ومن أضاف الى رسول الله ﷺ مثل هذا فقد كذب عليه ومن كذب عليه متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ولم يقل سعيد رحمه الله: ان هذا قول رسول الله ﷺ ولا حكمه وقد يقول ابن المسيب وغيره: مثل هذا فى قول صاحب، ومن أعجب ممن لا يرى قول ابن عباس باصح طريق اليه فى قراءة أم القرآن فى الصلاة على الجنازة انها السنة حجة ثم يرى قول سعيد بن المسيب لذلك حجة وحتى لو أن سعيد بن المسيب يقول: ان هذا حكم رسول الله ﷺ وقوله لكان مرسلا لا حجة فيه، وأما احتجاجهم فى تأكيد العتق بالخبر الثابت عن النبى ﷺ فيمن أعتق رقبة . وانفاذه عليه الصلاة والسلام عتق الشريك فى حصة شريكه فهما سنتا حق بلا شك وليس فيهما الافضل العتق والحكم فيه فقط ولم يخالفونا فى شىء من هذا وليس فى هذين الخبرين أن العتق أوكد مما سواه من القرب أصلا ومن ادعى ذلك فيهما فقد كذب وقال الباطل بل قد جاء نص القرآن بالتسوية بين العتق والاطعام لمسكين قال تعالى : (وما أدراك ما العقبة فك رقبة أو اطعام فى يوم ذى مسغبة يتيما ذا مقربة

جناب نے عطیہ پر جو جرح نقل کی اسکی طرف آتے ہیں۔ آپ نے کہا۔

//////
عطیہ العوفی پر جرح مفسر بھی موجود ہے۔
: امام دارقطنی فرماتے ہیں
وَعَطِيَّةُ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ
اور عطیہ مضطرب الحدیث ہے۔
العلل الواردة في الأحاديث النبوية، ج 11، ص 290

علامہ ابوالحسن مصطفی بن اسماعیل اپنی کتاب "شفاء العلیل بالفاظ وقواعد الجرح والتعدیل" میں فرماتے ہیں
فلان سیء الحفظ , فهذا جرح مفسر .... وكذا قولهم فلان مضطرب الحديث هو جرح مفسر
یعنی اگر کسی راوی کے متعلق کہاں جائے کہ فلاں سیئ الحفظ ہے، تو یہ جرح مفسر شمار ہوگی --- اور اسی طرح اگر ائمہ کسی کے بارے میں مضطرب الحدیث کہہ دیں ، تو یہ بھی جرح مفسر ہی شمار ہوگی۔
شفاء العليل بالفاظ وقواعد الجرح والتعديل ، ج 1 ، ص 523
لہٰذا عطیہ العوفی پر دو مفسر جرحیں ہیں۔ ایک سیئ الحفظ کی جرح، اور ایک مضطرب الحدیث کی جرح۔ ///////

سئ الحفظ کی جرح تو ہے ہی ابن حجر سے اور ان موصوف کا آپریشن اوپر کیا جاچکا ہے لہذا اس سے تو جناب کا استدلال باطل ہے۔

آتے ہیں دارقطنی کی طرف کے ان سے جناب نے جو مضطرب کی جرح نقل کی۔

پہلے تو ذرا پوری عبارت دیکھیں۔

. {وَسُئِلَ عَنْ حَدِيثِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ في قوله تعالى: {سأرهقه صعودا -2289
فَقَالَ: يَرْوِيهِ عَمَّارٌ الدُّهْنِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ، وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛
.فَرَوَاهُ شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعًا
.وَرَوَاهُ عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمَّارٍ، مَوْقُوفًا
.وَكَذَلِكَ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُهَاجِرٍ عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْقُوفًا
.وَعَطِيَّةُ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ
.وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعًا
جناب نے اور دارقطنی نے جو جرح کی ہے وہ بنفسہ مجروح ہے کیونکہ جتنی بھی احادیث مرفوعاً بیان ہوئی ہیں ان میں ذیادہ تر میں راوی 'شریک ' موجود ہے جو بذات خود جرح مفسر کا نشانہ بن چکا ہے مثلاً ابراھیم بن سعید الجوہری نے اس پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے أخطأ شريك في أربع مائة حديث۔ابراھیم بن یعقوب الجوز جانی نے اسے سیئ الحفظ مضطرب الحدیث مائل لکھا ہے ابوالحسن بن القطان الفاسی نے اسے مشہور بالتدليس ، رأيت في أصوله تخليط ، ومرة : وجملة أمره أنه صدوق ولي القضاء فتغير محفوظه لکھا ہے یعنی یہ جناب مدلس بھی تھےابو الفتح الازردی نے صدوق إلا أنه مائل عن القصد ، غالي المذهب ، سيئ الحفظ ، كثير الوهم ، مضطرب الحديث کہا ھے یعنی انہوں نے بھی جرح مفسر بھی کی ھے اور جتنی شدید جرح ممکن ہے وہ کی ہے اور دارقطنی نے ليس بالقوي کہا ہے ۔

یعنی خود دارقطنی نے جن روایات سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ روایات ضعیف ہیں اور 'شریک ' ان میں 'عن' سے روایت کر رہا ہے جو کہ بذات خود متابعت کی محتاج ہیں چنانچہ جو روایات عطیہ العوفی سے مرفوعاً وارد ہوئی ہیں وہ بنفسہ ضعیف ہیں ۔

ثانیاً عطیہ العوفی موقوفاً روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ متابعت میں روایات موجود ہیں چنانچہ تفسیر القرآن میں عبدالرزاق الصنعاتی اسی حدیث کو موقوفاً جنابِ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں۔

(3309)- [3397] عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:ف سَأُرْهِقُهُ صَعُودًاق قَالَ: " جَبَلٌ فِي النَّارِ "

اسکے علاوہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البيان عن تأويل آي القرآن (تفسير الطبري) میں صحیح سند سے موقوفاً ہی اس روایت کو نقل کرتا ہے

(32947)- [23 : 427] حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: ثنا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: ثنا عِيسَى، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ:ف سَأُرْهِقُهُ صَعُودًاق. قَالَ: مَشَقَّةً مِنَ الْعَذَابِ. حَدَّثَنِي الْحَارِثُ، قَالَ: ثنا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، مِثْلَهُ

اسلئے متابعت کی وجہ سے حدیث موقوف ہی صحیح ہے اور اسکی بنیاد پر کسی صورت میں عطیہ العوفی پر مضطرب الحدیث کی جرح نہیں کی جاسکتی

آخر میں ایک اور صورت سامنے آتی ہے کہ فرض کریں شریک سے لی گئی حدیث کو حسن بھی مان کر اگر دارقطنی نے عطیہ العوفی کو ضعیف قرار دیا ہے تو چونکہ خود شریک پر سیئ الحفظ مضطرب الحدیث کی جرح موجود ہے اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا رہی تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم دارقطنی کے نزدیک مضطرب الحدیث کوئی جرح نہیں ہے اور ذیادہ سے ذیادہ راوی کی روایت کا درجہ گرا کر حسن پر لے آتی ہے اور اگر اور اسی کلیے کے تحت دارقطنی کے نذدیک عطیہ العوفی بھی حسن الحدیث ہوجاتا ہے جوکہ درحقیقت جرح نہیں تعدیل ہے۔

لہذا جناب یہ مضطرب کی جرح ہرگز ثابت نہیں۔

بھی جاری ہے۔

مزید سنئے۔

علماء اہلسنت کے نزدیک اگر راوی پر جرح مبہم موجود اور توثیق بھی موجود ہو تو اس صورت میں جرح مبہم مرجوح ہوگی اور توثیق راجح لیکن اگر توثیق کے ساتھ جرح مفسر موجود ہو تو جرح مفسر بہرحال راجح ہوگی۔

اور ہمارے مخالف کے نزدیک مضطرب کی جرح دلالت کے اعتبار سے مفسر ہے لہذا کہا جائے گا کہ جس راوی پر بھی یہ جرح موجود ہوگی وہ مجروح ہوگا اور اس کی حدیثیں قابل احتجاج نہ ہوں گی اگرچہ اس کی توثیق اکثر نے کی ہو۔

اگر آپ کے نزدیک قابل قدح ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جو صحیحین کے راویان پر یہ جرح کی گئی اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔

١۔عکرمہ کے بارے میں (جو آپ کے ہاں کافی ثقہ راوی مانا جاتا ہے)،احمد بن حنبل کی طرف ایک منسوب قول ہے اس میں کہا گیا:

. عكرمة مولى ابن عباس ، عكرمة مضطرب الحديث يختلف عنه ، وما أدري

یہ قول آپ کو سیراعلام النبلاء، جلد 5، ص 26 پر مل جائے گا۔ اور یہی قول تہذیب التہذیب جلد 7 ص 269 پر بھی موجود ہے۔

٢۔ قاسم بن عوف الشیبانی جس سے مسلم نے ایک روایت لی ہے اس کے بارے میں بھی ابوحاتم کی یہ جرح تہذیب التہذیب، جلد 8 ص 293 پر دیکھی جاسکتی ہے تو کیا وہ مسلم کی روایت ضعیف ہے اور جن لوگوں نے اس سے اپنی صحاح میں اخراج کیا کیا وہ سب غلط تھے اور کیا وہ روایات تمام ضعیف تھیں؟

اب اس پر بھی بات کرلیتے ہیں کہ کون کہتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی جرح بغیر بیان وجہ ہمیشہ مفسر ہی ہو؟ دیکھئے ایک الزامی جواب تو دیکھ چکے ہے کہ اس سے صحیحین کے اہم راوی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور یہ یوں کافی احادیث سے۔

دیکھئے اس بحث میں جائے بغیر کہ آیا اسماعیل بن عیاش ثقہ ہے یا ضعیف ہے وغیرہ، ہم دیکھتے ہیں کہ دار القطنی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں کہتے ہیں:

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ

یعنی آپ کے پسندیدہ ناقد رجال (اس باب جرح مفسر میں) کہتے ہیں اسماعیل بن عیاش مضطرب الحدیث ہے

سنن دار القطنی جلد 3 ص 432 طبع بیروت

مزے کی بات سنئے علامہ ظفر تھانوی محدث احناف اس کے بارے میں کہتے ہیں:

اسماعیل بن عیاش کی روایت کردہ) انس کی روایت اگرچہ صحیح نہیں لیکن یقینا حسن) سے کم نہیں (ادھر ایک پورا پیراگراف ہے اسماعیل کو بچانے کا جو ہماری بحث سے (خارج ہے

اعلاء السنن جلد 14 ص 565 طبع کراچی

کیا کہتے ہیں جناب؟

اسی طرح سنان بن ربیعہ کے بارے میں دار القطنی کہتے ہیں:

سِنَانِ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو رَبِيعَةَ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ سنن دار القطنی، جلد 1، ص 183

ظفر تھانوی کے بقول اس روایت کی سند اگرچہ صحیح نہیں لیکن حسن ہے۔

اعلاء السنن جلد 1 ص 91 طبع کراچی

لہذا ہم نے اب تک دو طریقہ سے جواب دیا ہے اور اب تیسرا طریقہ ملاحظہ ہو

جن راویان پر ایسی جرح ہوئی ہے ان کی روایت کو علماء اہلسنت نے حکم صحت و حسن لگایا ہے ملاحظہ ہو ہماری تحقیق کردہ لسٹ (جو آپ کی طرح کاپی پیسٹ نہیں بلکہ اصلی حوالے جات)

1 ۔ عثمان بن عثمان الغلطفانی کے بارے میں بخاری کا قول مضطرب الحدیث لیکن احمد شاکر نے ان کی حدیث کی سند کو صحیح کہا
(مسند احمد جلد 4 ص 273 حاشیہ)

2 ۔ نعمان بن راشد الجزری کے بارے میں احمد کا قول مضطرب الحدیث موجود ہے اور اس کی روایت کی سند کو احمد شاکر حسن قرار دیتے ہیں
(مسند احمد جلد 4 ص 468 حاشیہ)

3 ۔عبداللہ البھی جن کے بارے میں ابوحاتم کا قول مضطرب الحدیث موجود ہے لیکن ابو عوانتہ نے اپنی مستخرج میں روایت کی ہے
(المستخرج جلد 2 ص 368)
(یاد رہے مستخرج ان کے نزدیک بعض علماء کے تحت صحیح ہے)

4 ۔ کرمانی ایک راوی سھل الواسطی پر احمد کی جرح مضطرب الحدیث نقل کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ راوی ثقہ صدوق ہے
(الکواکب الدری شرح صحیح بخاری، جلد 3، ص 8، طبع بیروت)

5 ۔ سلیمان بن کثیر جن کے بارے میں عقیلی مضطرب الحدیث کی جراح کرتے ہے ان کے بارے میں ذھبی امام اور ثقہ کے الفاظ کہتے ہے
(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، ص 5 طبع دار الحدیث)

لہذا ہمارا حلی جواب ختم ہوتا کہ یقینا آپ سوچ رہیں گے کیا رہ گیا تو ہم آپ کو نعمان بن ثابت ابوحنیفہ جو آپ کے 'امام اعظم' ہے اور جن سے پوری مسند منسوب کی جاتی ہے وغیرہ ان کے بارے میں البانی نقل کرتے ہیں:

ومنهم الإمام مسلم صاحب الصحيح فقال فى " الكنى " (ق 1/57) : " مضطرب الحديث ليس له كثير حديث صحيح

مسلم صاحب صحیح (مسلم) اپنی کتاب الکنی میں ابوحنیفہ کو مضطرب الحدیث کہتے کہ جس کے لئے زیادہ صحیح حدیث نہیں

إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل ج 2 ص278 طبع بیروت

اور بہت ہی ناانصافی ہوگی اگر ہم دار القطنی کا قول آپ کے 'امام اعظم' کے بارے میں نقل نہ کریں دار القطنی ابوحنیفہ صاحب کے بارے میں کہتے ہے کہ وہ ضعیف ہے ملاحظہ ہوں۔
موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله ج 2 ص 682، طبع بیروت

لہذا اب اس کا مکمل جواب کا خلاصہ یوں ہوا:

1 ۔ اگر یہ جرح قابل قدح مطلق ہے تو صحیحین کے راویان پر بھی ہوگی اور یوں صحیحین کی روایت ضعیف ہوں گی اور یوں آپ مرفوع روایات پر شک کا دروازہ کھول رہے ہیں اور یوں آپ مومنین کے راستہ سے ہٹ رہے ہیں۔

2 ۔ علماء نے جن راویان پر یہ جرح آئی ہے ان میں سے بعض کو ثقہ اور بعض کو حسن الحدیث تسلیم کیا ہے

3 ۔ ابو حنیفہ پر مضطرب الحدیث اور دار القطنی کے ضعف کی جراح موجود ہیں تو کیا حکم ارشاد فرمائیں گے؟

لہذا دارقطنی کی اس جرح(بقول آپکے جرح مفسر) کا رد ہوا۔

مزید سنئے۔

حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔

مجرد اختلاف کو اضطراب نہیں کہتے ورنہ لازم آئیگا کہ بہت سی صحیح حدیثوں کو مضطرب کہا جائیگا۔
(خیرالکلام صفحہ ۱۷۸)

آپکے صفدر اوکاڑوی دیوبندی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ اضطراب سے راوی کا ضعف ثابت ہوبلکہ یہ صحیح و حسن روایات میں بھی واقع ہوجاتا ہے۔
(انوارات صفدر صفحہ ۲۹۷ ، ۲۹۸)

لیں جناب اب یہ جرح نقصان دہ بھی نہ رہی۔

عطیہ کی مزید توثیقات ملاحظہ کریں جناب۔

۱۔امام ابن سعد لکھتے ہیں۔

عطية بن سعد بن جنادة العوفي ... وكان ثقة إن شاء الله وله أحاديث صالحة۔

.الطبقات الکبری ج 6 ص 304 طبع بیروت

۲۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں اس سے روایات لیتے ہیں۔
ملاحظہ ہوں اسکین

مختصر المختصر
من المسند الصحيح عن النبي ﷺ
للإمام الأئمة
أبي بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوري
(٢٢٣ - ٣١١هـ)
الجزء الثاني
حقق نصوصه وخرج أحاديثه وعلق عليه
الدكتور ماهر ياسين الفحل
قدم له فضيلة الشيخ
د. أحمد معبد عبد الكريم
إشراف ومراجعة وضبط وتدقيق
الفريق العلمي لمشروع موسوعة جامع السنة
الميمان للنشر والتوزيع

رِوَايَتُهَا إِلَّا لِتَبْيِينِ[1] عِلَّتِهَا. لَا أَنَّهَا أُعْجُوبَةٌ فِي الْمَتْنِ إِلَّا أَنَّهَا أُعْجُوبَةٌ فِي الْإِسْنَادِ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، رَوَوْا عَنْ نَافِعٍ وَعَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَلَيْسَ[2] بَعْدَهَا شَيْءٌ، وَالْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْعِشَاءَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْغَدَاةَ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَيْسَ بَعْدَهَا شَيْءٌ، وَالْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ: هِيَ وِتْرُ النَّهَارِ، لَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْغَدَاةَ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَهَا رَكْعَتَيْنِ.

حَدَّثَنَاهُ أَبُو الْخَطَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ وَعَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

وَرَوَى هَذَا الْخَبَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْكُوفِيِّينَ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ مِنْهُمْ أَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ، وَفِرَاسٌ، وَحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، مِنْهُمْ مَنِ اخْتَصَرَ الْحَدِيثَ، وَمِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ بِطُولِهِ.

وَهَذَا خَبَرٌ لَا يَخْفَى عَلَى عَالِمٍ بِالْحَدِيثِ أَنَّ هَذَا غَلَطٌ وَسَهْوٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَدْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُنْكِرُ التَّطَوُّعَ فِي السَّفَرِ، وَيَقُولُ: لَوْ كُنْتُ مُتَطَوِّعًا مَا بَالَيْتُ أَنْ أُتِمَّ الصَّلَاةَ.[3] وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا فِي السَّفَرِ.

(١) هكذا مجودة الضبط في الأصل وأثبتها ناشر (م): ((تبين)) خطأ.

(٢) في (م): ((ليس)).

(٣) قال النووي في **المجموع** ٤/ ٢٠٠: ((قال أصحابنا: يستحب صلاة النوافل في السفر، سواء الرواتب مع الفرائض وغيرها، هذا مذهبنا ومذهب القاسم بن محمد وعروة بن الزبير وأبي بكر ابن عبد الرحمن ومالك وجماهير العلماء، قال الترمذي: وبه قالت طائفة من الصحابة وأحمد وإسحاق، وأكثر أهل العلم، قال: وقالت طائفة: لا يصلي الرواتب في السفر، وهو مذهب ابن عمر)).

آخر میں جناب ہم بطور استشہاد ایک اور روایت نقل کر رہے ہیں کہ آپکے امام عمر بن شبہ نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ: حَدَّثَنِي النُّمَيْرِيُّ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: قُلْتُ لِزَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ: وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُهَجِّنَ أَمْرَ أَبِي بَكْرٍ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْتَزَعَ مِنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَدَكَ. فَقَالَ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلًا رَحِيمًا، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُغَيِّرَ شَيْئًا تَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي فَدَكَ فَقَالَ لَهَا: هَلْ لَكِ عَلَى هَذَا بَيِّنَةٌ؟ فَجَاءَتْ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَشَهِدَ لَهَا، ثُمَّ جَاءَتْ بِأُمِّ أَيْمَنَ فَقَالَتْ: أَلَيْسَ تَشْهَدُ أَنِّي مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ أَبُو أَحْمَدَ: يَعْنِي أَنَّهَا قَالَتْ ذَاكَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: فَأَشْهَدُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا فَدَكَ فقال أبو بكر رضي الله عنه: فبرجل وامرأة تستحقينها أو تستحقين بها القضية؟ قال زيد بن علي: وأيم الله لو رجع الأمر إلي لقضيت فيها بقضاء أبي بكر رضي الله عنه۔

تاریخ المدینة المنورہ جلد ١ صفحہ ١٢٤ طبع دارلعلمیہ۔

(صفحہ دیا گیا ہے)

۱۔محقق علی محمد دندل اسکی سند کو حسن قرار دیتے ہیں۔
۲۔اسی طرح اسی کتاب کی ایک دوسری چھاپ جو کہ سعودیہ کی طبع ہے اسکے محقق موفق بن عبداللہ بھی اسکی سند کو حسن قرار یتے ہیں۔

اس میں بی بی فاطمہ ؑ خود ابوبکر سے فرما رہی ہیں کہ نبی پاک ص نے فدک مجھے دیا تھا ملاحظہ ہوں عبارت۔

فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي فَدَك۔

پھر گواہ طلب کرنےپر خود مولا علی ؑ اور حضرت ام ایمن ؓ نے گواہی دی کے فدک نبی ص نے بی بی کو عطا فرمایا تھا۔

فَجَاءَتْ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَشَهِدَ لَهَا، ثُمَّ جَاءَتْ بِأُمِّ أَيْمَنَ فَقَالَتْ۔۔۔۔ فَأَشْهَدُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا فَدَكَ۔۔

اب اس بارے میں جناب کا کیا کہنا ہے؟ خود مولا علیؑ ، بی بیؑ اور ام ایمنؓ نے اس بات کی گواہی دی لیکن ابوبکر نے انکی نہ مانی۔

آگے اسکا اسکین ملاحظہ کریں

كتاب

تاريخ المدينة المنورة

(أخبار المدينة النبوية)

تأليف

أبي زيد عمر بن شبة النميري البصري

المتوفى سنة ٢٦٢هـ

علق عليه وخرج أحاديثه

علي محمد دندل — ياسين سعد الدين بيان

الجزء الأول

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

٥٥٢ - حدثنا القَعْنَبِيّ قال، حدثنا عبد العزيز بن محمد، عن محمد بن عمر، وعن أبي سلمة: أن فاطمة بنت رسول الله ﷺ أتت أبا بكر رضي الله عنه، فذكرت له ما أفاء الله على رسوله بفَدَك، فقال أبو بكر رضي الله عنه: إني سمعت النبي ﷺ يقول: «إن النبي لا يورث»، من كان النبي يعوله فأنا أعوله، ومن كان ينفق عليه فأنا أنفق عليه. قالت يا أبا بكر: أترثك بناتُك ولا ترِثُ رسولَ الله ﷺ بناتُه؟ قال: هو ذاك[1].

٥٥٣ - حدثنا ابن أبي شيبة قال، حدثنا مالك بن إسماعيل، عن عبد الرحمن بن حميد الرواسي قال، حدثنا سليمان - يعني الأعمش - عن إسماعيل بن رجاء، عن عُمَيْر مولى بن عباس قال: اختصم عليّ والعباس رضي الله عنهما إلى أبي بكر في ميراث رسول الله ﷺ، فقال: ما كنت لأُحوّله عن مَوْضِعِه الذي وضعه فيه رسول الله ﷺ[2].

٥٥٤ - حدثنا محمد بن عبد الله بن الزبير قال، حدثنا فضيل بن مرزوق قال، حدثني النميري بن حسان قال: قلت لزيد بن علي رحمة الله عليه وأنا أريد أن أُهجّنَ أَمْر أبي بكر: إن أبا بكر رضي الله عنه انتزع من فاطمة رضي الله عنها فَدَك. فقال: إن أبا بكر رضي الله عنه كان رجلاً رحيمًا، وكان يكره أن يُغَيِّر شيئًا تركه رسول الله ﷺ، فأتته فاطمة رضي الله عنها فقالت: إن رسول الله ﷺ أعطاني فَدَك. فقال لها: هل لك على هذا بيّنةٌ؟ فجاءت بعليّ رضي الله عنه فشهد لها، ثم جاءت بأُم أيمن فقالت: أليس تشهد أني من أهل الجنة؟ قال: بلى - قال أبو أحمد: يعني أنها قالت ذاك لأبي بكر وعمر رضي الله عنهما - قالت: فأشهدُ أنّ النبي ﷺ أعطاها فَدَك. فقال أبو بكر رضي الله عنه: فبرجل وامرأةٍ تستحقينها أو تستحقين بها القضية؟ قال زيد بن علي: وأَيم الله لو رجع الأمر إليّ لقضيت فيها بقضاء أبي بكر رضي الله عنه[3].

= زوجها ناظرًا على هذه الصدقة، فلم يجبها إلى ذلك لما قدمناه، فعتبت عليه بسبب ذلك، وهي امرأة من بنات آدم، تأسف كما يأسفن، وليست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول الله ﷺ، ومخالفة أبي بكر الصديق رضي الله عنه، وقد روينا عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه: أنه ترضّىٰ فاطمة وتلاينها قبل موتها فرضيت رضي الله عنها.

(١) حديث صحيح لغيره، وأبو سلمة - وهو عبد الرحمن بن عوف - لم يدرك أبا بكر وأخرجه أحمد ١/ ١٠ من حديث أبي سلمة ووصله عن أبي سلمة عن أبي هريرة الترمذي ١٦٠٨ و ١٦٠٩، وفي الشمائل ٤٠٠، وأحمد ١/ ١٣، والبزار ٢٥ و ٢٦، والمروزي في مسند أبي بكر ٥٤ قال الترمذي: حديث حسن غريب من هذا الوجه.

(٢) أخرجه أحمد ١/ ١٣، وأبو يعلى ٢٦، والبزار ١٤، والمروزي في مسند أبي بكر ٢٨ و ٢٩، والطبراني ٤٤ وإسناده صحيح.

(٣) إسناده حسن.

١٢٤

لیں جناب یہاں میرا جواب ختم ہوا۔ اب ضدبازی اور ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر علم پر مبنی جواب دیجئے گا۔

وہابی مناظر ارمان علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

آپ نے کہا

جناب آپ بار بار احتمال احتمال کی رٹ لگا رہے ہیں حالانکہ آپکو الزامی جواب دیا گیا) تھا۔باقی جناب آپ نے کہا کہ مناظرہ کے آخر میں آپ وہ چیزیں بتائیں گے جنکا جواب نہیں دیا گیا تو ہم آپکو ابھی وہ چیزیں بتاتے ہیں جنکا آپ نے جواب دیا اور کیسا دیا۔

١۔ہم نے ابن معین سے عطیہ کی توثیق پیش کی آپ نے اسکی تضعیف پیش کی اسی عالم سے۔
یہاں اختلاف و تناقص۔
٢۔ہم نے قاعدہ جلیلہ سے تطبیق پیش کی تھی اسکے برعکس آپ کچھ اور قواعد اٹھا کر لے آئے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٣۔ہم نے ترمذی کی تحسین پیش کی آپ نے ترمذی کو متساہل کہا جبکہ ہم نے اسی ترمذی کی تحسین سے آپکے علماء کااستدلال دکھایا۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٤۔ہم نے ابوداود کے سکوت سے تحسین روایت والا قاعدہ دکھایا آپ نے اسکے برعکس دلائل دئے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٥۔ہم نے عجلی سے توثیق ثابت کی آپ نے عجلی کو متساہل کہا ہم نے اسکے رد پر دلائل دئے لیکن یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٦۔ابن حجر عطیہ کی روایات کو اپنے ہی قاعدہ سے حسن یا صحیح کہتا ہے اوردوسری جگہ اسکی تضعیف بھی کرتا ہے۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٧۔ہم نے جرح مفسر والا قاعدہ پیش کیا لیکن آپ اسکے مقابلہ میں بیہقی سے کچھ اور لا رہے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٨۔ہم نے اجماع کی تعریف آپکی کتاب سے دی آپ اسکے جواب میں اپنی ہی کتاب سے اجماع کے بارے میں کچھ اور نقل کررہے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
٩۔آپ جمہور جمہور کی رٹ لگائے ہوئے ہیں جبکہ آپکے ہی علماء سے ہم جمہور کے خلاف فیصلے بتاچکے ہیں۔
یہاں بھی اختلاف و تناقص۔
اور مجھے امید ہے کہ آگے بھی انشاءاللہ آپ مزید تناقصات و اختلافات واضح کرینگے۔
تو جناب اب اتنا کچھ تو آپ نے اپنی فقہ کے ساتھ کر ڈالا تھوڑا کچھ ہمیں بھی کرنے دیں۔آپکے ممدوح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔
كثرة الاختلاف فی شیء دلیل کذبہ۔
کسی چیز میں کثرت اختلاف اسکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔
(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ٤٧٤)لہذا اب سمجھ تو آپ گئے ہونگے جناب۔)

الجواب :
آپ نے اوپر جو باتیں کی ہیں، وہ سب جاہلیت پر مبنی ہیں۔ اگر اس کو اختلاف قرار دیا جائے تو
1۔ آپ کے ہاں اصحاب الاجماع کی روایات کی صحت پر اختلاف ہے۔
2۔ آپ کے ہاں بعض ثقہ راویوں کی مرسل روایات پر اختلاف ہے۔
3۔ آپ کے ہاں الکافی کی روایات کی صحت پر اختلاف ہے۔
4۔ آپ کے ہاں شیخ صدوق کے ان ائمہ کی توثیق پر اختلاف ہے جن کے متعلق شیخ صدوق سے ترضی ثابت ہو۔
5۔ آپ کے ہاں تفسیر قمی کے تمام راویوں کی توثیق پر اختلاف ہے۔
6۔ آپ کے ہاں کامل الزیارات کے تمام راویوں کی ثقابت پر اختلاف ہے۔
7۔ آپ کے ہاں من لا یحضرہ الفقیہ کی تمام روایات کی تصحیح پر اختلاف ہے۔
مختصراً یہ کہ آپ کے ہاں اختلاف، باوجود قلتِ روایات اور رواۃ کے، کثرت سے موجود ہے۔
لہٰذا اسی کو اگر اختلاف کا نام دیا جائے تو آپ خود بھی اس الزام سے بری نہیں ہیں۔
جاہلیت کی بنیاد پر اعتراض لگانے سے پہلے ان باتوں کو سمجھنا اشد ضروری ہے

آپ نے کہا

سب سے پہلے ہم ایک مقدمہ بنا رہے ہیں اور ۳۰ عدد حوالہ جات دیتے ہیں کہ روایت)
کی تصحیح یا تحسین اصل میں راوی کی توثیق ہے۔کیونکہ آپ بار بار متفرد کا رونا
(رو رہے ہیں۔

ہم غالباً چوتھی بار آپ کو آپ ہی کے پیش کردہ اصول کی یاد دہانی کرو ارہے ہیں، اور آپ
پھر وہی رونا رو رہے ہیں۔ رونے سے راوی ثقہ نہیں بنے گا،آپ کو جواب دینا پڑے گا جو کہ
آپ کے پاس نہیں ہے۔ یہ آپ جواب نہیں دے رہے، بلکہ صرف اپنی جاہلیت ظاہر کر رہے
ہیں، راوی کے منفرد ہونے اور دیگر قرائن سے کوئی مخالف قول نہ ملنے کی صورت میں
روایت کی تحسین اس کے راویوں کی تحسین ہوتی ہے اس پر دلائل پیش کیے جا چکے
. ہیں اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں

پھر آپ نے جھوٹ اور دجل سے کام لیتے ہوئے کہا

ہم نے شروع سے ہی آپکو ابن معین کے تعارض کی صورت میں قاعدہ جلیلہ کا راجح ہونا)
حنفی علماء سے ہی دکھایا لیکن کبھی اسکے مقابلے میں آپ کچھ لے آتے ہیں کبھی
(کچھ۔

: الجواب

یہ سوائے مکرو فریب کے اور کچھ نہیں۔ کسی ایک حنفی عالم سے قاعدہ جلیلہ کا
تذکرہ یہ کب ثابت کرتا ہے کہ باقی اصول احناف کے نزدیک راجح نہیں ہیں؟ آپ نے ایک
حنفی عالم سے قاعدہ جلیلہ کا تذکرہ نقل کر دیا اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش
کی کہ احناف بس اسی قاعدے کو مانتے ہیں، اور باقی قواعد ان کے ہاں لاگو نہیں۔ یہ
سوائے دجل اور مکرو فریب کے اور کچھ نہیں۔

پھر آپ نے کہا

اول تو ہمیں یہ بتائیں کہ ہم نے آپکو مبارکپوری ، ابن حجر، سخاوی اور عبدالحئی حنفی)
سے اسی قاعدہ کا راجح ہونا دکھایا لیکن آپ اسکو قبول کرنے پر راضی نہیں بغیر کسی
وجہ کہ؟ آپکے بتائے ہوئے شاذ قواعد سے کس نے استدلال کیا جبکہ آپکے علماء قاعدہ
(جلیلہ سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

: الجواب
دیکھیں جناب، جو چیز آپ کو سمجھ نہ آئے، اس پر بحث نہ کریں۔ ہم نے آپ کو کہا تھا کہ
قاعدہ جلیلہ تب مستعمل ہوتا ہے جب یہ سمجھا جائے کہ ابن معین کے اقوال میں
کسی تعارض کا نہ ہونا سمجھا جائے۔ آپ تعارض کو رفع نہ کر سکے، تو قاعدہ جلیلہ سے
آپ کو ہاتھ دھونے پڑ گئے۔ پھر ہم نے دوسرے قواعد کا تذکرہ کیا، تو آپ ان کو مرجوح کے
کھاتے میں لا کر ان پر بات ہی نہیں کرنا چاہتے، یہ نہ صرف مکرو فریب ہے بلکہ جاہلیت
کی بھی اعلی مثال ہے۔

پھر آپ نے کہا

(جناب قیاس آرائیوں سے جوابات نہ دیا کریں آپکو قاعدہ جلیلہ کے محکم ہونے کے دلائل دئے گئے ہیں اور آپکے یہ عالم آپکی طرح متعصب نہیں وہ جانتے ہیں کہ ابن معین سے جرح مبہم آئی ہے اور توثیق بھی تو انہوں نے توثیق ابن معین کو ہی راجح و محکم جانا۔)

یہ آپ کا ایک اور جاہلیت پر مبنی قول ہے۔ یہاں معاملہ مختلف ہے۔ عطیہ العوفی کے متعلق ابن معین سے جرح مبہم آئی ہے، لیکن عطیہ العوفی پر جرح مفسر دوسرے ائمہ سے موجود ہے، لہٰذا عطیہ العوفی پر ابن معین کی جرح مبہم بھی اس وقت معتبر جرح سمجھی جائے گی جبکہ عطیہ العوفی پر جرح مفسر دوسرے ائمہ سے موجود ہے۔ اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ جرح کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کی تعداد 70 سے زائد ہے۔ ایسی صورت میں ابن معین کی توثیق اگر موجود بھی ہوتی، تو جمہور کے مقابلے میں مرجوح ہوتی۔ لیکن یہ باتیں آپ کو سمجھ نہیں آئیں گی

پھر آپ نے کہا

علاوہ ازیں آپ نے ابن قطان پر وہم کی بات کی تو جناب ابن قطان اس قول میں منفرد نہیں بلکہ محقق احمدشاکر نے بھی عطیہ کو حسن الحدیث کہا ہے جسکا آپ نے جواب دینا مناسب بھی نہیں سمجھا تھا۔)

محقق احمد شاکر اور ان کے بھائی محمود محمد شاکر نے تفسیر طبری پر اپنی تحقیق میں (ج 1 ، ص 264) عطیہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔
لہٰذا کم از کم احمد شاکر کا تعارض ثابت ہوگیا، اور تعارض نہ بھی ہوتا، تب بھی علامہ انور شاہ کشمیری نے (العرف الشذی ج 2 ص 33) میں
(عبد العلیم بستوی نے موسوعۃ فی احادیث االمام المہدی میں (ص 263
(حسین سلیم اسد نے مسند أبي یعلی پر اپنی تحقیق میں (ج 2 ص 302
(بشار عواد معروف نےتاریخ بغداد پر اپنی تحقیق میں (ج 8 ص 553
محمود محمد شاکر اور احمد محمود شاکر نے تفسیر طبری پر اپنی تحقیق میں(ج1،ص 264)
عبد الرحیم بن محمد بن أحمد القشقري نے ابن شاہین کی کتاب المختلف فیهم پر اپنی تحقیق میں (ج 1 ص 60)
ابو عبد مصطفی بن العدوی نے المنتخب من مسند عبد بن حمید پر اپنی تحقیق میں (ج 2 ، ص 79)
(محمد بشیر السہسوانی نے اپنی کتاب صیانۃ االنسان میں (ج 1 ص 98
(شیخ عبدﷲ بن وکیل نے احادیث ہشام بن عمار پر اپنی تحقیق میں (ص 141
عالمہ ابراہیم بن مصطفی دمیاطی نے الکفایہ فی معرفۃاصول علم الروایہ پر اپنی تحقیق میں (ج 2 ص 517)
(باسم بن فیصل الجوابرہ نے السنہ البن ابی عاصم پر اپنی تحقیق میں (ص 1024
أحمد عبد الرحمن البنا الساعاتي نے الفتح الرباني لترتیب مسند اإلمام أحمد بن حنبل الشیباني میں (ج 1 ، ص 41)
أبو عبیدة مشهور بن حسن بن محمود آل سلمان نے العراق في أحادیث وآثار الفتن میں(ج 1،ص 444)
(عالمہ قمرالدین سیالوی نے مذہب شیعہ مع تحفہ حسینیہ میں (ج 3 ص 242
عالمہ محمد نافع نے حدیث ثقلین میں ص 49
(محمد عوامہ نے المصنف البن ابی شیبہ پر اپنی تحقیق میں (ج 19 ص 183
(عبد الرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ االحوذی میں (ج 4 ص 466
(علی حسین البواب نے جامع المسانید پر اپنی تحقیق میں (ج 3 ص 182
احمد بن محمد بن عبد بللا بن حمید نے المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ پراپنی تحقیق میں (ج14 ص 722)
(ایمن صالح شعبان نے جامع االصول پر اپنی تعلیق میں (ج 4 ص 269
(اور سمیر بن زھیر الزبیری نے بلوغ المرام پر اپنی تحقیق میں (ص 340
عطیہ العوفی کی تضعیف کی ہے۔ تو احمد شاکر کا حسن الحدیث کہنا کیا معنی رکھتا ہے، جبکہ ایک اور مقام پر انہوں نے عطیہ العوفی کو راجح قول کی بنا پر ضعیف قرار دے دیا ہو۔(علامہ احمد شاکر پر مزید دلائل آگے آ رہے ہیں)

ہم جناب کے پیش کردہ ایک قول کا جواب پہلے دیتے ہیں جس میں جناب نے دوبارہ دجل دے کام لیا۔

آپ نے کہا۔

پھر ہم نے اتحاف النبیل کی ایک عبارت پیش کی تو اس کے متعلق موصوف فرماتے ہیں۔

جناب نے دجل سے کام لیا یہاں ۔ یہ ساری عبارت ہمارے حق میں ہے کہ جرح تعدیل پر)
مقدم ہوگی اگر وہ مفسر ہو۔ آپ اپنا کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ ہوں۔فلا تتنزل هذه القاعدة,
وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا تو یہ قاعدہ یہاں پر لاگو نہیں ہو
گا، ایسی صورت میں علماء جرح کو تعدیل پر فوقیت دیتے ہیں آگے اذا كان مفسرا کے
الفاظ بھی موجود ہیں جو جناب چھوڑ گئے یعنی جرح تعدیل پر مقدم ہوگی جبکہ وہ مفسر
ہو۔ جناب آپ نے یہاں بھی دجل سے کام لیا ہے اور اب آپکی یہ خاص دلیل بھی ہمارے
حق میں ہوئی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی اگر مفسر ہو۔ جرح کا مفسر ہونا یہاں بھی
(مشروط ہے

الجواب :

یہ ساری عبارت ہمارے ہی موقف کی تائید کرتی ہے، اور مد مقابل مناظر محض اپنے جہل کی وجہ سے اس کو سمجھ نہیں پا رہا۔

۔ هناك من يقول : ان الرجل اذا ثبتت له منزلة الثقة فلا يزحزح عنها الا بامر جلي وهو 1
تفسير الجرح
بعض کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی ثقاہت ثابت ہو جائے، تو اس کو سوائے امر جلی
کے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی،

۔ وهذا يحمل على من اشتهر توثيقه فمن تكلم فيه بعد ذلك فلا يسلم له الا بامر جلى 2
واضح
اور یہ قاعدہ اس شخص پر محمول ہو گا جس کی وثاقت مشہور ہو، تو اگر اس کے بعد
اس پر کوئی اعتراض کیا جائے تو سوائے امر جلی (یعنی جرح مفسر) کے کوئی چیز نہیں
تسلیم کیا جائے گا، اور وہ جرح مفسر ہی ہے

۔ اما من اختلف في توثيقه و تضعيفه, كان يقول ابن معين : ثقة , ويقول أحمد : ضعيف , 3
فلا تتنزل هذه القاعدة
، لیکن جس کی توثیق اور تضعیف میں اختلاف پیدا ہو جائے، مثلا ابن معین کہے کہ ثقہ
ہے، اور امام احمد کہے کہ ضعیف ہے، تو یہ قاعدہ یہاں پر لاگو نہیں ہو گا

۔ وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا, لِمَا مع الجارح من زيادة علم4
، ایسی صورت میں علماء جرح مفسر کو تعدیل پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ جرح کرنے
والے کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے ،

۔ فلا يلزم من ذلك ان يقدموا التعديل, ويهدروا الجرح , لانه مجمل5
پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعدیل کو فوقیت دی جائے، اور جرح کو اس وجہ سے رد
کر دیا جائے کہ وہ مجمل ہے۔

اس کے باجود شیعہ مناظر کا کہنا کہ یہ قول ان کے موقف کی تائید کرتا ہے، سراسر
جاہلیت ہے

پھر آپ نے کہا..

آپ نے کہا کہ ابوداود کے الفاظ سے تحسین ثابت نہیں ہوتی تو جناب آپ یہ بتائیں کہ) آپکی حیثیت کیا ہے؟ آپ کے مطابق اس سے تحسین ثابت نہیں ہوتی اور آپکے علماء کے مطابق تحسین ثابت ہوتی ہے تو جناب آپ علماء کے تابع ہیں یا علماء آپکے؟ خود مجتہد نہ بنیں اور تابع ہی رہیں۔(

جواباً عرض ہے کہ ہم نے علماء ہی اقوال ذکر کئے تھے اس پر آپ نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، آپ نے دوبارہ وہی حوالاجات کاپی دے مارے جس کا جواب گزر چکا ہے، چلیں اس بار آپ کو گھر کی کہانی سناتے ہیں ،
آپ نے کچھ عرصہ پہلے ایک البم بنایا جس کا نام اور ڈسکرپشن اس طرح دیا

(آپریشن تثویب (اصلاۃ خیر من النوم) اصلاۃ خیر من النوم سنت نہیں بلکہ بدعت ہے۔)

اس میں آپ نے ایڑی چوڑی کا زور لگایا ہے اور کافی کتب سے راویات پیش کر کے ان کو ضعیف ثابت کرنے کی (ناکام) کوشش کی ہے،اور اسی البم میں آپ نے سنن ابوداود سے دو روایات نقل کر کے ان کے راویوں پر جرح کی ہے۔ جبکہ ان ہی روایات پر بھی امام ابوداود نے سکوت اختیار کیا ہے۔ ملاحضہ کریں

https://www.facebook.com/photo.php?fbid=464114253609918&set=a.463625760325434.102254.100000340416624&type=3&theater

اب آپ کے پاس یہی صورتحال ہے کہ اول یا اقرار کریں کہ اہلسنت کے نزدیک یہ بات سنت ہے،اور آپ نے خانہ پری کی ہے،اور اہلسنت کے اصول حدیث کی رو سے یہ روایات حسن ہیں ؟؟

دلائل اهل سنت کا رد

کچھ اہل سنت **تثویب** کو سنت ثابت کرنے کے لئے بغیر جانچ پڑتال کئے اپنی کتاب **سنن ابو داؤد** کی **دو** روایات پیش کرتے ہیں۔ ہم انکا علمی جواب پیش کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱:

مسدد نے حارث بن عبید سے سنا، حارث نے محمد بن عبد الملک بن ابی محذورہ سے سنا، عبد الملک نے اپنے والد سے، اور انکو ان کے والد نے کہا کہ میں نبی کی خدمت میں گیا اور کہا کہ آذان سکھائیے تو نبیؐ نے یہ فرمایا۔۔۔۔۔اور صبح کی آذان میں کہو (الصلاۃ خیر من النوم) نماز نیند سے بہتر ہے۔

(سنن ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۲۲۷ حدیث نمبر ۴۹۷)

روایت نمبر ۲:

نفیلی نے ابراہیم بن اسمٰعیل بن عبد الملک بن ابی محذورہ سے سنا، اسمٰعیل نے اپنے دادا عبد الملک بن ابی محذورہ سے اور عبد الملک نے اپنے والد ابو محذورہ سے سنا کہ ابو محذورہ کو نبیؐ نے آذان کی تلقین یوں فرمائی۔۔۔۔۔اور فجر کے وقت کہو (الصلاۃ خیر من النوم) نماز نیند سے بہتر ہے۔

(سنن ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۲۲۹ حدیث نمبر ۵۰۱)

پہلی روایت کے راویوں پر ایک نظر:

۱۔**مسدد**: تساھل : سُست تھا۔

(میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۹۶، لسان المیزان جلد ۸ ص ۳۵)

۲۔**حارث بن عبید**: ضعیف تھا، قوی نہیں تھا، مضطرب الحدیث تھا۔

(میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۴۳۸، تہذیب الکمال جلد ۵ صفحہ ۲۵۸۔۲۶۰)

امام ابو داود رح کےقول پر مزید تحقیق :

مخالف مناظر سے ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ محدثین سے یہ اصول بھی پیش کرے کہ امام ابو داود رح کے سکوت سے روایت انکے نزدیک حسن لذاتہ بن جاتی ہے کیونکہ اسی صورت میں وہ عطیہ کی توثیق پر دلالت کر سکتا ہے. اسکے علاوہ ہم نے ان علماء کے نام بھی پیش کیے جنہوں نے سکوت سے احتجاج کرنے سے شدید اختلاف کیا ہے، لیکن مخالف مناظر اسے ہر بار وہی پرانے ہتھ کنڈے استعمال کرتے ہوئے ایک طرف کر دیتے ہیں. ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ہم سوالات آجری نامی کتاب کی سند پر تحقیق کریں گے اور اسکا واحد مقصد یہ تھا کہ اس مناظرہ میں سند کتاب کی نئی بحث شروع نہ ہو لیکن بہرحال ہم اصل موضوع کی جانب آتے ہیں امام ابو داود کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہے وہ کچھ یوں ہے

"وما سكت عليه فهو حسن وبعضها أصح من بعض"
ہماری تحقیق میں اسکا واحد ماخذ انکا رسالہ ہے جو کہ اہل علم کے ہاں "رسالة أبي داود إلى أهل مكة" کے نام سے معروف ہے.

اسکی سند کچھ یوں ہے

قال: سمعت أبا الحسين محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن جميع الغساني بصيدا "" فأقر به، قال: سمعت أبا بكر محمد بن عبدالعزيز بن محمد بن الفضل بن يحيى بن القاسم بن عون بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب الهاشمي بمكة يقول: سمعت أبا داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد السجستاني "" (بالبصرة) وسئل عن رسالته...الخ

اس میں موجود بنیادی راوی أبا بكر محمد بن عبدالعزيز بن محمد بن الفضل بن يحيى بن القاسم بن عون بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب الهاشمی ، کی توثیق درکار ہے جیسا کہ رسالہ کے محقق شیخ الدكتور محمّد بن لطفي الصبّاغ بھی حاشیہ پر لکھتے ہیں

(لم اقف علی ترجمہ " (رسالہ ۶۲/"

لہٰذا اس اصول کے تحت آپ تب ہی استدلال کر سکیں گے جب اصل ثابت ہو جائے،تب تک ہم آپ کے اس موضوع پر کسی قسم کے دیگر دلائل کے جوابات دینے کے پابند نہ ہوں گے

رسالة أبي داود إلى أهل مكة

في وصف سننه

تأليف

الإمام أبي داود سليمان بن الأشعث

المتوفى سنة ٢٧٥ هـ

حققها وعلق عليها وقدم لها

الدكتور محمد بن لطفي الصباغ

المكتب الإسلامي

قيل له: أقرأت على أبي عبدالله محمد بن علي بن عبدالله الصوري الحافظ[١] قال: سمعتُ أبا الحسين محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن جُمَيع الغساني[٢] بصيدا ـ فأقرّ به ـ قال: سمعت أبا بكر محمد بن عبد العزيز بن محمد بن الفضل بن يحيى بن القاسم بن عون بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب الهاشمي[٣] بمكة يقول:

سمعت أبا داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شدّاد السجستاني[٤] وسئل عن رسالته التي كتبها إلى أهل مكة وغيرها جواباً لهم، فأمل علينا:

(١) هو الحافظ العلامة الأوحد محمد بن علي بن عبدالله بن محمد بن دحيم الساحلي الصوري، ولد سنة ٣٧٦ كان صواماً صدوقاً ثقة، توفي في سنة ٤٤١ (انظر «تاريخ بغداد» ٣/١٠٣ و«تذكرة الحفاظ» ١١١٤).

(٢) هو محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن جميع الغساني الصيداوي عالم بالحديث ورجاله من أهل صيدا، ذكر الأستاذ الزركلي أنه ولد سنة ٣٠٥هـ وتوفي سنة ٤٠٢هـ. وقد ترجم له ترجمة واسعة الدكتور عمر عبد السلام تدمري في مقدمة تحقيق لكتاب «معجم الشيوخ» الذي نشرته له دار الإيمان في طرابلس ومؤسسة الرسالة في بيروت عام ١٤٠٥هـ (١٩٨٥م).

(٣) لم أقف على ترجمته، وإن كان نسبه هنا طويلاً ينتهي به إلى عبد المطلب، ويفهم مما ذكر أعلاه أنه كان بمكة وأنه تلميذ أبي داود، فقد يكون مولوداً قبل سنة ٢٦٠ لأن أبا داود توفي سنة ٢٧٥، وإذا صح هذا فلا بد من أن يكون بقي حياً حتى أتيح لابن جميع السماع منه وهو مولود سنة ٣٠٥هـ.
وقد ذكره محمد بن أحمد بن جُميع في «معجم الشيوخ» ص ١٢٦ وأورد هناك مطلع رسالة أبي داود إلى أهل مكة، وآخرها. ولم يوردها كاملة. وقال محقق الكتاب: لم أجد له ترجمة.

(٤) جاء في «معجم الشيوخ» لابن جميع ص ١٢٦ بعد كلمة السجستاني (بالبصرة) وهي زيادة لم تذكرها الأصول الثلاثة، ولا الكتب التي نقلت هذه الرسالة أو بعضها.

٦٢

پھر ہم نے بحق السائلین والی روایت کے متعلق کہا

جناب یہ آپ کا حق نہیں کہ آپ متعین کریں عالم نے کس سند کی توثیق کی ہوگی۔)
لہٰذا آپ دیگر اسناد کی تضعیف پر وقت ضائع نہ کریں، ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ عطیہ اس روایت میں ہرگز متفرد نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہی پیش کردہ اصولوں پر پورا نہیں اتر رہے۔ اب باقی آپ کے پاس احتمالات کی کہانیاں ہونگی، لیکن اصول یاد رکھئے، جہاں احتمال آ (جائے، تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

اس کے جواب میں شیعہ مناظر بے بس ہو گئے، اور بلا دلیل ہماری پیش کردہ روایت کے ایک راوی کو نیٹ سے کہیں دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ راوی پر کذب کی تہمت لگی ہے، ہم کہتے ہیں کہ دلیل لائیں کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے۔ باقی ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ اس روایت میں عطیہ العوفی متفرد نہیں، لہٰذا اصول کے تحت، جس کو شیعہ مناظر نے خود زبیر علی زئی کے حوالے سے نقل کیا تھا، اب یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ علامہ ابن حجر کے نزدیک عطیہ العوفی حسن الحدیث ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیعہ مناظر نے جو اصول خود پیش کیا، اب اس پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ باقی انہوں نے جو باتیں کی ہیں، وہ اس اصول کے تناظر میں خانہ پری ہی ہے، اور کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اصول آپ نے ہی آدھا حذف کر کے نقل کیا تھا ، اور ہم نے ہی اس کو پورا نقل کیا تھا۔ اب آپ اس اصول سے کیوں کترا رہے ہیں؟ اسی اصول پر چلیں تو آپ کے سارے حوالے ہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ دوسری سند پر آپ کا لاجواب ہونا عیاں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ

تصحيح الحديث وتحسينه توثيق لرواته فيما انفردوا فيه الا ما خصص بالدليل
حدیث کی تصحیح یا تحسین سے اس کے تمام ان راویوں کی توثیق سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، لیکن اس صورت میں نہیں جب ان کے متعلق کوئی خاص دلیل موجودہوں۔

انوار الصحیفہ ص ۷ طبع پاکستان

اور ہم نے امام طحاوی کے حوالے سے کہا تھا کہ امام طحاوی تو یہ فرما رہے ہیں (وانی نظرت فی الآثار المرویۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی میں نے ان احادیث کا مطالعہ کیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔۔۔ یہاں سے یہ دلیل پکڑنا ہی غلط ہے کہ امام طحاوی نے فقط صحیح احادیث ہی اس کتاب میں لکھی ہونگی۔

یہ الفاظ دکھائیں کہ امام طحاوی یہ فرما رہے ہوں کہ وہ اس کتاب میں صرف انہی صحیح روایات کو نقل کریں گے۔ یہ الفاظ انہوں نے لکھے نہیں، تو شیعہ مناظر کی ساری تقریر فضول قرار پائی

:لیکن ایک اہم بات جس کا رد ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ شیعہ مناظر نے کہا

علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن کی جلد 4 ص 32 طبع کراچی میں کہتے ہیں۔(اس) اعتراض کے جواب میں کہ راوی مجھول ہے) میں کہتا ہوں کہ اس کی نہ جرح کی گئی اور نہ تعدیل طحاوی نے اپنی کتاب میں بطور احتجاج اس سے روایت کی ہے تو کم سے کم وہ حسن تو ہوگا۔یہی علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن، جلد 8، ص 371، طبع کراچی میں کہتے ہیں:والاثر صالح للاحتجاج بہ لکون الطحاوی ذکرہ فی موضع الاحتجاج یہ روایت احتجاج کے قابل ہے چونکہ طحاوی نے اس کو احتجاج کے طریق سے نقل کیا ہے۔

چناچنہ یہ ہم نے اپنی طرف سے قاعدہ وضع نہیں کیا بلکہ وہی کہا جیسا فہم حنفی (بزرگ نے لیا ہے۔

علامہ ظفر تھانوی رحمہ اللہ کا قول خود شیعہ مناظر کے خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راوی تو تب حسن ہوگا، جب اس پر نہ جرح ہو اور نہ اس کی تعدیل موجود ہو، اور علامہ طحاوی نے اس کی روایت سے احتجاج کیا ہو۔
لہذاشیعہ مناظر نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑے دے ماری ۔ کیوں کہ عطیہ پر جرح کثرت سے موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر بالخصوص یہ لکھا ہے کہ اس راوی کی روایت سے احتجاج کیا ہو، اب یہ کہاں سے لازم ہے کہ علامہ طحاوی ایک روایت کو کوئی سندوں سے نقل کر کے ان سے احتجاج کریں تو وہ ساری سندیں ہی ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ اس پر کوئی محکم دلیل موجود نہیں۔ ہاں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے کسی ایسی روایت سے احتجاج کیا جس کو انہوں نے فقط عطیہ العوفی سے نقل کیا، تو وہی پیش کریں کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تو ملے۔

امام ترمذی کے حوالے سے ہم نے تفصیلی گفتگو کی تھی جس کا جواب قسور صاحب کے پاس نہیں تھا۔ صرف ایک بات پر انہوں نے اعتراض کیا۔ اور وہ حسن غریب کو حسن لذاتہ کے حوالے سے تھا۔ جبکہ امام ترمذی کے تساہل، امام ترمذی کی جانب سے کثرت سے خطا کرنے والوں کو غیرِ حجت قرار دینے، امام ترمذی کی جانب سے ابن لھیعہ جیسےکثیر الخطا راویوں کی حدیث کو حسن غریب قرار دینے کے معاملے پر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، جس کے متعلق ہم نے کہا تھا کہ ایسے راویوں کی حدیث امام ترمذی کے نزدیک صرف متابعات میں مانی جاتی ہے۔ یاد رہے، یہ ہماری جانب سے خاص دلائل تھے، جس کا جواب قسور صاحب عام دلائل سے دینا چاہتے ہیں، جو کہ قواعد کی روشنی میں صریح غلطی ہے۔ لہٰذا یہاں پر قسور صاحب کا لاجواب ہونا عیاں ہے

بلکہ اس مقام پر قسور صاحب اپنی تدلیس سے ہی منکر ہو گئے، اور کہنے لگے

اور جناب میں نے کوئی عبارت حذف نہیں کی بلکہ آپکے الیاس گھمن صاحب بھی اتنی) (ہی عبارت سے استدلال کرتے ہیں جتنی سے میں نے کیا

حالانکہ واضح طور پر ہم نے حافظ زبیر علی زئی کے حوالے سے قسور کی تدلیس نمایاں کی ہے، اور ان کا یہ کہنا کہ "الیاس گھمن صاحب بھی اتنی ہی عبارت سے استدلال کرتے ہیں جتنی سے میں نے کہا" چور کی داڑھی میں تنکا والی بات ہو گئی۔ یعنی خود فرما رہے ہیں کہ الیاس گھمن صاحب نے بس اتنی ہی عبارت سے استدلال کیا، تو موصوف نے بھی اتنی ہی عبارت سے استدلال کیا، اور باقی عبارت کو چھوڑ دیا۔
جناب،اسی تدلیس کی تو ہم بات کر رہے ہیں کہ آپ نے حافظ زبیر علی زئی کی عبارت میں تدلیس کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ الیاس گھمن صاحب نے کیا طریقہ اختیار کیا، تو جناب، اصل چیز اصول ہوتا ہے۔ فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے وہ کیا، یہ اصول وضع نہیں کرتا۔ بلکہ اصول متعین شدہ ہوتا ہے، اور پھر فلاں کے طریقے کو اسی اصول پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو حافظ زبیر علی زئی صاحب نے جو بات کی ، یہ متعین شدہ اصول ہے جس میں آپ نے تدلیس کی ہے۔ اب فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے وہ کیا، یہ دلیل نہیں ہے۔ اگر آپ کو اسی کی سمجھ نہیں آ رہی تو آپ کو مناظرہ میں وقت برباد کرنے کا کس نے مشورہ دیا تھا۔

باقی امام ابوحنیفہ کے شیوخ کے حوالے سے ہم نے کہا تھا کہ آپ جس قول سے استشہاد کر رہے ہیں، وہ تو استقراء ناقص پر مبنی ہے۔ تو اس کے جواب میں موصوف فرماتے ہیں (جو آپ کہہ رہے ہیں کہ ابوحنیفہ کے شیوخ کو ثقہ کہنے کی استقراء ناقص وجہ تو بھائی یہ میرا کام نہیں کہ میں دلیل کو کشف کروں کہ کس وجہ سے یہ کہا گیا (قاعدہ آپ کا ہے میرا نہیں۔

جناب آپ مناظرہ کر رہے ہیں، ہمیں سبق نہ پڑھائیں۔ یہاں آپ کو بیان کرنا ہوگا کہ یہ قول کس دلیل پر مبنی ہے، اور اس دلیل کی حیثیت کیا ہے۔ آپ حاطب اللیل بنے ہوئے ہیں اور اندھیرے میں لکڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں، بازار میں آپ کی یہ سب لکڑیاں بکنے والی تھوڑی ہیں۔ وہی چیزمقبول ہوگی جس کی کوئی وقعت ہو۔ جب آپ کی دلیل ہی مضبوط نہیں، تو آپ کا یہ کہنا کہ بس فلاں عالم نے اس دلیل کواستعمال کیا ہے، لہٰذا میرے لئے بھی کھلی آزادی ہے، تو جناب یہ باتیں لوگ کتابوں میں کرتے ہیں، مناظروں میں نہیں۔ مناظرے میں تو دلیل کی حیثیت پر بھی بات ہوگی۔ آپ خود ہمارے پیش کردہ دلائل کو عقلی بنیادوں پر رد کر رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ فلاں عالم نے استقراء کی بنیاد پر یہ کہا، لہٰذا ہم نہیں مانیں گے۔ لیکن ہم آپ کے پیش کردہ دلائل کی اصلیت ظاہر کر دیں تو آپ کہتے ہیں کہ بس فلاں عالم کا یہ کہنا ہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ جاگ جائیں، یہاں کوئی مجلس نہیں ہو رہی بلکہ مناظرہ ہو رہا ہے۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم کتنے ہی معتبر احناف سے دلائل پیش کر چکے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے تمام ائمہ کی ثقاہت کا واضح طور پر رد کیا ہے، لیکن موصوف پھر کسی ایک حنفی عالم کے قول کو لے کر تمام احناف پر مسلط کرنا چاہتے ہیں

علامہ مغلطائی حنفی:
هذا حديث اسناده صعيف لضعف رواية ابي الحسن عطية بن سعد بن جنادة الحدني القيسي الكوفي العوفي
(شرح ابن ماجة ج 1 ص 1294)

: علامہ عینی شارحِ بخاری
ضعفه الجمهور
(عمدة القاري ج 6 ص 250)

علامہ انور شاہ کشمیری نے العرف الشذی میں (ج 2 ص 33) عطیہ کی تضعیف کی ہے

نیز ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ قول کہ امام ابوحنیفہ کے شیوخ ثقہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اغلبی ہے ، یعنی اکثرو بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، اور کلی نہیں ہے۔ جب کلی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ عطیہ العوفی کی ثقاہت اس طریقے سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔
باقی رہی یہ بات کہ اعلاء السنن احناف کے نزدیک معتبر کتاب ہے، تومعتبر آپ کے نزدیک الکافی بھی ہے۔ لیکن آپ نے کب الکافی کی تمام روایات کومانا ہے جو ہم پر اعلاء السنن کی ہر بات منوانا چاہتے ہیں۔ آپ میں رتی بھر عقل بھی ہوتی تو ایسی فضول بات نہ کہتے۔
پھر میں نے شیعہ مناظر کو اس کی ہی کتابوں کے حوالےدیئے تو موصوف لا جواب ہو گئے اور کہنے لگے

آگے جناب نے کچھ حوالے ہماری کتب کے دئے لیکن انکا جواب دینا مجھ پر لازم نہیں) کیونکہ میں اصول آپکے پیش کر رہاہوں اور انہی کو مدنظر رکھ کے دلائل دے رہاہوں اور آپ جناب انکے جوابات دینے سے قاصر ہوئے تو بھاگ پڑے شیعہ اصولوں کی طرف؟ سبحان (اللہ۔

جناب، ہم نے آپ کی کتب کے حوالے اس لئے پیش کئے کہ اگر ایسی باتوں سے کسی کی ثقاہت ثابت ہوتی، تو آپ الکافی کے تمام راویوں کی توثیق کا ہی اقرار کر لیتے۔ لیکن آپ نے خود ثابت کر دیا کہ ایسی باتوں سے کسی راوی کی ثقاہت ثابت نہیں ہوتی۔ فھو المطلوب۔

یہاں پر ہم علامہ طبرسی کا بھی تذکرہ کرتے جائیں جنہوں نے اپنی کتاب کی تمام روایات کی تصحیح کی ہے، بلکہ بعض پر اجماع کا بھی دعوی کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں

ولا نأتي في أكثر ما نورده من الأخبار بإسناده إما لوجود الإجماع عليه أو موافقته لما دلت العقول إليه، أو لاشتهاره في السير والكتب بين المخالف والمؤالف، إلا ما أوردته عن أبي محمد الحسن العسكري عليه السلام ...ذكرت إسناده في أول جزء من ذلك دون غيره لأن جميع ما رويت عنه عليه السلام إنما رويته بإسناد واحد من جملة الأخبار التي ذكرها عليه السلام في تفسيره

اور ہم نے اکثر و بیشتر روایات کی اسناد نقل نہیں کی ہیں، کیونکہ ان پر یا تو اجماع منعقد ہو چکا ہے، یا پھر وہ عقلی تقاضوں پر پورا اترتے ہیں، یا پھر وہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کی کتب و سیر میں مشہور ہیں، سوائے امام عسکری علیہ السلام کے ... جن سے میں نے پوری سند کو پہلی جزء کے آغاز میں ذکر کر دیا ہے، کیونکہ ان سے میں نے جو کچھ روایت کیا ہے، وہ میں نے صرف ایک سند سے نقل کیا ہے، جس کا ذکر ان کی تفسیر (یعنی تفسیر حسن عسکری) میں موجود ہے۔

الاحتجاج للطبرسی ج 1 ص 10

یہاں پر آپ کے عالم کا ایک اور قول نقل کرد وں۔

واستدل العلامة في مختلفه على الطهارة بان طهارة أبوال الإبل الثابتة بالاجماع

علامہ حلی نے اپنی کتاب "مختلف الشیعہ" میں یہ استدلال کیا ہے کہ اونٹوں کے پیشاب کی طہارت اجماع سے ثابت ہے۔

الحبل المتين للبهائی العاملي ص 95

دیکھئے تو سہی، آپ کے عالم اونٹوں کے پیشاب کی طہارت پر اجماع کا دعوی کر رہے ہیں، حالانکہ اس پر بھی اختلاف موجود ہے۔ جس پر شیخ بہائی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں

والعجب صدور مثله عن مثله
ایسی بات کا ان جیسے عالم سے صادر ہونا بہت عجیب بات ہے۔

الحبل المتين للبهائی العاملي ص 95

معلوم ہوا کہ وہ اس اجماع کے منکر ہیں۔ آپ اختلاف کا شور مچا رہے تھے، ذرا اپنے علماء کی حالت تو دیکھئے۔ دوسروں کی آنکھوں میں تنکے ڈھونڈنے سے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر تو نکال باہر کر۔یہ الزامی جواب ہے اس کو آپ ایسے ہی نہیں جھٹلا سکتے ،اگر آپ ان کے متعلق ایسا کوئی دعویٰ نہیں کرتے تو ایک مبہم سی بات کو لے کر شور ڈالنا چھوڑ دیں ۔
پھر ہم نے موصوف کے ساتھی خیر طلب کے اپنے اصول نقل کئے تو قسور فرماتے ہیں

رہی بات برادر خیرطلب کی تو وہ ہمارے بھائی قابل احترام ہیں لیکن انہوں نے بھی ماخذ) آپکی کتب کو بنایا اور ہم بھی آپکی ہی کتب کو ماخذ قرار دے رہے ہیں لہذا اگر جواب (نہیں بن پا رہا تو ان کو مستدل نہ ٹھہرائیں۔

یہاں پر موصوف اقرار کر رہے ہیں کہ شیعہ مناظرین ہماری کتب میں اپنی پسند کے اصول نکال کر مناظرے کرتے ہیں ، خیر طلب کے پسندیدہ اصولوں کے مطابق عطیہ العوفی کی تضعیف ہم نے ثابت کر دی ہے۔

اور ہم نے شیعہ علماء سے ہی یہ دلیل پیش کی کہ متاخرین کی جرح بھی معتبر ہے، تو اس کے جواب میں شیعہ مناظر نے اپنے حوالے دوبارہ ڈال دیئے، اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

باقی شیعہ مناظر نے ابن حجر کی بعض خطاؤں کی طرف اشارہ کیا، تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپ کا شیخ صدوق بعض مسئلوں میں کذوب ہو سکتا ہے (دیکھئے الخصائص الفاطمية - الشيخ محمد باقر الكجوري - ج ٢ - الصفحة ٢٤٥) جبکہ اصول یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ کذاب ثابت ہو تو فقط رجوع سے ہی اس کی عدالت دوبارہ ثابت ہو سکتی ہے، اور صدوق نے کبھی رجوع نہیں کیا، یعنی اس پر جرح مفسر قائم ہو گئی، اور اس کی عدالت ہی ساقط ہو گئی، تو ابن حجر سے خطا کو اتنا بڑھ چڑھ کر پیش کرنا سوائے ضد کے اور کیا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر تو وہ شخص ہے کہ جس کی تعریف میں بیان کروں تو پورا رسالہ مرتب ہو سکتا ہے، لیکن یہاں ہم ضد سے مقابلہ کر رہے ہیں، اور ضد کو دلیل سے کیا سرو کار۔

بلکہ کذوب کی جرح ہی فقط نہیں لگی، اس پر تو ناقص العقل، ضعیف الرائے ، اور قریب قریب مجنون ہونے کی جرح بھی موجود ہے اور وہ بھی شیخ مفید جیسے چوٹی کے عالم سے۔ چنانچہ سہو کے معاملے پر شیخ مفید فرماتے ہیں

تحقیق جوشیعہ اس حدیث پر اعتماد کر کے آنحضرت صلعم پر (معاذ اللہ) غلطی یا نقص " اور عصمت اٹھ جانے کا حکم لگاتا ہے، وہ ناقص العقل اور ضعیف الرائے ہے بلکہ ایسے " آفت زدہ دیوانوں کے قریب تر ہے جن سے شرعی تکلیف ہی ساقط ہے۔

شیخ مفید کی یہ جرح نقل کرنے کے بعد آپ کے عالم محمد محسن السابقی النجفی صدر مجلس عمل علماء شیعہ پاکستان فرماتےہیں "مومنین انصاف کریں کہ شیخ مفید جیسا عالم اجل جس کے جنازہ میں اسی ہزار شیعہ شریک ہوئے اور جس کو امام زمانہ نے الاخ الرشید کا لقب دے کر یاد فرمایا ، وہ بھی شیخ صدوق کو کمزور فتووں کی بناء پر ناقصل العقل اور ضعیف الرائے کہہ رہا ہے۔

رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ ، ص 96

نیز اسی کتاب میں فرماتے ہیں

اس صدی کے اکابر علماء و مشائخ نے تسلیم کیا ہے کہ شیخ صدوق اور کچھ علماء قم "عقائد کے لحاظ سے مقصر تھے"۔

رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ ، ص 93
نیز فرماتے ہیں
شیخ احسائی نے تو اس مسئلہ میں(یعنی عدم سہو انبیاء کے مسئلے میں) ان کو کذوب تک کہہ دیا ہے۔
رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ ، ص 94

اب بھلا اس جرح مفسر کے بعد جس میں کذوب، ناقص العقل ، ضعیف الرائے، قریب من ذوی الآفات المسقطۃ عنہم التکلیف اور مقصر کی جرحیں شامل ہوں، شیخ صدوق کی صدوقیت کا کیا بنے گا؟اس کی تو عدالت جرح مفسر کی وجہ سے ساقط ہو گئی۔ اس کے باوجود آپ کے آنکھوں کا تاج بنا ہوا ہے تو ابن حجر سے متعلق تو محض خطا ہوئی ہے

حافظ ابن حجر رح کا علمی مقام :

امام الناقد العلامہ حافظ قاسم بن قطلوبغا الحنفی رح امام ابن حجر کی تعدیل ان الفاظ میں کی
لما قضى الله سبحانه بانتقال شيخنا العالم العلامة، الحافظ الفهامة، الجامع بين التحقيق والحفظ، الآخذ من العلوم بحظ، القوي الحافظة في الرواية، الذكي القريحة في الدراية، (((((الضابط لقواعد السند والمتن))))) بالتحقيق، العالم بمعاقد الاتصال والانقطاع والتعليق. (((((العارف بأسماء الرجال وأحوالهم،))))المطلع على مبدأ أمورهم ومآلهم. شيخ مشايخ الإسلام إلى دار السلام، أعلى الله درجته في عليين، وجعل له لسان صدق في الآخرين.
الجواهر الدر ج١ ص٣٢٠

اس سے صاف ھے کہ اس دور کے ناقد اپکو عارف اسما الرجال سمجھتے تھے امام قاسم ابن قطلوبغا حنفیت میں ایک عظیم درجے کے محدث ھیں اور انکی رائے نہایت اہم شمار ہوتی ہے

امام أبو ذر ابن شيخ الإسلام البرهان الحلبي، رحمه الله. اپکی تعدیل یوں کرتے ھیں

فقرأت بخطه كراسة ترجم فيها صاحب الترجمة، قال فيها:
قاضي القضاة بالممالك الإسلامية، إمام الأئمة، وعالم الأمة، الشيخ الإمام العالم العلامة، (((الحافظ الناقد الجهبذ،)))) خاتمة الحفاظ، حامل راية الإسناد، من لم تر عيناي مثله، بل ولا عينه في فنه. سابقہ حافظ ناقد الجهبذ کی تعدیل اعلا ناقدین کے لیے هوتی هے خاص طور پر لفظ الجهبذ
محدِّث الحجاز ومفيد الدنيا امام نجم الدين عمر بن فهد الهاشميرحمه اللَّه فرماتے ھیں "فقرأت بخطه في "معجمه
الإمام العلامة علم الأعلام، ((عمدة المحققين،)))) حافظ السنة بركة هذه الأمة، خاتمة الحُفَّاظ،(((ناقد الأسانيد والألفاظ)))، عين الأعيان، مفخرةِ الزمات من لم ترَ العيونُ كنظيره، قاضي القضاة شهاب الدين. إلى أن قال: وكان رحمه اللَّه - فريدَ عصره، ونسيجًا وحده،

وإمامَ وقته. انتهى إليه(((علمُ الأثرِ والمعرفةُ بالعللِ، وأسماء الرجال، وأحوالِ الرواة، والجرحِ والتعديلِ))))
الجواهر الدرر ..

امام ابن فهد رح نے بڑے واضح الفاظ میں آپکے ناقد ہونے کی تصریح کی اور ساتھ ہی انہیں علل کا بھی امام قرار دیا ہے صاف ظاہر ھو گیا کہ حافظ صرف" ناقل" نہیں بلکے ناقد بھی ھیں اور ناقد کا حکم قبول کیا جاے گا جب تک اسکی مخالفت ثابت نہ ھو کیا امام احمد ابن معین العجلی دارقطنی رح سے خطا نہیں ھوئیں جو امام ابن حجر کا نقد چند خطا سے رد کیا جارہا ھے ؟؟؟؟
بلکہ اس سے ایک بات ثابت ھوگی کہ ابن حجر کے علاوہ باقی تمام آئمہ ناقدین سے شیعہ حضرات کو اتفاق ھے اور وہ انکے فیصلے کا رد نہیں کریں گے اگر نہیں تو پھر یہ تسلیم کرلیں کہ باقی ائمہ سے خطا نہیں ہوئی حکم میں اگر یہ بھی نہیں تو اپ کس حیثیت سے رد ابن حجر کررہے ھیں ؟؟؟؟ اگر یہ کہ ان سے خطا ہوئی تو مطلب صاف ھے کہ باقی سے اپ خطا نہیں مانتے اگر باقیوں سے خطا مانتے ھیں تو پھر کس دلیل سے استدلال کررہے ھیں_
امام الحافظ ابو الفضل العراقی اپکی ناقدانہ کتاب پر تبصرہ لکھتے ھیں کتاب "لسان الميزان" تأليف الحافظ المتقن، ((الناقد الحُجَّة)))، شهاب الدين أحمد بن علي الشافعي، الشهير بابن حجَر. الجواهر الدرر ج ١ ص ٢٦٨
الناقد ((الحجہ)) جیسے قوی الفاظ میں موجود یہ تراجم ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ حافظ ابن حجر رح کے علمی مقام کو دیکھتے ہوۓ انکی جرح و تعدیل کو مستقل درجہ دیا جائے .
امام تقی الفاسی رح کی تعدیل

الحافظ التقي أبو الطيب الفاسي المكي، فقرأت في كتابه "ذيل التقييد" لابن نقطة، حيث ترجم صاحب الترجمة بترجمة هائلة، قال فيها: وبالجملة، فهو أحفظ أهل العصر للأحاديث والآثار وأسماء الرجال، المتقدمين منهم والمتأخرين، والعالي من ذلك والنازل. وصنف عدة تصانيف في علل الأحاديث الجواهر الدرر
محدث حلب الآن، الموفق العلامة أبو ذر ابن شيخ الإسلام البرهان الحلبي، رحمه الله. فقرأت بخطه كراسة ترجم فيها صاحب الترجمة،
قال فيها: قاضي القضاة بالممالك الإسلامية، إمام الأئمة، وعالم الأمة، الشيخ الإمام العالم العلامة، الحافظ الناقد الجهبذ، خاتمة الحفاظ، حامل راية الإسناد، من لم تر عيناي مثله، بل ولا عينه في فنه.
حافظ ناقد الجهبذ
اور اسکے بعد ہر کتاب کی تعریف کی

تمام حوالات جات امام سخاری کی کتاب الجواهر الدرر سے نقل ہوۓ ھیں تسلی کے لیے ٧٤ ہم عصر علماء کی جانب سے کی گئی تعریف و توثیق کتاب سے دیکھی جاسکتی ھے
کچھ متاخرین کی رائے بھی شامل کیے دیتے ہیں :
علامہ عبدالرشید النعمانی الحنفی جنکی تعدیل سرفراز خان صفدر صاحب کرتے ھیں اور علامہ عبدالرشید علمائے ناقدین میں سے ھیں چنانچہ فرماتے ھیں

اتفاق هؤلاء الحفاظ الجهابذة أئمة النقد ....حافظ لبن حجر عسقلانی

ابی حنیفہ ص ٨٢

شہاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني الشافعي الحافظ ابن حجر شيخ الإسلام، وإمام الحفاظ في زمانه، وحافظ الديار المصرية - رحمه الله تعالى
ابی حنیفہ ص ١٠٤

علامہ ظہور احمد الحسینی الحنفی حافظہ اللہ فرماتے ھیں حافظ ذھبی کے بعد جس نے علم حدیث نے شہرت پای وہ حافظ بن حجر ھیں
امام ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام ص ٣٧١

علامہ ابراہیم سیالکوٹی اہل حدیث رحمہ اللہ فرماتے ھیں
فظ زھبی کے بعد خاتمہ الحفاظ ابن حجر کو بھی دیکھیے علوم الحدیثیہ وتاریخیہ میں انکا تجربہ اور علم وفضل و کمال اور احوال الرجال سے اگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ھے

تاریخ اہل ص٨١

تو چنانچہ ثابت ھوا احناف ہوں شوافع ہوں یا حنابلہ، حافظ ابن حجر رح تمام فقہی مسالک میں یکساں معتبر اور معروف فی النقد ھیں اور متفق علیہ محدث کی چند خطائیں اسکے صحیح حکم کی نفی نہیں کرسکتیں..

(امام ابن حجر رح پر مزید تفصیل آگے آ رہی ہے)

پھر ہم نے علامہ عجلی کے حوالے سے جو تحقیق پیش کی تھی، اس کا بھی کوئی مناسب جواب نہیں آیا کہ جس سے عجلی کے تساہل کی تردید ہو سکے۔ اور یہ استقراء کامل اس لئے ہے کہ عجلی کی تمام توثیقات کو دیکھنے کے بعد یہ تحقیق پیش کی گئی ہے، لہٰذا اس کو استقراء ناقص کہنا سوائے نادانی کے اور کچھ نہیں۔
اور پھر شیعہ مناظر نے حافظ زبیر علی زئی کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک اگر دو متساہل ائمہ کسی راوی کی توثیق کر دیں، تو وہ راوی ثقہ ہو گا۔حالانکہ حافظ زبیر علی زئی یہ بات اس راوی کے متعلق کر رہے ہیں، جس پر کوئی جرح نہیں ہوں، یعنی وہ مجہول ہو جیسا کہ ان کی عبارت کے آخری الفاظ " مجھے ہرگز پرواہ نہیں کہ کون اس پر مجہول ہونے کا حکم لگاتا رہے" سے واضح ہے۔
اانوار الصحيفة في الاحاديث الضعيفة من السنن الاربعة مع الأدلة ص 6 طبع پاکستان

اب اس بات کو لے کر عطیہ العوفی کی توثیق ثابت کرنے والا سوائے اپنی جاہلیت آشکار کرنے کے علاوہ اور کیا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔
باقی ہم نے عجلی کی توثیق کے نسخے پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں قسور نے کہا کہ "خود آپ احناف جب تحت السرتہ والی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو آپ لوگوں کے بقول المصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے تو اس وقت جب آپ کے مخالفین یہ اعتراض کریں کہ یہ فلاں نسخہ میں نہیں اور فلاں میں نہیں تو اس وقت جو جواب آپ لوگ دیتے ہیں وہی ہمارا سمجھیں۔" تو جناب، وہاں جب میں کوئی جواب دوں تو وہ آپ میرے خلاف ضرور لائیں۔ آپ نسخوں کے متعلق ایک بار پھر اپنی نادانی کا اظہار کر رہے ہیں، جبکہ یہ امر سبھی جانتے ہیں کہ جو چیز معتمد نسخوں میں نہ ہوں، اس کی صحت پر لازمی طور پر اعتراض آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب قول

لِلَّهِ بَلاَءُ بِلاَدُ فُلاَنٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ اَلْأَوَدَ وَ دَاوَى اَلْعَمَدَ وَ أَقَامَ اَلسُّنَّةَ وَ خَلَّفَ اَلْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيُّ)
اَلثَّوْبِ قَلِيلَ اَلْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا . أَدَّى إِلَى اَللَّهِ طَاعَتَهُ وَ اِتَّقَاهُ بِحَقِّهِ رَحَلَ وَ
(تَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لاَ يَهْتَدِي بِهَا اَلضَّالُّ وَ لاَ يَسْتَيْقِنُ اَلْمُهْتَدِي
کے متعلق جب ابن ابی الحدید نے کہا کہ
(و قد وجدت النسخة التي بخط الرضي أبي الحسن جامع نهج البلاغة و تحت فلان عمر)
یعنی میں نے شیخ رضی کے ہاتھ سے لکھے گئے نسخے میں فلاں کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام دیکھا ہے، تو تمام شیعہ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں فلاں نسخوں میں تو یہ نام نہیں ہے۔
حالانکہ آپ کے امام خامنہ ای فرماتے ہیں کہ آپ کی کتب رجال کے اکثر نسخے تحریف اور تصحیف زدہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ان نسخ كتاب الفهرسف كاكثر الكتب الرجالية القديمة المعتبرة قد ابتليت جميعا بالتحريف والتصحيف ولحقت بها الاضرار القادحة ولم تصل منها لابناء هذا العصر نسخة صحيحة
فرما رہے ہیں کہ کتاب الفہرست کا نسخہ اکثر قدیم اور معتبر کتب رجال کی طرح تحریف و تصحیف زدہ ہے ، اور اس کو بڑے ہی سخت نقصان پہنچے ہیں، اور ان میں سے ایک کا صحیح نسخہ بھی اس دور کے بیٹوں تک نہیں پہنچا۔

الاصول الاربعہ فی علم الرجال ، ص 50، 51

اب جس کو خود کسی کتاب کا صحیح نسخہ نہ پہنچا ہو، وہ صحیح نسخے کی قدر کیا پہچانے۔یہ شیعہ رجال نہیں بلکہ اہلسنت رجال ہے۔

لہٰذا ہم بھی اسی دلیل سے اس نسخے کی صحت پر اعتراض کر رہے ہیں، جس میں عطیہ العوفی کی توثیق موجود ہے، جو کہ علماء کے نزدیک اصح نسخوں میں موجود نہیں۔

اور گزشتہ علماء سے تو شیعہ مناظر یہ ثابت نہ کر سکے کہ انہوں نے عجلی کی عطیہ العوفی کے لئے توثیق نقل کی ہے، ان کو اس حوالے سے فقط ابو عمر دبیان کا نام ہی مل سکا ، جن کی تاریخ پیدائش ہی 1379 ہجری ہے۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے عجلی کا قول نقل کیا ہے، اور پھر علمی یتیم مناظر کی حالت دیکھئے کہ کہتے ہیں (لہذا آپکی چالاکی ناکام ہوئی)۔ یعنی آپ کو ایک محقق ملا تو وہ بھی 1379 ہجری کے بعد کا محقق۔ اس پر آپ کے ساتھ تعزیت ہی کی جا سکتی ہے۔

پھر قسور نے کہا

جناب کس جہت سے آپ زبیر علی زئی کا قول رد کررہے ہیں یہ آپکے خلاف جارہاہے " اسلئے؟تو میں آپ پر آپکا ہی قول لوٹاتا ہوں۔آپ بھی انکو جھوٹا مان لیں میں ان " سےاستدلال چھوڑ دونگا

میں حافظ زبیر علی زئی کو جھوٹا تب کہوں جب آپ خیر طلب کے متعلق یہی بات کہہ دیں، جن کے اصول آپ کے خلاف چلے گئے تو آپ سے کوئی جواب نہ بنا اور یہ کہہ دیا کہ انہوں نے بھی آپ کی کتب کو مستدل بنایا اور میں نے بھی۔ یعنی وہ جو اصول اختیار کرنا چاہے، اس کی مرضی ، اور میری مرضی جو میں اختیار کروں۔ یعنی آپ مناظرہ احقاق الحق کے لئے نہیں کر رہے، بلکہ اپنی گھڑی ہوئی بات کے احقاق کے خواہشمند

ہیں، چاہے جس طرح سے ہو۔ جب یہی آپ کا طریقہ ہے تو آپ مناظرے کے لائق ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ آپ مناظرہ نہیں بلکہ مجادلہ فرما رہے ہیں۔

پھر شیعہ مناظر نے کہا

اور جناب نے جو مناظرہ کی بات کی شیعہ میں علم ہوتے ہوئے بھی مناظرہ کرنا حرام) ہے۔اللہ اکبر۔ جناب کچھ حکم عممومی ہوتے ہیں کچھ خاص ہوتے ہیں کسی معین وقت کے لئے اور دین چھپانے کا حکم اسی وقت تھا تک مخصوص تھا جب بنوامیہ اور بنوعباس جیسے سادات کے دشمن تحت پر قابض تھے لہذا یہ روایت آپکا مقصد بالکل حل نہیں کر (رہی باقی جناب آپکو آپکی ہی کتاب سے مناظرہ کی نہی کا حکم دکھاتے ہیں۔

سبحان اللہ۔ یعنی ایک چیز جو کہ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں ممنوع تھی، اس کے متعلق کلینی صاحب نے پورا باب باندھا، جناب کے لئے عرض ہے کہ نواز شریف یا مودی کونسا آپ کے امام کا خادمِ خاص یا وکیل یا نائب ہے جو آج کے دور میں یہ چیز منع نہیں۔ بنو امیہ اور بنوعباس کی بات کریں گے تو یہی بات آج پر بھی لاگو ہوگی ، آپ کونسا ایران میں مناظر ہ فرما رہے ہیں۔ آپ نے قیاس سے اپنے امام کی روایت کو جھٹلایا، جو کہ امام کے ساتھ زیادتی ہے۔ اب آپ موالی کے رتبے سے گر چکے ہیں۔

پھر آپ نے ایک روایت نقل کی جس میں کثرت سوال سے منع کیا گیا تھا، تو جناب اپنے ہی امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول پڑھتے جائیے

(كثرة السؤال تورث الملال)
یعنی کثرت سوال سے ملال ہی نصیب ہوتا ہے۔
ميزان الحكمة - محمد الريشهري - ج ٢ - الصفحة ١٢٢٦)

ویسے آپ کے لئے عرض ہے کہ آپ کے سلف الصالحین بنو عباس اور بنو امیہ کے محافل میں شریک ہوا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی کتاب نزہۃ اثنا عشریہ میں لکھا ہے

اکثر شیعہ خلفائے امویہ و عباسیہ اور ان کے امراء اور ملازموں کے ساتھ معاشرت کرتے " تھے، اور ان کی مجالس اور محافل میں حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ شیعہ شرابخواری کے مرتکب نہ ہوتے تھے، لیکن شراب ان کے کپڑوں اور لباسوں میں ضرور لگ جاتی تھی۔

"نزہۃ اثنا عشریہ ج 9 ص 69

بنو عباس اور بنو امیہ تو آپ کے سلف الصالحین کے دوست ہوا کرتے تھے، بھلا وہ کیوں آپ کو قتل کرتے۔ آپ کے سلف الصالحین ان کے ساتھ شراب کباب کی محافل میں شرکت کیا کرتے تھے، شراب ان کے کپڑوں کو لگ جاتی تھی، اتنی گہری دوستی موجود تھی تو ڈر کس بات کا تھا۔

پھر جمہور کے متعلق موصوف نے دوبارہ وہی رٹا دہرایا، اور یہ کوشش کی کہ جمہور کی جرح پر اعتراض کریں۔ لیکن یہ سب بے معنی اعتراضات تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے علامہ ظفر احمد تھانوی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا کہ(والحاصل۔۔۔واذ وثقہ احد فلا یقبل فیہ الجرح مبہما) اور حاصل یہ کہ جب کسی ایک نے بھی راوی کی توثیق کی ہو تو اسکے بارے میں جرح مبہم قبول نہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۱۷۳)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطیہ العوفی پر جمہور نے جرح مبہم بھی کی ہے، جرح مفسر بھی کی ہے، اور متقدمین نے بھی جرح کی ہے، اورمتاخرین نے بھی جرح کی ہے۔ متقدمین نے بھی جرح مفسر کی ہے، اور متاخرین نے بھی جرح مفسر کی ہے۔ لہٰذا آپ کااس عبارت سے دلیل پکڑنا بنتا ہی نہیں۔

باقی حجاج بن ارطاۃ کو اگر جمہور نے ضعیف قرار دیا ہو، تو کسی عالم کا اس کی حدیث کو حسن بذاتہ کہنے سے اس کی تحسین ثابت کرنا سوائے جہل اور نادانی کے اور کیا ہے؟ اب آپ کی کتب کا راوی احمد بن عبید اللہ بن خاقان ناصبی ہے، جس کے بارے میں آپ کی کتاب"المفید" میں لکھا ہے " انه کان شدید النصب" یعنی اس میں ناصبیت بہت زیادہ تھی۔ لیکن کلینی نے اپنی کتاب کی تمام روایات کو صحیح کہا ہے، تو کیا یہ ناصبی راوی کلینی کے نزدیک ثقہ قرار پایا ہے؟ پھر کلینی ہی کا کیا کہنا، ان سب کی فہرست لگا دوں جنہوں نے الکافی کی روایات کو معتبر قرار دیا ہے، تو لمبی لائن لگ جائے گی ان لوگوں کی جنہوں نے اس ناصبی کی اس قاعدے کی رو سے توثیق کی۔ ارے چھوڑے مناظر صاحب، یہ بحث ہم نے شروع کر دی تو بات بڑی دور تک جائے گی۔ پھر آپ اپنی کتب کے حوالے دیکھ کر ہی جواب دینے سے کترانے لگیں گے۔ آپ کے علماء نے خود زیادہ توثیقات کی بنا پر کئی راویوں کی توثیق کی ہے، اگرچہ بعض کے بارے میں کذاب کا اتہام بھی موجود تھا۔ اب دیکھئے ، آپ کی کتب کے ایک راوی محمد بن القاسم استرآبادی پر علی اکبر غفاری کی جانب سے کذاب کی جرح مفسر موجود ہے، لیکن آپ کے بعض علماء پھر بھی اس کی توثیق کرتے ہیں، اور شیخ صدوق کی ترضی کو دلیل بناتے ہیں، اب میں کہہ دوں کہ آپ کے ہاں تو جرح مفسر کے باوجود بھی تعدیل معتبر ہوگی، تو آپ یہ اصول مانیں گے؟ آپ کو تا قیامت ہضم نہیں ہوگا۔ لہٰذا جس طرح سے آپ جمہور کی جرح رد کرنے کیلئے دلیل لا رہے ہیں ، وہ بھی اسی کے زمرے میں آتی ہے، اور لائق التفات نہیں۔

پھر آپ نے جرح مفسر کے حوالے سے کہا

(سئ‌ء الحفظ کی جرح تو ہے ہی ابن حجر سے اور ان موصوف کا آپریشن اوپر کیا جاچکا ہے لہذا اس سے تو جناب کا استدلال باطل ہے۔)

ایسے آپریشن انٹرنیٹ پر شیخ صدوق ، باقر مجلسی ، وغیرہم کے بہت ہو چکے ہیں، اور اس مناظرے کے آغاز میں ہم نے الخوئی کا آپریشن کر دیا تھا، جس کا علاج ابھی تک شیعہ مناظر نہ کرو ا سکا۔ اور ایسے ہی آپریشن سے ائمہ کی عدالت ساقط کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، تو آپ کے ابو مخنف سے لے کر خمینی تک کوئی ایک بھی نہ بچ پائے گا، شیخ صدقوق پر آپریشن آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ایسے آپریشن اور بھی نقل کئے جا سکتے ہیں، لیکن یہ ایک الگ موضوع ہے اور ہم اس کو لے کر مناظرہ کا بہاؤ کسی اور طرف لے جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ لہٰذا اس فضول بحث میں ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ کوئی اہم بات ہو تو اس کا جواب ہم ضرور دیں گے، باقی ادھر ادھر کی لفاظی کر نے سے کام نہیں بنے گا۔

عطیہ پرموجود جرح مفسر :

امام دارقطنی رح کے جواب سے پہلے بتاتا چلوں ابن حجر رح پر آپکے اعتراضات جاہلانہ اور مردود ہوئے کیوں کہ ان دلائل سے نہ تو متفق علیہ محدث کا درجہ گرنے والا ھے اور نہ ھی انکا صحیح حکم مردود .
نہ ھی ہمارا کوی دعوی ھے کہ اہل سنت کے تمام محدثین سے کبھی کسی قسم کی کوئی خطا نہیں ہوئی۔
کمال یہ ہے کہ ابن حجر رح کے فیصلے کو البانی رح نے قبول کیا اور انکی جرح کو بطور جرح مفسر پیش کرتے ہوۓ سلسلہ احادیث ضعیفہ میں تفصیلی کلام کیا ،اب آپ سے یہی توقع رکھی جا سکتی ہے کہ کل تک جو شیخ البانی رح کو ابن حجر کیے خلاف پیش کر رہے تھے اب شیخ البانی رح کو محدث سے مثل عطیہ بنا دیں۔

عطیہ پر جرح کی دلیل عطیہ کا مضطرب فی الروایات ہونا ہے جسکا ذکر انکی اپنی کتب سے ملے گا پھر ان علماء سے پہلے ھی عطیہ پر کلام ھوچکا ھے

لہٰذا آپ کا متقدمین اور متاخرین کا ڈرامہ بھی ختم ہونا چاہیے اگرچہ اسکی کوئی اصل نہیں
اب آتے ھیں دارقطنی رح کے حکم کی جانب سب سے پہلے چند باتیں سب دوست ذھن میں بٹھا لیں

اول : دارقطنی نے کہا وعطیہ مضطرب الحدیث یہ (عطیہ کے بارے میں)فیصلہ ھے نا کہ نتیجہ۔
امام دارقطنی پہلے سے ھی عطیہ کے حالات سے واقف ھیں اور سنن میں راوی کو ضعیف قرار دے چکے ھیں

عطية بن سعد العوفي - ٣٠٤
.عن أبي سعيد
.ليس بقوي. قاله الدارقطني

(سنن الدارقطني" (٤/ ٣٩)، و"تخريج الأحاديث الضعاف" (رقم ٧٢٠"
من تكلم فيه دار قطني في كتاب السنن من الضعفاء از محدث الشام ناصر الدين ابن زريق الحنبلي
محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن سليمان بن حمزة المقدسي المتوفى في سنة ٨٠٣هـ

چنانچہ عطیہ امام کے نذدیک پہلے بھی ضعیف تھا یہاں ایک روایت میں اسکا اضطراب عیاں ہے تو علت کی دلیل کے طورپرجرح مفسر پیش کی گئی ہے ، اس لیے انکا کلام چند دلائل پر منحصر نہیں اگر مخالف مناظر سمجھتے ھیں تو دلیل پیش کریں انکے قیاس سے ہم ہرگز متفق نہیں۔ مثال کے طور پر امام ابن عدی نے الکامل میں راوی کا ترجمہ لکھتے ھیں اس پر اقوال نقل کرتے ھیں پھر منکر روایات نقل کرتے ھیں اور ہر روایت میں راوی کی خطا کا ذکر کر کے فیصلہ کرتے ھیں اور جو شخص انکے حکم کی دلیل کو رد کردے تو وہاں یہ دعوی ھوسکتا ھے کہ جرح مردود ھوگی لیکن ادھر معاملہ اور ھے امام دارقطنی نے روایت بیان کی اس میں علت ھے کہ یہ موقوفا مرفوعا مروی ھے اور علت بتائی کہ دراصل عطیہ(مضطرب الحدیث)کی وجہ سے مردود ھے نا کہ یہ کہا " پس "ثابت ھوا عطیہ مضطرب الحدیث ھے
اس لیے بحث سے پہلے ھی یہ نکتہ سب احباب ذہن میں رکھ لیں ، عطیہ امام دارقطنی کے نزدیک ضعیف ہے اور اسکی وجہ اسکا مضطرب الحدیث ہونا ہے .

دوم :ایک امام اور محدث کی جرح مفسرپر آپ دلیل مانگ نہیں سکتے کیوں کہ عطیہ کوئی ثابت امام نہیں ھے جس کے بارے میں ناقد آپکو دلیل دیں انکی جرح مفسر ھی زہر قاتل ھے..الحمد و للّٰہ

سوم: بالفرض آپکی تسلی کے لیے اس معاملے پر بحث کر لیں تو اب دوسرا مطالبہ ھے کہ دلیل بھی دی جائے تو چلیں اس سے ھی عطیہ کا اضطراب ثابت کردیتے ھیں ویسے تو اور روایت پر بھی نقد ھے لیکن ادھر اسی سلسلے میں بحث ھوگی۔

آپ نے شریک کو ضعیف مان کر عطیہ کی جان چھڑوای ھے اور ساری شیعہ عوام کو کٹھ پتلی کا شو دکھایا اور بڑےآرام سے نکل گئے ہیں ۔

بقول آپکے

یعنی خود دارقطنی رح نے جن روایات سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ ") روایات ضعیف ہیں اور 'شریک ' ان میں 'عن' سے روایت کر رہا ہے جو کہ بذات خود متابعت کی محتاج ہیں چنانچہ جو روایات عطیہ العوفی سے(مرفوعاً)وارد ہوئی ہیں وہ بنفسہ (ضعیف ہیں ۔

عرض ھے کہ اول امام دارقطنی راوی کی ضعیف روایات نہیں گنوارہے بلکہ حدیث میں علتیں بتا رہے ھیں۔ بہرحال اپکے شریک پر اعتراض پر بحث الگ ھوگی فلوقت آپکے دوسرے مطالبے کو ھی پورا کر کے بات ختم کی جائے۔

آپ نے کہا موقوفا روایت صحیح ھے لیکن مرفوعا غلط، جس میں عطیہ غریب کی کہاں غلطی؟ عطیہ سے ایک ھی ابی سعید کا قول موقوفا چار اسناد سے مروی ھے۔

.ورواه عبيدة بن حميد، وابن عيينة عن عمار، موقوفا
.وكذلك رواه إبراهيم بن مهاجر عن عطية، عن أبي سعيد، موقوفا

اس وجہ سے ثابت ھوا کہ اسے سفیان ابن عیینہ رح نے بیان کیا ھے اور وہ ثقہ ھیں تو موقوفا تو عطیہ نے بیان کی ھے اور آ پ بھی تسلیم کرتے ھیں

.فرواه شريك عن عمار عن عطية، عن أبي سعيد مرفوعا
.ورواه عمرو بن قيس الملائي عن عطية، عن أبي سعيد مرفوعا

جیسا کہ آپ نے مرفوع سند سے انکار کیا تو امام دارقطنی رح نے ھی عمر بن قیس الملای کی سند لکھی ھوی تھی لیکن ماشاللّٰہ مناظر صاحب چار نمبر کا چشمہ لگانے کے باوجود دیکھنے سے قاصر ھیں اور برادرانہ مشورہ ھے کہ آج سے چھ نمبر کا لگا لیں تو شاید نظرآجائے۔

اب امام دارقطنی رح نے عمر بن قیس الملای (جن کےمتعلق ابن معین رح ،امام احمدرح ،امام نسائی رح ،امام العجلی رح ،امام ابی زرعہ رح ،امام و حافظ ذہبی رح ،حافظ ابن حجر رح وغیرہ نے ثقہ المتقن کی تعدیل کر رکھی ھے اور آپکی راِم لیلا کے مطابق کوئی جرح مفسر دستیاب نہیں ہو سکی لہٰذا " ثابت ھوا " (((جی اب آپ دلائل کا رد کر کے بچ سکتے ھیں))) کہ قسور صاحب پہلا مطالبہ پورا ھونے کے بعد دوسرا مطالبہ بھی پورا

ھوا اور دارقطنی رح کی جرح مفسر(جو فی نفسه کامل ہے) +دلیلا بھی ثابت ہوئی اور مناظر کے مطابق شریک کی اگر متابعت ھو گی تو روایت قبول کر لیں گے
یعنی خود دارقطنی نے جن روایات سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ روایات) ضعیف ہیں اور 'شریک ' ان میں 'عن' سے روایت کر رہا ہے جو کہ بذات خود متابعت کی محتاج ہیں چنانچہ جو روایات عطیہ العوفی سے مرفوعاً وارد ہوئی ہیں وہ بنفسہ ضعیف (ہیں ۔
لیں متابعت +بسند صحیح..الحمد و للہ

یادرہے کہ ممدوح غیر طالب خود شریک کے متعلق حافظ ذہبی رح کی شہرہ آفاق کتاب) "من تکلم فيه " سے استدلال کرتے ہوۓ کئی بار شریک کو حسن الحدیث ثابت کر چکے ہیں اور یہ راوی حافظ ذہبی رح کے مطابق بھی ایسا مجروح نہیں کہ اسکی روایات کو سرے سے رد کر دیا جائے جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے ، بلکہ اگر اسکی روایات کی متابعت مل جائے تو الحمد و للہ یہ راوی قابل احتجاج اور حسن الحدیث ہے ، اسکا ذکر ضمنا کرنا مناسب رہے گا تاکہ مخالف مناظر اپنے کھودے کنوے میں کہیں خود (ہی نہ آن پڑے

مزید اسکے علاوہ جو حوالے لگائے گئے ہیں کہ ابن عباس سے متابعت ھے تو یہ علل الحدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اسکی کوئی وقعت نہیں آپ روایت ثابت نہیں کررہے جو متن کی متابعت دے رہے ھیں بلکہ یہاں سند پر بحث ھورہی ھے اور عطیہ نے اپنے کمزور حافظے کی بنا پر ابی سعید سے موقوف قول سنا لیکن کمزوری کے باعث کبھی مرفوع زکر کیا اور کبھی موقوف (یہاں سے ابن حجر کے استدلال بھی مضبوط ھوا)آپکے من پسند اصول کے مطابق بھی عطیہ کو ضعیف ثابت کردیا گیا ھے لیکن اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ آئندہ اپنے دلائل میں یہ اصول آپ کو پیش کرنا ہوگا کہ امام الفن اور امام العلل سے بھی جرح مفسر کی دلیل مانگی جاے گی اور وہ بھی عطیہ جیسے مجروح راویان پر، ورنہ اس سے آپ اپنا دل تو بہلا سکتے ہیں علمی میدان میں ایسے مطالبوں . کی کوئی حیثیت نہیں
چند مزید شگوفوں کی جانب آتے ہیں جن میں الجھا کر آپ موضوع کو دوسری جانب لے . جانا چاہ رہے ہیں

علماء اہلسنت کے نزدیک اگر راوی پر جرح مبہم موجود اور توثیق بھی موجود ہو تو اس) صورت میں جرح مبہم مرجوح ہوگی اور توثیق راجح لیکن اگر توثیق کے ساتھ جرح مفسر موجود ہو تو جرح مفسر بہرحال راجح ہوگی۔

اور ہمارے مخالف کے نزدیک مضطرب کی جرح دلالت کے اعتبار سے مفسر ہے لہذا کہا جائے گا کہ جس راوی پر بھی یہ جرح موجود ہوگی وہ مجروح ہوگا اور اس کی حدیثیں قابل احتجاج نہ ہوں گی اگرچہ اس کی توثیق اکثر نے کی ہو۔

اگر آپ کے نزدیک قابل قدح ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جو صحیحین کے راویان پر .یہ جرح کی گئی اس کے بارے میں کیا خیال ہے)

آپ نے ہمیشہ ہی اصولوں کا قتل کیا مگر اس دفعہ تو حد ہی ہوگئی ، تھوڑا غور کیجئے گا،
اہل سنت کے نزدیک ایک راوی پر جمہور نے جرح کی اور تعدیل مبہم چند ایک کی ھے تو راوی پھر بھی مجروح ھے ، راوی کے حالات کے متعلق ہر راوی پر فیصلہ اس کی جرح وتعدیل کے اعتبار سے ھوتا ھے ھر جگہ نا تو ایک ھی اصول لگتا ھے اور نا ھی کوئی

اصول مسلم ھے دیکھا جاتا ہے کہ توثیق /جرح کس نے کی ،کن الفاظ کا انتخاب کیا ،کیا اسکا سبب کسی قسم کی عداوت تو نہیں اور تعداد کے اعتبار سے کس جانب زیادہ علماء کا فیصلہ ہے الغرض بیسیوں کتب میں ان اصولوں کو تفصیلا بیان کیا گیا ہے ، توثیق کیساتھ جرح مفسر ھو تو وہاں بھی نوعیت دیکھی جاے گی مثال کے طور پر ایک راوی کو 15 محدیثین نے ثقہ کہا اور ایک دو نے قلیل وھم یا کہا ھو کہ اسے وھم ھوتا تھا تو ظاہر ھے یا تو جمھور کے خلاف اس محدث کی جرح مفسر بھی رد ھوجاے گی ساتھ ہی جہاں روایات میں راوی نے خطا کی تو وہاں وھم کی جرح سے فیصلہ ھوگا پس یہ قطعا ضروری نہیں ھے کہ ایک ہی فیصلہ ہر جگہ ٹھونس دیا جائے .فتدبر
پھر ایک راوی کو جمھور نے ثقہ کہا لیکن ایک محدث نے سخت مفسر جرح کی ھے پھر یہ ھو کہ وہ محدث ا س راوی سے متعصب ھو تو ایسی جرح تفسیر بھی مردود ھوجاتی ھے
اس لیے ہم نے اس لیے شروع سے ھی پانچ کا پہاڑا پڑھایا تھا فیصلہ ہمیشہ جمھور کے مطابق ھی ھوتا ھے۔

ہمارے مخالف کو چاھیے کبوتر کی طرح انکھیں بند کرنا چھوڑ دیجیے قسور صاحب کو دلیل سے ہم نے ثابت کیا کہ مضطرب الحدیث بھی مفسر جرح ھے لیکن اس پر بنا رد کیے قیاس کی گاڑی چلائی ہوئی ھے، جی ھاں مضطرب الحدیث جرح مفسر ھے اور یہ ضعیف عندالجمھور (عطیہ) پر بھی ھوسکتی ھے اور ثقہ عند الجمھور پر بھی اور اس بات کا زکر ھوچکا کہ قرائن پر ھی فیصلہ ھوگا ایک راوی پر وھم کی جرح مفسر ھے لیکن دس محدیثین نے ثقہ تسلیم کیا ھے یا زکر کردیا ھے کہ اسے اخری زندگی میں بہت اوھام ھوے تو پہلے کی زندگی کی روایات کا رد کوی دیوانہ ھی رد کرے گا اس لیے ھر جرح کی نوعیت اور پھر قرائن دیکھے جائیں گے یہ قطعا ضروری نہیں ھے کہ ایک مضطرب کی جرح سے راوی احتجاج کے قابل ہی نہ رہے اگر اسکے مقابلے میں علما کی ایک کثیر تعداد نے تعدیل کردی تو مفسر جرح صرف وہیں قادح ھوگی جہاں اضطراب وھم سی الحفظ کی وجہ سے خطا ثابت ھو جائے لیکن جو راوی (جیسے عطیہ)عندالجمھور ضعیف اور ناقابل احتجاج ھے تو اس کے معاملے پر یہ بحث نہیں ھو گی۔ اب ہم حیران ھیں کہ قسور صاحب آخر کیوں مفسر جرح کو تسلیم نہیں کررہے جب کہ انکا تو مطالبہ ھی یہ تھا کہ انہیں جرح مفسر چاھیے جب پیش کی گئی تو آگے سے رام کہانی یہ سنارہے ھیں کہ فلاں راوی بھی ایسا ہے ،یہ ایسا ہے ،وہ ویسا ہے ۔
بھائی جرح قبول کرو کیوں کہ اپ اصولوں کے پابند ھیں نا کہ اپ نے اصول بنانے ھیں

ہمارے نزدیک نہیں بلکے اہل سنت کے نزدیک یہ مفسر جرح ھی ھے اور صحیحین میں مختلف فیہ راوی بھی ھیں جن میں سے کچھ سے ایک دو روایت نقل ہوئی ہیں اور وہ متابعت و شواھد میں اور ہر دفعہ راوی کی حالت عطیہ جیسی تھوڑی ھوگی،اس مناظرہ کے بعد آپ صحیحین کے راویوں پر تفصیلا بات کریں لیں ہم تیار ہیں لیکن فلحال عطیہ کی فکر کریں جس مقصد کے لئے یہ سب لکھا پڑھا جا رہا ہے ۔

مضطرب الحدیث مفسر جرح ھے

علامہ البانی کہتے ھیں
وهي جارحة، والجرح مقدم على التعديل، ثم هو جرح مفسر بقول دحيم نفسه: " مضطرب الحديث "،
السلسلہ الضعیفیہ ج ٤ ص١٨٥

و (مضطرب الحديث) كذلك جرح مفسر.

المتفرح فی عجوبه بعض أسئلة المصطلح ١ص١٠١

الحمد و لله ہم نے آپکا مطالبہ پورا کردیا هے کہ جرح مفسر پیش کی جائے اب جرح مفسر اس بات کی دلیل هے کہ عطیہ کا حافظہ خراب تھا جسکی وجہ سے وہ اضطراب کا شکار ہوا هے امام دارقطنی کی صراحت کے بعد حافظ ابن حجر رح کی جرح پر بھی آپ کا بچگانہ اعتراض ختم ہوا ، شیخ البانی کا امام ابن حجر کی جرح پر اعتماد بھی یہاں ذکر کرنا نہایت مفید ہوگا تاکہ بات اچھی طرح مخالفین کی سمجھ میں آ جائے اور ایسے راوی کی جب جمہور نے تضعیف کردی تو اب اس سے ایسے حساس معاملے میں استدلال . کسی دیوانے کا خواب تو ہو سکتا ہے ، عقلمند کا فیصلہ نہیں

جب بات جرح مفسرکی چل نکلی ہے تو امام ابن ملقن رح کا قول بھی ایک مستقل دلیل ہے چنانچہ اپنی شہرہ آفاق کتاب البدر المنیر جلد ٦ صفحہ ٥٦٣ پر فرماتے ہیں

وَفِي علل ابْن أبي حَاتِم سَأَلت أبي عَن حَدِيث أبي سعيد هَذَا، فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ عَطِيَّة، عَن " .ابْن عَبَّاس قَوْله
""قلت: فَهَذِهِ ثَلَاث علل: الضعْف، و (الِاضْطِرَاب) ، وَالْوَقْف

امام ابن ملقن سے موجود یہ جرح مفسر بھی عطیہ کو متروک قرار دے رہی ہے۔

شیخ البانی رح سلسلہ احادیث ضعیفہ جلد اول ،روایت ٢٤ کے تحت حافظ صاحب سے موجود جرح کو نقل کرتے ہیں

. الوجه الثاني في تضعيف الحديث : أنه من رواية عطية العوفي ، و هو ضعيف أيضا
قال الحافظ في " التقريب " : صدوق يخطىء كثيرا كان شيعيا مدلسا ، فهذا جرح مفسر

(جرح پر اعتماد)

يقدم على قول من وثقه مع أنهم قلة ، و قد خالفوا جمهور الأئمة الذين ضعفوه
(جمہور کا قاعدہ)

" و تجد أقوالهم في " تهذيب التهذيب " و عبارة الحافظ التي نقلتها عن " التقريب
هي خلاصة هذه الأقوال كما لا يخفى على البصير بهذا العلم فلا نطيل الكلام

(حافظ ابن حجر رح کے قول کو تمام اقوال کا نچوڑ قرار دینا)

. بذكرها ، و لهذا جزم الذهبي في " الميزان " بأنه ضعيف

لہٰذا ابن حجر رح کی جرح کو علماء نے صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس سے استدلال رتے ہوئے عطیہ کو متروک بھی ثابت کیا ہے۔

ہم یہاں پر علامہ مقبل بن ہادی الوادعی کا قول بھی نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے :بتایا ہے کہ "مضطرب الحدیث" جرح مفسر ہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

الجواب: (صدوق يهم) جرح مفسر، و(ليس بالقوي) جرح غير مفسر، و(ضعيف) جرح ليس مفسرًا، و(سيء الحفظ) جرح مفسر، و(منكر الحديث) جرح مفسر، و(مضطرب الحديث) كذلك جرح مفسر.
یعنی صدوق یہم جرح مفسر ہے، لیس بالقوی جرح غیر مفسر ہے، ضعیف جرح غیر مفسر ہے، سیئ الحفظ جرح مفسر ہے، منکر الحدیث جرح مفسر ہے، اور اسی طرح مضطرب الحدیث جرح مفسر ہے۔

المقترح في أجوبة بعض أسئلة المصطلح ، ص 70

جرح مفسر کی مد میں امام دارقطنی، امام ابن حجر اور امام ابن ملقن سے حوالہ جات آپ کو پیش کردئیےگئے ہیں ، ساتھ ہی آپ کے اعتراضات خصوصا امام ابن حجر رح کی جرح پر نقد پر جوابا شیخ البانی رح کا اعتماد نقل کر دیا گے ہے اور ساتھ ہی حافظ زبیرعلی زئی صاحب کا ذکر بھی مناسب ہوگا جنہوں نے حافظ ابن حجر رح کی جانب سے ک گئی جرح کو نقل کیا ہے اور اسے ضعیف عند الجمہور کا لقب عطا کیا ہے (حوالہ آگے آ رہا ہے)

باقی رہا آپ کا یہ اعتراض کہ فلاں فلاں راوی کے متعلق مضطرب الحدیث کی جرح موجود ہے، لیکن فلاں فلاں نے اس کی حدیث کو حسن کہا، تو اس کا جواب وہی سمجھیں جو آپ محمد بن قاسم استرآبادی کے حوالے سے اپنے بعض علماء سے سنیں گے جنہوں نے اس کی روایات قبول کی، یہاں تک کہ اس نے جو تفسیر حسن عسکری نقل کی ہے، اس پر بھی اعتماد کر لیا،حالانکہ اس راوی پر کذاب کی جرح مفسر موجود ہے۔ اب آپ کی طرح کا کوئی جاہل یہ دلیل نکال لے کہ بعض راویوں پر کذاب کی جرح مفسر موجود ہو، پھر بھی ان کی عدالت ساقط نہیں ہوتی،تو ایسے جاہل کو جواب دینا وقت کا ضیاع ہی تو ہے .

پھر اس کے بعد قسور صاحب نے دو طریقوں سے رد کیا

اول: وہ راویان جو اہل سنت کے ہاں معتبر ھیں مگر ان پر بھی جرح ھے
دوم :ایسے راویان پر جرح ھونے کے باوجود انکی روایات پر حسن کے حکم لگےگا جسکا جواب اسی ترتیب سے ھو گا ۔
پہلے نکتے پربحث کرتے ھوے عکرمہ مولی ابن عباس پر امام احمد کا قول دیا گیا

عکرمہ کے بارے میں (جو آپ کے ہاں کافی ثقہ راوی مانا جاتا ہے)،احمد بن حنبل کی) طرف ایک منسوب قول ہے اس میں کہا گیا: عكرمة مولى ابن عباس ، عكرمة مضطرب الحديث يختلف عنه ، وما أدري . یہ قول آپ کو سیراعلام النبلاء، جلد 5، ص 26 پر مل جائے گا۔ اور یہی قول تہذیب التہذیب جلد 7 ص 269 پر بھی موجود ہے۔)

الجواب:
عکرمہ اہل سنت میں عام راوی کی حیثیت رکھنے کی بجاے شیخ التفسیر اور ثقہ ثبت راوی ھیں اگرچہ انکے نظریات سے علما نے اختلاف کیا اور جرح کی جسے بعد والوں نے رد بھی کیا ھے جیسے ابن حبان رح فرماتے ہیں

كان من علماء الناس في زمانه بالفقه والقرآن

اور پھر کچھ علما نے تو انکی توثیق پر اجماع اور ان سے احتجاج کا ذکر کیا ھے یعنی یہ بھت مضبوط راوی ھیں ان پر اول تو مناظر صاحب کو جرح متصلا نقل کرنا ھوگی ،نہیں تو یہ باتیں بھی موجود ہیں۔
وقال أبو عبد الله محمد بن نصر المروزي: قد ((أجمع عامة أهل العلم على الاحتجاج بحديثه،))) واتفق على ذلك رؤساء أهل العلم بالحديث من أهل عصرنا، منهم (أحمد بن حنبل)، وابن راهويه، وأبو ثور، ويحيى بن معين.
اکمال التھذیب الکمال ج٩ص٢٦١

چنانچہ اول تو متصلا قول احمد لایاجائے ،دوم اگر موجود بھی ھو تو جمھور کے مقابلے میں یہ قول مردود ھوگا کیوں کہ اسکی تفسیر تعدیل علما میں موجود ھے مزید اگر ان سے ایک دو روایات میں خطا ہوئی تو صرف وہی رد ھوں گی(جمہور کی تعدیل بنیادی فرق ہے)
اسی طرح جیسے منقطع قول موجود ھے امام احمد سے ویسے ھی انکے شاگردوں سے یہ بات مروی بھی منسوب کی گی ھے

قال أبو بكر الخلال: هذا في حديث خاص، قال: وعكرمة عند أبي عبد الله ثقة، يحتج بحديثه.

عکرمہ ابی عبداللہ احمد بن حنبل کے نزدیک ثقہ اور انکی حدیث سے احتجاج کرتے ھیں
، فإن المروزي نقل عن احمد أنه قال: عكرمة يحتج به. المروزی کہتے ھیں
امام احمد نے کہا عکرمہ سے احتجاج کیا جاسکتا ھے شرح علل الترمزی

چنانچہ آپکا اعتراض ادھر ھی دم توڑ گیا ھے۔

اول تو امام احمد کے اقوال میں تعارض ھے۔
دوم پیش کیے جانے والا قول منقطع ھے۔

مزید مضحکہ خیز بات تو یہ ھے کہ قسور صاحب نے ضعیف عندالجمھور عطیہ کا تعارض ثقہ ثبت راوی سے کردیا ھے کیا مضطرب الحدیث ضعیف عندالجمھور راوی ثقہ عندالجمہور کی حالت و صورتحال ایک ھوگی؟...فتدبر

آگے لکھتے ہیں
٢۔ قاسم بن عوف الشیبانی جس سے مسلم نے ایک روایت لی ہے اس کے بارے میں) بھی ابوحاتم کی یہ جرح تہذیب التہذیب، جلد 8 ص 293 پر دیکھی جاسکتی ہے تو کیا وہ مسلم کی روایت ضعیف ہے اور جن لوگوں نے اس سے اپنی صحاح میں اخراج کیا کیا وہ (سب غلط تھے اور کیا وہ روایات تمام ضعیف تھیں؟

الجواب :جناب نے دوسری دفعہ صحیح قیاس کیا اور بالکل عطیہ جیسا راوی پیش کرنے کی کوشش کی عرض ھے یہ راوی عندالجمھور ضعیف ھے تو اسکا حکم بھی عطیہ والا ھی ھوگا لیکن تحریر التقریب التھذیب میں ذکر ہے۔

ضعيف يعتبر به في المتابعات والشواهد
یعنی صرف متابعت و شواھد میں اعتبار ھوسکتا ھے

جیسے امام مسلم نے اسے متابعت میں لیا ھے،امام ابن عدی نے بھی الکامل جلد ٦ صفحہ ٣٨ پر بیان کیا ہے کہ " وھو ممن یکتب حدیثہ"

یعنی اسکی روایات کو (بطور اعتبار و شاہد) لکھا جائے گا۔

اب اس پر بھی بات کرلیتے ہیں کہ کون کہتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی جرح بغیر بیان وجہ ہمیشہ مفسر ہی ہو؟

کس نے کہا ھے کہ ایک محدث امام الفن کو ایک عام راوی پر مضطرب الحدیث(جرح مفسر) ثابت کرنے کے لیے جاھل عوام کو اسکی دلیل دینا ھو گی ؟؟؟

پھر یہ بھی الگ کہانی سنا دی ھے ایک تو جرح مفسر دیں ایسے راوی پر پھر اسکی دلیل بھی ؟

اب جیسے قسور صاحب نے اصول سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ جرح مفسر قبول ھوگی اور مبہم رد ویسے ھی اب یہ اصول پیش کریں گے جرح مفسر کے بعد محدث سے دلیل بھی لی جائے گی ورنہ اسکی جرح رد ھوجاے گی مجھے امید ھے جواب میں آپ اصول پیش کریں گے۔ یہ بات آپ پر قرض ہے اور سب سے اہم بات ہے،اگرچہ ایسا کوئی اصول ثابت نہیں کرتے تو آپ کے تمام اعتراضات کی کوئی وقعت نہیں۔ اس کو یونہیں مت چھوڑنا جناب،آپ اصول اصول کی رٹ لگائے ہوئے ہیں تو اس پر بھی اصول نقل کرنا،مزید آپ کے اعتراض کا جواب پھر دیا جائے گا۔

دیکھئے ایک الزامی جواب تو دیکھ چکے ہے کہ اس سے صحیحین کے اہم راوی سے ہاتھ) (دھونا پڑے گا اور یہ یوں کافی احادیث سے۔

دیکھیں جی الزامی جواب کی حالت تو آپ دیکھ چکے ھیں ایک میں قیاس کا گلہ گھونٹا آپ نے اور دوسرے الزامی جواب کو ہم نے قبول کرلیا لیکن اس سے بھی آپ کا مطلب پورا نہیں ہو سکتا ۔

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں

صحیحین کا اہم راوی پیش کیا گیا ساری شیعہ عوام اس انتہای اہم راوی کو غور سے) دیکھ لے جس سے صرف امام مسلم نے ایک روایت کی ھے اور یہ قسور صاحب کے نزدیک اہم راوی ھے جب یہ اہم راوی ھے تو عطیہ تو انکے امام الثبت ھوگا اورایسے راویان پر انکا پورا دارومداراوردعوے کی علمی حیثیت بھی معلوم ھوجاے گی..فتدبر

: مزید آپ کے جو باتیں کہیں انکا بھی ناقدانہ جائزہ سب کے سامنے پیش ہے

آپ نے کہا
جن راویان پر ایسی جرح ہوئی ہے ان کی روایت پر علماء اہلسنت نے حکم صحت و) حسن لگایا ہے ملاحظہ ہو ہماری تحقیق کردہ لسٹ (جو آپ کی طرح کاپی پیسٹ نہیں (بلکہ اصلی حوالے جات
الجواب : جی ایسی لسٹ کا حال بھی آپ ملاحظہ کریں گے لیکن اہم ضروری بات یہ ھے کہ مضطرب راوی جو جمھور کے نزدیک ثقہ ھے تو اسکی روایات حسن ھوں گی اور صرف

وہ مردود ھوں گی جسکی وجہ سے اضطراب ثابت ھوا لیکن ایسے راوی کی تعدیل
مفسرا اور ایک جماعت نے تعدیل کی ہو ناکہ چند ایک نے۔

1) عثمان بن عثمان الغلطفانی کے بارے میں بخاری کا قول مضطرب الحدیث لیکن احمد ۔
شاکر نے ان کی حدیث کی سند کو صحیح کہا
((مسند احمد جلد 4 ص 273 حاشیہ)

تو اولا یہ بات ذھن میں رکھ لی جائے علامہ احمد شاکر بہت جگہ متساھل علما کی
حیثیت سے سامنے آئے ھیں اسی وجہ سے علامہ البانی کہتے ھیں

قلت: ومع هذا؛ فقد(((تساهل الشيخ أحمد شاكر)))رحمه الله؛ فقال في تعليقه على
: ("المسند" (٧/ ٢٩١
"إسناده صحيح"
السلسلة الضعيفية ج٨ ص ٣٨٢

شیخ ابراہیم بن عبدللہ لکھتے ہیں

محدث أبو عبد الله مصطفى بن العدوي حفظه الله اپنی کتاب مصطلح الحدیث میں ایک
سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا اسکین دیکھیں

بالتحـديث ، أو لم يصرح فيه بالتحديث ولكن لم نتيقن أنـه دلسـه ـ فحكمـه الاتصال .

وقضـ ... مل ما تقدم من
الدلائل عل ... ، ويحتمـل أن
بعضها هو ... أنه لم يسمع هذا
الحديث من ... فلانـاً لم يسـمع
الحديث من ...

والا ... ن مـن تلامـذة
المدلس ـ ب ... المـدلس ، بـل
إني رأيت أ ... عدم قبول قول
تلميذ المدل ... ـى ذلـك منـه،
فقد تعقب ... م بن عتيبة ، عن
مقسم ، بأ ... ـم ولـيس هـذا
منها ، تعقي ... مقسم ، فالحكم
ثقة ثبت فقيه عالم ، وكان معاصراً لمقسم ، فيحمل ما يرويه عنه على الاتصال ، ما لم يثبت بيقين أن حديثاً معيناً لم يسمعه منه"[1].

والناظر المتأمل في أقوال أئمة النقـد وصـنيعهم ـ وسـيأتي شيء مـن ذلـك لاحقاً ـ لا يتخالجه شك في أن هذا القول على إطلاقه بعيد جداً عـن مـنهجهم ،

(١) "سنن الترمذي" حديث (٥٢٧)، وتعليق أحمد شاكر عليه .

وفيه تساهل كبير ، وإهدار لجهـود الأئمـة في التفتـيش عـن التـدليس ، وإعـمال القرائن لكشفه .

والأمر يهون حين يتبنى شخص هذا الرأي ، كما فعـل ابـن حـزم ، وأحمـد شاكر ، لكنه ليس كذلك حين يحرره الباحث عـلى أنـه قـول الأئمـة المتقـدمين ، وعليه ساروا في نظرهم لمرويات المدلسين ، وقـد رأيـت بعـض البـاحثين يلهـج بذلك ، وإن كان يعبر بالعلم بدل اليقين ، وعندي أن ما نسبه إلى أئمة النقد كـان منه ردة فعل للإسراف في نقد المرويـات بالتـدليس مـن قبـل بـاحثين آخـرين ، كتطبيق حرفي للقول الثاني الآتي .

وأما ابن القطان فقد عبر بالتبين بدل اليقين ، وهو يمكن أن يشمل ما تقدم في المبحث الثالث من النص على الانقطاع ، ويشمل أيضاً مـا سـيأتي مـن قـرائن ترجح الانقطاع ، وإذا كان كذلك فهذا القول قريب جداً .

القول الثاني : رواية المدلس بصيغة محتملة محمولة على الانقطاع أبـداً ، ولا يحكم لروايته بالاتصال إلا إذا روى بصيغة صريحة فيـه ، كحـدثنا ، وسـمعت ، وأخبرنا ، يستوي في ذلك المكثر من التدليس والمقل منـه ، حتـى لـو دلَّـس مـرة واحدة أخذ هذا الحكم .

وهذا قول الشافعي ، مشـهور عنـه ، قـال الشـافعي : "وأقبـل الحـديث : حدثني فلان عن فلان ـ إذا لم يكن مُدَلِّساً ، ومن عرفناه دلس مرة فقـد أبـان لنـا عورته في روايته ، وليست تلك العورة بالكذب فنرد بها حديثـه ، ولا النصـيحة في الصدق فنقبل منه ما قبلناه من أهل النصيحة في الصدق ، فقلنا : لا نقبل مـن

أما الشيخ الفاضل أحمد شاكر رحمه الله فيجنح إلى التساهل في الحكم على الحديث بالصحة، ومنشأ ذلك أنه عمد إلى رجال دارت عليهم جملة هائلة من أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فوثَّقهم ، ومن ثَم صحَّح أحاديثهم، من هؤلاء ابن لهيعة وشهر بن حوشب وعبد الله (مكبر الاسم) بن عمر العمري ، وليث بن أبي سليم ، وعبد الله بن صالح كاتب الليث ، ويزيد بن أبي زياد، وهؤلاء الراجح من أمرهم أنهم أقرب إلى الضعف
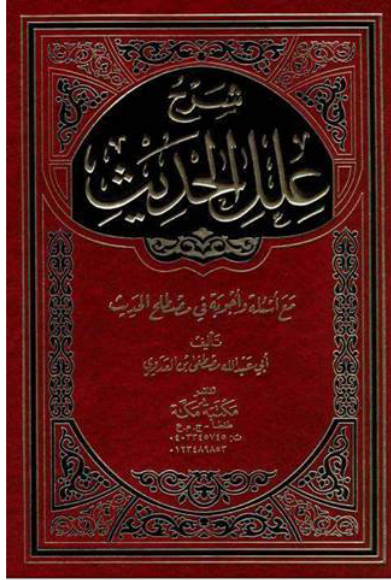
الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله.

إلا أن الكثير من أهل العلم يعملون بالشواهد والمتابعات فيرقون الحديث إلى غاية الصحة إذا كثرت طرقه ـ وإن كان فيها ضعف ـ إذا لم يشتد سبب الضعف ، والله تعالى أعلم.

□ □ □

س ١٥٥ : ما درجة الشيخين الفاضلين أحمد شاكر، وناصر الألبانى فى تصحيح الأحاديث من ناحية التساهل أو التشدد؟

ج ١٥٥ : أما الشيخ الفاضل أحمد شاكر ـ رحمه الله ـ فيجنح إلى التساهل فى الحكم على الحديث بالصحة، ومنشأ ذلك أنه عمد إلى رجال دارت عليهم جملة هائلة من أحاديث رسول الله ﷺ ، فوثقهم ، ومن ثمَّ صحح أحاديثهم، من هؤلاء ابن لَهِيعة وشَهْرُ بن حَوْشَب وعبدالله (مكبر الاسم) بن عمر العُمَرىّ ، وليث بن أبى سُليم ، وعبدالله بن صالح كاتب الليث، ويزيد بن أبى زياد، وهؤلاء الراجح من أمرهم أنهم أقرب إلى الضعف.

أما الشيخ ناصر الألبانى ـ رحمه الله ـ فهو أحسن حالاً فى هذا الجانب إلا أن عمله لا يخلو من شىء من ذلك ، ووجه ذلك: أنه يصحح الحديث فى كثير من الأحيان بناء على صحة الإسناد فقط، ولا ينظر إلى أوجه إعلاله، وأحيانًا يصحح الحديث بمجموع الطرق ، وكثرتها مع شدة ضعفها. والله تعالى أعلم.

فلحال ان تین علماء کی گواہی ہی امام احمد شاکر رح کے متسأهل ہونے پر کافی ہے الحمد وللہ.
مزید علامہ شاکر کا اپنا موقف دیکھتے ہیں تو و امام بخاری کی جرح کورد ک رہے ہیں دیگر تعدیلات دیکھ کراب عثمان چونکہ امام احمد رح کا شیخ ہے اورامام ہی سے اسکی تعدیل بھی مروی ہے لہٰذا اس ن امام احمد اور امام یحییٰ بن معین کے قول کو ترجیح دی ہے .
"وأحمد أعرف بشيوخه وأكثر تحرياً لهم ولحديثهم "
بہرحال کسی محدث کی خطا ہمارے لیے اصول نہیں بلکے غلطی ھی مانی جاے گی۔

اسی سلسلہ میں ھی بہت جگہوں علامہ کا رد کیا ھے کہ وہ تساہل دکھاتے تھے
اسکے مزید دلائل بھی دیے جاسکتے ھیں مزید انکے روایات پر غلط حکم بھی موجود ہیں
بہرحال انکے باقی تحقیق معتبر ھے جس میں ان سے خطا ثابت نہیں

---

2) نعمان بن راشد الجزری کے بارے میں احمد کا قول مضطرب الحدیث موجود ہے اور اس کی روایت کی سند کو احمد شاکر حسن قرار دیتے ہیں(مسند احمد جلد 4 ص 468 حاشیہ)

الجواب

"وقال أحمد: "مضطرب الحديث، روى أحاديث مناكير،
وقال البخاري في التاريخ الصغير 166: ((((في بعض حديثه وهم،())) وهو في الأصل صدوق"، وقال في الكبير 2/ 4/ 80: (في حديثه وهم كثير، وهو صدوق في الأيلي، وقال في الضعفاء 35: "في حديثه وهم كثير"، وقال النسائي في الضعفاء: "كثير الغلط

یہ ھے حکم ادھر تو مضطرب کیساتھ وھم اور کثیر االغلط کی جرح بھی مفسر ھے تو وہ بھی اپکے نزدیک وہی حیثیت رکھتی ھے جب کہ اصل بات یہ ھے کہ علامہ شاکر نے کہا ھے کہ اسے قلیل وھم ھوا ھے بعض روایت میں جیسے بخاری نے کہا تو اسی سے انہوں نے استدلال کیا ھے کہ راوی نے اس حدیث میں خطا نہیں کہ یکون حدیثه حسنا ما لم یثبت خطؤه فیه اس حدیث میں خطا ثابت نہیں ھے
بہرحال یہ راوی بھی مجروح ھے اور کسی عالم کی غلطی کو ہم اصول نہیں سمجھتے

3) عبداللہ البھی جن کے بارے میں ابوحاتم کا قول مضطرب الحدیث موجود ہے لیکن ابو عوانتہ نے اپنی مستخرج میں روایت کی ہے
(المستخرج جلد 2 ص 368)
(یاد رہے مستخرج ان کے نزدیک بعض علماء کے تحت صحیح ہے)

جی تمام شیعہ عوام شوشہ نمبر ٢ نوٹ فرما لے

عبداللہ البھی کے بارے میں ایک متقدم ناقد نے مضطرب کہا ھے تو دوسرے نے بلفرض تعدیل کی ھے تو اس سے کیا ثابت ھوا ؟
پھر تو آپکو ابھی تک یہ دلیل دے دینی چاھیے تھی کہ دارقطنی نے عطیہ کو مضطرب کہا جب کہ ترمزی نے حسن کہا فیہ اللعجب یعنی آ پ کا کہنا ھے کہ ابو عوانہ جو کہ خودآئمہ متقدمین میں سے ھیں وہ کیا ابو حاتم کے اقوال کے تحت ھیں؟

پہلے تمام چولوں کا ریکارڈ ادھر ٹوٹ گیا ۔

(کرمانی ایک راوی سہل الواسطی پر احمد کی جرح مضطرب الحدیث نقل کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ راوی ثقہ صدوق ہے
(الکواکب الدری شرح صحیح بخاری، جلد 3، ص 8، طبع بیروت)

شوشہ نمبر ٣ بھی شیعہ عوام نوٹ کرے

اول تو یہ راوی کے نام میں ھی غلطی کی گی ھے اسکا نام عباد بن العوام ابو سہل الواسطی ھے اور مناظر صاحب سہل الواسطی بتلا رہے ھیں
دوم اس راوی پر پہلے جرح ملاحظہ ھو

قال أبو بكر الأثرم عن أحمد بن حنبل : مضطرب الحديث عن سعيد بن أبى عروبة
صرف یہ راوی ابی سعید سے مضطرب الحدیث ھے اور اس سے روایت کرنے پر ھی

صرف امام احمد سے کلام ھے جب کہ امام ابن معین ,العجلی ,ابو حاتم الزھبی,ابن حجر
,النسای بالتفاق ثقہ سمجھتے ھیں کچھ تو عقل استعمال کرلیں .

5) سلیمان بن کثیر جن کے بارے میں عقیلی مضطرب الحدیث کی جراح کرتے ہے ان کے ۔
بارے میں ذھبی امام اور ثقہ کے الفاظ کہتے ہے(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، ص 5 طبع دار
الحدیث)

اس راوی کے متعلق بھی امام محمد بن یحیی الزھلی نے حکم لگایا ھے

مضطرب الحديث عن ابن شهاب، وهو في غيره أثبت

اس کے متعلق بھی یہی موجود ھے کہ اسکی ابن شہاب سے روایت میں اضطراب ھوتا
ھے وہ روایت مردود ھوں گی لیکن باقی میں حسن الحدیث اسکی مثال یہی ھے کہ
محدیثین نے کہا زید ثقہ ھی لیکن ایک محدث کہتے ھیں زید بکر سے ضعیف
,مضطرب,وھم ،خطا کرتا ھے تو جرح مفسر کوی بھی ھو وہ خاص سند کے لیے
مخصوص ھے باقی امام ابن حجر نے بھی وہی فیصلہ کیا ھے جس باب میں جرح مفسر
مضطرب الحدیث کی ھے اس باب میں راوی ضعیف ھی ھے
(لا بأس به في غير الزهري (التقريب
محمد بن کثیر لا باس به ھے سوائے زھری سے۔

**** خلاصہ کلام****
ثقہ عندالجمہور مضطرب الحدیث راوی اور ضعیف عندالجمہور مضطرب الحدیث راوی کے
درمیان فرق ھوگا
دوم خاص روایت میں اضطراب ثقہ راوی کبھی ضبط کی کمی کی وجہ سے بھی دکھاتے
ھیں جب کہ عطیہ کے اضطراب پر ابن حجر نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ کمزور حافظے کی
وجہ سے اضطراب دکھاتا ھے

سوم یہ جرح قادح ھے جیسے کہ آخری مثال خود شاھد ھے کہ ثقہ ھونے کے باوجود
اضطراب پر اسکی روایت زھری سے رد ھوگی
ہر راوی کے متعق یہ فیصلہ نہیں ھوگا صحیحین کے بھی راویان کے متعلق یہی فیصلہ
_ ھے بہرحال اس طرح کے راویان سے متابعت میں ھی روایت لی گی ھیں
یہ تمام دلائل قارئین کے سامنے ہیں ، ہم ہمیشہ سے ہی اچھے دلائل کی توقع رکھتے
ہوئے جب اصل ماخذ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو افسوس کے ساتھ ان کا انجام بالکل
یہی ہوتا ہے جیسا یہاں آپ کے سامنے ہے .. بہرحال اب مخالف مناظر کو یہ شکوہ نہ
رہے گا کہ انکے دلائل کی کہیں سنوائی نہیں ہوتی .

اب آتے ہیں آپ کی جانب سے جمہور کی بحث پر دیے گئے جواب کی جانب ،

آپ نے جمہور کی جرح کو رد کرنے کے لئے حافظ زبیر علی زئی رح کا حوالہ پیش کیا
،انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آپ کو اپنی غلطی چھپانے کے لئے کس قدر تدلیس و
تلبیس سے کام لینا پڑ رہا ہے ..
سب سے پہلے تو ہم آپ کو حافظ صاحب رح کا اپنا قول دکھاتے ہیں ..

.. حافظ صاحب لکھتے ہیں.١
ہم چونکہ اسماء و رجال میں جمہور کو ہمیشہ ترجیح دینے کے پابند ہیں لہٰذا جمہور کے "
" مقابلے میں مذکورہ توثیق مردود ہے
(مقالات ٣٦٨/٣)
.. مزید لکھتے ہیں.٢
جن راویوں کے بارے میں اختلاف واقع ہو ان میں میرے نزدیک جمہور محدثین کا قول
درست ہے
(انوار الصحیفہ /٦)
.. مزید بیان فرماتے ہیں.٣
جس راوی کی توثیق و تضعیف میں محدثین کا اختلاف ہے ان میں عدم تطبیق اور عدم ""
متابعت کی صورت میں راقم الحریف (شیخ رح) نے "ہمیشہ " جمہور محدثین کو ترجیح
"" دی ہے
(مقدمہ سنن ابی داود /٦٢)

فلحال ہم تین اقوال پر ہی اکتفا کرتے ہیں طلب کرنے پر مزید بھی پیش کیے جا سکتے
. ہیں
.. اب آتے ہیں ان کی جانب سے جو دو مثالیں پیش کی گئیں انکی طرف
آپ نے کہا
""
پہلی مثال ابراہیم بن عینیہ کی ہے، ہیثمی کے بقول اکثر ناقدین نے اس کو مجروح کہا
ہے
(مجمع الزوائد جلد 1 ص 24)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق وہ حسن الحدیث ہے (تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص
""(385

: الجواب
محترم مانا کہ آپکے ہاں مناظر کا مدلس ہونا لازمی شرط ہے مگر کچھ تو رحم کیجئے ..
ہمارا کہنا ہے کہ جرح و تعدیل کے اقوال میں تعارض کی صورت میں جمہور کے اقوال کو
فیصلہ کن قرار دیا جائے گا ،ایسے میں آپ کے ذمہ دلیل تھی کہ ایسے محدثین و علماء
. کے حوالے پیش کرتے جو باوجود جمہور کی جرح ثابت ہونے کے ، توثیق کا حکم دیتے
لیکن یہاں تو معاملا ہی جدا ہے ، امام ہیثمی رح نے ضرور اکثریت کا ذکر کیا ہے لیکن
ابراہیم، شیخ زبیر علی زئی رح کے نزدیک جمہور کے ہاں ثقہ راوی ہے ،

مقالات ص 385

ایسی صورت میں کیونکر حافظ صاحب اس پر ضعیف کا حکم لگائیں گے جبکہ وہ راوی
حافظ رح کے نزدیک ثقہ عند الجمہور ہو، .. فتدبر

: دوسری مثال
عبدالرحمان بن ابی زناد جیسا کہ ہیمثمی نے کہا جمہور نے ضعیف کہا ہے
(مجمع الزوائد جلد 4 ص 224)
لیکن زبیر علی زئی کے مطابق حسن الحدیث ہے
(تحقیقی و علمی مقالات جلد 3 ص 394)

اس راوی کے متعلق بھی بالکل وہی موقف دہرایا گیا ہے جو کہ پچھلے راوی کی تفصیل میں گزر چکا یعنی راوی شیخ زبیر علی زئی کی اپنی تحقیق کے مطابق ثقہ عند الجمہور ہے لہٰذا وہ اسے حسن الحدیث قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ عطیہ کا عندالجمہو ضعیف ہونا اسکے لئے کافی ہو اور اس پر شیخ زبیرعلی زئی کا اپنا کلام بھی نقل کر دینا نہایت مفید ہوگا، فرماتے ہیں ؛

عطیہ)ضعیف (ہے)جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے ،ابی سعید سے اسکی مرویات) نہایت ضعیف ہیں ،حافظ ابن حجر رح نے کہا کہ یہ صدوق ،کثرت سے خطا کرنے والا اور شیعہ مدلس تھا
(الفتح المبین ١٤١)

.اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں

حافظ زبیر علی زئی رح کے مطابق
١. عطیہ ضعیف الحدیث ہے کیونکہ جمہور نے اسکی تضعیف کی ہے (الحمد و للہ اس سے ہمارا موقف بھی ثابت ہوا کہ اگر جمہور سے جرح مبہم بھی موجود ہو تب بھی راوی (ساکت الاعتبار ہوتا ہے
٢. عطیہ کے اوپر جو جرح مفسر حافظ ابن حجر رح نے نقل کی وہ معتبر ہے اسے فقط متاخر ناقد کا قول کہہ کر رد کر دینا اصول حدیث سے ناواقفیت کی علامت ہے

مزید آپ نے کہا

٤۔آپکے ممدوح جناب علامہ ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔)
فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہوجائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی۔اگرچہ جارحین کا عدد معتدلین کے عدد سے ذیادہ (ہو

الجواب عطیہ پر جرح مفسر موجو ہے الحمد و للہ لہٰذا یہ حوالہ بھی آپ کے کسی کام نہ آسکے گا۔

: آپ نے کہا

ظفرتھانوی جمہور کا رد کرتے ہیں۔)
:حجاج بن ارطاہ ان کے بارے میں درج زیل اقوال ملاحظہ ہوں
:ان کے بارے میں نووی فرماتے ہے

:وَالْحَجَّاجُ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ
حوالہ: المجموع شرح التہذیب، جلد اول ص 274 طبع دار الفکر
اور یہی بات ابن حجر فرماتے ہے تلخیص الحبیر میں
الْحَجَّاجِ فَإِنَّ الْأَكْثَرَ عَلَى تَضْعِيفِهِ
حجاج بن ارطاہ کی اکثر ناقدین نے تضعیف کی ہے
تلخیص الحبیر جز 2 ص 493، طبع بیروت
لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں
حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنیذ التمر طبع کراچی
دوسری مثال حارث الاعور الھمدانی کی ہے ان کو بھی بقول ناقدین رجال جمہور نے ضعیف قرار دیا

جیسے ہیثمی فرماتے ہے کہ جمہور نے انہیں ضعیف کہا (مجمع الزوائد جز 9 ص 149
(طبع بیروت
لیکن ظفر عثمانی صاحب ان کی روایت کو حسن بذاتہ قرار دیتے ہیں۔
(حوالہ: اعلاء السنن، جلد 1، ص 316، باب جواز الوضوء بنبیذ التمر طبع کراچی

الجواب
ہمارا آپ سے مطالبہ تھا کہ کسی ایسی مثال کو پیش کریں جس میں محدث کے نزدیک جرح یا تعدیل جمہور سے بعد ازتحقیق ثابت ہوچکی ہو اور وہ جمہورکے مخالف فیصلہ دے دے (الا یہ کہ وجہ مفسر موجود ہو مثلا زید عند الجمہور ثقہ ہے مگر بکر سے روایت کرنے میں مضطرب/ضعیف ہے)

آپ کی دی ہوئی مثالوں میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی لہٰذا انکا ہمارا بحث سے کچھ علاقہ نہیں .

اب ہم آپ کو مزید علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں جمہور کے حق میں فیصلہ دینا ہی راجع ہے۔

شیخ البانی رح لکھتے ہیں :
ومما سبق يتبين بوضوح أن الجمهور على تضعيف عتبة بن أبي حكيم، وأن ضعفه مفسر مبين، فضعفه هو الذي ينبغي اعتماده في ترجمته،
(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة (3/ 112

اور یاد رہے کہ اس راوی پر موجود جرح مبہم بھی ہے اور مفسر بھی ..جیسا کہ آگے شیخ البانی حافظ ابن حجر رح کا اس پر قول نقل کرتے ہیں

وقد لخص ذلك كله الحافظ ابن حجر في كلمته المتقدمة: صدوق يخطىء كثيرا، فهذا جرح "مفسر"
اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

او ل : جمہور کی جرح راوی کو ساقط الاعتبار بنا دیتی ہے
دوم : محدثین کے نزدیک حافظ ابن حجر رح کا فیصلہ نہایت معتبر اور لائق استدلال ہے

ایک مقام پرفرماتے ہیں:
"بكر بن خنيس مختلف فيه ، فوثقه بعضهم وضعفه الجمهور"
[الضعيفة:٧٨٢/١٣تحت الرقم٦٣٤٩].
ایک اورمقام پرفرماتے ہیں:
"وهو مختلف فيه ؛ فقد قيل فيه: ثقة ، لكن ضعفه الجمهور"
[الضعيفة:٢٠٤/٩تحت الرقم٤١٩١].
ایک اورمقام پرفرماتے ہیں :
"وعثمان هذا ؛ وثقه غير واحد ، وضعفه الجمهور"
[الضعيفة:٩٤٩/١٢تحت الرقم٥٩٧٤]

درج بالاحوالہ جات سے معلوم ہواکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ اصول مسلم ہے کہ جمہورکے فیصلہ کو ترجیح دی جائے گی۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرعسقلانی رح لکھتے ہیں :
حسان بن یزید الجعفی :ضعفہ الجمہور
الحسن بن عمارہ : ضعفہ الجمہور

خارجہ بن مصعب : ضعفه الجمهور

(تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس، ص ١٤٠)

یوں حافظ ابن حجر رح کے نزدیک بھی جمہور کے ضعیف کہنے سے راوی کا متروک ہونا ثابت ہوا

اسکین دیکھیں

تعريف أهل التقديس
بمراتب الموصوفين بالتدليس

للحافظ العلامة الكبير
أحمد بن علي بن محمد
الشهير بابن حجر العسقلاني
المتوفى (٨٥٢ هـ)

تحقيق وتعليق
د. عاصم بن عبدالله القريوتي
استاذ مساعد بكلية الحديث والدراسات الاسلامية
بالجامعة الاسلامية – بالمدينة المنورة

وفي آخر الكتاب :
ملحق بأسماء المدلسين ومنظومتين بأسماء المدلسين

(١٣٣) جابر بن يزيد الجعفي ، ضعفه الجمهور ، ووصفه الثوري والعجلي وابن سعد بالتدليس .

(١٣٤) الحسن بن عمارة الكوفي ، أبو محمد الفقيه ، المشهور ضعفه الجمهور ، وقال ابن حبان وكان بليته التدليس .

(١٣٥) الحسن بن عطاء بن يسار المدني ، عن أبيه ، قال أبو حاتم منكر الحديث ، وقال ابن الجارود ، قال ابن حبان

(١٣٣) وقع في المطبوع حسان بن يزيد الجعفي ، وذكره شيخنا حماد الأنصاري حفظه الله في التدليس والمدلسون/مجلة الجامعة الاسلامية العدد الرابع سنة ١٣٨٦هـ ص ٤٩ بحسان بن يزيد الجعفي أيضاً ، ولكني لم أجد له ترجمة فيما بين يدي من كتب الرجال ويظهر لي أن هذا تصحيف وصوابه جابر بن يزيد الجعفي ، وقال ابن حجر في التهذيب (٦/٣٧ – ٤٩) في ترجمة جابر الجعفي (.. قال أبو نعيم عن الثوري اذا قال جابر حدثنا وأخبرنا فذاك ... وقال ابن سعد كان يدلس وكان ضعيفاً في رواية وروايته ... وقال العجلي كان ضعيفاً يغلو في التشيع وكان يدلس) . وهذا النقل مطابق لما أشار اليه المؤلف نفسه في كتابه هذا مما يجعلنا نرجح التصحيف ولكن شيخنا حماد قد غاير بينهما ، وجعل لكل منهما ترجمة مستقلة ، ولم يزد في حسان بن يزيد على ما في كتاب بن حجر هذا الا قوله لم أجد له وفاة ، ولست أدري هل يعني هذا أنه وجد له ترجمة ولم يجد له وفاة أم ماذا ؟ الله أعلم وقال الحافظ في التقريب في جابر بن يزيد الجعفي : ضعيف ، رافضي ، من الخامسة ، مات سنة ١٢٧ ، وقيل سنة ١٣٢/د ت ق .

(١٣٤) قاضي بغداد ، متروك ، من السابعة ، مات سنة ٥٣/خت ت ق .

٨٣

في الثقات « كان يخطىء ويدلس » وقال في الضعفاء « ولا يجوز أن يحتج به » .

: محمد عمرو بن عبد اللطیف رح لکھتے ہیں

أما الحارث – وهو ابن عبد الله الهمداني الكوفي صاحب على – فهو ضعيف، ضعفه الجمهور........الخ

(تكميل النفع ص ٤٦)

خود محقق احمد شاکر ایک روایت کی تحقیق میں جمہور کے قول پر فیصلہ دیتے ہیں

اسناد ضعیف .عبدللہ بن میسرہ بن ابی لیلی ضعفه الجمہور

(المسند للإمام أحمد - ج 15ص 14)

: ابن ملقن رح لکھتے ہیں

قلت: فتلخص أن خمسة وثقوه، وهم: الشافعي، (وابن جريج) ، وحمدان بن محمد الأصبهاني، وأحمد بن محمد بن سعيد بن عقدة الحافظ، وابن عدي، وأن((((الجم الغفير ضعفوه))))، ولا
خفاء(((أن الجرح مقدم،)))) (لا جرم) قال الذهبي في «المغني في الضعفاء» : ((هو متروك عند الجمهور.))

میں کہتا ہوں تعدیل کرنے والے افراد پانچ ہیں جن میں امام شافعی رح ....اور ابن عدی رح شامل ہیں اور ساتھ ہی ایک جم غفیر نے ان کی تضعیف کی ہے اور کچھ مخفی نہیں کہ جرح مقدم ہے (ان تعدیلات پر) ذہبی المغنی میں کہتے ہیں "یہ جمہور کے نزدیک متروک ہے "

(البدالمنیر ابن ملقن ج 1 ص442)

البدر المنير

في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير

للإمام العالم العامل العلامة الورع الزاهد

سراج الدين أبي حفص عمر بن علي بن أحمد الأنصاري الشافعي

المعروف بـ «ابن الملقن»

٧٢٣ - ٨٠٤ هـ

المجلد الأول

تحقيق

مصطفى أبو الغيط عبد الحي — أبي محمد عبد الله بن سليمان

أبي عمار ياسر بن كمال

دار الهجرة للنشر والتوزيع

قلت: فَتَلَخَّص أن خمسة وَثَّقُوه، وهم: الشافعي، (وابن جريج)[٦]، وحمدان بن محمد الأصبهاني، وأحمد بن محمد ابن سعيد بن عقدة الحافظ، وابن عدي، وأن الجمَّ الغفير ضعفوه، ولا

(١) في «أ»: نا. والمثبت من «م».
(٢) من «م».
(٣) سقط من «م» والمثبت من «أ».
(٤) في «م»: و. والمثبت من «أ».
(٥) أنظر ترجمته «تهذيب الكمال» (٢/ ١٨٤-١٩١).
(٦) سقط من «أ» والمثبت من «م».

خفاء أن الجرح مقدم، (لا جرم)[١] قال الذهبي في «المغني في الضعفاء»[٢]: هو متروك عند الجمهور.

وقول ابن الصلاح في «مشكله» في صفة الصلاة: وابن أبي يحيىٰ، وإنْ كان ثقة عند الشافعي، فهو مجروح عند سائر أهل الحديث. غريب منه مع جلالته، وكأنه تبع أبا العرب، فإنَّه قال في «ضعفائه»: حَدَّثَني عيسىٰ بن حكيم، عن محمد بن (سحنون)[٣]، أنه قال: (إنه)[٤] لا يحتج (بحديثه)[٥] عند (الأمة)[٦] جميعها، لا أعلم (بين)[٧] الأئمة اختلافًا في إبطال الحجة بحديثه.

وقال الخليلي في كتاب «الإرشاد»[٨]: لا يروي عنه من (يزكيه)[٩] إلَّا الشافعي، فإنه يقول: (ثنا)[١٠] الثقة (في حديثه)[١١]، المتهم في

علامہ سرفراز خان صفدر رحمة اللہ لکھتے ہیں :

" آئمہ کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ ابن اسحاق کی روایات حلال و حرام ،احکام و سنن میں تو مطلقا قبول ہی نہیں ہیں "
احسن الکلام جلد ۲ صفحہ ۹۲

" اگرچہ بعض محدثین اس پر کلام کرتے ہیں لیکن زیادہ تر اس کی توثیق کے قائل ہیں "ص ۹۳

ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں جمہور کے قول کو راجع قرار دینا محدثین کے منہج کے عین مطابق ہے۔

پھر قسور نے آخر میں ایک روایت نقل کی، اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک عطا کیا تھا۔

لیکن اول تو اس روایت میں یہ قول کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کیا تھا، یہ قول نمیر بن حسان کا ہے، اور نمیر بن حسان مجہول الحال ہے۔ اور آپ نے جن دو محققین کے نام لئے ہیں، تو جرح و تعدیل کا یہ قاعدہ ہے کہ جرح و تعدیل کرنے والے کی اپنی حیثیت متعین ہو تو اس کی جرح و تعدیل پر غور کیا جائے گا۔ اب موفق بن عبد اللہ کا جرح و تعدیل میں کیا مقام ہے، یا علی محمد دندل کا کیا مقام ہے، اس کا بیان آپ پر ادھار ہے، اور نمیر بن حسان کی جہالت کو رفع کرنا بھی آپ کے ذمے ہے ۔
اس کے متن پر بھی اعتراض عائد ہوتا ہے ، کہ اگر حضور علیہ السلام نے واقعی فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا،تو کیا قیامت آ گئی تھی کہ ان کو دو مرد گواہ نہیں مل رہے تھے جبکہ عمار یاسر، سلمان فارسی، حضرت مقداد، ابو ذر غفاری، حضرت عباس، حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ موجود تھے۔ اس کا جواب بھی آپ کے ذمے ہے۔مزید حضرت زید بن علی رح کا ابو بکر رض سے سما ع بھی آپ کے ذمہ رہا ..
آخر میں موصوف نے توثیق پیش کرنے کے لئے کہا کہ ابن خزیمہ نے عطیہ العوفی کی روایت اپنی صحیح میں ذکر کی ہے،جبکہ عطیہ العوفی کے متعلق ان کو ابن خزیمہ کا بیان پڑھا دیتے ہیں ۔
فِي الْقَلْبِ مِنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ إِلَّا أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ قَدْ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَدْ خَرَّجْتُهُ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ
(صحیح ابن خزیمة ج 4 ص 68)
پھر ابن سعد کی توثیق پیش کی ہے ۔
تو جواب عرض ہےکہ ابن سعد نے عطیہ کے بارے میں یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں
ومن الناس من لا یحتج بہ
(طبقات الکبری ج 6 ص 304)
اس کے علاوہ بیان الوھم جلد 4 صفحہ 363 میں مرقوم ہے کہ
" ابن سعد کی توثیق سے کچھ فرق نہیں پڑتا (لان توثیقھم معارض بالجرح المفسر) یعنی
"ان کی توثیق جرح مفسر کے برخلاف ہے

آپ معتبر محدثین سے اس کے اوپر موجود جرح مفسر کی تردید نکال لائیں تو مزید سوچینگے ،باقی ادھر ادھر کافی ہانک لیا اب جمہور کی جرح جس میں متقدمین اور متاخرین دونوں سے جرح مفسر بھی شامل ہے کے بعد عطیہ کا بیڑا بلکل غرق ہوچکا ہے ، اصول حدیث کے تحت یہ بلکل ساکت الاعتبار راوی ہے اور ایسے راوی سے بل بوتے پر پروان چڑھنے والے مذھب کا اعتبار بھی عطیہ جیسا ہی ہے۔

ابن سعد کی توثیق کی بات کی تو جناب ان کا ثقہ کہنا بمعنی عدل کے ہیٰں، کیونکہ وہ راویوں کو ثقہ بھی کہہ دیتے ہیں، اور لیس بحجہ بھی کہہ دیتے ہیں، جیسے موسی بن عبیدہ کے متعلق کہا (وکان ثقة کثیر الحدیث ولیس بحجة) حالانکہ ثقہ تو حجت ہوتا ہے۔
لہٰذا ان کا ثقہ کہنا بمعنی عدل کے شمار ہوگا، عام توثیق کی طرح شمار نہیں ہوگا۔

خلاصہ :

ابن معین کا جوب دے دیا گیا اور قاعدہ جلیلہ کے متعلق آپ لاجواب ہوگئے ہیں اور ابن معین کی توثیق سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔
امام ترمذی کے متعلق ہماری پیش کردہ جواب سے لاجواب ہوگئےہیں آپ۔
امان ابو داود کے سکوت پر آپ کو کافی و شافی جواب دیا گیا ہے ۔
آپ کی متفرد کے دعوے کا رد کیا گیا ہے۔
امام طحاوی کے قول کی وضآحت اور الزامی جواب دیا گیا ہے ۔
کثرت سے سوالات پر آپ کو الزامی جواب دیا گیا ہے۔
امام ابن حجر رحمہ اللہ پر آپ کے بے جا اعتراضات کا رد کیا گیا ہے۔
جمہور کے متعلق آپ کے جاہلانا اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔
امام دارقطنی کی جرح مفسر پر آپ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔
آپ کی پیش کردہ روایت کے متعلق جواب دیا گیا ہے۔
احمد شاکر کے حوالے سے آپ کو جواب دیا گیا۔
ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح مفسر کا اعتماد البانی دکھیا گیا ہے۔
ابن ملقن سے مزید عطیہ پر جرح دکھائی گئی ہے ۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلاَّ الْبَلاَغُ

شیعہ مناظر قسور عباس حیدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
الحمد للہ رب العالمین الصلاۃ والسلام اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المظلومین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین الی یوم الدین۔
نصر من اللہ و فتح قریب۔

جناب آپکے لہجہ میں تلخی یہ بتا رہی ہے کہ جوابات آپکو ہضم نہیں ہو پارہے۔
سب سے پہلے جناب نے بات کی کہ قسور شریک کو ضعیف ثابت کر رہا تھا اور اب یہ اور وہ فلاں فلاں۔

تو جناب بندہ عرض کرتا ہے کہ اس وقت میں دلائل کہاں سے دے رہا تھا؟ اور اب کہاں سے دے رہا ہوں؟
آپ مناظرہ کر رہے ہیں جناب اور اگر آپکی کتب میں ایک راوی پر چار قسم کے اقوال بھی ہوں تو میں ہر بحث میں چاروں مختلف اقوال سے استدلال کرسکتا ہوں۔
آپ ابوداود کی بات کرتے ہیں جناب ہمارے مطابق تو آپکے امام اعظم تک مجروح ہیں لیکن چونکہ میری بحث حنفی سے ہے سو میں آپکے اصولوں کے مطابق ہی بات کرونگا پھر چاہے میں کہیں ابوحنیفہ کو ضعیف کہوں یا کہیں ثقہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔
لہذا آپ یہ بچگانہ اعتراض تو اپنے پاس رکھیں۔

آگے آتے ہیں جناب نے جو ابن معین پر کلام کیا تو جناب کیا آپ نے کامل جواب دیا؟

آپکو درجذیل حوالہ جات دئے گئے تھے ملاحظہ ہوں۔

حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔

جہاں کہیں بھی جرح و تعدیل کے علماء سے اس قسم کا اختلاف ہو تو تطبیق کی یہی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ جرح کرنے والا اگر متعنت اور متشدد ہوتواسی توثیق تو معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں۔۔۔۔متشددین میں ابوحاتم، نسائی، ابن معین، ابن قطان کو بھی شمار کرتے ہیں۔
(خیر الکلام صفحہ٤٦)

اور جناب دوسرا حوالہ بھی اسی کے ضمن میں لیتے جائیں کہ آپکے ممدوح دیوبندی صفدر اوکاڑوی صاحب بھی اسی اصول کو درج کرتے ہیں کہ جرح کرنے والا متشدد نہیں ہونا چاہئے۔
(تجلیات صفدر جلد ٢ صفحہ ٦٧)
آگے صفحہ ٦٨ پہ لکھتے ہیں کہ ابن معین بھی متشدد تھے۔

اسکا جواب کس نے دینا تھا جناب؟ اس جہت سے اب معین کی جرح تو مردود ہوئی اور قاعدہ جلیلہ ابن معین کے اقوال میں تعارض کی بنا پرہی آتا ہے جناب بوکھلاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

آگے ہم ابن معین پر ختمی دلیل آپکی نذر کرتے ہیں کہ جناب نے جس سند سے عطیہ پر جرح پیش کی تھی وہ سند ہی مجروح ہے کیونکہ اس میں ابن ابی مریم کثیر الوہم تھے اور جب ابن معین کسی کی توثیق کرتے تو یہ ہمیشہ اسکے برخلاف روایت کرتے تھے۔

ملاحظہ ہوں کتاب ابو حنیفہ کا عادلانہ دفع از قلم زاہد کوثری حنفی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (سورۃ الحجرات)

محقق دوراں، محدث زماں، سیف حنفیت حضرت مولانا محمد زاہد بن الحسن الکوثری المصری المتوفی ۱۳۷۱ھ کی شہرۂ آفاق کتاب تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب

کا اُردو ترجمہ

سراج الامت، فقیہ الملت، امام اعظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عادلانہ دفاع

محدث ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بخطیب بغدادی الشافعیؒ المتوفی ۴۶۳ھ نے اپنی حدیثی، فقہی اور تاریخی خدمات کے باوجود تعصب کے سیلابی ریلے میں بہہ کر تاریخ بغداد میں متروک اور ساقط الاعتبار راویوں کی روایات پر مدار رکھ کر جو من گھڑت افسانے امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب کے متعلق پیش کیے ہیں۔ اور بے جا قسم کے اعتراضات اور مطاعن ذکر کیے ہیں ان کا جواب علامہ کوثریؒ نے اپنی کتاب تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب میں دیا ہے۔

علامہ کوثریؒ کی اس کتاب کا اُردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ تاکہ موجودہ دور کے مخالفین ابی حنیفہ اسی تاریخ بغداد سے اعتراضات لے کر جو فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا سدباب علماء کرام طلباء عظام اور دیگر عوام الناس باحسن طریق کرسکیں۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

حافظ عبدالقدوس خان قارن

اعتراض ۱۲۵: (کہ یحیٰی بن معینؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ سے حدیث نہ لکھی جائے۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولی کے ص ۴۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۰ میں اپنی سند کے ساتھ احمد بن سعد بن ابی مریم سے نقل کیا اس نے کہا کہ میں نے اس سے یعنی یحیٰی بن معینؒ سے ابوحنیفہؒ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کی حدیث نہ لکھا کر۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ احمد بن سعد بن ابی مریم المصری اپنے مسائل میں کثیر الوھم اور کثیر الاضطراب تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس کی یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جو ابن معینؒ سے ثقہ حضرات کرتے ہیں۔ بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی نہیں ہے کیونکہ ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جو روایت ابن معینؒ کے اصحاب میں سے ثقہ کرتے ہیں یہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔

اعتراض ۱۲۶: (کہ علی بن عبد اللہ المدینیؒ نے ابوحنیفہؒ کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا اور کہا کہ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے کچھ بھی نہ پوچھتا۔ اس نے پچاس حدیثیں بیان کیں تو ان میں غلطی کی۔)

اور خطیبؒ نے طبع اولی کے ص ۴۲۰ اور طبع ثانیہ کے ص ۴۵۰ میں اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ المدینیؒ سے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ علی سے ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا جو کہ صاحب الرای ہے تو اس نے اس کو بہت ضعیف کہا اور کہا کہ اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے کوئی چیز نہ پوچھتا نیز کہا کہ اس نے پچاس حدیثیں بیان کیں تو ان میں غلطی کی۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ بے شک ابن المدینیؒ کی عزت کو جس طرح خطیبؒ نے ص ۴۵۹ ج ۱۱ میں اور ابن الجوزیؒ نے مناقب احمد میں نوچا ہے اس کا اعتبار کریں تو اس کی کلام کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور خصوصاً جبکہ اس سے راوی اس کا بیٹا عبد اللہ ہے۔ حالانکہ اس نے اپنے باپ سے کچھ سنا ہی نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ورنہ جیسے اس نے بعض لوگوں کا دامن ظلم اور زیادتی سے کھینچا ہے تو بدلے میں اس کا دامن کھینچا جاسکتا ہے۔

پھر جب اس نے حدیث میں غلطی کی وجہ بیان نہیں کی تا کہ جواب دیا جاسکتا اور وہ ہر حال میں جرح غیر مفسر ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے، یہاں

آگے رہی بات جو جناب کو انکے اسی مناظرہ میں اختلافات دکھائے گئے تو جناب دوبارہ بھاگ کر شیعہ کتب کا رخ کر گئے۔ حد ہے جناب۔

میں بارہا آپکو کہہ چکا ہوں کہ آپ جو دلائل اصول کے پیش کررہے ہیں ہماری کتب سے اس میں سے کسی ایک کا جواب دینا بھی مجھ پر لازم نہیں کیونکہ یہ کسی روایت کے متن کی بات نہیں کہ اس جیسی روایت دکھائیں اور کہانی ختم بلکہ یہ اصول کی بات ہے۔
اور آپکے اور ہمارے اصول ایک جیسے نہیں لہذا آپکا اپنے اصول کی متابعت شیعہ اصول سے پیش کرنا فقط آپکی کم علمی ہے اور کچھ نہیں۔

آپ پر جو اعتراض بنابراصول آئیں براہ مہربانی انکے جوابات اپنی کتب سے عنایت کریں۔

آگے آتے ہیں جناب ابن قطان پر اور احمد شاکر پر۔

احمد شاکر نے عطیہ کو کسی مقام پر ضعیف قرار بھی دیا تو کچھ فرق پڑنے والا نہیں کیونکہ اس سے یہ تو واضح ہوگیا کہ انکے مطابق بھی یہ حسن الحدیث ہی تھا بے شک اسکی تضعیف ہوئی یا کسی مقام پر انہوں نے خود اسکو ضعیف کہا۔

اور جناب احمد شاکر پر جو آپ نے متساہل کی جرح کی ہے تو اسکی متابعت میں بھی ہم آپکو مزید دلائل دینگے انشاءاللہ کے آپکے کن کن علماء نے عطیہ کو حسن الحدیث کہا۔

اور جناب میری بات گول کر گئے کہ میں نے کہا تھا کہ جو وہم کی جرح کرکے آپ ابن قطان پر کررہے تھے وہی ابن حجر پر بھی ہے تو اس سے جناب نے دوبارہ استدلال کرنے کی جرات کیوں کی؟

میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو؟

جناب کہتے ہیں۔

/////////
راوی کے منفرد ہونے اور دیگر قرائن سے کوئی مخالف قول نہ ملنے کی صورت میں روایت کی تحسین اس کے راویوں کی تحسین ہوتی ہے اس پر دلائل پیش کیے جا چکے ہیں اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں
//////////

جناب آپکو ٣٠ دلائل دئے تھے لیکن شاید آپ نے انہیں دیکھا ہی نہیں اس کبوتر کی طرح جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ آپ اپنی بات پر بضد ہیں اسی لئے آپکو ان تیس میں سے کچھ دلائل نقل کررہا ہوں آپ بتائیں اس میں کہاں منفرد اور مخالف قول نہ ہونے کی شرط عائد کی گئی ہے۔

١۔ مغلطائی حنفی کہتے ہے

رواه أبان بن صالح، وليس بالمشهور، فقول مردود لما
أسلفنا من توثيقه عند من صحح حديثه

اس کو ابان صالح نے نقل کی اور یہ کہنا کہ وہ مشہور نہیں مردود کیونکہ اس کی توثیق جیسا کہ گذر چکا ہے ثابت ہے ان علماء سے جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے
شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام ج 1 ص 120 طبع مکتبہ ابن باز

اس میں کہاں ہے آپکی پیش کردہ شرط؟ فقط تصحیح سے توثیق مراد لی جا رہی ہے اور یہ ہیں بھی آپ ہی کی طرح حنفی۔

اور آپ جو بار بار یہی رٹ لگا رہے ہیں تو خود زبیر علی زئی سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

٢۔امام ترمذی، امام دار القطنی، امام ابن خزیمہ، حافظ ابن حبان اور امام ابو داؤد وغیرھم نے امام مکحول کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے کہ صریح توثیق ہے
مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص 61 طبع مکتبہ اسلامیہ

یہاں وہ قاعدہ کہاں گیا؟ مزید دیکھیں۔

۳۔(تعدیل کرنے والے) ترمذی نے اس کی روایت کو صحیح کہا، حاکم نے اس کی روایت کو صحیح کہا، دار القطنی نے اس کی روایت کو صحیح کہا
نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص 17

اب کہاں گیا وہ قاعدہ؟ جناب یہ دو نمبری اپنے پاس رکھیں ہم نے تیس حوالے دئے تھے لیکن جناب نے آنکھیں چراتے ہوئے ایک ہی ضد پکڑ رکھی ہے۔

۳۔ڈیروی دیوبندی صاحب اپنی کتاب نور الصباح میں محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی کی تضعیف کے جواب میں توثیقی کلمات نقل کرتے اور کہتے ہیں:

اس لئے تو امام ترمذی نے سنن ترمذی ج 2 ص 17 میں اس کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے تحسین تو کئی مواضع پر کی ہے۔
نور الصباح ص 165، طبع ڈیرہ اسماعیل خان

کدھر گیا وہ قاعدہ؟ جتنے ہم نے حوالے دئے تھے ان سب پر غور کریں ایسے ضدبازی وہ بھی اپنے اصولوں پر اچھی نہیں لگتی جناب۔ آپ نے فقط زبیر علی کا قول پکڑ رکھا ہے جسکا جواب آپکو ۳ سے ٤ دفعہ دیا چکا ہے کہ زئی صاحب کے مطابق بھی روایت کی تصحیح و تحسین راوی کی مطلقا توثیق پر دال ہے۔
لہذا ان تمام دلائل کو غور سے دیکھئے گا اب۔

جناب نے ابوحنیفہ کے اساتذہ کی توثیق کے بارے میں کہا۔

////////
باقی امام ابوحنیفہ کے شیوخ کے حوالے سے ہم نے کہا تھا کہ آپ جس قول سے استشہاد کر رہے ہیں، وہ تو استقراء ناقص پر مبنی ہے۔ تو اس کے جواب میں موصوف فرماتے ہیں (جو آپ کہہ رہے ہیں کہ ابوحنیفہ کے شیوخ کو ثقہ کہنے کی استقراء ناقص وجہ تو بھائی یہ میرا کام نہیں کہ میں دلیل کو کشف کروں کہ کس وجہ سے یہ کہا گیا (قاعدہ آپ کا ہے میرا نہیں۔
جناب آپ مناظرہ کر رہے ہیں، ہمیں سبق نہ پڑھائیں۔ یہاں آپ کو بیان کرنا ہوگا کہ یہ قول کس دلیل پر مبنی ہے، اور اس دلیل کی حیثیت کیا ہے۔ آپ حاطب اللیل بنے ہوئے ہیں اور اندھیرے میں لکڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں، بازار میں آپ کی یہ سب لکڑیاں بکنے والی تھوڑی ہیں۔ وہی چیزمقبول ہوگی جس کی کوئی وقعت ہو۔ جب آپ کی دلیل ہی مضبوط نہیں، تو آپ کا یہ کہنا کہ بس فلاں عالم نے اس دلیل کواستعمال کیا ہے، لہٰذا میرے لئے بھی کھلی آزادی ہے، تو جناب یہ باتیں لوگ کتابوں میں کرتے ہیں، مناظروں میں نہیں۔ مناظرے میں تو دلیل کی حیثیت پر بھی بات ہوگی۔ آپ خود ہمارے پیش کردہ دلائل کو عقلی بنیادوں پر رد کر رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ فلاں عالم نے استقراء کی بنیاد پر یہ کہا، لہٰذا ہم نہیں مانیں گے۔ لیکن ہم آپ کے پیش کردہ دلائل کی اصلیت ظاہر کر دیں تو آپ کہتے ہیں کہ بس فلاں عالم کا یہ کہنا ہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ جاگ جائیں، یہاں کوئی مجلس نہیں ہو رہی بلکہ مناظرہ ہو رہا ہے۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم کتنے ہی معتبر احناف سے دلائل پیش کر چکے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے تمام ائمہ کی ثقاہت کا واضح طور پر رد کیا ہے، لیکن موصوف پھر کسی ایک حنفی عالم کے قول کو لے کر تمام احناف پر مسلط کرنا چاہتے ہیں ////////

ابوحنیفہ کے اساتذہ پر آپکو فقط ایک حنفی کا قول دیا گیا؟ ہم نے آپکو درجذیل کے نام گنوائے تھے۔
١۔عبدالقیوم حقانی دیوبندی۔
٢۔صفدر اوکاڑوی دیوبندی۔
٣۔امام سیوطی۔
٤۔ظفرتھانوی دیوبندی۔
٥۔امام شعرانی۔

جناب اسکا جواب نہیں دے پائے تو اسکو استقراء پر مبنی کہہ کر بھاگ کھڑے ہوئے؟

جناب اب آپ اپنی کتب سے لا علم ہیں تو ہم کیا کریں؟ مزید حوالہ جات لیں اسی پر۔

٦۔آپکے ممدوح حافظ ظہور احمد دیوبندی لکھتے ہیں۔
ابوحنیفہ نے ثقہ و عادل کے سوا کسی سے روایت نہیں لی۔
(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ١٦٨ ، ١٦٩)

پھر اسی کتاب میں وہ مزید اقوال بھی لکھتے ہیں ملاحظہ ہوں۔
٧۔امام سفیان ثوری کہتے ہیں۔
امام ابوحنیفہ صرف وہی حدیث لیتے ہیں جوصحیح ہوتی ہے اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہے۔
(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ١٦٩ بحوالہ الانتقاء)

٨۔امام ابوزھرہ مصری لکھتے ہیں۔
ابوحنیفہ صرف اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں جو ثقاہت اور عدالت کے اعلی درجہ پر فائز ہو۔
(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ١٦٩ بحوالہ ابوحنیفہ)

٩۔اسی طرح وہ خود ابوحنیفہ کا قول بھی لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ کہتے ہیں۔
میں نے صرف ان ہی احادیث کو لیا ہے جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے نقل کرتے آئے ہیں۔

(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ١٦٨)

لیں جناب اب ابوحنیفہ سے بھی ثابت ہوا اور مزید علماء سے بھی کہ وہ فقط ثقہ سے ہی روایات لیتے ہیں۔ لہذا اب جناب کی اپنی ہی کتب سے لا علمی ثابت ہوئی۔
اب اسکو تسلیم کر لیں جناب کیونکہ یہی قاعدہ مسلم ہے آپکے ہاں اور اب اسکو استقراء مت کہئے گا۔

نیچے اسکیں دیکھیں کتاب ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام ۱۲۸

(۳۰) عاصم بن سلیمان، (۳۱) عبدالاعلی تیمی، (۳۲) عبدالرحمن بن رزان، (۳۳) عبدالرحمن بن قاسم بن ابن مسعودؓ، (۳۴) عبداللہ بن حسنؓ بن علیؓ، (۳۵) عبداللہ بن عثمان خیثم، (۳۶) عبداللہ بن داؤد، (۳۷) عبداللہ بن عبدالرحمن ابوحصین مکی، (۳۸) عبیداللہ بن ابی زیاد، (۳۹) عبیداللہ بن سعید بن جمیل، (۴۰) عبیداللہ بن عمر بن حفص عمری، (۴۱) عثمان بن راشد، (۴۲) عثمان بن عبداللہ بن وہب، (۴۳) عمر بن جبیر، (۴۴) عمرو بن شعیب، (۴۵) عمرو بن مرہ، (۴۶) عمار بن عبداللہ بن یسار جہنی، (۴۷) عمران بن عمیر، (۴۸) عون بن عبداللہ، (۴۹) عیسیٰ بن عبداللہ بن موہب، (۵۰) کدام بن عبدالرحمن سلمی، (۵۱) کثیر الاصم، (۵۲) الیث بن ابی سلیم، (۵۳) محمد بن حفص حسنی، (۵۴) محمد بن عبیداللہ بن سعید ابوعون ثقفی، (۵۵) محمد بن مالک بن زبید، (۵۶) مرزوق ابوبکر تیمی، (۵۷) مکحول شامی، (۵۸) منصور بن زادان، (۵۹) میمون بن سیاہ، (۶۰) ابوہند نعمان بن اثیم، (۶۱) یحییٰ بن غسان ابوغسان تیمی، (۶۲) یحییٰ بن عبداللہ اجلح، (۶۳) یحییٰ بن عبیداللہ بن عامر، (۶۴) یحییٰ بن عمرو السیبی، (۶۵) یونس بن عمرو بن عبداللہ سبیعی، (۶۶) ابوبکر بن عبداللہ ابی الجہم، (۶۷) ابوسلمہ بن عبدالرحمن، (۶۸) ابوالسوار سلمی، (۶۹) ابوہاشم مکی، (۷۰) ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، (۷۱) ابوغسان رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اساتذہ کی عظمت شان

امام صاحبؒ کے اساتذہ کثرت تعداد کے ساتھ ساتھ علمی کمالات میں بھی عظیم الشان تھے۔ یہ آپ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ نے اتنی بڑی تعداد میں محدثین سے روایت کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے انتخاب میں اس قدر احتیاط اور مہارت کا مظاہرہ کیا کہ بجز ثقہ اور عادل کے کسی سے روایت نہیں لی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بالسند آپ کا اپنا بیان نقل کرتے ہیں کہ:

آخذ... الآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات.[1]

یعنی میں نے صرف ان ہی احادیث کو لیا ہے جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے نقل کرتے آئے ہیں۔

[1] مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۰)

امام اعظمؒ کے اساتذہ و مشائخ ۱۲۹

آپ کے معاصر امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) آپ کے اس اعزاز کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات.[1]

امام ابوحنیفہؒ صرف وہی حدیث لیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہے اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہے۔

شیخ ابوزہرہ مصریؒ نے بھی لکھا ہے کہ:

ولا یقبل ابوحنیفة ذلک الامن هو عنده المنزلة الاولی من الثقة والاطمئنان.[2]

امام ابوحنیفہؒ صرف اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں جو ثقاہت اور اطمینان کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ آپ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے تھے۔ اور پھر آپ کے اساتذہ کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ان اکثر مشائخ الامام کانوا جامعین بین الروایة والدرایة.[3]

امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اساتذہ روایت اور درایت (فقاہت حدیث) کے جامع تھے۔

دیگر محدثین کے اساتذہ میں یہ خوبی خال خال ہی پائی جاتی ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

کثیر الروایات صحابہؓ کے تلامذہ سے تلمذ

آپ کے اساتذہ (جو زیادہ تر تابعین عظام ہیں) کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے اکثر ان صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں جو کثیر الروایات حضرات ہیں۔ چنانچہ وہ چھ صحابہ کرامؓ جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، وہ یہ ہیں:

[1] الانتقاء (ص ۱۴۲) لابن عبدالبرؒ [2] ابوحنیفہ (ص ۱۳۹)
[3] شرح مسند ابی حنیفہ (ص ۹) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام اعظم ابو حنیفہ
کا محدثانہ مقام
حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی
خانقاہ امدادیہ

ابوداود پر جناب لکھتے ہیں۔

/////////
: امام ابو داود رح کےقول پر مزید تحقیق
مخالف مناظر سے ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ محدثین سے یہ اصول بھی پیش کرے کہ امام ابو داود رح کے سکوت سے روایت انکے نزدیک حسن لذاتہ بن جاتی ہے کیونکہ اسی صورت میں وہ عطیہ کی توثیق پر دلالت کر سکتا ہے. اسکے علاوہ ہم نے ان علماء کے نام بھی پیش کیے جنہوں نے سکوت سے احتجاج کرنے سے شدید اختلاف کیا ہے، لیکن مخالف مناظر اسے ہر بار وہی پرانے ہتھ کنڈے استعمال کرتے ہوئے ایک طرف کر دیتے ہیں. ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ہم سوالات آجری نامی کتاب کی سند پر تحقیق کریں گے اور اسکا واحد مقصد یہ تھا کہ اس مناظرہ میں سند کتاب کی نئی بحث شروع نہ ہو لیکن بہرحال ہم اصل موضوع کی جانب آتے ہیں امام ابو داود کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہے وہ کچھ یوں ہے
"وما سكت عليه فهو حسن وبعضها أصح من بعض"
ہماری تحقیق میں اسکا واحد ماخذ انکا رسالہ ہے جو کہ اہل علم کے ہاں "رسالة أبي داود إلى أهل مكة" کے نام سے معروف ہے.
اسکی سند کچھ یوں ہے
قال: سمعت أبا الحسين محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن جميع الغساني بصيدا "" فأقر به، قال: سمعت أبا بكر محمد بن عبدالعزيز بن محمد بن الفضل بن يحيى بن القاسم بن عون بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب الهاشمي بمكة يقول: سمعت أبا داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد السجستاني (بالبصرة) وسئل عن رسالته...الخ ""
اس میں موجود بنیادی راوی أبا بكر محمد بن عبدالعزيز بن محمد بن الفضل بن يحيى بن القاسم بن عون بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب الهاشمی ، کی توثیق درکار ہے جیسا کہ رسالہ کے محقق شيخ الدكتور محمّد بن لطفي الصبّاغ بھی حاشیہ پر لکھتے ہیں
(لم اقف علی ترجمہ " (رسالہ ٦٢/"
لہٰذا اس اصول کے تحت آپ تب ہی استدلال کر سکیں گے جب اصل ثابت ہو جائے،تب تک ہم آپ کے اس موضوع پر کسی قسم کے دیگر دلائل کے جوابات دینے کے پابند نہ ہوں گے
/////////

جناب آپکا حساب اب بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی والا ہوگیا ہے پہلے آپ نے ابوداود کی تحسین پر مندرجہ ذیل قول کو مورد استدلال ٹھہرایا تھا۔
//////
اولاً : جس قول کی بنیاد پر امام ابو داؤد کے سکوت سے احادیث کی صحت کی بات کی گئی ہے، وہ امام ابو داؤد کے یہ الفاظ ہیں (وما فيه وهن شديد بينته، وما لم أذكر فيه شيئًا فهو صالح)
//////

جناب آپ ایک منہج پر نہیں ٹک پا رہے پتہ نہیں کیا وجہ ہے۔ خیر آپ کہتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے لیکن آپکے علماء اسکے برعکس کہتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ یہ بھی ثابت کریں کہ اس تحسین سے حسن لذاتہ مراد ہے تو جناب ہم یہ کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ احناف میں آپ سے بڑا جاہل شاید ہی کوئی ہو۔

ذرا غور سے دیکھیں اب۔

جناب آپکے ممدوح عبدالحئی حنفی صاحب بھی ہمارے ہی حق میں ہیں۔عبدالحئ لکھنوی کہتے ہیں:

وسكوت ابي داود يدل انه حسن عنده
ابوداود کا سکوت اس کا حسن ہونے کی دلیل ہے۔
السعاية ص 80 طبع ہند

یہ اصول ضعیف ہے تو آپکے حنفی عالم کی نظر میں راجح کیسے؟ آپ سلفی نہیں جناب بلکہ آپ حنفی ہیں سو حنفی منہج کیا کہتا ہے اسکے تابع رہیں۔

مزید یہی علامہ عبدالحئ ایک راوی کی توثیق نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

سكت عنه وكفي به حجة

ابوداود نے روایت کی اور سکوت اختیار کیا جو کافی ہے اس کے حجت ہونے پر۔
السعایہ ص 123، طبع ہند

اب بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس سے حسن لذاتہ مراد ہے یہ غیرہ؟ جبکہ آپکے حنفی عالم مطلقا اسے راوی کی توثیق پر استعمال کررہے ہیں۔

مزید دیکھیں۔

عینی حنفی ایک مقام پر کہتے ہیں۔

ولما أخرج أبو داود حديثه هذا سكت عنه، وذلك دليل رضاه بصحته.
ابو داود نے اس حدیث کو نقل کیا اور خاموش رہے جو اس کی صحت پر ان کی طرف سے رضا کی دلیل ہے
البنایہ جلد 3 ص 19

عینی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

ولهذا لما أخرج أبو داود هذا الحديث سكت عنه وهو حسن عنده على ما عرف
اس ہی وجہ سے ابوداود نے روایت کو نقل کیا اور خاموش رہے جو اس کی طرف سے حسن ہونے کی دلیل جیسا کہ معروف ہے
البنایہ جلد 11 ص 587۔

اب یہ قاعدہ معروف ہے یا ضعیف؟ اور اس سے اور کیا بتائیں آپکو کہ آپکا حنفی عالم واضح طور پر راوی کی توثیق پر استدلال کر رہا ہے؟

پھر اسی طرح جناب کو ترکمانی حنفی اور ظفر تھانوی دیوبندی کا اسی قاعدہ پر عمل دکھایا لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جناب کیوں ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہیں یا تو انہیں جاہل قرار دے دیں تو ہم اس سے دستبردار ہو جائیں گے ورنہ آپ حنفیوں کے نزدیک یہ قاعدہ راجح اور معتمد ہے اور اسی پر آپکے علماء کا عمل ہے۔

جناب نے کہا۔

/////////
اس کے جواب میں شیعہ مناظر بے بس ہو گئے، اور بلا دلیل ہماری پیش کردہ روایت کے ایک راوی کو نیٹ سے کہیں دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ راوی پر کذب کی تہمت لگی ہے، ہم کہتے ہیں کہ دلیل لائیں کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے۔ باقی ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ اس روایت میں عطیہ العوفی متفرد نہیں، لہٰذا اصول کے تحت، جس کو شیعہ مناظر نے خود زبیر علی زئی کے حوالے سے نقل کیا تھا، اب یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ علامہ ابن حجر کے نزدیک عطیہ العوفی حسن الحدیث ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیعہ مناظر نے جو اصول خود پیش کیا، اب اس پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ باقی انہوں نے جو باتیں کی ہیں، وہ اس اصول کے تناظر میں خانہ پری ہی ہے، اور کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اصول آپ نے ہی آدھا حذف کر کے نقل کیا تھا ، اور ہم نے ہی اس کو پورا نقل کیا تھا۔ اب آپ اس اصول سے کیوں کترا رہے ہیں؟ اسی اصول پر چلیں تو آپ کے سارے حوالے ہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ دوسری سند پر آپ کا لاجواب ہونا عیاں ہے۔
/////////

جناب شاید آپ ٹھیک سے جواب پڑھتے نہیں یا پھر آپ حقیقت سے بھاگتے ہیں آپکو بحق السائلین والی روایت پر یہ جواب دیا گیا تھا جس میں دونوں اسناد کا رد بھی تھا اور فقط عطیہ کی روایت کو واضح قرائن سے حسن دکھایا گیا تھا اسکو دوبارہ دیکھیں اور علمی رد پیش کریں اسکا۔

پہلے تو جان لیجئے کہ اس میں ابو العباس ابوالفضل الاھوازی جس کے بارے میں جھوٹے ہونے کا اتہام ہے اور دوسری بات اس میں ایک راوی کا ترجمہ پیش کیجئے جعفر بن حمدویہ جو ابن رشید سے نقل کررہا ہے، ابن رشید مجھول العین لگتا ہے لہذا اس سے (کس طرح استناد کیا جاسکا ہے۔(یہ آپکی دوسری سند کا رد

تھوڑی تو عقل استعمال کیجئے کس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان واضعین کے طرق پر حکم صحت لگایا ہو یا تو آپ اصول بتادیجئے گا کہ مجہول و جھوٹے راویان کی روایت کو بطور شاہد پیش کرنا صحیح ہے میں نے پورا مقدمہ بنایا تھا آپ اس طرف تو آئے ہی نہیں۔

اگر آپ الفاظ پر غور کیجئے تو واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی مراد فقط حدیث ابی سعید خدری ہی ہے چنانچہ ملاحظہ ہوں:

1حافظ عراقی کا قول ۔
حَدِيث «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلك بِحَق السَّائِلين عَلَيْك وبحق ممشاي هَذَا إِلَيْك فَإِنِّي لم أخرج أشرا وَلَا بطرا وَلَا رِيَاء وَلَا سمعة، خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فأسألك أَن تنقذني من النَّار وَأَن تغْفر لي ذُنُوبِي إِنَّه لَا يغْفر الذُّنُوب إِلَّا أَنْت»
من حَدِيث أبي سعيد الْخُدْرِيّ بِإِسْنَاد حسن

ادھر واضح طور پر سند پر حسن کا لگایا ہے اور وہ بھی ابو سعید خدری کی۔.
المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار ص 384 طبع دار ابن حزم

2 ۔ حافظ دمیاطی کے مطابق اس روایت کی 'سند' حسن ہے، وہ لکھتے ہے:

رواہ ابن ماجتہ واسنادہ حسن انشاء اللہ۔
المتجر الرابح، ص 641، ح 131 طبع مكتبة ومطبعة النهضة الحديثة

3۔ ابن خزیمہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب التوحید میں ضمنا کیا ہے ۔
کتاب التوحید، ص 41، طبع ریاض

لیکن بوصیری کے بقول چونکہ ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں اس روایت کو نقل کیا لہذا یہ روایت ابن خزیمہ کے اصول کے تحت صحیح ہوگی۔
مصباح الزجاجتہ ص 98، طبع بیروت

باقی یہ علماء ہی کا اصول کہ ابن خزیمہ ک اپنی التوحید یا صحیح میں کسی راوی سے اخراج کرنا اس کی توثیق کی دلیل ہے ابن خزیمہ کے نزدیک۔ اور اس میں بھی فقط ابو سعید خدری کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے۔

5 ۔ حافظ منذری اس کو ابو سعید خدری ہی کے حوالہ سے اپنی کتاب میں دو جگہ نقل کرتے ہیں اور دونوں طرف مزے کی بات انتساب بھی ابن ماجہ کی طرف کرتے ہیں۔

پہلی مرتبہ ص 135 پر ابن ماجہ کے حوالہ سے فقط

دوسری مرتبہ بھی ابن ماجہ کی طرف اور پھر سند پر حکم لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

وَحسنه شَيخنَا الْحَافِظ أَبُو الْحسن رَحمَه الله

اس کی سند کو ابو الحسن مقدسی نے حسن کہا ہے
الترغیب و الترھیب جز ص 305، طبع بیروت

ادھر بھی دیکھیں کہ حکم سند پر لگا ہے۔

6۔ ابن حجر کا بھی سنئے کہ وہ اس روایت کو نتائج الافکار ہی سے لاتے ہیں

یہی جاری ہے

باقی آپ کتنا دفاع کی کوشش کررہے ہیں یہ سب ضائع ہے۔ دیکھئے خود ابن حجر جن کی جرح پر کافی ناز ہے آپ کو وہ کہتے ہے اس روایت کی سند پوزیشن پر

(قوله: ((وروينا في كتاب ابن السني عن بلال.
وبالسند الماضي إلى ابن السني مراراً ثنا عبد الله بن محمد البغوي، ثنا الحسن بن عرفة، ثنا علي بن ثابت الجزري، عن الوازع بن نافع، عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، عن بلال رضي الله عنه مؤذن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا خرج إلى الصلاة قال: ((بسم الله، آمنت بالله، توكلت على الله، لا حول ولا قوة إلا بالله، اللهم إني

أسألك بحق السائلين عليك وبحق مخرجي هذا، فإني لم أخرجه أشراً ولا بطراً، ولا رياءً ولا سمعةً، خرجت ابتغاء مرضاتك، واتقاء سخطك، أسألك أن تعيذني من النار وتدخلني الجنة)).

هذا حديث واهٍ جداً، أخرجه الدارقطني في ((الأفراد)) من هذا الوجه، وقال: تفرد الوازع به.
وقد نقل المصنف أنه متفق على ضعفه، وأنه منكر الحديث.
قلت: والقول فيه أشد من ذلك.
قال يحيى بن معين والنسائي: ليس بثقة.
وقال أبو حاتم وجماعة: متروك.
وقال الحاكم: روى أحاديث موضوعة.
وقال ابن عدي: أحاديثه كلها غير محفوظة.

ارمان کا نقل کردہ ابن سنی کا طریق): میں کہتا ہوں اس کہ حدیث واہ ہے،... وزاع نے) ادھر تفرد کیا تھا اور سب متفق ہیں اس کی تضعیف اور منکر حدیث ہونے ابن حجر مزید کہتے ہیں: فقط ضعف کی بات نہیں بلکہ ادھر اس سے زیادہ شدید جرح ہے (اور پھر ان اقوال کو نقل کرتے ہیں)

اور پھر اگلے ہی صفحہ پر وہ عطیہ کی اس روایت کو بایں الفاظ حسن کہتے ہیں:

هذا حديث حسن، أخرجه أحمد عن يزيد بن هارون عن فضيل بن مرزوق.
وأخرجه ابن ماجه عن محمد بن يزيد بن إبراهيم التستري، عن الفضل بن موفق.
وأخرجه ابن خزيمة في كتاب ((التوحيد)) من رواية محمد بن فضيل بن غزوان ومن رواية أبي خالد الأحمر.
وأخرجه أبو نعيم الأصبهاني من رواية أبي نعيم الكوفي.
كلهم عن فضيل بن مرزوق.

تمام طرق کو بقول ابن حجر کے مطابق فضیل بن مرزوق پر منتہی ہوتے ہیں (پڑھ لیجئے پوری عبارت)
نتائج الأفكارفي تخريج أحاديث الأذكار ص268 269 طبع دار ابن كثير

اس سے زیادہ بھی کوئی مزید واضح ارشاد ہوگا بھائی؟ واضح طور پر ابن حجر فقط اور فقط اس ہی سند کی بات کررہے ہیں۔

6۔زاھد کوثری بھی اس روایت کی تحسین کی طرف مائل ہیں۔ اور فقط اس ہی روایت ابی سعید کو نقل کرتے ہیں اور اس پر حکم لگاتے ہیں۔
کتاب محق التقول فی مسالتہ التوسل ص 4-5، طبع مکتب الازھریہ

آپ کس طرح ان سے استشہاد کررہے ہیں سمجھ نہیں آتا۔
لہذا ثابت ہوا کہ تمام حضرات کا مقصد فقط عطیہ کا ہی طریق پیش نظر تھا اور ہم نے ان کی عبارات سے ثابت کیا کہ کہی انہوں نے سند کی تحسین باقاعدہ کی جو یقینا تحسین پر دلالت کرتی ہے۔

جناب آپ نے طحاوی کے احتجاج سے عدم توثیق کو ثابت کرنا چاہا تھا لیکن جواب میں ہم نے آپکو یہ مثالیں پیش کی تھیں کہ آپکے ظفر تھانوی صاحب طحاوی کے احتجاج سے راوی کی حجیت مراد لیتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن کی جلد 4 ص 32 طبع کراچی میں کہتے ہیں۔
(اس اعتراض کے جواب میں کہ راوی مجہول ہے)
میں کہتا ہوں کہ اس کی نہ جرح کی گئی اور نہ تعدیل طحاوی نے اپنی کتاب میں بطور احتجاج اس سے روایت کی ہے تو کم سے کم وہ حسن تو ہوگا۔

یہی علامہ ظفر تھانوی اعلاء السنن، جلد 8، ص 371، طبع کراچی میں کہتے ہیں:
والاثر صالح للاحتجاج بہ لکون الطحاوی ذکرہ فی موضع الاحتجاج
یہ روایت احتجاج کے قابل ہے چونکہ طحاوی نے اس کو احتجاج کے طریق سے نقل کیا ہے۔

اسکا جواب جناب نے کیا دیا۔

/////////
علامہ ظفر تھانوی رحمہ اللہ کا قول خود شیعہ مناظر کے خلاف جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راوی تو تب حسن ہوگا، جب اس پر نہ جرح ہو اور نہ اس کی تعدیل موجود ہو، اور علامہ طحاوی نے اس کی روایت سے احتجاج کیا ہو۔
لہذاشیعہ مناظر نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑے دے ماری ۔ کیوں کہ عطیہ پر جرح کثرت سے موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر بالخصوص یہ لکھا ہے کہ اس راوی کی روایت سے احتجاج کیا ہو، اب یہ کہاں سے لازم ہے کہ علامہ طحاوی ایک روایت کو کوئی سندوں سے نقل کر کے ان سے احتجاج کریں تو وہ ساری سندیں ہی ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ اس پر کوئی محکم دلیل موجود نہیں۔ ہاں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے کسی ایسی روایت سے احتجاج کیا جس کو انہوں نے فقط عطیہ العوفی سے نقل کیا، تو وہی پیش کریں کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا تو ملے۔
///////

جناب آپ کب تک ضد کا دامن تھامے رکھیں گے؟ آپ اس سے فقط جہالت رفع کرنے کا قاعدہ قرار دے رہے ہیں؟ اللہ اکبر۔
کیا فقط کسی استدلال کو ظاہری معنی پر محمول کیا جاتا ہے یا طرز استدلال دیکھا جاتا ہے؟ جناب یہ ہمارے مخالف نہیں بلکہ ہمارے حق میں جاتا ہے کیونکہ جب مجہول راوی طحاوی کے احتجاج سے قابل احتجاج بن گیا تو کجا مختلف فیہ راوی؟
طرز استدلال دیکھ کر بات کو سمجھا کریں جناب فقط ضد بازی پر ہی قائم نہ رہیں اور غور سے بات سمجھا کریں۔
ادھر بات ہمارے ہی حق میں ہے ادھر اصل مسئلہ راوی کی تحسین و تضعیف میں نہیں بلکہ اصل دلالت کلام طحاوی میں ہے اور چونکہ خود آپ کے علماء اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ جب طحاوی کسی راوی سے احتجاج کریں تو وہ ان کے نزدیک معتمد علیہ ہے، وہی بات ہم کرتے ہیں قطع نظر اس چیز سے کہ دیگر اس راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

باقی ظفر تھانوی کی تو بہت ساری باتیں ہمارے حق میں جارہی ہیں جو آپ بھی مانتے ہیں۔ لیکن آپ خود اب اس کتاب سے جان چھڑانے کے چکروں میں نظر آرہے ہیں۔

جناب کہتے ہیں۔

////

اس کے جواب میں شیعہ مناظر بے بس ہو گئے، اور بلا دلیل ہماری پیش کردہ روایت کے ایک راوی کو نیٹ سے کہیں دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ راوی پر کذب کی تہمت لگی ہے، ہم کہتے ہیں کہ دلیل لائیں کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے۔ باقی ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ اس روایت میں عطیہ العوفی متفرد نہیں، لہٰذا اصول کے تحت، جس کو شیعہ مناظر نے خود زبیر علی زئی کے حوالے سے نقل کیا تھا، اب یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ علامہ ابن حجر کے نزدیک عطیہ العوفی حسن الحدیث ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیعہ مناظر نے جو اصول خود پیش کیا، اب اس پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ باقی انہوں نے جو باتیں کی ہیں، وہ اس اصول کے تناظر میں خانہ پری ہی ہے، اور کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اصول آپ نے ہی آدھا حذف کر کے نقل کیا تھا ، اور ہم نے ہی اس کو پورا نقل کیا تھا۔ اب آپ اس اصول سے کیوں کترا رہے ہیں؟ اسی اصول پر چلیں تو آپ کے سارے حوالے ہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ دوسری سند پر آپ کا لاجواب ہونا عیاں ہے۔
حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ
تصحیح الحدیث وتحسینه توثیق لرواته فیما انفردوا فیه الا ما خصص بالدلیل
حدیث کی تصحیح یا تحسین سے اس کے تمام ان راویوں کی توثیق سمجھی جائے گی جو اس روایت میں منفرد ہوں، لیکن اس صورت میں نہیں جب ان کے متعلق کوئی خاص دلیل موجودہوں۔
انوار الصحیفہ ص ۷ طبع پاکستان
/////

سب سے پہلے عرض کہ اگر آپ نے ہمارا پورا جواب پڑھا ہوتا تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے ہم نے ثابت کیا ہے کہ خود علماء جنہوں نے اس روایت کی تحسین و تعدیل کی ہے ان کے پیش نظر فقط وہی روایت تھی اور بعض سے تو صریحا ہم نے دیکھایا بھی کہ وہ اس کی سند پر کلام کررہے تھے، لہذا یہ پھر وہی اعتراض کرنا باطل ہے۔ آپ براہ کرم جواب پڑھیں ہمارا، ایک ایک عالم کا قول اور اس کی پوری تفصیل پیش کی ہے، آپ نے جواب دینے کے بجائے پھر وہی بات کردی جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔

باقی جہاں تک حافظ زبیر علی زئی کی بات ہے تو خدا کا خوف کیجئے، ہم نے کتنی مرتبہ دکھایا ہے کہ خود زبیر صاحب تحسین یا تصحیح ترمذی سے توثیق کی دلیل پکڑتے تھے یہ بات اب محتاج بیان نہیں ایک بار نہیں آپ کو درجن مثالیں اور دی جاسکتی ہیں۔ آپ غور کیوں نہیں کرتے؟ ہم نے تیس کتب سے پہلے ثابت کیا اور خود زبیر علی زئی کا قول کتنی مرتبہ دکھایا لیکن آپ ماننے کےلئے تیار نہیں۔

باقی جو تخصیص دلیل بار بار پیش کررہے ہیں یہ دو وجہ سے آپ کے کام کی نہیں
۱۔ خود عمومی طور پر علماء اور بالخصوص حافظ زبیر زئی نے ترمذی کی تحسینات سے توثیق پر استدلال کیا ہے
2 ،عموما سے استدلال کرنا بالکل صحیح ہے اور تخصیص دکھانا آپ کا کام ہے ہمارا نہیں ۔ خود زبیر علی زئی کے قول سے دکھائے کہ عطیہ العوفی کے بارے میں تحسین روایت ترمذی اس کی توثیق پر دلالت نہیں کرتا۔

جناب نے آگے کہا۔

///
امام ترمذی کے حوالے سے ہم نے تفصیلی گفتگو کی تھی جس کا جواب قسور صاحب کے پاس نہیں تھا۔ صرف ایک بات پر انہوں نے اعتراض کیا۔ اور وہ حسن غریب کو حسن لذاتہ کے حوالے سے تھا۔ جبکہ امام ترمذی کے تساہل، امام ترمذی کی جانب سے کثرت سے خطا کرنے والوں کو غیرِ حجت قرار دینے، امام ترمذی کی جانب سے ابن لھیعہ

جیسےکثیر الخطا راویوں کی حدیث کو حسن غریب قرار دینے کے معاملے پر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، جس کے متعلق ہم نے کہا تھا کہ ایسے راویوں کی حدیث امام ترمذی کے نزدیک صرف متابعات میں مانی جاتی ہے۔ یاد رہے، یہ ہماری جانب سے خاص دلائل تھے، جس کا جواب قسور صاحب عام دلائل سے دینا چاہتے ہیں، جو کہ قواعد کی روشنی میں صریح غلطی ہے۔ لہٰذا یہاں پر قسور صاحب کا لاجواب ہونا عیاں ہے
////

جواب کا تکلف خود نہیں کررہے ہیں اور الزام ہم پر دے رہے ہیں، ہم نے کتنے علماء سے کافی مرتبہ نقل کیا ہے اور خود آخر میں المرسل الخفی سے پورے 3 صفحات کی تفصیلی بحث کا حوالہ دیا تھا جو ہماری بات کی تائید میں تھا۔

باقی جس طرح تساہل وغیرہ کی بات کررہے ہیں تو عرض ہے کہ جنہوں نے الزام لگایا ہے وہ خود ترمذی کی تحسینات سے استدلال کرتے ہیں متساہل ہونے سے کوئی بالکل متروک نہیں ہوجاتا۔ خود آپ کے علماء کی مثالیں پیش کی کہ جب راوی کی ثقاہت کی بات آئی تو انہوں نے بھی ترمذی کی بات کو مورد اعتماد بنایا۔

آگے جناب نے دوبارہ بیہقی کا قول نقل کیا۔

////
س 113 : اذا تعارض جرح مفسر مع تعديل ، فقد قالوا : الجرح مقدم على التعديل ، فهل اذا كان الجرح مجملاً يقدم التوثيق؟
ج : هناك من يقول : ان الرجل اذا ثبتت له منزلة الثقة فلا يزحزح عنها الا بامر جلي وهو تفسير الجرح وهذا يحمل على من اشتهر توثيقه فمن تكلم فيه بعد ذلك فلا يسلم له الا بامر جلى واضح اما من اختلف في توثيقه و تضعيفه, كان يقول ابن معين : ثقة , ويقول أحمد : ضعيف , فلا تتنزل هذه القاعدة, وكون العلماء يقدمون الجرح على التعديل اذا كان مفسرا, لِمَا مع الجارح من زيادة علم, فلا يلزم من ذلك ان يقدموا التعديل, ويهدروا الجرح , لانه مجمل
////

بھائی یہ علان اور فلان کے اقوال جو نقل کررہے ہیں۔ تو ہم نے بھی ابتداء مناظرہ میں کتنے سارے اقوال اس بات پر ہی پیش کئے کہ جرح فقط مفسر قبول ہے اور وہ جرح ہرگز قابل اعتماد نہیں جو غیر مفسر ہو اور اب تو مزید حوالے دینے کا فائدہ بھی نہیں ہے۔ خود یہ کلی قاعدہ نہیں جو آپ بیہقی سے پیش کررہے ہیں کیونکہ شاید عبارت نہیں پڑھی آپ نے۔
یہ اس طرح شروع ہوتی ہے:

هناك من يقول (لوگوں یا علماء میں سے بعض کہتے ہیں) لہذا سمجھ آیا کہ اس میں تبعیض ہے۔ اور یہ قاعدہ چونکہ حنفی علماء کے ہاں مسلم نہیں اس وجہ سے ہم آپ کو پابند کریں گے کہ آپ حنفی علماء کی بات تسلیم کریں جو کہتے ہیں:

حافظ ابن صلاح نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور اسے جمہور محدثین کا مذہب قرار دیا ہے کہ اگر جرح مفسر نہ ہو یعنی اس میں سبب جرح بیان نہ کیا گیا ہو تو تعدیل ہمیشہ اس پر راجح ہوگی۔
حقائق الفقہ، ص 95 از سید مشتاق علی شاہ مکتبہ فاروقیہ گجرانوالہ۔

بھائی آپ خود جمہور کی کافی رٹ لگاتے تھے تو ہم اس جمہور کا واسطہ دے کر کہتے ہیں اس جمہور کی بات مان لیں۔ سبب جرح بتائے۔ ورنہ ایسے تو کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔

جناب نے دوبارہ ابن حجر کا ذکر کیا اور وہ تمام دلائل جو ہم نے اس پر دئے تھے انکو چھوڑ دیا اور کچھ علماء کے اقوال پیش کردئے ابن حجر کی فضیلت میں۔

جناب آپکا اللہ ہی مالک ہے ہم آپکو چوتھی دفعہ دلائل نقل کرنے جا رہے ہیں کہ ابن حجر کی وہ جرح جو متقدمین سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے۔

١۔احمد بن محمد بن عون القواس پر ابن حجر نے ً لہ اوھامٌ کی جرح کی لیکن اسکا تعاقب کرتے ہوئے شعیب ارنووط اور بشار عواد لکھتے ہیں۔

لہ اوھام" لم نجد لہ فیہ سلفا۔"

یہ کہنا کہ ان کو اوھام ہیں (غلط ہے) کیونکہ سلف میں سے (جو ثابت کرتا ہے کہ ابن حجر متاخر ہے اور ان کا قول حجت نہیں) کسی نے ایسا نہیں کہا
(تحریر تقریب جلد ١ صفحہ ٧٥)

٢۔پھر ابن حجر ابراہیم بن الحجاج پر ً یھم قلیلاً کی جرح پھر اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم الکرابیسی پر ابن حجر نے ً لین الحدیثٌ کی جرح کی جسکے تعاقب میں لکھا گیا کہ۔
قولہ "لین الحدیث" لم نجد لہ فیہ سلفا
(تحریر تقریب جلد ١ صفحہ ٣٢٩)

٣۔ ابن حجر ابان بن صالح قرشی کے حالات میں ابن معین عجلی اور ابو حاتم وغیرہ سے اسکی توثیق نقل کرتے ہیں اور بعد میں علماء سے جرح نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

١۔وقال ابن عبد البر في التمهيد حديث جابر ليس صحيحا لان ابان بن صالح ضعيف وقال ابن حزم في المحلى عقب هذا الحديث ابان ليس بالمشهور انتهى

اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔

وهذه غفلة منهما وخطأ تواردا عليه فلم يضعف ابان هذا أحد قبلهما ويكفي فيه قول ابن معين ومن تقدم معه والله أعلم.
(تہذیب التہذیب جلد ١ صفحہ ٨٢)

ابن حجر خود کہتے ہیں کہ یہ انکی غفلت ہے کیونکہ ان سے قبل ابان کی تضعیف نہیں کی گئی اور ابن معین (کا توثیق والا قول) ان سے متقدم ہے۔

انکو جناب نے ابھی تک ہاتھ بھی نہیں لگایا اور جناب کو ابن حجر کے اخلاط اور اوہام پر کثیر تعداد میں حوالہ جات دئے گئے لیکن کچھ جواب نہیں اور آپ دے بھی نہیں پائیں گے۔

آگے جناب کو یہ دلیل بھی دی گئی تھی۔
زبیر علی زئی صاحب کا کہ وہ لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں دونوں اقوال ساقط ہیں۔
(مقالات الحدیث صفحہ ٣٥٧)

اسکا بھی کیا جواب آیا؟ کچھ بھی نہیں اور جناب الٹا اسی ضد پر اٹل ہیں کہ ابن حجر سے جرح قبول ہے۔ مگر کیسے؟ اسکے اوہام اور اخلاط اور اسکے تعارض پر اسقاط حکم کا جواب دیں تو بات آگے چلے نہ۔

مزید بھی ایک اور سنتے جائیں کہ بالفرض اس سیء الحفظ کی جرح کو قبول بھی کیا جائے تو بھی راوی حسن الحدیث کے درجہ سے نہیں گرتا۔

ملاحظہ ہوں شعیب ارنووط اور بشار لکھتے ہیں۔

سعید بن زکریا القرشی۔۔۔۔ وانما انزل الی مرتبة الحسن الحدیث بسبب ضعف فی حفظہ۔۔
سعید بن زکریا قرشی راوی حسن الحدیث کے مرتبہ میں ہے اپنے حفظ کے ضعف کے سبب۔
(تحریر تقریب جلد ۲ صفحہ ۲۹)
اسکین دیکھ لیں۔

لیں جناب اب کیا کہیں گے؟ اور ہماری گزارش ہے کہ اس پر کلام کرنے سے پہلے ابن حجر کے اخلاط اور اوہام کا جواب دیجئے گا اور اسکا بھی کی کہ اسکی منفرد جرح مردود ہے۔

سعيد بن زيد الأزدي ۲۹

۲۳۰۸ ـ سعيدُ بن زكريا القرشي، المَدَائني: صدوقٌ لم يكن بالحافظِ، من التاسعة. ت ق.

● بل: صدوقٌ حسنُ الحديثِ، فالوصف الذي وَصَفَه به المؤلف غير دقيق، وإنما أنزل إلى مرتبة الحسن الحديث بسبب ضعفٍ في حفظه وقلّة في معرفته، وثَّقه أحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وصالح جزرة، وأبو مسعود الرازي، وابن حبان، وقال البخاري: صدوقٌ، كان يحيى بن معين يثني عليه. وقال ابنُ شاهين: ليس به بأس. وقال النسائي: صالح. وقال أبو حاتم: ليس بذاك القوي. وضعَّفه الساجي وحده.

○ ـ سعيدُ بن زياد بن صُبَيح، صوابه: سعيد بن زياد، وهو الشَّيْباني، عن زياد بن صُبَيح. [=۲۰۸۳، ۲۳۱۰].

۲۳۰۹ ـ سعيدُ بن زياد الأنصاري، المدني: مجهولٌ، من السادسة. خت د س.

۲۳۱۰ ـ سعيدُ بن زياد الشَّيْباني، المكي: مقبولٌ، من السادسة. د س.

● بل: صدوقٌ حسن الحديث، فقد روى عنه خمسة، ووثَّقه يحيى بن معين في رواية، وقال في أخرى: صالحٌ، وذكره ابنُ حبان في «الثقات»، وقال العجلي: ثقةٌ، وقال النسائي: ليس به بأس. ولم يهوِّن أمره سوى الدارقطني حيث قال: «لا يُحتجُّ به، ولكن يعتبر به، لا أعرف له إلا حديث التصليب».

۲۳۱۱ ـ سعيدُ بن زياد المُكْتِب المؤذِّن، المدني، مولى جُهَينة: مقبولٌ، من السادسة أيضاً. د س.

۲۳۱۲ ـ سعيدُ بن زيد بن دِرْهَم الأزدي الجَهْضَمي، أبو الحسن البصري، أخو حمادٍ: صدوقٌ له أوهامٌ، من السابعة، مات سنة سبع وستين. خت م د ت ق.

تحرير تقريب التهذيب

للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ۸۵۲هـ

تأليف

الدكتور بشار عواد معروف   الشيخ شعيب الأرنؤوط

الجزء الثاني

مؤسسة الرسالة

آگے آتے ہیں جناب جمہور کی طرف کہ آپکو جمہور کا لفظ بہت پسند ہے اس پر جناب کہتے ہیں۔

////////
پھر جمہور کے متعلق موصوف نے دوبارہ وہی رٹا دہرایا، اور یہ کوشش کی کہ جمہور کی جرح پر اعتراض کریں۔ لیکن یہ سب بے معنی اعتراضات تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے علامہ ظفر احمد تھانوی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا کہ(والحاصل۔۔۔واذ وثقہ احد فلا یقبل فیہ الجرح مبھما) اور حاصل یہ کہ جب کسی ایک نے بھی راوی کی توثیق کی ہو تو اسکے بارے میں جرح مبہم قبول نہیں۔
(قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۱۷۳)
تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطیہ العوفی پر جمہور نے جرح مبہم بھی کی ہے، جرح مفسر بھی کی ہے، اور متقدمین نے بھی جرح کی ہے، اورمتاخرین نے بھی جرح کی ہے۔
متقدمین نے بھی جرح مفسر کی ہے، اور متاخرین نے بھی جرح مفسر کی ہے۔ لہٰذا آپ کااس عبارت سے دلیل پکڑنا بنتا ہی نہیں۔
باقی حجاج بن ارطاۃ کو اگر جمہور نے ضعیف قرار دیا ہو، تو کسی عالم کا اس کی حدیث کو حسن بذاتہ کہنے سے اس کی تحسین ثابت کرنا سوائے جہل اور نادانی کے اور کیا ہے؟
///////

یہ جہالت اور نادانی ہے؟ جناب آپ جمہور کی جرح کے باوجود راوی کو حسن الحدیث کہے جانے کی کوئی تطبیق پیش نہیں کرپارہے ہیں۔

اسکا جواب ہم ہی آپکی نذر کرتے ہیں کیونکہ جناب اپنے اصولوں سے ہی ناآشنا ہیں جسکا جواب آپکو دیتے ہیں۔

مزید آپ نے ایک اور جگہ کہا۔
///////
ہمارا آپ سے مطالبہ تھا کہ کسی ایسی مثال کو پیش کریں جس میں محدث کے نزدیک جرح یا تعدیل جمہور سے بعد ازتحقیق ثابت ہوچکی ہو اور وہ جمہورکے مخالف فیصلہ دے دے (الا یہ کہ وجہ مفسر موجود ہو مثلا زید عند الجمہور ثقہ ہے مگر بکر سے روایت کرنے میں مضطرب/ضعیف ہے)
////////

اول تو جناب بے جا تاویلات کرنے میں ماہر ہوچکے ہیں۔ آپکو جمہور کی جرح کا واضح قول بھی دکھایا گیا اور اسی راوی کو حسن لذاتہ بھی دکھایا گیا اب پہلے تو یہ بتائیں کہ کیا حسن کہنے والے علماء نے وہ اقوال نہیں پڑھے تھے؟ اگر نہیں تو وہ جاہل تھے۔
اور اگر پڑھے تھے تو آپ کی دونمبری ثابت ہوئی۔

جناب اسکا اصل جواب ہم آپکو دیتے ہیں کہ جمہور کی جرح کے باوجود کیوں انکو حسن کہا گیا۔

نیچے اسکا جواب دیکھیں

جناب سب سے پہلے تو ہم ان علماء کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے جمہور کی جرح کو رد کر دیا یہ جانتے ہوئے کہ جمہور نے اس راوی پر جرح کی ہے۔

اول۔
آپکے ممدوح علامہ ادریس کاندھلوی دیوبندی کا جو حوالہ میں نے اوپر دیا تھا جناب نے اسکو دیکھا ہی نہیں ورنہ جناب یہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ وہاں ابوعمر الواقدی کا ذکر ہورہا ہے۔ اب بتائیں کون ہے جو نہیں جانتا کہ اس پر جمہور کی جرح ہے؟ کاندھلوی صاحب بھی جانتے تھے تبھی انہوں نے جارحین کے عدد کا ذیادہ ہونا بھی توثیق کے معاملہ میں مانع قرار دیا۔

دوئم۔
آپکے ممدوح انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں۔
محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔
(فیض الباری جلد ٣ صفحہ ١٦٨)
.اور یہی عالم دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ یہی راوی حسن الحدیث ہے
(نیل الفرقدین صفحہ ٢٩٧ ، ٢٩٨)

سوئم۔
مجمع الزوائد میں امام ہیثمی کئی مقامات پر لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی لیلی کو کثیر علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حسن الحدیث ہے۔
(مجمع جلد ٣ صفحہ ٥١)

اب اسکی وجہ کیا بنی؟ کیا یہ کوئی اصول ہے کہ تضعیف بھی اور تحسین بھی؟
تو جناب آپکو اسکی علت بیان کرتے ہیں کہ واقعی یہ اصول ہے بالخصوص آپ دیوبندیوں کے ہاں مختلف فیہ راوی یعنی جسکی توثیق بھی ہو اور تضعیف بھی ہو وہ حسن الحدیث ہوجاتا ہے قطع نظر اسکے کہ اس پر جمہور کی جرح ہو یا توثیق۔

حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

مختلف فیہ راوی حسن کے درجہ میں آئیگا۔
(مجموعہ رسائل صفحہ ١٩٦)

حافظ ظہور احمد حسینی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جب راوی مختلف فیہ ہو تو اسکی حدیث حسن ہوتی ہے۔
(رکعات تراویح کا تحقیقی جائزہ صفحہ ٤٥)

پھر جناب کے ممدوح مناظر الیاس گھمن دیوبندی لکھتے ہیں۔

چونکہ اس پر کلام ہے اور اسکی توثیق بھی کی گئی ہے لہذا اصول طور پر یہ حسن درجہ کا راوی ہے۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٧ صفحہ ٣٩)

پھر اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

محمد بن ابی لیلی کی بعض لوگوں نے توثیق بھی کی ہے لہذا یہ حسن درجہ کا راوی ہے جیسا کہ ذہبی نے اسے حسن الحدیث کہا ہے۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٣ صفحہ ٥٠)

نوٹ۔ جناب ہم نے عطیہ کو بھی احمد شاکر اور ابن قطان سے حسن الحدیث دکھایا لہذا ضد نہ کریں اور اپنے علماء کی مانیں۔

یہی عالم ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس پر جرح بھی ہو اور محدثین نے اسکی تعدیل و توثیق بھی کی ہو تو وہ راوی حسن کے درجہ میں آجاتا ہے۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٤ صفحہ ٥١)

نیچے اسکین دیکھیں۔

مجموعہ رسائل — 196 — تحقیق مسئلہ تراویح

باوجود ایک بہت بڑا فرق ہے کہ بیس رکعت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے مگر نماز جنازہ میں فاتحہ مدینہ میں بالکل متروک تھی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہمارے شہر مدینہ میں کوئی دستور نہیں (المدونۃ الکبریٰ) سند دونوں کی ایک عمل میں دونوں میں فرق، تراویح میں تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعف ختم ہوگیا مگر پھر بھی استدلال حماقت، فاتحہ کی بحث میں متروک العمل ہونے کی وجہ سے ضعف اور بڑھ گیا مگر اس سے استدلال جائز اور درست

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

راوی کا حال

کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے بنیادی طور پر دو ہی باتیں ضروری ہیں۔ اس کا حفظ ثابت ہو اور عادل ہونا ثابت ہو۔ ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کو حافظ ابن حجر نے الحافظ کہا ہے اور کسی نے اس کے حافظہ پر جرح نہیں کی۔ رہی اس کی عدالت اس کے بارہ میں امام شعبہ کی جرح کا ذہبی نے مذاق اڑایا ہے۔ باقی جارحین صرف شعبہ کے مقلد ہیں۔ تہذیب میں لکھا ہے کہ شعبہ ہمیشہ ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوشیبہ سے شعبہ روایت لیتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شعبہ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہوگا۔ اگر رجوع مان لیا جائے تو راوی ثقہ درجہ صحیح میں ہو گا اگر رجوع ثابت نہ مانا جائے تو راوی مختلف فیہ ہوگا درجہ حسن میں آئے گا اسی لیے میں نے سندہ حسن لکھا تھا۔

اس حدیث کو نہ ماننے کا دوسرا بہانہ یہ ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ کے خلاف ہے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول نصیب ہو وہ اگر قرآن کی آیت کے بھی خلاف ہو تو عمل جائز ہے چہ جائیکہ کسی مضطرب خبر واحد کے خلاف ہو۔ اور یہاں تو اختلاف بھی نہیں کیونکہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارہ میں ہے، یہ تراویح کے بارہ میں۔ کل کو آپ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ عصر کے چار فرض اور مغرب کے تین فرض کی احادیث میں تعارض ہے۔ اگر بفرض محال یہ ایک ہی نماز کے بارہ میں ہوتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعہ رسائل

جلد اول

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب لکھتے ہیں ۔ کہ جب راوی مختلف فیہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوتی ہے ۱۔ بنابریں جب ابن ابی حیۃ اس روایت کا راوی ہے کہ بقول غیر مقلدین اس کی حدیث حسن ہے تو پھر ابراہیم ابوشیبہ جو اس سے بہتر ہے اس کی حدیث کیوں قابل قبول نہیں؟

۔ آپ اپنے بڑوں کے بغاوت ذرا غور کریں ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ابوشیبہ پر کی گئی جرحوں کا جائزہ:۔

مالِ تفصیل کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ابوشیبہ پر جتنی بھی جرحیں کی گئی ہیں، تقریباً وہ سب جرحیں خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی مبہم اور غیر مفسر ہیں: مثلاً امام ابوداؤدؒ، امام بیہقیؒ اور امام زیلعیؒ وغیرہ نے اس کو ضعیف اور امام نسائیؒ وغیرہ نے اس کو متروک کہا ہے اور پہلے ابن ابی حیۃ کے تذکرہ میں غیر مقلدین کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ یہ جرحیں مبہم ہیں: نیز یہ بات بھی متعدد علمائے غیر مقلدین کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ جرح مبہم معتبر نہیں ہے۔

اب ان جرحوں کی حیثیت خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں ملاحظہ ہوں۔

﴿۱﴾ امام بخاری اور امام ابوحاتم نے ابوشیبہ کے بارے میں سکتوا عنہ اور ترکوا عنہ فرمایا ہے اور ان دونوں جملوں سے انہوں نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا بلکہ دوسروں لوگوں کی رائے نقل کی ہے۔ اور یہ کلام بھی موجب جرح نہیں کیونکہ جرح کرنے والے مجہول ہیں چنانچہ اس قسم کی ایک جرح لینوہ کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے اگر لینوہ کہا ہے تو اس کو لین کہنے والے مجہول ہیں لھذا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۲ نیز لکھتے ہیں:۔

اگر جارح مجہول ہے تو اہل علم نے جرح کو قبول نہیں کیا۔ ۳ مزید لکھتے ہیں: یہ کلام موجب جرح نہیں کیونکہ یہ مجہول آدمی سے ہے کہ کس نے یہ کہا ہے ۴۔ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: ابن ابی حاتم کا قول "تکلموا فیہ" کئی لحاظ سے مردود ہے (۲) یہ جرح غیر مفسر ہے (۳) اس کا جارح نہ معلوم ہے۔ ۵

کیا ہم بھی غیر مقلدین سے ایسے ہی انصاف کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ دیدہ باید۔

---

۱ "خیر الکلام" (ص ۲۲۸) ۲ "توضیح الکلام" (۱/۵۳۳) ۳ ایضاً ۴ ایضاً ۵ نور العینین (ص ۸۸)

مؤلف

حافظ ظہور احمد الحسینی

فاضل

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ، جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلہ زاہد آباد مدینہ مسجد حضرو ضلع اٹک پاکستان فون 057-2311400

(قافلہ حق شمارہ ۲۳ صفحہ ۵۰)

تفصیل کے لیے دیکھیے نور الصباح ج1ص164تا167

خود علی زئی کے بزرگوں (قاضی شوکانی، عبدالرحمن مبارک پوری، احمد محمد شاکر، حافظ عبداللہ روپڑی) کی طرف سے بھی محمد بن ابی لیلیٰ کی توثیق ثابت ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

چونکہ بعض حضرات نے اس پر کلام کیا ہے، اس لیے اس کی حدیث درجہ حسن کی ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے: حدیثه في وزن الحسن

(تذکرۃ الحفاظ ج1ص128)

اس کی حدیث درجہ حسن کی ہے۔

محدثین رحمہم اللہ کی تصریحات (تعدیل وتوثیق) ملاحظہ کرنے کے بعد علی زئی صاحب کا یہ فرمان بھی ملاحظہ ہو: "ضعیف راویوں کی ضعیف ومردود روایات سے استدلال کرنا الیاس گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے"

(مضروب حق: 21ص37)

زئی صاحب! غصہ تھوک بھی دیجیے، یہ ضعیف ومردود نہیں بلکہ بتصریح محدثین حسن الحدیث راوی ہے، اپنے گھر کی شہادت پر بھی کان پھیریئے ورنہ شوق سے موتوا

بغیضکم کا مصداق بنیے۔ احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتے ہیں: ومثل هذا [ابن ابی لیلی] لا يقل حديثه عن درجة الحسن المحتج به واذا تابعه غيره كان الحديث صحيحاً

(شرح الترمذی لاحمد شاکر بحوالہ نور الصباح ج1ص167، 166)

ترجمہ: محمد بن ابی لیلیٰ جیسے شخص کی حدیث حسن درجہ سے جو قابل احتجاج ہے، کم نہیں اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔

تنبیہ: علی زئی صاحب نے جرح کے لیے فیض الباری ج3ص168 کا حوالہ دیا۔ عرض ہے کہ موصوف اگر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا پورا موقف نقل کر دیتے تو بات واضح ہو جاتی (لیکن اس میں علی زئی کا پتا صاف ہو جاتا تھا) علامہ کشمیری رحمہ اللہ تو فـــــع

(قافلہ حق شمارہ ۲۷ صفحہ ۳۹)

چونکہ اس پر کلام ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے، لہٰذا اصولی طور پر یہ حسن درجہ کا راوی ہے۔

عمر بن ہارون البلخی: (م294ھ)

آپ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ بعض حضرات نے جرح کی ہے لیکن بہت سے ائمہ نے آپ کی تعدیل وتوثیق اور مدح وثناء میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں: "الحافظ، الامام، المكثر، عالم خراسان، من اوعية العلم" [علم کا خزانہ تھے] كثير الحديث، وارتحل [حصول علم کے اسفار کئے] ثقة، مقارب الحديث۔

[تذكرة الحفاظ للذهبي ج:1ص:249، 248، سير اعلام النبلاء ج:7ص:148تا 152، تهذيب التهذيب ج:4ص:315تا317)

لہٰذا اصولی طور پر آپ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

تنبیہ: راقم نے سہ ماہی مجلہ "قافلہ حق" ج:4 ش:3 میں ایک تحقیقی مضمون "مسئلہ 20 تراویح ۔۔۔۔ دلائل کی روشنی میں" تحریر کیا تھا بعض آل حدیث نے الحدیث ش76 میں بازاری زبان استعمال کر کے اس پر لایعنی اعتراض کئے جن میں سے ایک اعتراض اس حدیث پر بھی تھا جس کا جواب ادارہ کی جانب سے اگلے شمارہ میں بعنوان "بوتل فروش یا ایمان فروش" دے دیا گیا، افادۂ پیش خدمت ہے:

بوتل فروش یا ایمان فروش

بوتل فروش صاحب لکھتے ہیں کہ: "گھمن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے۔ چار رکعت فرض کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا"۔

(الحدیث ش76ص33)

اور اسی کے ذیل میں ہم ایک اور مقدمہ پیش کرتے ہیں کہ محمد بن ابی لیلی پر اسی طرح کی جرح ہوئی جس طرح کی آپ عطیہ پر پیش کررہے ہیں۔

ملاحظہ کریں۔
قال أَبُو طالب , عن أَحْمَد بْن حَنْبَل : كان يَحْيَى بْن سعيد يضعف ابْن أبي ليلى
وقال عبد اللَّه بْن أَحْمَد بْن حَنْبَل , عن أبيه : كان سيئ الحفظ مضطرب الحديث ، كان فقه ابْن أبي ليلى أحب إلينا من حديثه في حديثه اضطراب
فقال : ابن أبي ليلى ضعيف وفي عطاء أكثر خطأ ,
وقال أَبُو بكر بْن أبي خيثمة , عن يَحْيَى بْن معين : ليس بذاك
وقال عَمْرو بْن علي , عن أبي داود : سمعت شعبة , يقول : ما رأيت أحدا أسوأ حفظا من ابْن أبي ليلى
وقال روح بْن عبادة , عن شعبة أفادني ابْن أبي ليلى أحاديث فإذا هي مقلوبة
وقال إِبْرَاهِيم بْن يعقوب الجوزجاني , عن أَحْمَد بْن يونس ، كان زائدة لا يروي عن ابن أبي ليلى ، وكان قد ترك حديثه
وقال يَحْيَى بْن معين , عن المحاربي , قيل لزائدة : لم لا تروي عن ابن أبي ليلى ؟ , قال : بيني وبين ابن أبي ليلى حسن , فلست أذكره ,
وقال مُحَمَّد بْن حميد الرازي , عن جرير بْن عبد الحميد , رأيت مُحَمَّد بْن عبد الرحمن بْن أبي ليلى يخضب بالسواد , وقال أَبُو زرعة : صالح , ليس بأقوى ما يكون
وقال أَبُو حاتم : محله الصدق ، كان سيئ الحفظ , شغل بالقضاء فساء حفظه لا يتهم بشيء من الكذب , إنما ينكر عليه كثرة الخطأ يكتب حديثه ولا يحتج به ,
وابن أبي ليلى والحجاج ابْن أرطاة ما أقربهما
وقال النسائي : ليس بالقوي

(تہذیب الکمال)

اب اس پر بھی اضطراب کی جرح ہے، سیء الحفظ کی جرح ہے، لا یحتج بہ کی جرح ہے، لیس بالقوی کی جرح ہے، لیس باقوی کی جرح ہے۔
اور سب سے بڑھ کر یہ بقول آپکے علماء کے جمہور کی جرح ہے۔

لیکن پھر بھی یہ حسن الحدیث؟
آپکے ممدوح مناظر الیاس گھمن صاحب بھی اسکو مختلف فیہ کہہ کر حسن الحدیث ہی کہتے ہیں۔
(قافلہ حق شمارہ ۲۳ صفحہ ۵۰)

اور انور شاہ کشمیری کا حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ اس پر جمہور کی جرح لکھنے کے باوجود اسکو حسن الحدیث لکھتے ہیں۔

اب یہ کہا ماجرہ ہوا؟ جناب بات وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی کہ مختلف فیہ راوی قطع نظر اسکے کہ اس پر جمہور کی جرح ہو یا توثیق وہ حسن الحدیث ہی ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ عطیہ کو حسن الحدیث کہا گیا مزید حوالہ جات بھی آرہے ہیں اسی پر۔

اور اس سے یہ بات بھی واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ یہ تمام جروح راوی کو حسن الحدیث کے درجہ سے نیچے نہیں گراتیں۔

عجلی پر جناب نے کہا کہ اسکا ناقل ۱۳۷۹ ھ کا ہے تو جناب آپکو ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ مناظرہ کے میدان میں کسی مسجد کے واعظ نہیں۔

آپ نے کہا تھا کہ کسی نے اس قول کو نقل نہیں کیا ہم نے ابوعمر سے آپکو دکھایا اب وہ ۱۳۷۹ ھ کا ہو یا ۱۵۷۹ ھ کا اس سے کچھ فرق نہیں ہمیں۔

باقی جناب عجلی کے تساہل کی بابت جناب نے کہا کہ علماء نے تمام اقوال دیکھ کر ہی ان پر تساہل کا حکم دیا ہے تو جناب ہم کہتے ہیں زبیر علی زئی نے بھی تمام اقوال دیکھ کر ہی تساہل کا رد کیا ہے لہذا یہ قول راجح ہے اور خود آپکے علماء بھی عجلی کی توثیق سے استدلال کرتے ہیں۔

باقی اس پر ہم نے شذرات الذہب اور صفدی کا بھی حوالہ دیا تھا کہ عجلی آئمہ سلف کی مثل ہیں اسکا بھی کوئی جواب نہیں آیا اس دفعہ اور جناب فقط تساہل تساہل کی ضد لگائے بیٹھے ہیں۔

جبکہ خود معلمی کا قول بھی ہم نے دیا تھا کہ انہوں نے عجلی پر تساہل کا حکم استقراء سے لگایا لیکن علی زئی نے اسکا رد بھی کر دیا لہذا وہ استقراء ناقص ہی ٹھہرا۔

مزید جمہور پر بات کر لیتے ہیں جناب کیونکہ جناب نے اسکے ضمن میں کافی دلائل دئے لیکن یہ جناب کے کسی کام کے نہیں۔

اول تو ہم نے اوپر جمہور کا رد کیا مختلف فیہ والے قاعدہ سے اور آپکے علماء سے بھی۔

دوئم ہم نے پچھلی دفعہ امام ابن حزم کا قول بھی دیا تھا کہ جمہور کا قول مطلقا حجت نہیں ہے کیونکہ قرآن و سنت میں اس پر کچھ نہیں۔
(اسکا جواب نہیں آیا جناب اسکو گول کر گئے)

سوئم یہ کہ جناب اس بارے میں آپکے امام اعظم کیا کہتے ہیں وہ بھی دیکھ لیا جائے؟

تو جناب آپکے ممدوح حافظ ظہور احمد دیوبندی لکھتے ہیں۔

بعض محدثین کے نزدیک دو آدمیوں کی توثیق سے راوی ثقہ ہوتا ہے لیکن ابوحنیفہ اور انکے شاگرد ابویوسف کا مذہب ہے کہ کسی ایک محدث کی توثیق سے بھی راوی ثقہ ہوجاتا ہے
"اور اس میں کثرت شرط نہیں"
(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ٤٤٨ ، ٤٤٩)

پس جناب کثرت تو شرط ہی نہیں ہے توثیق کرنے میں بلکہ فقط ایک عالم کی توثیق ہی کافی ہے۔
تو جناب آپ جو جمہور جمہور کا رونا رو رہے ہیں وہ گیا پانی میں۔

اب چار جہتوں سے ہم نے آپکے جمہور والے قول کا رد کیا۔
١۔مختلف فیہ راوی حسن الحدیث ہوتا ہے قطع نظر اسکے کہ جمہور اسکی توثیق کریں یا تضعیف۔
٢۔توثیق میں ایک عالم کا قول بھی ابوحنیفہ کے نزدیک حجت ہے کثرت شرط نہیں۔
٣۔ابن حزم نے کہا ہے کہ جمہور کا کوئی مقام نہیں۔
٤۔آپکے اپنے علماء نے جمہور کی تضعیف کو چھوڑ کر راوی کو حسن الحدیث قرار دیا۔

(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ٤٤٨ ، ٤٤٩)

(۷) راوی کی توثیق کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔

بعض محدثین کے نزدیک کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو محدثین اس کی ثقاہت وعدالت کی گواہی دیں۔ لیکن جمہور محدثین کی طرح امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راوی کے ثقہ ہونے کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

ونقل عن ابی حنیفة وابی یوسف الاکتفاء بالواحد فی التزکیة فی الشهادة، وکذا فی الروایة، وانما اکتفوا بالواحد لانه ان کان المزکی للراوی ناقلا عن غیره فهو من جملة الاخبار، وان کان اجتهاد من قبل نفسه فهو بمنزلة الحاکم، وفی الحالتین لا یشترط التعدد.[۲]

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ گواہ کی طرح راوی کے لیے بھی صرف ایک شخص کا تزکیہ (توثیق) کافی ہے، اس لیے کہ راوی کا تزکیہ کرنے والا (مُوَثِّق) اگر یہ تزکیہ کسی دوسرے شخص سے نقل کر رہا ہے تو اخبار کی اقسام میں سے ہے، اور اگر وہ خود اپنے اجتہاد سے

۱۔ تقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی (۲/۴۵) ۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۷۳۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کی چند اصطلاحات حدیث ۴۴۹

راوی کا تزکیہ کر رہا ہے تو پھر وہ حاکم کے قائم مقام ہے، اور ان دونوں صورتوں میں تعدد (کثرت) شرط نہیں ہے۔

حافظ بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس بابت یہ مذہب نقل کیا ہے۔[۱]

آگے آتے ہیں جناب نے جو مضطرب والی بحث پر کلام کیا جناب آپ نے جتنی بھڑکیں ماری تھیں کبھی اس طرح جواب بھی دیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟

انکا جواب نہیں دیا جناب نے؟

دیکھئے اس بحث میں جائے بغیر کہ آیا اسماعیل بن عیاش ثقہ ہے یا ضعیف ہے وغیرہ، ہم دیکھتے ہیں کہ دار القطنی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں کہتے ہیں۔

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ

یعنی آپ کے پسندیدہ ناقد رجال (اس باب جرح مفسر میں) کہتے ہیں اسماعیل بن عیاش مضطرب الحدیث ہے
سنن دار القطنی جلد 3 ص 432 طبع بیروت

مزے کی بات سنئے علامہ ظفر تھانوی محدث احناف اس کے بارے میں کہتے ہیں:

اسماعیل بن عیاش کی روایت کردہ) انس کی روایت اگرچہ صحیح نہیں لیکن یقینا حسن) سے کم نہیں (ادھر ایک پورا پیراگراف ہے اسماعیل کو بچانے کا جو ہماری بحث سے خارج ہے)
اعلاء السنن جلد 14 ص 565 طبع کراچی

آگے ہم نے ابوحنیفہ پر بھی یہی جرح نقل کی تھی اسکا جواب؟

اسی طرح سنان بن ربیعہ کے بارے میں دار القطنی کہتے ہیں:

سِنَانِ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو رَبِيعَةَ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ
سنن دار القطنی، جلد 1، ص 183

ظفر تھانوی کے بقول اس روایت کی سند اگرچہ صحیح نہیں لیکن حسن ہے۔
اعلاء السنن جلد 1 ص 91 طبع کراچی

نعمان بن ثابت ابوحنیفہ جو آپ کے 'امام اعظم' ہے اور جن سے پوری مسند منسوب کی جاتی ہے وغیرہ ان کے بارے میں البانی نقل کرتے ہیں:

ومنهم الإمام مسلم صاحب الصحيح فقال فى " الكنى " (ق 1/57) : " مضطرب الحديث ليس له كثير حديث صحيح

مسلم صاحب صحیح (مسلم) اپنی کتاب الکنی میں ابوحنیفہ کو مضطرب الحدیث کہتے کہ جس کے لئے زیادہ صحیح حدیث نہیں
إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل ج 2 ص278 طبع بيروت

اور بہت ہی ناانصافی ہوگی اگر ہم دار القطنی کا قول آپ کے 'امام اعظم' کے بارے میں نقل نہ کریں دار القطنی ابوحنیفہ صاحب کے بارے میں کہتے ہے کہ وہ ضعیف ہے ملاحظہ ہوں۔
موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله ج 2 ص 682، طبع بيروت

جناب نے اسکا جواب دیا ہی نہیں یا نظر نہیں آیا؟
اور جناب جو کہہ رہے ہیں کہ ان تمام راویوں کی توثیق جمہور نے کی ہے تو ان پر یہ جرح کام کی نہیں۔ اللہ اکبر۔

جناب آپ لاعلمی اور بے جا تاویلات کی اعلی منزل پر فائز ہوچکے ہیں۔ جبکہ آپکے ہاں اصول کچھ یوں ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لیکن اسکے باوجود آپکے علماء مضطرب راویوں کو حسن الحدیث کہتے ہیں یا اپنی صحیح میں ان سے روایات لیتے ہیں مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

١۔ عبد الملك بن عمير بن سويد بن حارثة القرشي ۔ بخاری نے ٤٤ کے نزدیک روایات اس سے لی ہیں اور مسلم نے ٣٩ کے نزدیک۔

وقال أحمد بن حنبل عبد الملك بن عمير مضطرب الحديث جدا

سير أعلام النبلاء ج٦ ص ٢٢٣ ،)
الجرح والتعديل ج ٥ ص ٣٦٠،
تهذيب الكمال في أسماء الرجال ج ٤ ص ٥٤٧،
تهذيب التهذيب ج٦ ص ٣٦٥).

٢۔ يحيى بن أيوب أبو العباس الغافقي۔ بخاری مسلم دونوں کا راوی۔

قال الدارقطني في بعض حديثه اضطراب

ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج ٤ ص ٣٦٢ ،)
(تهذيب التهذيب ج ١١ ص ٣٦٤

٣۔ عبد الوهاب بن عطاء الخفاف العجلي ۔ مسلم کا راوی

قال أحمد بن حنبل ضعيف الحديث مضطرب

ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج ٢ص ٦٨١ ،)
سير أعلام النبلاء ج ٨ ص ٢٩٣ ،
(الضعفاء الكبير ج٣ ص ٧٧

٤۔ الحارث بن عبيد أبو قدامة البصري۔ مسلم کا راوی۔

قال عنه أحمد بن جنبل مضطرب الحديث

تهذيب الكمال في أسماء الرجال ج ٢ ص ٢٢ ،)
تهذيب التهذيب ج ٢ ص ١٣٠
(الكامل فی الضعفاء جلد ٦

٥۔ يونس بن أبي إسحاق السبيعي ، مسلم کا راوی.

قال عنه أحمد بن حنبل حديثه مضطرب -

الضعفاء الكبير ج٤ ص ٤٥٧ ، الكاشف ج ٢ ص ٤٠٢،)
تهذيب الكمال في أسماء الرجال ج ٣٢ ص ٤٩٢ ،
(ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج ٤ ص ٤٨٢

٦۔ عبد الرحمن بن سلمان الحجري الرعيني المصري۔
مسلم کا راوی۔

وقال أبو حاتم مضطرب الحديث

تهذيب التهذيب ج ٦ ص ١٧٠ ،)
(تهذيب الكمال في أسماء الرجال ج ٤ ص ٤١١

لیں جناب یہ مزید حوالے بھی لیں اور انکا جواب عنایت کریں۔

مزید سنتے جائیں اگر مضطرب ہونا ضعیف ہونے کی ہی نشانی ہے تو جناب آپکی اور میری اماں عائشہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ؟

انکی تراویح والی حدیث میں آپ حنفیوں کے بقول بہت اختلاف ہے اور ان پر مضطرب کا حکم لگایا گیا ہے۔

١۔امام شوکانی مضطرب کہتے ہیں۔
٢۔امام ابن تیمیہ مضطرب کہتے ہیں۔
٣۔ابن حجر مضطرب کہتے ہیں۔
٤۔امام قرطبی بھی۔۔
٥۔اور خود مؤلف حافظ ظہور احمد حسینی دیوبندی بھی۔
(رکعات تراویح کا تحقیقی جائزہ صفحہ ٢٠٢ ، ٢٠٣)

تو جناب اگر مضطرب ضعیف ہی ہوتا ہے تو پھر آپکی میری امی جان میں صدقے میں قربان۔۔ ان پر بھی جرح کر دیں۔

رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ

مؤلف

حافظ ظہور احمد الحسینی

فاضل

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ، جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلہ زاہد آباد مدینہ مسجد حضرو ضلع اٹک پاکستان فون 057-2311400

202

اس طرح مولانا نذیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ کا خود بخاری شریف ۱؎ میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سات بھی پڑھتے تھے نو بھی اور گیارہ بھی۔ ۲؎

پس جب صرف حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی تعداد سے متعلق مختلف روایات مروی ہیں اور آپ ﷺ کا آٹھ سے کم اور آٹھ سے زائد رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے اور ان سب روایات کی صحت خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے تو پھر غیر مقلدین حضرات یہ کیسے دعوی کر سکتے ہیں کہ صرف آٹھ رکعات تراویح پڑھنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

ع بسوخت عقل ز حیرت ایں چہ بو العجبیست

جواب نمبر ۷: حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں اس قدر اختلافات (جن کا ہلکا سا نمونہ آپ نے علمائے غیر مقلدین کے مذکورہ بالا بیانات میں دیکھ لیا ہے) کو دیکھتے ہوئے بعض محدثین نے اس حدیث کو ہی مضطرب قرار دیا ہے۔

علامہ محمد شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: ولاجل هذا الاختلاف نسب بعضهم حديثها الى الاضطرب ۳؎ ۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ان اختلافات کی وجہ سے بعض علمائے محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے۔

علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد تحریر کرتے ہیں: ولما اختلفت الفاظ حديث زعم البعض انه حديث مضطرب ۴؎ ۔

جب حضرت عائشہؓ کے الفاظ میں اختلاف ہوا تو بعض محدثین نے اس کو مضطرب خیال کیا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: واضطرب فی هذا الاصل ۵؎ اس اصل (حدیث عائشہؓ) میں اضطراب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: قال القرطبی اشکلت روایات عائشةؓ علی

۱؎ (۱/۱۵۳) ۲؎ انوار المصابیح (ص ۷۳) ۳؎ نیل الاوطار (۳/۳۹) ۴؎ سبل السلام (۲/۱۳) ۵؎ الفتاوی الکبری (۱/۱۲۷)

رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ

مؤلف

حافظ ظہور احمد الحسینی

فاضل

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ، جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلہ زاہد آباد مدینہ مسجد حضرو ضلع اٹک پاکستان فون 057-2311400

203

کثیر من اهل العلم حتی نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب [1]۔

علامہ قرطبیؒ [2] فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم پر حضرت عائشہؓ کی روایات مشکل ہوئی ہیں یہاں تک کہ بعض اہل علم نے ان کی اس حدیث کو ہی اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے۔

اب جن محدثین نے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے ان کی تحقیق کی رو سے تو یہ حدیث ہی ناقابل حجت ہے۔ کیونکہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ: حدیث مضطرب قابل احتجاج نہیں ہوسکتی [3]۔

جواب نمبر ۸: حدیث عائشہؓ کی روایات میں اختلاف کی وجہ سے جن علماء نے اس حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے ان کے بالمقابل دیگر علمائے کرام جنہوں نے اس کو مضطرب کہنے کی بجائے ان سب روایات میں تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے ان کی تحقیق کی رو سے بھی اس حدیث سے صرف آٹھ رکعات تراویح پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ ان علماء کے نزدیک بھی اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی تمام راتوں کی نماز کا حال مذکور نہیں بلکہ ان کے نزدیک یا تو اس روایت میں اکثر راتوں کا ذکر ہے اور یا یہ تمام روایات آپ ﷺ کے متعدد اوقات اور مختلف حالتوں سے متعلق ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ، قاضی عیاض مالکیؒ سے حضرت عائشہؓ کی روایات میں تطبیق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: واما الاختلاف فی حدیث عائشہؓ فقیل هو منها و قیل من الرواة عنها فیحتمل ان اخبارها باحدی عشرة هو الاغلب وباقی روایاتها اخبار منها بما کان یقع نادرا فی بعض الاوقات فاکثره خمس عشرة برکعتی الفجر واقله سبع وذلك بحسب ما کان یحصل من اتساع الوقت اوضیقه بطول قراءة کما جاء فی حدیث حذیفة ؓ وابن مسعود ؓ اولنوم اوعذر مرض اوغیره اوفی بعض الاوقات عند کبر السن کما قالت فلما اسن ﷺ صلی سبع رکعات [4]۔

[1] فتح الباری (۳/۳۳۹) [2] علامہ عبداللہ قرطبیؒ: مولانا ارشاد الحق اثریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ: علامہ قرطبیؒ فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں ان کے کلام کو بلا دلیل رد کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے۔ "توضیح الکلام" (۱/۶۵) [3] تحقیق الکلام (۲/۷)

[4] شرح مسلم للنوویؒ (۱/۲۵۳)

اور جناب ہم نے یہ دو اقوال بھی پیش کئے تھے جنکا جواب نہیں آیا۔

حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔

مجرد اختلاف کو اضطراب نہیں کہتے ورنہ لازم آئیگا کہ بہت سی صحیح حدیثوں کو مضطرب کہا جائیگا۔
(خیرالکلام صفحہ ۱۷۸)

آپکے صفدر اوکاڑوی دیوبندی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ اضطراب سے راوی کا ضعف ثابت ہوبلکہ یہ صحیح و حسن روایات میں بھی واقع ہوجاتا ہے۔
(انوارات صفدر صفحہ ۲۹۷ ، ۲۹۸)

ان دونوں اقوال سے بھی ثابت ہے کہ مضطرب کوئی مضر جرح نہیں

جناب نے توثیقات پر کلام کرتے ہوئے کہا۔

/////////

ابن سعد کی توثیق کی بات کی تو جناب ان کا ثقہ کہنا بمعنی عدل کے ہیٰں، کیونکہ وہ راویوں کو ثقہ بھی کہہ دیتے ہیں، اور لیس بحجہ بھی کہہ دیتے ہیں، جیسے موسی بن عبیدہ کے متعلق کہا (وکان ثقة كثير الحديث وليس بحجة) حالانکہ ثقہ تو حجت ہوتا ہے۔
لہٰذا ان کا ثقہ کہنا بمعنی عدل کے شمار ہوگا، عام توثیق کی طرح شمار نہیں ہوگا۔
///////

آپ کچھ کہتے آپکے علماء کچھ کہتے ہیں وجہ کیا ہے؟ جناب سب سے پہلے تو یہ کہ عطیہ کے بارے میں ابن سعد نے "ثقہ" اور اسکی احادیث کو "صالح" کہا ہے۔

لہذا جناب کا یہ کہنا کہ انکی توثیق سے عدل مراد لیا جائے غلط ہے۔
اگلی بات۔ کیا آپکے رجال کے علماء ابن سعد کے اقوال سے استدلال نہیں کرتے؟ اگر نہیں کرتے تو بتائیں ہم دکھاتے ہیں اوراگر کرتے ہیں تو پھر حیرت ہے کہ جناب کو اپنے مشائخ الرجال سے بھی ذیادہ علم ہو گیا ہے۔
باقی اس سے توثیق ثابت ہے یا نہیں یہ آگے آرہا ہے۔

اور جناب نے نے جو ابن خزیمہ کی بات کی تو اس پر جرح کرنے کے باوجود اسکی روایات کو اپنی صحیح میں لکھا؟ جناب افسوس صد افسوس آپ اپنے تمام علماء کا بھیڑا ہی غرق کررہے ہیں۔

عطیہ پر ابن خزیمہ نے اگر جرح کی بھی تو وہ کسی کام کی نہیں کیونکہ انکے مطابق اسکے باوجود عطیہ کی روایات قابل احتجاج ہیں کیونکہ اگر قابل احتجاج نہ ہوتیں تو وہ صحیح میں اسکی روایات نہ لاتے۔

ہم جناب کو عطیہ کی مزید توثیقات نقل کرتے ہیں۔

١۔آپ نے البانی کی بات کی تھی تو جناب البانی اسی عطیہ کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔
(صحیح الادب المفرد صفحہ ٦٣)

٢۔محقق حمزہ احمد الزین اسی عطیہ کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔
(مسند احمد بن حنبل جلد ١٠ صفحہ ٢٥)
نوٹ:
حالانکہ محقق نے یہ بھی لکھا ہے "تکلموا فی حفظہ" لیکن اسکے باوجود اسکو حسن الحدیث قرار دیا کیونکہ وجہ وہی ہے کہ حافظہ کا ضعف حسن الحدیث کے مرتبہ سے نہیں گراتا۔

٣۔محقق بدر بن عبداللہ بدر عطیہ کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔
(جزء الالف دینار صفحہ ٢٣٨)

٤۔آپکے امام حسین بن مسعود البغوی عطیہ کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔
(شرح السنة جلد ١٤ صفحہ ٩٩ ، ١٠٠)

٥۔محقق شریف حاتم بن عارف العونی عطیہ کی روایت کوحسن قرار دیتے ہیں۔
(احادیث الشیوخ الثقات صفحہ ٥٢٦-٥٢٨)

٦۔ہیثمی اسی عطیہ کو حسن الحدیث قرار دیتے ہیں۔

رواه أحمد والطبراني في الاوسط وفيه محمد بن أبی لیلی وعطیة وكلاهما فيه كلام وحديثهما حسن ۔
(مجمع الزوائد جلد ٣ ص ٥١)

https://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php...

نوٹ:
قطع نظر اسکے کہ ہیثمی نے کئی مقامات پر ان دونوں کو ضعیف بھی کہا ہے لیکن یہ تضعیف بھی انکے نزدیک ان رواۃ کو حسن الحدیث کے مرتبہ سے نہیں گراتی۔

٧۔سب سے اہم حوالہ جناب کی نذر کررہا ہوں کہ آپکے ممدوح عالم جنہوں نے ابوحنیفہ کا قرض حنفیوں سے اتارا۔ آپ سمجھ گئے ہونگے جناب آپکے ظفر تھانوی دیوبندی صاحب.انہوں نے ایک روایت نقل کی دو اسناد سے ایک ابن ماجہ اور ایک طبرانی سے۔ آگے وہ لکھتے ہیں کہ طبرانی کی سند میں حجاج بن ارطاۃ اور عطیہ ہیں اور ان دونوں کے بارے میں کلام ہے (یعنی جناب موصوف جانتے ہیں انکی تضعیف کے اقوال اسکے بعد وہ کچھ علماء کے جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں عطیہ پر اور اسکے بعد لکھتے ہیں۔

فالحدیث بسند الطبرانی حسن۔
پس طبرانی کی حدیث کی سند حسن ہے۔

مزید اسی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔
ولا شک فی ضعف اسناد ابن ماجہ ففیہ مبشر بن عبید وضاع صاحب اباطیل۔۔۔۔۔ واما اسنادہ عند الطبرانی فی الکبیر ۔۔۔فعلم ان سند الطبرانی لیس فیہ غیر حجاج وعطیہ احد متکلم فیہ وکلاھما حسن الحدیث کما عرفت فلا یصح تضعیف بکلام الحافظ والنووی فی سند ابن ماجہ کما فعلہ بعض الناس۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن ماجہ کی سند میں ضعف ہے مبشر بن عبید وضاع کی وجہ سے اور جیسا کہ طبرانی کی سند کبیر میں ہے اس میں عطیہ اور حجاج متکلم فیہ ہیں اور یہ دونوں حسن الحدیث ہیں پس حافظ اور نووی کے قول سے ابن ماجہ کی سند کی تضعیف صحیح نہیں (کیونکہ اسکی متابعت عطیہ کی روایت سے ہے) اور جیسا کہ بعض لوگوں بھی تضعیف کی وہ بھی صحیح نہیں۔
(اعلاء السنن جلد ٧ صفحہ ١٤)

نوٹ:
یہاں ہمارا مدعا مکمل طور پر ثابت ہوا کیونکہ جناب کا ایک بنیادی عالم عطیہ پر جرح و تعدیل کے اقوال پرکھنے کے بعد اسکو حسن الحدیث کہہ رہا ہے۔٨۔ ابن قطان بھی عطیہ کو حسن الحدیث کہتے ہیں۔
(نصب الرایہ جلد ٤ صفحہ ٦٨)

جناب نے ان عالم پر اعتراض کیا تھا کہ انکو وہم ہوتے ہیں لیکن وہم کا اعتراض باطل ہوا کیونکہ انکا قول متابعت میں بھی حجت ہے اور ابن حجر کو بھی وہم ہوتے تھے اس پر بھی جرح کریں۔

٩۔احمد الشاکربھی اسکو حسن الحدیث قرار دیتے ہیں۔
(سنن الترمذی جلد ٢ صفحہ ٣٤٣)

جناب نے ان پر بھی جرح لیکن وہ بھی باطل ہوئی اور جناب مزیر بھی سنتے جائیں کہ جس طرح کا قول انکا عطیہ کے بارے میں ہے اسی طرح کا محمد بن ابی لیلی کے بارے میں ہے جس سے جناب کے ڈیروی دیوبندی صاحب نور الصباح میں استدلال کرتے ہیں اور آپ جناب احمد الشاکر کو مجروح کرنے نکلے ہیں۔ سبحان اللہ۔
آپکے علماء کچھ کہتے ہیں اور آپ کچھ۔

۱۰۔امیر علی حنفی تلمیذ عبدالحئی حنفی کا بھی جناب کو حوالہ دیا تھا کہ انہوں نے بھی عطیہ کو حسن الحدیث مانا ہے۔
(تعقیب التقریب حاشیہ تقریب صفحہ ۳٦۳)

https://library.islamweb.net/newlibrary/display_book.php?bk_no=87&ID=917&idfrom=4842&idto=4854&bookid=87&startno=7

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱۰ صفحہ ۲۵)

المسند
للإمام
أحمد بن محمد بن حنبل
١٦٤ - ٢٤١
شرحه وصنع فهارسه
حمزة أحمد الزين
الجزء العاشر
من الحديث ١٠٩٢٧
إلى الحديث ١٢٧١٧
دار الحديث
القاهرة

نضرة عن سعيد الخدري عن النبي ﷺ.

١٠٩٨٠ـ حدثنا سفيان عن مطرف عن عطية عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال: «كيف أنعم وقد إلتقم صاحب القرن القرن وحنى جبهته وأصغى سمعه ينظر متى يومر» قال المسلمون يا رسول الله فما نقول؟ قال: «قولوا حسبنا الله ونعم الوكيل على الله توكلنا».

١٠٩٨١ـ حدثنا سفيان عن عبد الملك يعني ابن عمرو عن قزعة عن أبي سعيد رواية يبلغ به النبي ﷺ: «لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا ومعها ذو محرم» ونهى عن صيام الفطر ويوم النحر، ونهى عن صلاتين صلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وبعد الصبح حتى تطلع الشمس، ولا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجد رسول الله ﷺ والمسجد الأقصى».

١٠٩٨٢ـ حدثنا سفيان عن عمرو سمع جابراً يحدث عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ: «يأتي على الناس زمان يغزو فئام من الناس فيقال هل فيكم من صاحب رسول الله ﷺ فيقولون نعم فيفتح لهم، ثم يغزو فئام من الناس فيقال هل فيكم من صاحب من صاحب رسول الله ﷺ فيقولون نعم فيفتح لهم ثم يغزو فئام من الناس فيقولون هل فيكم من

(١٠٩٨٠) إسناده حسن. لأجل عطية العوفي بن سعد بن جنادة تكلموا في حفظه، ومطرف هو ابن طريف ثقة، والحديث عند الترمذي ٦٢٠/٤ رقم ٢٤٣١ وحسنه.
(١٠٩٨١) إسناده صحيح. وقزعة هو ابن يحيى البصري ثقة، والحديث بشطره الأول عند البخاري ٥٤/٢ ومسلم ٩٧٥/٢ رقم ١٣٣٨ وأبي داود ١٧٢٧ والحديث مر شطره الثاني في ١٠٧٩٠ والشطر الثالث كذلك والرابع في ١٠٤٥٥.
(١٠٩٨٢) إسناده صحيح. رجاله أئمة، سفيان هو ابن عيينة وعمرو هو ابن دينار وجابر هو ابن عبدالله الصحابي، والحديث عند البخاري ٤٤/٤ في الجهاد/ من استعان بالضعفاء، =

(٢٥)

(جزء الالف دینار صفحہ ۲۳۸)

جزء الألف دينار

وهو الخامس من

الفوائد المنتقاة والأفراد الغرائب الحسان

تصنيف

أبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي

٢٧٤ - ٣٦٨ هـ

حققه وخرج أحاديثه

بدر بن عبد الله البدر

دار النفائس

الكويت

٥ ـ أحمد بن منيع عند ابن خزيمة (١٤٢٨).

* * *

١٥٠ ـ حَدَّثَنَا الفَضْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بنُ عَبْدِالله البيتامي [1] قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ ابنُ سِنَانٍ الأَنْصَارِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ العَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُول الله ﷺ: «إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ العُلَىٰ لَيَرَاهُمْ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ كَمَا تَرَاءَوْنَ الكَوْكَبَ الدُّرِيَّ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا».

* * *

صحيح. أخرجه الحميدي (٧٥٥) وابن أبي شيبة (١٢ : ٦) وأحمد في «المسند» (٣ : ٢٧، ٥٠، ٧٢، ٩٣، ٩٨) وفي «الفضائل» (١٦٢، ١٦٤، ١٦٦، ١٦٧، ١٦٩) وأبو داود (٣٩٨٧) والترمذي (٣٦٥٨) وابن ماجه (٩٦) وابن أبي عاصم في «السنة» (١٤١٦، ١٤١٧) وعبدالله بن أحمد في زوائد «الفضائل» (١٦٨، ٢١٢) وأبو يعلى (١١٣٠، ١١٧٨، ١٢٩٩) والدولابي (١ : ١٠٤) وأبو بكر الشافعي في «الغيلانيات» (٦٠، ٦٢) والطبراني في «الأوسط» (١٧٩٩، ٢٩٧٥) وفي «الصغير» (٣٥٣، ٥٧٠) وابن عدي (٢ : ٧٨٩، ٦ : ٢٠٦) والمصنف في زوائده على «الفضائل» (١٣١، ٥٦٨، ٥٦٩، ٥٩٦، ٦٤٦، ٦٥٠، ٦٦٧، ٦٧٣) وتمام في «الفوائد» (٩١٢ ـ ٩١٥) والسهمي في «تاريخ جرجان» (ص١٧٦، ٢٤٨) وأبو نعيم (٧ : ٢٥٠) والبيهقي في «البعث» (٢٥٠) والخطيب (١٢ : ١٢٤، ٣ : ١٩٥) والبغوي (١٤ : ٩٩، ١٠٠) وابن عساكر (١٣/٢٤/١ ـ ٢/٢٥) وابن بلبان في «تحفة الصديق» (١٢) والذهبي في «معجمه» (١ : ١٢٩ ـ ١٣٠) من طرق كثيرة عن عطية العوفي به.

---

(١) كذا في الأصل، ولم أهتد إلى أصل هذه النسبة، إلا أن تكون هي التي ذكرها المعلمي في تعليقه على «الأنساب» للسمعاني (٢ : ٣٨٧): «البيتمي»، وهي نسبة إلى «بيت أيها» قرية بدمشق. وهذا الراوي وشيخه لم أهتد إلى ترجمتيها.

(شرح السنة جلد ١٤ صفحہ ٩٩ ، ١٠٠)

شرح السنة

تأليف

الإمام المحدث الفقيه الحسين بن مسعود البغوي

(٤٣٦ - ٥١٦ هـ)

حققه وعلق عليه وخرج أحاديثه

شعيب الأرناؤوط

الجزء الرابع عشر

المكتب الإسلامي

الدهقان ، نا أحمد بن عبد الجبار بن محمد العطاردي (ح) وأخبرنا أبو القاسم الحنيفي ، أنا أبو بكر الجيري ، أنا أبو جعفر عبد الله ابن إسماعيل الهاشمي ، نا أحمد بن عبد الجبار العطاردي ، حدثنا أبو معاوية ، عن الأعمش ، عن عطية

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ العُلَىٰ لَيَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ الكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي أُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا »

---

(١) البخاري ٧/٣٣ في فضائل أصحاب النبي : باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لو كنت متخذاً خليلاً، وباب مناقب عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، ومسلم (٢٣٨٩) في فضائل عمر رضي الله تعالى عنه .

هذا حديث حسن [1] ورواه أبان بن تغلب عن عطية ، عن أبي سعيد أن النبي ﷺ قال : « إنَّ الرجل من أهل عليين ليُشرِفُ على أهل الجنة فتضيءُ الجنةُ لوجهه كأنها كوكبٌ دُرِّيٌّ ، وإنَّ أبا بكر وعمر لمنهم وأنعما » .

٣٨٩٣ ـ أخبرنا محمد بن الحسن الميربندكشاني ، أنا أبو العباس

(احاديث الشيوخ الثقات صفحہ ٥٢٦-٥٢٨)

أحاديث الشيوخ الثقات

الشهير بـ: المشيخة الكبرى

رواية القاضي أبي بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد الأنصاري

المعروف بـ: قاضي المارستان

(٤٤٢هـ - ٥٣٥هـ)

دراسة وتحقيق

الشريف حاتم بن عارف العوني

المجلد الثاني

النص المحقق

دار عالم الفوائد

للنشر والتوزيع

[٨٣] أبو الحسين محمد بن أحمد النرسي، قال: أخبرنا أبو القاسم عُبَيدالله ابن محمد بن إسحاق بن سليمان بن مخلد بن حَبَابة، قراءةً عليه وأنا أسمع، في سنة ست وثمانين وثلاثماية، قال: حدثنا عبدالله بن محمد البغوي، قال: حدثنا علي بن الجعد، قال: أخبرنا فضيل بن مرزوق[١]، عن عطيّة[٢]،

= وهو: عبدالرحمن بن أبي بكر بن عبيدالله بن أبي مُلَيْكة التيمي المُلَيكي، المدني: ضعيف. (التقريب: ٣٨٣٧).

قلت: فعلى قول الدارقطني وابن ماكولا يكون مرجع هذا الحديث إلىٰ هذا الراوي الضعيف، فيكون الحديث ضعيفًا.

أمّا أوائل الحديث، وهو الأمر بالرفق والترغيب فيه، فصحيح من حديث عائشة رضي الله عنها ومن حديث غيرها؛ أخرجه من حديث عائشة رضي الله عنها الإمام مسلم (رقم ٢١٦٥، ٢٥٩٣، ٢٥٩٤)، وغيره.

(١) فُضَيل بن مرزوق الأغر الرَّقاشي، الكوفي، أبو عبدالرحمن، (ت حدود ١٦٠هـ): صدوق يَهِم، ورُمي بالتشيّع. (التقريب: ٥٤٧٢).

(٢) عطيّة بن سَعْد بن جُنادة العوفي الجَدَلي، الكوفي، أبو الحسن، (ت ١١١هـ): صدوق يخطيء كثيرًا، وكان شيعيًا مدلّسًا (ط/ ٤). (التقريب: ٤٦٤٩، وتعريف أهل التقديس: ١٢٢).

قلت: وَضع عطيّة العوفي في الطبقة الرابعة من المدلسين فيه نظر، حتى عند مَنْ وصفه بالتدليس! حيث إن الطبقة الرابعة من المدلسين طبقة من اتُّفق علىٰ أنه لا يُحتَجُّ بشيءٍ من حديثهم إلاّ بما صرّحوا فيه بالسماع، وعطيّة العوفي حتّى وإن قال: «حدثني أبو سعيد» لا يُقبل حديثُه عند مَنْ وصفه بالتدليس، لأن تدليسه تدليس شيوخ، لا تدليس إسناد حتى يؤثر في قبول عنعنته!!.

قال الإمام أحمد في العلل (رقم ١٣٠٦): «هو ضعيف الحديث. بلغني أن عطيّة كان يأتي الكلبي فيأخذ عنه التفسير، وكان يكنّيه بأبي سعيد، فيقول: قال أبو سعيد».

وقال ابن حبان في المجروحين (٢/ ١٧٦ ـ ١٧٧): «سمع من أبي سعيد =

أحاديث الشيوخ الثقات

الشهير بـ: المشيخة الكبرى

رواية القاضي أبي بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد الأنصاري

المعروف بـ: قاضي المارستان

(٤٤٢هـ - ٥٣٥هـ)

دراسة وتحقيق

الشريف حاتم بن عارف العوني

المجلد الثاني

النص المحقق

دار عالم الفوائد

للنشر والتوزيع

عن أبي سعيد، قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى علىٰ جنازة، وتبعها، كان له قيراطان. ومن صلى عليها، ولم يتبعها، كان له قِيراط. قيل: يارسولَ الله،

= الخدري أحاديث، فلما مات أبو سعيد جعل يجالس الكلبي ويحضر قَصَصه... وكنّاه أبا سعيد، ويروي عنه؛ فإذا قيل له: مَنْ حَدّثك بهذا؟ فيقول: حدثني أبو سعيد، فيتوهّمون أنه يريد أبا سعيد الخدري، وإنما أراد الكلبي. (ثم أسند ابن حبان إلىٰ) أبي خالد الأحمر، قال: قال لي الكلبي: قال لي عطيّة، كَنَّيتُك بأبي سعيد، قال: فأنا أقول: حدثنا أبو سعيد».

وقال ابن رجب في شرح علل الترمذي (٢/ ٨٢٣)، بعد نقل كلام الكلبي عن تدليس عطية العوفي له: «ولكن الكلبي لا يُعتمد على مايرويه. وإن صحّت هذه الحكاية عن عطيّة، فإنما يقتضي التوقف فيما يحكيه عن أبي سعيد من التفسير خاصة. فأما الأحاديث المرفوعة التي يرويها عن أبي سعيد، فإنما يريد أبا سعيد الخدري، ويصرّح في بعضها بنسبته».

وقد كنتُ علىٰ أن عطيّة العوفي يُدلّس هذا التدليس القبيح، حتى تنبّهتُ إلىٰ أن الإمام الترمذي كان جاريًا في جامعه علىٰ تحسين مايستغربه من حديث عطيّة عن أبي سعيد، فانظر جامعه (رقم ١٣٢٩، ٢١٧٤، ٢٣٥١، ٢٥٢٤، ٢٥٩٠، ٢٩٢٦، ٢٩٣٥، ٣٠٧١، ٣١٩٢، ٣٧٢٧).

وإجلالي للترمذي جعلني أعاود النظر في وصفه بهذا التدليس، فظهر لي أنه لا يصحّ عنه!!.

فدليل ابن حبان الذي أسنده، وأخرجه الإمام أحمد في العلل (رقم ٤٥٠٠)، والعقيلي (٣/ ٣٥٩)، وابن عدي (٥/ ٣٦٩)، إنما هو من كلام الكلبي نفسه عن عطيّة، والكلبي كذّاب، فكيف يُقْبل نَقْلُه في جرح راوٍ أو وصفِه بالتدليس؟!!.

ولعل الإمام أحمد لذلك لم يجزم بالخبر، وإنما قال: «بلغني».

أمّا ابن حبان فجزم، ولما ذكر دليلَه علىٰ هذا الجَزْم ألفيناه غيرَ صالحٍ للاستدلال!.

فرحم اللهُ الترمذي! كم يُتّهم بالتساهُل؟! وإنّما ذنبه أنه علم ماجهله غيره!!.

أحاديث الشيوخ الثقات

الشهير بـ: المشيخة الكبرى

رواية القاضي أبي بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد الأنصاري

المعروف بـ: قاضي المارستان

(٤٤٢هـ - ٥٣٥هـ)

دراسة وتحقيق

الشريف حاتم بن عارف العوني

المجلد الثاني

النص المحقق

دار عالم الفوائد

للنشر والتوزيع

وما القيراط؟ قال: مِثْلُ أُحُدٍ»[١].

[١٤/ ب] [٨٤] أخبرنا أبو الحسين النرسي، قال أخبرنا أبو الحسين / عبدالوهاب ابن الحسن بن الوليد الكلابي[٢]، قراءة عليه بدمشق وأنا أسمع، في جمادى

(١) إسناده حسن.

وهو في حديث علي بن الجعد لأبي القاسم البغوي (رقم ٢٠٨٨).

وأخرجه الإمام أحمد (٣/ ٢٠) ـ ووازنه بأطراف المسند (٦/ ٢٩٤)، حيث وقع في المطبوع سَقْطٌ في الإسناد ـ، والبزار في مسنده ـ الكشف ـ (رقم ٨٢٤)، من طريق فضيل بن مرزوق . . به.

وقد توبع عطيّة العوفي، فقد أخرجه الإمام أحمد (٣/ ٢٧، ٩٦ ـ ٩٧)؛ من طريق محمد بن يوسف بن عبدالله بن سلام، عن أبي سعيد الخدري . . بنحوه.

ومحمد بن يوسف بن عبدالله بن سلام الإسرائيلي، المدني: مقبول. (التقريب: ٦٤٥٣).

قلت: والحافظ إنما قال ذلك فيه، لأنه لم يذكر في التهذيب (٩/ ٥٣٤)، إلاّ أن ابن حبان ذكره في الثقات (٥/ ٣٦٨)، وأن البخاري ذكر له حديثًا، وقال: «لا يتابع عليه ولا يصح»، كما في التاريخ الكبير له (١/ ٢٦٣).

وفات الحافظ أنّ الترمذي حسن له ما استغربه من حديثه، في الجامع (رقم ٣٦١٧).

وأمّا ماقاله البخاري، فلا يلزم أنه يتناول بالتضعيف محمد بن يوسف، لأنّ راويه عن محمد بن يوسف ضعيف، وهو عثمان بن الضحاك بن عثمان المدني، كما في التقريب (رقم ٤٥١٣).

وعلىٰ هذا يكون محمد بن يوسف حسنَ الحديث، فيكون حديثُه هذا متابعًا حسنًا لحديث عطيّة العوفي.

(٢) وُلد سنة (٣٠٦)، وتوفي سنة (٣٩٦هـ)، ويُعرف بأخي تبوك.

قال عنه عبدالعزيز الكتاني في ذيل تاريخ مولد العلماء ووفياتهم (١٢٥ رقم =

(اعلاء السنن جلد ٧ صفحہ ١٤)

إعلاء السنن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي

أول طبعة على الكمبيوتر مزينة بترقيم الأحاديث، وعنوان البحث في أعلى كل صفحة، مع تصحيح الأخطاء المطبعية الواقعة في الطبعة السابقة

الجزء السابع

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

أشرف منزل د/٤٣٧، گارڈن ایسٹ، کراتشی۵، باکستان

يركع قبل الجمعة أربعًا وبعدها أربعًا لا يفصل بينهن»، قلت: رواه ابن ماجة باختصار الأربع بعدها، رواه الطبراني في "الكبير" وفيه الحجاج بن أرطاة وعطية العوفي، وكلاهما فيه كلام، "مجمع الزوائد" (١:٢٢٠). قلت: وكلام الهيثمي مشعر بأن ليس في سند الطبراني أحد غيرهما متكلم فيه، وأما الحجاج وعطية فقال العيني في "العمدة" (٣:٣٣٤): حجاج صدوق روى له مسلم مقرونا، وعطية مشاه يحيى بن معين فقال: فيه صالح اهـ. وفي "التهذيب" (٧:٢٢٥. ٢٢٦) في ترجمة عطية: قال أبو زرعة: لين، وقال ابن سعد: كان ثقة إن شاء الله تعالى، وله أحاديث صالحة، ومن الناس من لا يحتج به اهـ. وضعفه آخرون، فالحديث بسند الطبراني حسن.

"مجمع الزوائد" ثم حكى تضعيفه عن الحافظ في "الفتح"، والحافظ إنما ضعفه بإسناد ابن ماجة فقط، ولفظه: ومنها عن ابن عباس مثله وزاد: لا يفصل في شيء منهن»، أخرجه ابن ماجة بسند واه، قال النووي في "الخلاصة": إنه حديث باطل اهـ (٣:٣٥٥). وعزاه في "التلخيص" أيضًا إلى ابن ماجة فقط (١:١٤٠) وقال: وإسناده ضعيف جدا اهـ. ولا شك في ضعف إسناد ابن ماجة، ففيه مبشر بن عبيد وضاع صاحب أباطيل كما في "النيل" (٣:١٣١). وفي "التقريب": متروك، ورماه أحمد بالوضع، له في ابن ماجة حديث واحد[١] في غسل الميت اهـ (ص-٢٠٣).

وأما إسناده عند الطبراني في "الكبير" فسالم عن مبشر بن عبيد هذا، ولو كان فيه لصاح به الهيثمي قبل الكلام على حجاج وعطية، لكونه أسوأ حالا منهما، فعلم أن سند الطبراني ليس فيه غير حجاج وعطية أحد متكلم فيه، وكلاهما حسن الحديث كما عرفت، فلا يصح تضعيف الحديث بكلام الحافظ والنووي الوارد في سند ابن ماجة كما فعله بعض الناس، والله تعالى أعلم.

واحتج العلامة ابن أمير حاج في "شرح المنية" للأربع قبل الجمعة بما رواه أبو داود والترمذي عن أبي أيوب الأنصاري: «كان عليه السلام يصلي بعد الزوال أربع ركعات،

(١) قلت: وكيف يقول الحافظ: له في ابن ماجة حديث واحد في غسل الميت وهو يضعف له حديثًا آخر في الصلاة قبل الجمعة؟ ولقد صدق القائل: لكل جواد كبوة ولكل سيف نبوة.

مزید اسی کی توثیقات پر بات کرتے ہی جناب۔

۱۱۔ ابن معین سے عطیہ کی توثیق ثابت ہوئی کیونکہ انکی طرف سے جو جرح نقل کی گئی اسکی سند مجروح ہے اور ابن معین متشدد بھی ہیں۔ لہذا توثیق راجح ہے۔

۱۲۔عجلی سے بھی توثیق ثابت ہوئی جناب نے جو تساہل کا الزام لگایا اور ادھر ادھر ہاتھ پیر مارے وہ سب ناکام ہوئے۔

۱۳۔ ابن سعد سے واضح طور پر توثیقی کلمات دکھائے گئے۔

۱٤۔ابن شاہین سے توثیق پیش کی گئی۔

۱۵۔ابوداود سے عطیہ کی روایات کی تحسین دکھائی گئی یعنی عطیہ کا حسن الحدیث ہونا دکھایا گیا۔

بحق السائلین والی روایت سے عطیہ کے ہی طرق پر علماء کا تحسین کرنا دکھایا گیا جن میں درجذیل علماء تھے۔

۱٦۔حافظ دمیاطی
۱۷۔حافظ منذری
۱۸۔زاہد کوثری
۱۹۔تصحیح ابن خزیمہ اور ابن خزیمہ کا اسکے علاوہ بھی عطیہ کی روایات سے نقل کرنا۔

آگے جناب وہ قاعدہ کے ابوحنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں جن میں درجذیل علماء ہیں۔

۲۰۔خود ابو حنیفہ
۲۱۔امام سیوطی
۲۲۔علامہ صفدر اوکاڑوی دیوبندی
۲۳۔امام شعرانی
۲٤۔عبدالقیوم حقانی دیوبندی
۲۵۔آپکے ممدوح ظفر احمد تھانوی دیوبندی
۲٦۔امام ابوزھرہ مصری
۲۷۔امام سفیان الثوری
۲۸۔حافظ ظہور احمد دیوبندی۔

ایک مزید اہم حوالہ جو ہم نے کافی پہلے دیا تھا لیکن جناب نے کچھ جواب نہ دیا۔

۲۹۔ علامہ رشد اللہ سندھی جو کہ آپکے ہاں صاحب العلم کے لقب سے مشہور ہیں اور امام شوکانی کے شاگرد ہیں وہ لکھتے ہیں۔

عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی۔۔۔صدوق۔
(کشف الاستار عن رجال معانی الاثار صفحہ ۷٤)

نوٹ:

یہ کتاب بدر الدین عینی کی کتاب مغانی الاخیار کی تلخیص ہے اور اسکو جناب کے ممدوح عالم مولانا شفیع دیوبندی نے دارالاشاعت والتدریس بدیوبند سے چھپوایا ہے اور مقدمہ میں اس کتاب کی کافی تعریف بھی کی ہے۔

اب مزے کی بات یہ کہ صاحب العلم صاحب نے فقط صدوق لکھا۔ کیوں؟
کیونکہ جناب انہوں نے بھی تمام اقوال پڑھے اور توثیق کو ہی راجح قرار دیا اور تضعیف کو تسلیم نہیں کیا۔

۳۰۔ امام ترمذی کی تحسین۔

لہذا ان تمام دلائل سے عطیہ کی توثیق ثابت ہوئی۔ ساتھ ہی ہمارا عطیہ پر کلام ہوا ختم۔
اب آتے ہیں اگلی روایت پر۔

(کشف الاستار عن رجال معانی الاثار صفحہ ۷۴)

اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان

الحمد لله الذی من علینا بطبع هذا السفر الجلیل ونشر هذا الزهر الجمیل اعنی تلخیص معانی الاخیار من رجال معانی الآثار للامام الطحاوی الذی صنفه الامام الحافظ الحجة العلامة بدر الدین العینی فی ثلث مجلدات

کشف الاستار

عن

رجال معانی الآثار

مع اربع رسائل فریدة

(۱) الدر المنضود فی اسانید شیخ الهند
(۲) الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی
(۳) کتاب الضعفاء الصغیر للامام البخاری
(۴) تبییض الصحیفة بمناقب الامام ابی حنیفة

اهتم بتحصیل کشف الاستار ... المذنب للدرعی محمد شفیع الدیوبندی الهندی المدرس بدار العلوم الدیوبندیة

وقد طبع فی جید ...

وشائع من دار الاشاعة والتدریس بدیوبند ضلع سهارنپور

(نوٹ) اس کتاب کے تمام حقوق طبع بحق دار الاشاعة مذکور محفوظ ہیں کوئی صاحب بلا اجازت طبع نہ فرمائیں

آگے آتے ہیں جناب اگلی روایت پر آپ نے کہا۔

/////

پھر قسور نے آخر میں ایک روایت نقل کی، اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک عطا کیا تھا۔
لیکن اول تو اس روایت میں یہ قول کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کیا تھا، یہ قول نمیر بن حسان کا ہے، اور نمیر بن حسان مجہول الحال ہے۔ اور آپ نے جن دو محققین کے نام لئے ہیں، تو جرح و تعدیل کا یہ قاعدہ ہے کہ جرح و تعدیل کرنے والے کی اپنی حیثیت متعین ہو تو اس کی جرح و تعدیل پر غور کیا جائے گا۔ اب موفق بن عبد اللہ کا جرح و تعدیل میں کیا مقام ہے، یا علی محمد دندل کا کیا مقام ہے، اس کا بیان آپ پر ادھار ہے، اور نمیر بن حسان کی جہالت کو رفع کرنا بھی آپ کے ذمے ہے ۔
اس کے متن پر بھی اعتراض عائد ہوتا ہے ، کہ اگر حضور علیہ السلام نے واقعی فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا،تو کیا قیامت آ گئی تھی کہ ان کو دو مرد گواہ نہیں مل رہے تھے جبکہ عمار یاسر، سلمان فارسی، حضرت مقداد، ابو ذر غفاری، حضرت عباس، حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ موجود تھے۔ اس کا جواب بھی آپ کے ذمے ہے۔مزید حضرت زید بن علی رح کا ابو بکر رض سے سما ع بھی آپ کے ذمہ رہا ..
//////

جناب جوابات تو ہم دینگے ہی ہم جانتے ہیں کہ جوابات ہمارے ذمہ ہیں لیکن آپکے ذمہ شاید یہی ہے کہ فقط ضدبازی کریں۔ خیر اس پر آپکے اعتراضات کا بھی جواب دیتے ہیں نیچے کمنٹ میں۔

آتے ہیں اب اگلی روایت کی طرف جو ہم نے پیش کی تھی تاریخ مدینة المنوره سے اس پر جناب نے ٤ اعتراضات کئے۔

١۔اس میں یہ قول کہ بی بی زہراء ؑ نے فدک مانگا تھا یہ قول نمیر بن حسان کا ہے۔
٢۔نمیر بن حسان مجہول ہے۔
٣۔زید بن علی کی ابوبکر سے ملاقات ثابت نہیں۔
٤۔بی بی ؑ گواہ کیوں نہ پیش کر سکیں۔

اعتراض نمبر ١ :
بی بی ؑ کا مطالبہ فدک نمیر کا قول ہے۔

جواب:
اللہ اکبر۔ جناب اتنا بھی جھوٹ و دجل سے کام نہ لیا کریں شاید آپ عربی سے لاعلم ہیں یا پھر جناب جان بوجھ کر جھوٹ و دجل کی کوشش میں ہیں۔
عبارت دیکھیں۔

النُّمَيْرِيُّ بْنُ حَسانَ قَالَ: قُلْتُ لِزَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ: وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُهَجِّنَ أَمْرَ أَبِي بَكْرٍ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْتَزَعَ مِنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَدَكَ. فَقَالَ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلًا رَحِيمًا، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُغَيِّرَ شَيْئًا تَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَت...

نمیری بن حسان نے کہا کہ میں نے زید بن علی سے کہا یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ ابوبکر کی برائی کروں ۔ اور کہا کہ ابوبکر نے فاطمہ ؑ سے فدک چھین لیا تھا پس زید نے کہا ابوبکر------

آگے مسلسل جناب زید کا قول آرہا ہے اور وہی بیان کررہے ہیں کہ بی بی ؑ نے دعوی ہبہ کیا۔
لہذا جناب آپکو عربی نہیں آتی تبھی آپکو حوالہ جات سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

اعتراض نمبر ۲:
نمیر بن حسان مجہول ہے۔

جواب:
اول تو یہ کہ جناب زید بن علی تابعی ہیں جیسا کہ آپکے رجال کی کتب میں ہے اور فضیل بن مرزوق تبع تابعی ہے جیسا کہ اس نے تابعین اور عطیہ سے بھی روایت کی تو اب نمیربن حسان کا تابعی صغیر ہونا لازم آتا ہے۔ خیر اگر نمیر کو تبع تابعی بھی مان لیا جائے تو بھی ہمارا مقصد حل ہو جاتا ہے۔ کیسے؟ ملاحظہ کریں ذرا۔

جناب کے ہاں یہ اصول ہے کہ قرون ثلاثہ میں راوی کی جہالت نہ مضر ہے اور نہ ہی صحت روایت کے منافی ہے کیونکہ قرون ثلاثہ میں اصل عدالت ہے۔
کہاں لکھا ہے؟ حوالہ جات دیکھیں۔

۱۔الأخرى يقبل مجهول الحال في العدالة خاصة، دون بقية الشروط. وهو مذهب أبي حنيفة
(روضة الناظر وجنة المناظر جلد ۱ ص ۳۳۵)

http://shamela.ws/browse.php/book-12010/page-358

۲۔امام سرخسی حنفی کا قول ہے۔

وقلنا نحن: المجهول من القرون الثلاثة عدل بتعديل صاحب الشرع إياه ما لم يتبين منه ما يزيل عدالته، فيكون خبره حجة على الوجه الذي قررنا.

لیں جناب آپکے ممدوح امام سرخسی لکھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ میں مجہول کی تعدیل ہوتی ہے اور اسکا (یعنی توثیق کا) ظاہر نہ ہونا اسکی عدالت کو زائل نہیں کرتا اور اسکی خبر حجت ہے۔
(اصول السرخسی جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

http://islamport.com/w/usl/Web/831/353.htm

۳۔ ویروی الحنفیہ ان خبر المجھول فی القرون الثلاثہ الاولی الحجة۔
حنفیوں نے روایت کیا ہے کہ خبر مجہول قرون ثلاثہ اولی میں حجة ہے۔
(توثیق السنہ فی القرن الثانی صفحہ ۱۵۵)

٤۔ پھر آپکے ممدوح جناب ظفر احمد تھانوی صاحب ایک راوی کو مجہول کہنے کے بعد لکھتے ہیں۔

جہالة الرواة فی القرون الثلاثہ لا یضرنا۔
قرون ثلاثہ میں راوی کی جہالت ضرر نہیں دیتی۔
(اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

۵۔یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

فیہ رجل مبہم وھو لا یضر عندنا لان الاصل فی القرون الثلاثہ العدالۃ۔
اس میں ایک آدمی مبہم ہے جو کہ ہمیں نقصان نہیں دیتا کیونکہ قرون ثلاثہ میں اصل عدالت ہے۔
(اعلاء السنن جلد ١٧ صفحہ ١٣)

٦۔ اسی طرح آپکے ممدوح مولانا صفدر اوکاڑوی بھی لکھتے ہیں۔
خیر القرون یعنی قرون ثلاثہ میں مجھول راوی بھی ہمارے ہاں حجت ہے۔
(انوارات صفدر صفحہ ٣٢٤)

٧۔ اسی طرح آپکے ممدوح مناظر الیاس گھمن صاحب زیاد بن زید کی جہالت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

یہ خیر القرون کے راوی ہیں اور خیر القرون کی جہالت عند الحنفیہ صحت حدیث کو مضر نہیں بحوالہ ترصیع الدرۃ و قواعد۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٤ صفحہ ٥١ ، ٥٢)

یہ مختصر حوالہ جات ہیں کہ خیر القرون میں راوی کی جہالت مضر نہیں آپ احناف میں لہذا جناب کا یہ پہلا اعتراض تو فوت ہوا۔

نیچے اسکین دیکھیں۔

http://shamela.ws/browse.php/book-12010/page-358

(اعلاء السنن جلد ٨ صفحہ ٢٩٥)

إعلاء السنن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه الله

أول طبعة على الكمبيوتر مزينة بترقيم الأحاديث، وعنوان البحث في أعلى كل صفحة، مع تصحيح الأخطاء المطبعية الواقعة في الطبعة السابقة

الجزء الثامن

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية
أشرف منزل د/٤٣٧، گارڈن ايسٹ، كراتشي، باكستان

ج - ٨ — المشى خلف الجنازة والإسراع بها — ٢٩٥

٢٢٥٩- عن: أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال: «أسرعوا بالجنازة، فإن تك صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن تك سوى ذلك فشر تضعونه عن رقابكم». رواه "البخارى" (١٧٦:١).

٢٢٦٠- عن: ابن عمر رضى الله عنهما سمعت رسول الله ﷺ يقول: «إذا مات أحدكم فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره». أخرجه الطبرانى بإسناد حسن "فتح البارى" (١٤٧:٣).

٢٢٦١- عن: ابن مسعود رضى الله عنه: «سألنا نبينا ﷺ عن المشى مع الجنازة، فقال: «ما دون الخبب». رواه أصحاب السنن، وفيه يحيى بن عبد الله الجابر ويقال: المجبر، وثقه الترمذى (زيلعى)، وقال أحمد وابن عدى: لا بأس به (تهذيب). وشيخه أبو ماجد الحنفى مجهول، ولكن جهالة الرواة فى القرون الثلاثة لا تضرنا، كما ذكرنا فى "المقدمة".

٢٢٦٢- عن: أبى بكرة قال: «لقد رأيتنا مع رسول الله ﷺ، وأنا لنكاد أن نرمل بالجنازة رملا». أخرجه الحاكم فى "المستدرك" (٣٥٥:١) وقال: هذا

قوله: عن أبى هريرة إلخ، وعن ابن عمر إلخ. دلالتهما على الجزء الثانى من الباب ظاهرة. وروى أبو داود وسكت عنه هو، والمنذرى (١٧٩:٣)، عن عيينة بن عبد الرحمن عن أبيه أنه كان فى جنازة عثمان بن أبى العاص رضى الله عنه، وكنا نمشى مشيا خفيفا فلحقنا أبو بكرة، فرفع سوطه فقال: "لقد رأيتنا ونحن مع رسول الله ﷺ نرمل رملا" اهـ. ورواه النسائى بسندين مختصرا ومطولا، وسكت عنهما (٢٧١:١). وفى نصب الراية (٣٥٨:١): رواه أبو داود والنسائى قال النووى فى الخلاصة: بأسانيد صحيحة اهـ. وقال السندى فى تعليقه على النسائى: رملا، بفتحتين أى نسرع فى المشى اهـ.

قوله: "عن ابن مسعود" إلخ.

قوله: "عن أبى بكرة". قلت: ومذهب الحنفية فى الباب هو الذى أفاده حديث ابن مسعود. قال صاحب الهداية: ويمشون بها مسرعين دون الخبب. قال العينى: وصاحب الهداية لا يذكر إلا ما هو العمدة عند أبى حنيفة. ورد به على الحافظ حيث نسب إلى

اس میں ایک آدمی مبہم ہے جو کہ ہمیں نقصان نہیں دیتا کیونکہ قرون ثلاثہ میں اصل عدالت ہے۔
(اعلاء السنن جلد ١٧ صفحہ ١٣)

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر أحمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي

أول طبعة على الكمبيوتر مزينة بترقيم الأحاديث، وعنوان البحث في أعلى كل صفحة، مع تصحيح الأخطاء المطبعية الواقعة في الطبعة السابقة

الجزء الثامن

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

أشرف منزل د/٤٣٧، گارڈن ایسٹ، کراچی ٥، پاکستان

باب الشفعة بالجوار إذا كان الطريق واحدا

٥٤٥٣– عن عبد الملك بن أبي سفيان عن عطاء عن جابر قال: قال النبي ﷺ: «الجار أحق بشفعة جاره ينتظر بها وإن كان غائبا إذا كان طريقهما واحدا»، رواه

وأيده بما رواه ابن جريج عن الزهري عن ابن المسيب أن النبي ﷺ قال: «إذا حدت الطرق فلا شفعة» (٢٦٦:٢).

قال الحافظ: وفيه أي في دعوى دراخ نظر، لأن الأصل أن كل ما ذكر في الحديث فهو منه حتى يثبت الإدراج بدليل، وقد نقل صالح بن أحمد عن أبيه أنه رجع رفعها اهـ (٣٦٠:٤).

قلت: فظهر بذلك أن الطحاوي لم ينفرد بدعوى الإدراج، بل وافقه فيه أبو حاتم أيضا، فلا يجوز لأحد الطعن على الطحاوي، فإنه إمام مجتهد في الحديث والفقه فلا يحتج عليه بقول غيره، من أئمة الحديث، والله تعالى أعلم.

باب الشفعة بالجوار إذا كان الطريق واحدا

أقول: الحديث نص في الباب، وقال الشوكاني: فيه دليل على أن الجوار بمجرده، لا تثبت به الشفعة، بل لا بد معه من اتحاد الطريق، ويؤيد هذا الاعتبار، قوله في حديث جابر، وأبي هريرة المتقدمين: «فإذا وقعت الحدود، وصرفت الطرق فلا شفعة» اهـ (نيل ٥: ٢٢٠).

أقول: هذا احتجاج بمفهوم المخالفة، وهو ليس بحجة عندنا، وتأييده بحديث جابر، وأبي هريرة فاسد، لأن قوله: لا شفعة، إنه لا شفعة من جهة الشركة لا أنه لا شفعة مطلقا، لأن الشفعة بالجوار ثابتة.

ومما يدل على فساده أنه قال في حديث أبي هريرة: «إذا قسمت الدار وحدت فلا شفعة فيها»، رواه أبو داود وابن ماجه بمعناه، فإن كان معنى قوله: «فلا شفعة فيها» أنه لا شفعة فيها بوجه من الوجوه لانتفت من جهة اتحاد الطريق أيضا مع أنها ثابتة بحديث جابر المسلم عند الشوكاني، فثبت أنه ليس فيه نفي الشفعة مطلقا، بل فيه نفي لها من جهة خاصة فقط، وهو المدعى، ولما ثبت الشفعة باتحاد الطريق ثبت باتحاد المسيل وغيره أيضا لاشتراك العلة، فتدبر.

وقال أحمد: حدثنا عبد الرزاق أخبرنا سفيان عن منصور عن الحكم عمن سمع عليا وابن مسعود يقولان: «قضى رسول الله ﷺ بالجوار» (مسند ١: ١١٤)، وفيه رجل مبهم، وهو لا يضر عندنا، لأن الأصل في القرون الثلاثة العدالة، ولو سلم فغايته الضعف، والضعيف يصلح مشاهدا،

لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين

انوارات صفدر

ازقلم: حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

کے راوی کے متعلق ۔کیونکہ جب خیرالقرون میں مجہول راوی ہمارے ہاں حجت ہے تو جس (مجہول) راوی کی تعدیل بیان کی گئی ہو تو وہ بطریق اولیٰ ہمارے ہاں مقبول ہوگا۔اور خیرالقرون کے علاوہ کا راوی ہو تو وہ مقبول نہیں ہوگا۔(ق ۲۱۵)

ائمہ کرام کی ایک جماعت کا تذکرہ جو ہمیشہ ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں۔

262: یحییٰ بن سعید القطانؒ ۔ابن مہدیؒ وہ دونوں حضرات ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں جس طرح کہ تدریب الراوی میں ہے اسی طرح امام مالکؒ، اور امام شعبہؒ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب کے خطبہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔اور اسی طرح سعید بن میتب، محمد بن سیرین، اور ابراہیم نخعیؒ علامہ ماردینیؒ الجوہر النقی میں فرماتے ہیں امام ابوعمر التمہید کے شروع میں فرماتے ہیں "وہ راوی جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہمیشہ ثقہ سے روایت کرتا ہے تو اس محدث کی تدلیس اور اسکا مرسل بیان کرنا مقبول ہے۔تو حضرت سعید بن میتبؒ اور محمد بن سیرینؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہوں گی۔(ق ۲۱۶)

263: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں اسی طرح امام یحییٰ بن معین اگرچہ ان کے متعلق کسی کی تصریح میں نے نہیں دیکھی لیکن ان کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ بغیر بیان کئے غیر ثقہ راوی سے روایت کریں تحقیق وہ شدت سے دور کرنے والے ہیں جھوٹ کو نبی پاک ﷺ سے۔اور وہ امام احمد، امام ابن مدینیؒ اور ان کے ہم مثل محدثین کے ساتھ بیٹھے۔اور ان کے لئے ایسی احادیث کا انتخاب کرتے جو پہلے کسی نے نہ کیا ہوتا۔جس طرح کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔فجزاہ الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء والئمة والفضله(ق ۲۱۸)

264: اور یحییٰ بن ابی کثیر طائی بھی اسی طرح ہیں امام ابوحاتم فرماتے ہیں یحییٰ ایسے امام ہیں جو ہمیشہ ثقہ راوی سے حدیث بیان کرتے ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

یہ خیر القرون کے راوی ہیں اور خیر القرون کی جہالت عند الحنفیہ صحت حدیث کو مضر نہیں بحوالہ ترصیع الدرۃ و قواعد۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٤ صفحہ ٥١ ، ٥٢)

4:امام مقدسی:اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔(الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

5:امام بزار:صالح الحدیث(مسند بزار تحت حدیث رقم696)

6:محدث عثمانی:اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔(اعلاء السنن ج2ص193)

یاد رہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی پر جرح بھی ہو اور محدثین نے اس کی تعدیل وتوثیق بھی کی ہو تو اس کی حدیث "حسن" درجہ کی ہوتی ہے۔(قواعد فی علوم الحدیث: ص75)

تو اصولی طور پر یہ راوی حسن الحدیث درجے کا ہے، ضعیف نہیں۔ لہذا یہ روایت صحیح وحجت ہے، اعتراض باطل ہے۔

شبہ نمبر2 :اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔

جواب: یہ خیر القرون کے راوی ہیں اور خیر القرون کی جہالت عند الحنفیہ صحت حدیث

قافلہ حق 52

کو مضر نہیں۔(ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ ص81،قواعد فی علوم الحدیث ص280)

نیز زیاد بن زید کا ایک متابع نعمان بن سعد موجود ہے۔
(سنن الدار قطنی رقم1113،بذل المجہود ج2ص23باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ)

لہذا روایت قابلِ استدلال ہے اور حجت ہے۔ والحمد للہ

اعتراض نمبر ٣:
جناب زید کی ابوبکر سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب:
جناب بندہ احقر عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے ہی اصولوں سے نابلد ہیں اسی لئے ہمیں آپکو آپکے ہی اصول سکھانے پڑ رہے ہیں۔

جناب زید بن علی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں اور ان سے یہ روایت مرسلا نقل ہوئی ہے اور جناب خیر القرون کی مرسل روایت آپکے ہاں حجت ہے اس پر بھی مختصر حوالہ جات دیتا ہوں ورنہ دلائل کے انبار ہیں اس پر بھی۔

١۔ آپکے ممدوح دیوبندی عالم حافظ ظہور احمد حسینی دیوبندی لکھتے ہیں کہ تابعی کی مرسل ابوحنیفہ کے نزدیک حجت ہے۔
(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ٤٥٨ ، ٤٥٩)

٢۔ فأما مراسيل القرن الثاني والثالث حجة في قول علمائنا رحمهم الله

(المبسوط جلد ١ ص٣٦٠)

٣۔ ولا يخفى أن المرسل مقبول عند جمهور العلماء

(التعليق الممجد على موطأ محمد تصنيف عبدالحئی لکھنوی، ج 1، ص 499)

٤۔ قد قدَّمنا أن المرسَل مقبول عند الزيدية والمعتزلة والحنفية والمالكية، وأنه قد ادُّعي إجماعُ التابعين على قبوله،
العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم ج 1 ص 358

٥۔ آپکے ممدوح مناظر الیاس گھمن صاحب لکھتے ہیں۔

جمہور محدثین خصوصا احناف و موالک کے ہاں خیر القرون کا ارسال مضر نہیں۔
(قافلہ حق شمارہ ٢٧ صفحہ ٥١)

٦۔ اب آئیں جناب آپکے امین صفدر اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں۔

خیر القرون میں ارسال کو احناف جرح نہیں سمجھتے۔
(تجلیات صفدر جلد ٣ صفحہ ٣٣١)

٧۔ آپکے ابن الہمام حنفی لکھتے ہیں۔

والمرسل عندنا وعند جمہور العلماء حجة۔
(شرح فتح القدیر جلد ١ صفحہ ٤٢)

٨۔ آپکے ممدوح ظہور احمد دیوبندی تین صفحات پر بحث کرتے ہیں اور مرسل کی حجیت ثابت کرتے ہیں۔ (رکعات تراویح کا تحقیقی جائزہ صفحہ ٥٧ تا ٦٠)

٩۔ آپکے اور ممدوح عالم مولوی خیر محمد جالندی جوکہ آپکے حکیم الامت اشرف تھانوی صاحب کے خلیفہ ہیں لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مرسل مطلقا قبول ہے۔
(خیر المصابیح صفحہ ٢٣)

١٠۔ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

وقد استدل کثیرمن الفقہاء بالمرسل۔۔۔وھوقول ابوحنیفہ واصحابہ۔
(شرح علل الترمذی جلد ١ صفحہ ٥٤٣)

پس جناب یہ ١٠ علماء کے حوالہ جات ہیں لہذا جناب کا یہ اعتراض بھی باطل ہوا۔

نیچے اسکین دیکھیں۔

(ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ٤٥٨ ، ٤٥٩)

اما مرسل غیر الصحابی، کقول من لم یعاصر النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، و من لم یعاصر ابا ھریرۃ، قال ابوھریرۃ.[۱]

غیر صحابی (تابعی) کی مرسل یہ ہے کہ مثلاً جس شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ یا جس شخص نے حضرت ابوہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرسل روایت مطلق (بلا کسی اضافی قید کے) حجت ہے۔ بشرطیکہ مُرسِل (ارسال کرنے والا) ثقہ ہے۔ امام صاحبؒ کے علاوہ دیگر جمہور ائمہ (امام مالکؒ، امام ثوریؒ، امام احمدؒ وغیرہ) اور تمام تابعین بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں۔ البتہ امام شافعیؒ کو اس کی حجیت میں کلام ہے، اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرسل حدیث کو قابلِ احتجاج ماننے سے انکار کیا۔

امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اجمع التابعون باسرھم علی قبول المرسل ولم یأتِ عنھم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدھم الی رأس المأتین، قال ابن عبدالبر: کانہ یعنی الشافعی اوّل من ردہ.[۲]

تابعین سب کے سب مُرسل روایت کے حجت ہونے پر متفق ہیں، اور ان میں سے کسی نے بھی اس کی حجیت سے انکار نہیں کیا، اور تابعین کے بعد بھی دوسری صدی ہجری تک ائمہ میں سے بھی کوئی امام اس کے قابل حجت ہونے کا منکر نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعیؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے (اس کی حجیت) سے انکار کیا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے امام شافعیؒ کے اس انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"مرسل روایت کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ مطلقاً حجت جانتے تھے، کیونکہ ان کے

[۱] مختصر روضۃ الناظر (ص ۵۰) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

[۲] تدریب الراوی (۱/۱۶۳)
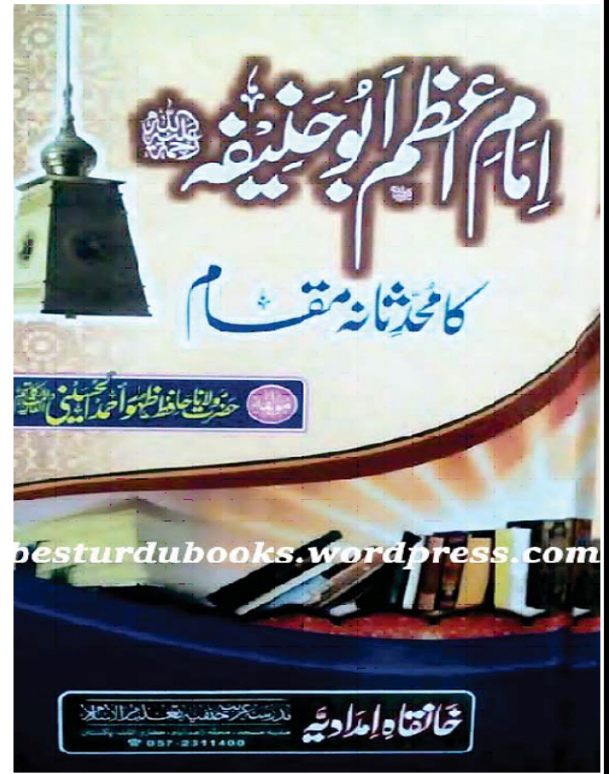
(قافلہ حق شمارہ ۲۷ صفحہ ٦۷)

قاری ہونے کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

شبہ:

آل حدیث نے لکھا: عبدالعزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ (مقدار قیام رمضان از زئی غیر مقلد ص76)

جواب:

امام عبدالعزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ:

آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے (تہذیب ج4ص488)

(تجلیات صفدر جلد ۳ صفحہ ۳۳۱)

تجلیات صفدر جلد سوم 331 تحقیق مسئلہ تراویح

سے انحراف ہے۔ ہاں خیر القرون میں ارسال، جہالت، تدلیس کا مسئلہ اختلافی ہے، احناف اس کو جرح نہیں سمجھتے، ان کو شوافع کے اختلافی اصول ماننے پر مجبور کرنا بھی خرق اجماع ہے، غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث مانتے ہیں، اس لئے وہ بتائیں کہ ان کو تو اجماعی اصول کے استعمال کا بھی حق نہیں چہ جائیکہ اختلافی اصول استعمال کریں، وہ بھی ان کے خلاف جو ان کو مانتے ہی نہیں، اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین جو بیس رکعت کو بدعت اور آٹھ رکعت کو سنت کہتے ہیں، ان کی اصل دلیل جس کو بنیادی سمجھتے ہیں، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

غیر مقلدین کے مستدل کے جوابات:

(۱)...... لیکن اس سے استدلال کی بنیاد نماز تہجد اور نماز تراویح کا ایک ہونا ہے، جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ اجماع میں۔

(۲)...... امت کے تمام محدثین نے اپنی احادیث کی کتابوں میں تہجد اور تراویح کے الگ الگ ابواب قائم کئے ہیں۔

(۳)...... امت کے تمام فقہاء نے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی کتب فقہ میں تراویح و تہجد کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں۔ گویا محدثین و فقہاء کا یہ قطعی اجماعی مسئلہ ہے۔

(۴،۱۵)...... امام مسلم، امام مالک، امام عبدالرزاق، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام مروزی، امام دارمی، صاحب بلوغ المرام، صاحب مشکوۃ سب اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں مگر باب تراویح میں نہیں لائے۔

(۱۶)...... یہ تمام محدثین اس حدیث کو امام مالکؒ کی سند سے لائے ہیں، امام مالکؒ نے کبھی اس سے تراویح پر استدلال نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو مع النوافل ۳۶ رکعات کے قائل و فاعل ہیں۔

(شرح فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۲)

شرح

فتح القدير

تأليف

الإمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي ثم السكندري

المعروف بابن الهمام الحنفي

المتوفى سنة ٨٦١ هـ

على

الهداية شرح بداية المبتدي

تأليف

شيخ الإسلام برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني

المتوفى سنة ٥٩٣ هـ

علق عليه وخرج آياته وأحاديثه

الشيخ عبد الرزاق غالب المهدي

الجزء الأول

المحتوى

كتاب الطهارات - كتاب الصلاة

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

والسلام «من قاء أو رعف في صلاته فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلاته ما لم يتكلم» ولأن خروج النجاسة مؤثر

ليبن على صلاته ما لم يتكلم رواه الدارقطني. وقال الحفاظ من أصحاب ابن جريج: يروونه عن ابن جريج عن أبيه عن النبي ﷺ مرسلاً انتهى. وقد تكلم في ابن عياش. وجملة الحاصل فيه أنه يحتج من حيث الشاميين لا الحجازيين، وأخرجه البيهقي من جهة الدارقطني عن ابن جريج عن أبيه عنه ﷺ مرسلاً وقال هذا هو الصحيح، ثم نقل عن الشافعي أنه بتقدير الصحة يحمل على غسل الدم لا وضوء الصلاة، ودفع بأنه غير صحيح وإلا لبطلت الصلاة فلم يجز البناء. وابن عياش قد وثقه ابن معين، وزاد في الإسناد عن عائشة والزيادة من الثقة مقبولة، والمرسل عندنا وعند جمهور العلماء حجة، وسيأتي زيادة فيه من الآثار في باب الحدث في الصلاة فإن المصنف أعاده فيه، والأفصح في رعف الفتح، والقلس: الخارج من الغثيان، والقيء مع سكون النفس يكون. وقد أخرج أبو داود والترمذي والنسائي عن حسين المعلم بسنده إلى معدان بن أبي طلحة عن أبي الدرداء أنه ﷺ قاء فتوضأ، قال: فلقيت ثوبان في مسجد دمشق فذكرت ذلك له فقال: صدق أنا صببت له وضوءه»[1] قال الترمذي: وهو أصح شيء في هذا الباب وأعله الخصم بالاضطراب فإن معمراً رواه عن يحيى بن أبي كثير عن يعيش عن خالد بن معدان عن أبي الدرداء ولم يذكر فيه الأوزاعي. وأجيب أن اضطراب بعض الرواة لا يؤثر في ضبط غيره. قال ابن الجوزي: قال الأثرم: قلت لأحمد قد اضطربوا في هذا الحديث، فقال: قد جوّده حسين المعلم، وقد قال الحاكم هو على شرطهما، وروي مثل هذا عن ابن عمر. وفي مصنف عبد الرزاق: أخبرنا الثوري عن أبي إسحاق عن الحرث عن عليّ رضي الله عنه قال: إذا وجد أحدكم رزاً أو رعافاً أو قيئاً فلينصرف وليتوضأ، فإن تكلم استقبل ولا اعتدّ بما

قصبة الأنف انتقض الوضوء، بخلاف البول إذا نزل إلى قصبة الذكر ولم يظهر، لأن النجاسة هناك لم تصل إلى موضع يلحقه حكم التطهير، وفي الأنف وصلت إلى ذلك إذ الاستنشاق في الجنابة فرض وقال الشافعي: **(الخارج من غير السبيلين لا ينقض الوضوء لما روي عن النبي ﷺ أنه قاء فلم يتوضأ، ولأن غسل غير موضع الإصابة أمر تعبدي)** أي أمر تعبدنا به: أي كلفنا الله به من غير معنى يعقل، إذ العقل إنما يقتضي وجوب غسل موضع أصابته النجاسة **(فيقتصر على مورد الشرع وهو المخرج المعتاد)** والباء في تعبدي يجوز أن تكون للنسبة ويجوز أن تكون للمبالغة كأحمري في أحمر، ويجوز أن يكون معناه أمر تعبدي لأن القياس يقتضي وجوب غسل كل الأعضاء كما في المني، بل بطريق الأولى لأن الغائط أنجس من المني

الثاني للمنشئية، ولو كان لفظ الحديث من خمس لكان شبيهاً به كل الشبه قوله: **(والثاني الأمر بالوضوء الخ)** أقول: معطوف على قوله أحدها الأمر بالانصراف الخ قوله: **(ويجاب إلى قوله بأن ذلك الشرط ليس بمتفق عليه الخ)** أقول: ويجوز أن يكون ذلك على التنزل

(١) حسن. أخرجه أبو داود ٢٣٨١ والترمذي ٨٧ واللفظ له والحاكم ١/٤٢٦ والدارقطني ١/١٨٨، ١٨٩ والبيهقي ١/١٤٤ وكذا الدارمي ١٦٧٩ كلهم من حديث أبي الدرداء وكذا رواه أحمد ٦/٤٤٣ و٥/١٩٥، ٢٧٧ وليس في شيء من هذه الطرق عند أحد لفظ: قاء فتوضأ.
إلا عند الترمذي ورواية لأحمد في ٦/٤٤٩ ولفظه: عن أبي الدرداء قال: استقاء رسول الله ﷺ فأفطر، فأتى بماء فتوضأ.
قال الترمذي: وقد جود حسين المعلم هذا الحديث.
وقال البيهقي عقبه: هذا الحديث مضطرب واختلفوا فيه اختلافاً شديداً اهـ وقد ذكر الزيلعي ١/٤١ نقل ابن الجوزي عن الأثرم عن أحمد فقال: قد جوده حسين المعلم.
وقد صححه الحاكم. وأقره الذهبي على شرط مسلم.
قلت: ومع ذلك فإن كلام الحاكم وغيره ممن صححه ليس فيه لفظ قاء فتوضأ. وإنما بلفظ: قاء فأفطر ولكنه ذكر ثوبان للوضوء يعطي هذه العبارة قوة وإلا فقد انفرد الترمذي بهذه العبارة.
وقد أطال الأستاذ أحمد شاكر في تعليقه على الترمذي حيث قال الترمذي: وهو مذهب الثوري وابن المبارك وأحمد وإسحاق.
وقال مالك والشافعي ليس في القيء والرعاف وضوء قال شاكر: وهو الصحيح. والقائلون بالوضوء احتجوا بأحاديث ضعيفة وآثار عن الصحابة وليس في شيء من ذلك حجة وأما حديث الباب فإنه لا يدل على وجوب الوضوء من القيء لأن النبي ﷺ كان يتوضأ لكل صلاة طاهر وغير طاهر ووجوب الوضوء أو نقضه لا يثبت بالفعل فقط لأن الفعل لا يدل على الوجوب إلا أن يقترن بأمر أو نص بذلك.
تنبيه: وعزو ابن الهمام الحديث للنسائي هو في الكبرى حيث لم يذكر شاكر ولا غيره كونه في النسائي وبحثت عنه فلم أجده.

(رکعات تراویح کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۷ تا ۶۰)

58

حجیت مرسل کی بحث

مرسل روایت ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ) اور جمہور فقہاء ومحدثین (امام اوزاعی، امام سفیان ثوریؒ وغیرہ) کے نزدیک مطلق حجت ہے۔ تمام تابعین کرام بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں [1]۔ البتہ امام شافعیؒ اور ان کے ہم فکر محدثین اور فقہاء کے نزدیک ہر مرسل روایت حجت نہیں بلکہ مرسل معتضد حجت ہے۔ مرسل معتضد کا مطلب یہ ہے کہ اس مرسل کی تائید کسی دوسری روایت سے (خواہ وہ مسند ہو یا مرسل) سے ہو چکی ہو، یا اس پر صحابہ کرامؓ یا اکثر علماء نے عمل کیا ہو [2]۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ مرسل معتضد سب کے نزدیک حجت ہے [3]۔ شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے تو یہ بھی تعمیم کی ہے کہ مرسل روایت کا مؤید ضعیف روایت بھی ہو تب بھی وہ حجت ہے [4]۔

غرض مرسل معتضد سب علماء کے نزدیک حجت ہے۔ خود غیر مقلدین علماء بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوریؒ ابوقلابہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں: اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسلاً محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہؓ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے [5]۔ غیر مقلد محقق مولانا عبدالرؤف اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر اس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں [6]۔ نیز عبدالرؤف صاحب محمد بن یحییٰ بن حبان کی ایک مرسل روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ مرسلاً بھی مروی ہے اور یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے [7]۔

---

[1] چنانچہ علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں: اجمع التابعون باسرهم علی قبول المرسل ولم يأت منهم انكاره ولا عن احد من الائمة الیٰ رأس المائتين، تدریب الراوی (۱/۱۶۷) حضرات تابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ مرسل قابل قبول ہے۔ اور تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک کسی شخص نے اس کے حجت ہونے سے انکار نہیں کیا۔ [2] دیکھئے مقدمہ شرح مسلم للنووی (ص ۱۷) شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۱)، زاد المعاد (۱/۱۰۳) وغیرہ [3] ابکار المنن (ص ۱۴۳/۱۴۴) [4] حاشیۃ شرح نخبۃ الفکر لشیخ الاسلام بحوالہ رکعات التراویح (ص ۶۵)، حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۱۳۰) [5] تحقیق الکلام (۱/۹۵) مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔ [6] القول المقبول فی شرح صلوٰۃ الرسول (ص ۳۷۰) [7] القول المقبول (ص ۶۳۱) طبع رابع

رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ

مؤلف

حافظ ظہور احمد الحسینی

فاضل

وفاق المدارس العربیہ پاکستان * جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلہ زاہد آباد مدینہ مسجد حضرو ☆ ضلع اٹک پاکستان ☆ فون 057-2311400

(خیر المصابیح صفحہ ۲۳)

23

رمضان بثلاث وعشرين ركعة۔ (رواہ مالک اسنادہ قوی) (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رح کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ ۱۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ حدیث امام مالک رح کے مؤطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مؤطا کے متعلق حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۲، ج ۱ میں فرمایا ہے۔

قال الشافعی رح اصح الكتب بعد كتاب الله موطا امام مالك رح واتفق اهل الحديث على ان جميع مافيه صحيح على رأی مالك ومن وافقه واما على رأی غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى وقد صنف فی زمان مالك رح موطات كثيرة فی تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابی ذئب وابن عيينة والثوری ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رح نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک رح ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک رح اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں اور اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو۔ امام مالک رح کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ رح، ثوری رح اور معمر رح کی کتابیں۔

دوسرا جواب مرسل کے قبول و عدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رح اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بناء پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری مسند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے۔ چنانچہ ابن حجر رح شرح نخبۃ الفکر ص ۵ میں فرماتے ہیں

خیر المصابیح فی عدد التراویح

بیس رکعات تراویح

احادیث، عمل صحابہؓ اور اجماع اُمت کی روشنی میں

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱۔ بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۲ ۱۱۰۰۰ (انڈیا)

(شرح علل الترمذی جلد ١ صفحہ ٥٤٣)

شرح علل الترمذي

لابن رجب الحنبلي

٧٣٦ - ٧٩٥هـ

تحقيق ودراسة

الدكتور همام عبد الرحيم سعيد

طبعة مصححة

الجزء الأول

مكتبة الرشد

الرياض

ابن[1] أوس، وغيرهم.

وقال العجلي: مرسل الشعبي صحيح، لا يكاد يرسل إلا صحيحاً.

وقال الحسن بن شجاع البلخي: سمعت علي بن المديني يقول: مرسل الشعبي وسعيد بن المسيب أحب إلي من داود بن الحصين[2] عن عكرمة عن ابن عباس.

وقد استدل كثير من الفقهاء بالمرسل، وهو الذي ذكره أصحابنا أنه الصحيح عن الإمام أحمد، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه، وأصحاب مالك أيضاً هكذا أطلقوه.

وفي ذلك نظر سنبين علته ـ إن شاء الله ـ تعالى.

وحُكي الاحتجاج بالمرسل عن أهل الكوفة، وعن أهل العراق جملة، وحكاه الحاكم عن إبراهيم النخعي، وحماد بن أبي سليمان، وأبي حنيفة، وصاحبيه.

وقال أبو داود السجستاني في رسالته إلى أهل مكة: وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوري، ومالك بن أنس والأوزاعي، حتى جاء الشافعي فتكلم فيه، وتابعه على ذلك أحمد بن حنبل وغيره.

قال أبو داود: فإذا لم يكن مسند ضد المراسيل، ولم يوجد (مسند)[3]، فالمراسيل يحتج بها، وليس هو مثل المتصل في القوة، انتهى.

واعلم أنه لا تنافي بين كلام الحفاظ، وكلام الفقهاء في هذا الباب، فإن

(١) يزيد بن أوس، كوفي، روى عن أبي موسى، وقال في التهذيب: قال علي بن المديني: قلّ رجل من الأئمة إلا قد حدث عن رجل لم يرو عنه غيره، ثم قال: إبراهيم النخعي يروي عن يزيد بن أوس، ولا نعلم أحداً روى عنه غيره. تهذيب ٣١٥/١١.

(٢) داود بن الحصين: الأموي، روى عن عكرمة ونافع، (ت ١٣٥) وهو من أهل الحفظ والاتقان، مشاهير علماء الأمصار، ص ١٣٥؛ تهذيب ١٨١/٢.

(٣) في د: «مرسل».

٥٤٣

آگے جناب کا یہ اعتراض کے بی بی ؑ نےگواہ کیوں نہ پیش کئے اسکا جواب انشاءاللہ ہم اس وقت دینگے جب آپ اسکی اسناد کو قبول کر لیں گے پہلے اسناد پر بحث کی گئی ہے آپ قبول کریں کیونکہ یہ روایت مکمل طور پر حجت ہے اور دونوں محققین جو کوئی بھی ہیں انہوں نے بالکل ٹھیک حکم لگایا ہے لہذا جناب کا اسکو ماننا لازم ہے جب جناب روایت کو تسلیم کرینگے تب اس روایت کے متن کے کسی پہلو پر بھی بحث کرنے کو تیار ہیں ہم۔

یہاں تک دونوں روایات کا جواب مکمل ہوا

آگے ہم جناب کو مزید ٢ اسناد نقل کرتے ہیں فتوح البلدان للبلاذری سے۔ ملاحظہ ہوں۔

فتوح البلدان حصہ اول ۵۸

نے اور اُن الکلبی نے، کہ :۔۔ بنی اُمیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بدل کر فدک کو اپنی خالصہ جائداد بنا لیا؛ مگر جب عمر ابن عبدالعزیز والیٔ امر ہوئے تو اُنھوں نے اس کو پھر اسی گزشتہ حالت پر لوٹا دیا۔

ہم سے بیان کیا عبداللہ بن میمون المکتب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی فضیل بن عیاض نے، انھیں مالک بن جعونہ نے، اور انھیں اُن کے والد نے، کہ :۔۔ (حضرت) فاطمہؓ نے (حضرت) ابوبکرؓ سے فرمایا: "فدک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مخصوص فرمایا تھا" اور شہادت میں (حضرت) علی ابن ابی طالب کو پیش کیا، اُنھوں نے دوسرا گواہ مانگا، آپ نے اُمّ ایمن کو پیش کیا۔ اُنھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! آپ جانتی ہیں کہ شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں" یہ سُن کر وہ واپس چلی گئیں۔

مجھ سے بیان کیا رَوح الکرابیسی نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا زید بن الحباب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خالد بن طہمان نے اور ان سے ایک اور شخص نے جسے رَوح نے جعفر بن محمد سمجھا کہ :۔۔ (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "فدک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیدیا تھا" اُنھوں نے ثبوت مانگا، (آپ نے) اُمّ ایمن اور رَباح کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، پیش فرمایا، دونوں نے شہادتیں دیں: (حضرت) ابوبکرؓ نے کہا: کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہو سکتا۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہونی چاہیئے۔

ہم سے ابن عائشہ التیمی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن السائب الکلبی نے، ان سے ابو صالح باذام نے اور اُن سے اُمّ ہانی نے، کہ :۔۔ (حضرت) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا: "جب تم مر جاؤ گے تو تمہارا وارث کون ہوگا؟" اُنھوں نے کہا: "میری اولاد" (جناب سیدہ نے) کہا: "پھر یہ کیا ہے کہ تم ہمارے ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے" اُنھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے آپ کے والد سے سونے یا چاندی یا کسی اور چیز کی کوئی وراثت نہیں پائی ہے" بولیں: "خیبر ہمارا حصہ اور فدک ہمارا صدقہ ہے" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، فرماتے تھے: "یہ وجہ معاش اللہ نے میری زندگی تک کے لئے عطا فرمائی ہے۔ جب میں مروں تو اس کو مسلمانوں میں

اور جناب کے امام عبدالکریم شہرستانی اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ بی بی ؑ نے دعوی ہبہ بھی کیا تھا لہذا اب یہ آپکا اپنا عالم اقرار کر رہا ہے لہذا بی بی ؑ کا دعوی فدک بطور تملیک مکمل ثابت ہوا۔

بیعت اچانک ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو شر سے بچا لیا۔ جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی کی بیعت کر لی تو ان دونوں نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا اس لئے ان دونوں (بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی جائے) کو قتل کر دو اور انصار جو اپنے دعوے سے دست بردار ہو گئے اس کی وجہ نبی (کریم) ﷺ کی حدیث تھی جس کو (حضرت) ابو بکر (صدیق رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا تھا کہ: ''الائمۃ من قریش (امام تو قریش میں سے ہوں گے)۔'' یہ بیعت سقیفہ میں ہوئی (اور بیعت خاصہ تھی) پھر جب (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مسجد (نبوی) میں آئے تو لوگ کثرت سے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور بخوشی آپ کی بیعت کر لی۔ صرف بنو ہاشم کا ایک گروہ اور بنو امیہ میں سے ابو سفیان (نے اس سے تخلف کیا) (جہاں تک) امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو آپ نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل میں مشغول تھے جو آپ (ﷺ) کی تجہیز و تدفین اور قبر (مبارکہ) کے قریب موجود رہنے کے سلسلہ میں کسی تنازعہ و مخالفت کے بغیر تھا۔

چھٹا اختلاف (باغ) فدک اور نبی (کریم) ﷺ کی میراث کے معاملے میں رونما ہوا۔ (حضرت) فاطمہ نے (فدک وغیرہ کا) دعویٰ کبھی میراث کے طور پر کیا اور کبھی اس بنیاد پر کہ (رسول اللہ ﷺ نے اس کو ہبہ کر کے حضرت فاطمہ کو) اس کا مالک بنا دیا تھا۔ (یہ دعویٰ میراث و ہبہ) نبی (کریم) علیہ السلام کی اس مشہور حدیث سے مسترد ہوا کہ: ''نحن معاشر الانبیاء لا نورث، ما ترکناہ صدقۃ (یعنی ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ یعنی مسلمانوں پر وقف ہو گا)۔''

ساتواں اختلاف مانعین زکوٰۃ سے قتال (جنگ) کرنے کے متعلق رونما ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم ان (مانعین زکوٰۃ) سے اس طرح قتال نہ کریں گے جیسے کہ کفار سے کیا جاتا ہے۔ بعض دوسروں نے کہا کہ ہم (مانعین زکوٰۃ) سے قتال کریں گے۔ تا آنکہ (حضرت) ابو بکر (صدیق) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (زکوٰۃ میں) دی جانے والی رسی بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے اس پر قتال کروں گا۔ وہ بنفس نفیس قتال کے لئے (مدینہ سے باہر) گئے اور تمام صحابہ کی جماعت نے ان کی اتباع کی۔ اپنے دور خلافت میں

کتاب الملل والنحل ـــ از ـــ شہرستانی

یہاں تک جواب مکمل ہوا جناب۔ اس دفعہ علمی جواب کی امید کرتا ہوں فقط جمہور جمہور اور منفرد منفرد کی رٹ مت لگائیے گا اور اطمینان سے تمام دلائل دیکھئے گا۔